PDF

ماہنامہ
حجاب
کراچی

MARCH 2018

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تا کہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی **30** تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تا کہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشااللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تا کہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براؤزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تا کہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آسکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مدد گار ثابت ہوگا۔ شُکریہ

www.urdusoftbooks.com
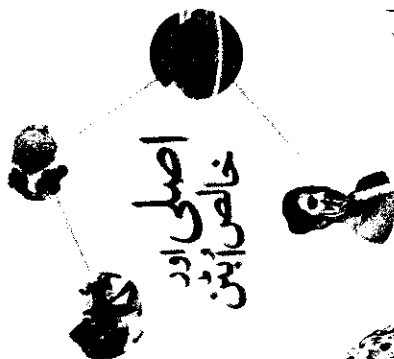
مارچ 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

ناقابل تسخیر: ہسپانیہ خوابوں کی سرزمین، جہاں ہوائیں ساز بجاتی ہیں فضا پھولوں کی خوشبو سے معطر رہتی ہے وہی ہسپانیہ دنیا میں بل فائٹنگ جیسے خونی کھیل کے حوالے سے بھی مشہور ہے جہاں کے لوگ بل مقابلے میں مارا جائے تو بھی جشن مناتے ہیں اور فائٹر جان سے جائے تب بھی خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔ایک خونی دنگل کی روداد جسے پڑھتے ہوئے آپ وقت کا احساس کھودیں گے۔

چاچو سی آئی ڈی: وادی کشمیر کے پس منظر میں ایک ہنستی مسکراتی تحریر چھوٹے خان موٹے خان کی ایک پر مزاح مہم جو آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دے گی۔اداس لمحوں کے لیے اکسیر،ایک دلچسپ تحریر

آتش عشق: جذبات میں کیے جانے والے فیصلے کیا گل کھلاتے ہیں اس کے بارے میں کوئی سوچ لے تو کبھی انجان راہوں پر سفر نہ کرے۔رانگ نمبر سے شروع ہونے والی محبت کا فسانہ

سیریل کلر: ایک سیلزمین کا فسانہ،وہ اپنے طور پر قانون کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو......ایک دلچسپ مغربی کہانی کی تلخیص جو یقیناً آپ کو پسند آئے گی۔

ٹوٹی چوڑیاں: اس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی وہ اپنا گھر بسانے اور نئی زندگی کی شروعات کرنے گاؤں آیا تھا کہ قتل ہوگیا۔معروف انسپکٹر خالد کی ڈائری کا ایک ورق

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

URDUSOFTBOOKS.COM

مارچ 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک
تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرأ صغیر احمد کا سلسلے وار ناول
شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی کا سلسلے وار ناول
وہ جو اک میں تھا
یاسمین نشاط کا مکمل ناول
ڈاکٹر تنویر انور خان، تحسین انجم انصاری، قرۃ العین سکندر، صباء احمد خان
سلمیٰ غزل، فرح بخاری، ثمینہ فیاض، نورعین کی خوب صورت تحریریں
مستقل سلسلوں میں پڑھیے
آپ کی صحت، ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ، غزلیں
نظمیں، بیاض دل، دوست کے پیغام آئے ودیگر
women.magazine
womenmagazine
aanchalpk.com
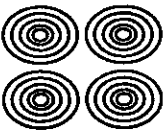
بیاد — زیب النساء
فرحت آراء
مدیراعلیٰ — مشتاق احمد قریشی
مدیرہ — قیصر آراء
نائب مدیرہ — سعیدہ نثار
مدیرہ معاونین — ندا رضوان / عثمان عبداللہ
گروپ ایڈیٹر — طاہر احمد قریشی

ماہنامہ حجاب کراچی

جلد	03
شمارہ	05
مارچ	2018

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

infohijab@aanchal.com.pk

aanchalpk.com

اس شمارے میں

ابتدائیہ

ذکر اس پری وش کا

رخ سخن

ملاقات

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

آرٹیکل

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
[illegible] چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: لیلیٰ منیزے ...... عکاسی: ایم کاشف 0331-4546116

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل Infohijab@aanchal.com.pk

editorhijab@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مارچ ۲۰۱۸ء کا حجاب حاضر مطالعہ ہے۔

ماہنامہ حجاب ہو یا ماہنامہ آنچل یہ دونوں جرائد آپ کے اپنے ہی ہیں' انہیں سجانے سنوارنے میں آپ ہمیشہ شامل رہتی ہیں آپ کی پسند ناپسند کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے ہم کیسے صرف اور صرف اپنی منشاء و مرضی چلا سکتے ہیں' جن بہنوں کو یہ شکایت ہے کہ انہیں موقع نہیں دیا جاتا ان کی اتنی محنت سے لکھی کہانی کو رد کر دیا جاتا ہے کچھ مخصوص لکھنے والیوں کو ہی موقع دیا جاتا ہے یا تو وہ آپ کی رشتہ دار ہوں گی یا کسی خاص سفارش کی وجہ سے انہیں ہمیشہ موقع دیا جاتا ہے ان کی کہانیوں کو زیادہ سے زیادہ شائع کیا جاتا ہے۔

میری پیاری بلکہ بہت ہی پیاری بہنوں ایسا ہرگز نہیں ہے اگر آپ کی کہانی شائع ہونے سے رہ جاتی ہے تو وہ اس لیے نہیں شائع ہوتی کیونکہ مجھے یا ادارے کے کسی فرد کو کسی دوست یا رشتہ دار کی کہانی کو جگہ دینی ہوتی ہے عزیزی بہن آپ سے بڑھ کر کون رشتہ دار ہوگا آپ کا ہمارا رشتہ تو حجاب و آنچل سے جڑا ہے اور بہت گہرا اور دیرینہ تعلق ہے' رہی بات رشتہ داروں کی تو آپ یقین کیجیے ہماری کوئی رشتہ دار لکھاری نہیں اور نہ ہی کوئی سفارش کام آتی ہے ہاں کام آتا ہے تو آپ کی تحریر کا حسن اس کی روانی' اس کا مقصد، ہر ایسی تحریر جو قاری بہنوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو جسے پڑھ کر لطف اندوز ہو سکیں' جس میں زندگی کا گہرا مشاہدہ پنہاں ہو وہ ضرور اپنی جگہ بنا لیتی ہے بلا کسی تخصیص کے ایسی تمام بہنوں سے گزارش ہے جن کی تحریر شائع ہونے سے رہ جاتی ہے یا ناقابل اشاعت قرار پاتی ہے انہیں چاہیے کہ اس تحریر کو دوبارہ سہ بارہ خود پڑھیں یا کسی دوسری بہن بھائی کو پڑھوالیں ایسے میں آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ کیوں شائع ہونے سے رہ گئی۔ ہر جریدے کا اپنا ایک معیار ہوتا ہے الحمدللہ آنچل وحجاب آج جس مقام و منزل پر پہنچے ہیں اس میں آپ بہنوں کا بڑا حصہ ہے۔ اگر ہم اس کا اہتمام نہ کریں کہ آپ کو کیا پسند ہے کیا ناپسند تو ہم کب کے ڈوب چکے ہوتے ذرا سوچیے کہ ہم آج جس طرح آپ کے دلوں میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو سکے ہیں تو آخر کوئی تو وجہ ہے کہ آپ آنچل وحجاب کو پسند کرتی ہیں اگر ہر وہ تحریر جو ہمیں ملتی ہے شائع کر دی جائے چاہے وہ قابل اشاعت ہو یا نہ ہو تو ہم کب کے مٹ چکے ہوتے آپ کب کی بھول چکی ہوتی آج جو بڑی بڑی لکھاری بہنیں ہیں ان سے تو ذرا دریافت کیجیے کہ ابتدا میں کتنی تحریریں رد ہوئیں لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل ناکامیوں کو حوصلے سے برداشت کیا اور ہر بار ایک نئے عزم کے ساتھ میدان عمل میں آتی رہیں، المختصر اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں حجاب و آنچل یقیناً آپ کے اپنے جرائد ہیں آپ سے بڑھ کر کون ہمارا رشتہ دار ہو سکتا ہے امید ہے کہ تمام لکھاری بہنوں کو تسلی ہوئی ہوگی آئیں اب چلتے ہیں اس ماہ کے ستاروں کی جانب۔

اب آیئے چلتے ہیں آپ کے اس ماہ کے حجاب کی جانب۔

مریم مرتضیٰ، عابدہ سبین، نظیر فاطمہ، زارا رضوان، فرح طاہر، ہانیہ درانی، قرۃ العین سکندر، رشک حبیبہ، نائمہ غزل، یمنیٰ نور، فائقہ، اقرا حفیظ۔

دعا گو
قیصر آرا

حمد

یا رب میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے
آنکھیں مجھے دی ہیں تو مدینہ بھی دکھا دے
سننے کی جو قوت مجھے بخشی ہے خداوند
پھر مسجد نبوی کی اذانیں بھی سنا دے
حوروں کی نہ غلماں کی نہ جنت کی طلب ہے
مدفن میرا سرکار ﷺ کی بستی میں بنا دے
منہ حشر میں مجھ کو نہ چھپانا پڑے یا رب
مجھ کو ترے محبوب کی کملی میں چھپا دے
مدت سے میں ان ہاتھوں سے کرتا ہوں دعائیں
ان ہاتھوں میں اب جالی سنہری بھی تھما دے
عشرت کو بھی اب خوشبوئے حسان عطا کر
جو لفظ کہے وہ اسے تو نعت بنا دے

عشرت گودھروی

نام محمد ﷺ صلی علیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی جلا
آؤ ان کا ذکر کریں جو ہیں دافع رنج و بلا
جن کو ان کا قرب ملا ہے بن گئے ہادی و راہنما
سب پر ان کی چشم کرم ہے واہ رے شان جود و سخا
دیکھ کے اپنی فرد عمل کو عاصی جب شرمائیں گے
امت سے کچھ پیار ہے ایسا خود وہ کرم فرمائیں گے
ان پر اپنا تن من واروں، واروں حسن کون و مکاں
حاصل ان کے صدقے میں ہے عزت و عظمت نام ونشاں
محفل نعت کی بات نہ پوچھو شاہ دنیٰ خود آتے ہیں
جس پر چشم کرم ہو جائے اس کے دن پھر جاتے ہیں
ان کی بھیک پہ سب پلتے ہیں جن و ملائک شاہ و گدا
در سے کوئی خالی نہیں لوٹا واہ رے شان جود و سخا
جب کوئی مشکل پیش آئی ہے دل نے انہیں پکارا ہے
انجم اپنا تو یہ یقین ہے ان کا کرم ہو جاتا ہے

قمرالدین انجم

زینب احمد

اقرأ فضل چدھڑ

السلام علیکم! تمام حجاب اسٹاف رائٹرز اینڈ ریڈرز مجھے اقراء فضل کہتے ہیں۔ میری آمد اس خوب صورت دنیا میں 10 اپریل 1992ء میں ہوئی۔ ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ میرا نمبر پہلا ہے پھر ہمارا بھائی پھر منیبہ اور سب سے چھوٹی طیبہ۔ میری تعلیم ایم اے اردو بی ایڈ ہے اور ایم اے ہسٹری کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت محمد ﷺ اور حضرت فاطمہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بات خوبیوں اور خامیوں کی ہو جائے تو وہ بھی بہت ہیں خوبی یہ ہے کہ صاف دل ہوں اور خامی سب سے بڑی غصہ بہت آتا ہے۔ فیورٹ کلر بلیک ہے جو بہت زیادہ پہنتی ہوں۔ سادہ لباس پسند ہے اور جیولری میں چوڑیاں جنون کی حد تک پسند ہیں۔ میک اپ کا کوئی شوق نہیں کھانے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت کھالیتی ہوں۔ مجھے کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا بے حد شوق ہے اور رائٹرز میں سمیرا شریف طور، سباس گل، ام مریم، نادیہ احمد اور نمرہ احمد بہت اچھی لگتی ہیں ان سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ سات سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں اور لکھنے کی کوشش پہلی دفعہ کر رہی ہوں وہ بھی ڈرڈر کے۔ اپنی کزنز کے ساتھ وقت گزارنا اچھا لگتا ہے اور اپنی فیملی سے بہت پیار کرتی ہوں۔ امی ابو کے بغیر تو دل ہی نہیں لگتا۔ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ سب کے والدین کو لمبی زندگی دے (آمین) ہمارا حجاب دن بدن ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ اللہ حافظ۔

ثناء ناز

السلام وعلیکم! میری طرف سے تمام آنچل قارئین کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ تو جی تشریف لاچکی ہیں آج یہ شہزادی جس کا نام ہے ثناء ناز۔ پیار سے مجھے سب سنی بلاتے ہیں اور میرے ابو شفیہ کہہ کر مجھے اپنا نام بہت پسند ہے۔ بی ایس سی کر کے اب میں فری ہوں۔ سارا دن موج مستی کرتی ہوں اور آنچل پڑھتی ہوں۔ بہن بھائیوں میں پانچویں نمبر پر ہوں۔ 1 اپریل 1995 کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ شہر بہاولنگر میں رہتی ہوں دو سال پہلے ایک دوست کو آنچل پڑھتے دیکھا تھا بس تب سے منگوانا شروع کردیا۔ پسندیدہ رائٹرز میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی، سمیرہ شریف طور، ام ایمان قاضی اور نادیہ فاطمہ رضوی ہیں۔ پسندیدہ ناول میں مصحف، بن روئے آنسو، پیر کامل، جنت کے پتے، جو چلے تو جہاں سے گزر گئے، یہ چاہتیں یہ شہد تیں، ہم کہاں کے سچے تھے، خدا اور محبت ہیں۔ ہاتھوں میں چوڑیاں اور انگوٹھی بہت پسند ہے۔ کپڑوں میں گھیردار فراک پاجامہ اور بڑا سا دوپٹہ اور ہیل بہت پسند ہے اور کھانے میں پلاؤ بہت پسند ہے باقی صرف کھا لیتی ہوں مگر شوق سے نہیں۔ خوبیوں میں یہ کہ سچ بولتی ہوں مجھے جھوٹ سے نفرت ہے۔ احساس اور ہمدرد بہت ہے بقول میری بڑی بہن (نعیمہ) کے، خامیوں میں یہ کہ مجھے غصہ بہت جلدی آتا ہے اور جلدی اتر جاتا ہے۔ میری بہت سی دوستیں ہیں سب سے جلدی فری ہو جاتی ہوں۔ میری پیاری سی دوست ارم کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ یہ بھی آنچل کی بہت پرانی خاموش قاری ہیں۔ میں پہلی بار حجاب میں شرکت کر رہی ہوں۔ اگر میرا تعارف شائع نہ ہوا تو میں دوبارہ خط نہیں لکھ سکوں گی۔ میں بہت مایوس ہوں گی۔ اب جانے لگی ہوں کہیں آپ بور نہ ہو جائیں۔ یہ ضرور بتانا کہ میرا تعارف کیسا لگا اور کون مجھ سے دوستی کرے گا۔ اللہ حافظ

مہتاب شاہ

السلام علیکم! تمام حجاب قارئین اور رائٹرز کو میرا محبت

بھرا سلام قبول ہو۔ میرا نام مہتاب شاہ ہے۔ میں 18 سال کی ہوں اور سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں۔ مجھے کہانیاں پڑھنے اور لکھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے اور میں نے اپنی دو اسٹوریز آنچل میں لکھ کر بھیجی ہیں اللہ کرے وہ لگ جائیں اگر میری اسٹوریز شائع ہوگئیں تو میری خوشی کی انتہا نہیں ہوگی۔ میں نے تمام رائٹرز کو پڑھا ہے اور روز پڑھتی ہی رہتی ہوں۔ میری پسندیدہ رائٹرز میں اقراء صغیر احمد' نازیہ کنول نازی' نادیہ فاطمہ رضوی' ام ایمان قاضی' سمیرا شریف طور' سباس گل' عمیرہ احمد' صائمہ قریشی' حرا قریشی' فاخرہ گل' نادیہ احمد' صدف آصف' صبا ایشل اور ام مریم شامل ہیں اور میرے پسندیدہ سنگرز میں راحت فتح علی خان' نصرت فتح علی خان' شفقت امانت علی' عاطف اسلم' فاخر' علی حیدر' شیراز اپل' فرحان سعید' ہارون' جواد احمد' ابرار الحق' علی عظمت' فلک' عدنان سمیع خان وغیرہ شامل ہیں۔ پسندیدہ کھانوں میں مٹر پلاؤ' قیمہ پلاؤ' چکن بریانی' بمبئی بریانی' سندھی بریانی بلکہ ہر طرح کی بریانیاں شامل ہیں۔ میٹھے میں کچھ بھی پسند نہیں ہے اور اس کے علاوہ مجھے شلوار قمیص اور لمبا سا دوپٹہ پسند ہے۔ ہم دو بہنیں اور دو بھائی ہیں میں سب سے بڑی ہوں میرے بعد چھوٹی بہن صباء ہے وہ میٹرک کی طالبہ ہے اور اس کے بعد دو چھوٹے بھائی ہیں۔ رضوی اور صائم بہت ہی شرارتی ہیں۔ وہ دونوں کلاس فورتھ اور سکس میں ہیں۔ میں بہت سنجیدہ مزاج کی ہوں مجھے غصہ جلدآ جاتا ہے اور جلد ہی اتر بھی جاتا ہے۔ مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے میرے پاس بہت سی کتابیں ہیں اور اب ایک چھوٹی سی لائبریری بنانے کا ارادہ بھی ہے۔ میرے پاس بہت سے آنچل ڈائجسٹ ہیں۔ میرے ابو ہر مہینے مجھے آنچل لاکر دیتے ہیں۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے باغبانی کا بہت شوق ہے۔ مجھے ہر طرح کے گلاب کے پھول پسند ہیں۔ میرے چھوٹے سے باغیچے میں ہر طرح کے پھول ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ رنگ برنگ گلاب کے پھولوں کا ایک بہت بڑا کھیت ہو جہاں میں بیٹھ کر مزے مزے کے ناولز پڑھوں اور لکھوں بھی۔ مجھے کھانے پکانے کا بھی بہت شوق ہے اور میں اپنے گھر والوں کو طرح طرح کی ڈشز پکا کر کھلاتی ہوں اس کے علاوہ میں نے سلائی وکڑھائی کا بھی کورس کرر کھا ہے اور اپنے بہن بھائیوں کو ہر قسم کے فیشن کے ملبوسات سلائی کر کے دیتی ہوں اور اس کے علاوہ میں نے کمپیوٹر کا بھی کورس کرر کھا ہے میری چھوٹی بہن پینٹنگ بہت اچھی کر لیتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ مستقبل کی مصورہ بنے گی۔ مجھے دوست بنانے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے کیونکہ کچھ دوستوں نے ایسے دل دکھایا کہ اب دوستی سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔ میرا خواب ہے کہ میں مستقبل کی بہت بڑی رائٹر بنوں اور مجھے امید ہے کہ میرا یہ خواب ضرور پورا ہوگا اور اب مجھے اجازت دیجیے' خدا حافظ۔

جیا بنت زیب

سلام ڈیئر اینڈ انوسینٹ قارئین! امید ہے کہ آپ سب فٹ فاٹ ہوں گے ہماری طرح۔ جی بھئی ہم۔ ہم ہیں جیا بنت زیب' ہزارہ کے ایک خوب صورت ترین علاقے مانسہرہ سے۔ نام تو ہمارا ہے طاہرہ زیب قریشی' لیکن جیا نام ہمارا بہت ہی فیورٹ تھا تو کالج اور سسرال میں جیا ہی ہیں۔ شاعری بھی کر لیتے ہیں جیا نام سے ہی۔ ڈیٹ آف برتھ 19 ستمبر۔ کیا جی سال؟ نہ جی نہ سمجھا کریں۔ اپنے والدین اور ننھیال کی پہلی اولاد ہیں۔ ہمارے بعد ماشاء اللہ سے 7 بہن بھائی ہیں۔ اول نمبر ہمارا ہے۔ پھر عمر زیب ہیں۔ ان کے بعد ٹوئنز ہیں معاذ زیب اور معوز زیب' پھر فاطمہ زیب' شمائلہ زیب اور ایمن زیب ہیں۔ سب سے چھوٹے ہیں ہم سب کے لاڈلے اور پیارے شاہیر زیب (سونو) ہماری ماشاء اللہ سے چار خالائیں اور اکلوتے ماموں ہیں۔ اسی طرح دو چچا اور ایک پھوپو ہیں۔ ہمیں دنیا میں سب سے زیادہ پیار اپنے والدین' بہن بھائیوں اور سرتاج' بچوں اور کتابوں سے ہے۔ جی ہاں ہم شادی شدہ اور دو بچوں کی

ماما ہیں۔ عبدالاحد (ہادی) 12 فروری کو تین سال اور جنت ڈیڑھ سال کی ہیں۔ ماشاءاللہ سے ہمارے سرتاج بہت اچھے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ ہم ماما تو دور شادی شدہ بھی نہیں لگتے۔ کالج گوئنگ گرل لگتے ہیں۔ سسرال میں امی ابو دو بڑے بھائی چار آپی اور دو بھابیاں ہیں۔ بھائیوں میں وسیم اور شہزاد بھائی ہیں۔ آپیاں ہیں امبرین اور نازی جب کہ باجی ساجدہ اور باجی ثمینہ ہیں۔ سب کے سب بہت اچھے ہیں۔ کیا کیا خامیاں اور خوبیاں؟ ارے رکیے تو تعلیم تو بتادوں۔ بی ایس سی بی ایڈ کرر کھا ہے ہم نے۔ ماسٹرز ادھورارہ گیا۔ وجہ شادی۔ اب آئی باری خوبیوں اور خامیوں کی۔ خوبیاں تو ایک دو ہی ہیں اور کبھی بہت شرارتی اور نٹ کھٹ تھے تو اب سنجیدہ ہو گئے تھوڑا بہت۔ اپنے بچوں کی اچھی ماما ہوں۔ خامیوں کی لمبی لسٹ ہے غصہ بہت زیادہ آتا ہے۔ شادی سے پہلے تو بول کر نکال دیتی تھی مگر اب اندر ہی اندر گھٹتی ہوں۔ جو بندہ دل سے اتر جائے لاکھ کوشش کے باوجود دوبارہ وہ جگہ نہیں دے پاتی۔ گھر کا کام کرنا بہت برا لگتا ہے۔ چاہنے کے باوجود نماز باقاعدگی سے نہیں پڑھ سکتی۔ نیگیٹیو سوچتی ہوں۔ آخر میں یہ کہ اپنے شوہر سے خفا نہیں ہو سکتی۔ بہت دل کرتا ہے بلکہ ارمان ہے میرا کہ کبھی میں روٹھ جاؤں اور وہ منا منا کر تھک جائیں۔ بات آئی ہے پسند ناپسند کی۔ تو سب سے پہلے یہ کہ پڑھنا بہت پسند ہے۔ رنگوں میں بلیک اور گرین شیڈ پسند ہیں۔ جیولری میں لاکٹ اور پائلیں پسند ہیں۔ ڈریس میں ساڑھی اور گھیر دار شلوار کے ساتھ چھوٹی شرٹ پسند ہے۔ کھانے میں سب کھالیتی ہوں۔ آئسکریم بہت زیادہ پسند ہے پینے میں صرف اور صرف پانی۔ فیورٹ مووی انداز اور فیورٹ ہیرو اکشے کمار ہیں۔ فیورٹ سبجیکٹ میتھس اور فزکس ہیں۔ خود مجھے اپنی گرن اور بال بہت پسند ہیں۔ شاعری بہت پسند ہے فیورٹ غزل وہ جذبوں کی تجارت تھی یہ دل کچھ اور سمجھا تھا ہے۔ فیورٹ ناول پیر کامل ہے۔ فیورٹ رائٹر عمیرا احمد ہیں۔

پسندیدہ کتاب صرف قرآن پاک ہستی حضرت محمد ﷺ حضرت خالد بن ولید محمد بن قاسم اور مغل بادشاہ شاہجہاں ہیں۔ عمیرہ وعیاز نازرزن سے لے کر خواتین کرن شعاع اور موسٹ فیورٹ آنچل سب کے سب فیورٹ ہیں۔ میری فرینڈز مجھ سے کھوگئی ہیں۔ خورشیدہ ناز ارم دلبر عائشہ قریشی مہوش رفیق بشریٰ خالد اور سمیرا خواجہ۔ اگر پڑھ کر بھی کونٹیکٹ نہ کرو تو ڈوب مرو۔ میرے ماشاءاللہ آٹھ بھائی ہیں۔ خزیمہ بلال سحر ولید عبدالاحد عبدالمعز عبدالحمید اور سانول علی۔ یہ جنت کی پھوپو اور تایا کے بیٹے ہیں۔ تعارف بہت لمبا ہو گیا ناں۔ مگر آنچل ہے ناں ایک پیغام قارئین کے نام۔ زندگی آئسکریم جیسی ہے اس سے پہلے کہ پگھل جائے کھل کے جی لو۔ ایک پیغام اپنے ابو کے نام۔ ابو جی مجھے پتہ ہے کہ میں نے آپ کی بات نہیں مانی مگر یقین کریں میں خوش بہت ہوں مگر سکون نہیں ہے۔ پلیز مجھے معاف کردیں۔ ایک پیغام شوہر کے نام آپ بہت بہت اچھے ہیں۔ ہمیشہ ایسے ہی رہنا اچھے اچھے۔ ایک آخری پیغام آنچل کے نام آنٹی قیصر آراء مجھے بہت بہت اچھا لگا کہ آپ نے میرے خط کا جواب دینا مناسب سمجھا۔ آپ ایک بہت ہی اچھی انسان ہیں۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں میں۔ اگر یہ تعارف حجاب کی زینت بن جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ قارئین اگر آپ بور ہوئے تو...... دو روٹیاں زیادہ کھالینا۔ اجازت

سباس گل

اسامہ بن اعجاز

آج ہم آپ سب کو ایک ایسے نوجوان سے ملوا رہے ہیں جنہوں نے بہت کم عمری میں نا صرف آئی ٹی کی ڈگری حاصل کی بلکہ موبائل فونز کے لیے اردو' سندھی' پنجابی اور سرائیکی کی بورڈ بنا کر ایک بہترین کارنامہ سرانجام دیا' یہ باصلاحیت نوجوان ایک پڑھی لکھی ادبی فیملی کے چشم و چراغ ہیں' جو اپنے ہم عمر ساتھیوں کی مانند سوشل میڈیا کا بے جا اور فضول استعمال کرنا سخت ناپسند کرتے ہیں' انہوں نے ثابت کیا کہ موبائلز' کمپیوٹر' انٹرنیٹ ایک ترقی یافتہ ملک کے لیے بے انتہا ضروری ہیں' اس وقت ہمارے ملک کو ان جیسے نوجوانوں کی سخت ضرورت ہے' جو جانتے ہیں کہ سوشل میڈیا کا صحیح اور بروقت استعمال ہمارے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرسکتا ہے اور یہ بھی کہ سوشل میڈیا قطعی طور پر آپ کے ایک اچھا انسان بننے کی راہ میں حائل نہیں' یہ نوجوان ماشاء اللہ سے بہت چھوٹی عمر سے ہی نماز' قرآن کا پابند رہا ہے اور انٹرنیٹ کا استعمال کبھی ان کے اسلامی طور اطوار میں رکاوٹ نہیں بنا' تو آئیے ملتے ہیں ''اسامہ اعجاز'' سے۔

☆ آپ کا پورا نام کیا ہے' تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش؟''

میرا پورا نام ''اسامہ بن اعجاز'' ہے' میں ۴ مئی ۱۹۹۶ء میں کراچی میں پیدا ہوا' زندگی کا بیشتر حصہ کراچی میں ہی گزارہ ہے' البتہ سیر و تفریح یا کمپیٹیشنز کے لیے دوسرے شہروں میں بھی جانا آنا رہا ہے۔

☆ آپ کی تعلیمی قابلیت؟

میں نے ابتدائی تعلیم ڈیفنس پبلک گرامر اسکول سے حاصل کی' اس کے بعد میٹرک تک شیخ خلیفہ بن زید کالج میں زیر تعلیم رہا' انٹر ڈی۔ جے سائنس کالج سے کیا اور ڈی ایچ اے صفہ یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس کی ڈگری حاصل کی' اور اب محمد علی جناح (ماجو) یونیورسٹی سے ماسٹرز کر رہا ہوں۔

☆ تعلیمی میدان میں آپ نے ماشاء اللہ بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں' ہمارے قارئین کو تفصیل بتائیے گا؟

مجھے میری مما نے بہت کم عمری سے ہی مختلف مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا تھا' چھ سال کی عمر میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی قاری صاحب سے اور قرأت و بردہ شریف میں سرٹیفکیٹ حاصل کیا' کلاس ون میں زندگی کی پہلی تقریر کی جو میری مما نے لکھ کر دی تھی اس پر انعام حاصل کیا اور ساتھ ہی ایک نظم بھی سنائی تھی ''میں ایک چھوٹا بچہ ہوں پر کام کروں گا بڑے بڑے'' جس کی پریکٹس بھی مما نے ہی کروائی تھی اس پر بھی انعام حاصل کیا' اس کے بعد مما کی لگن اور میری محنت اور شوق کے ساتھ کامیابیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا جو اب تک جاری ہے' بہت سے سرٹیفکیٹ' اسناد' میڈلز

ٹرافیز حاصل کی ہیں انگنت مقابلوں میں جن میں تقاریر ملی نغمے نعت خوانی اور اسٹیج پلیز شامل ہیں بہت چھوٹی عمر میں ہی مما نے کہانیاں لا کے دینا شروع کر دیں جن سے مطالعے کا شوق پیدا ہوا تو "نونہال" کو مستقل اپنا ساتھی بنا لیا۔

اور تقاریر کا شوق نونہال اسمبلی تک لے گیا جس میں حکیم محمد سعید کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ راشد کی سرپرستی میں میں تین سال تک قلعہ ایوان کی سیٹ پر براجمان رہا اور بے شمار پرائز کا حقدار بنا کامیابیاں سمیٹتا رہا پھر تعلیمی مصروفیات بڑھ گئیں تو نونہال اسمبلی کو خیر باد کہتے ہوئے یونیورسٹی میں مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا جہاں میں نے تیس سے زائد مقابلوں میں حصہ لیا جن میں کمپیوٹر پروگرامنگ موبائل ڈویلپمنٹ گرافکس ڈیزائننگ شامل ہیں الحمدللہ پڑھائی کا ریکارڈ بھی ہمیشہ اچھا رہا پوزیشن ہولڈر رہا ہوں ہمیشہ۔

☆ کیا آپ موجودہ تعلیمی نظام ونصاب سے متفق ہیں؟

میں خود محمد علی جناح یونیورسٹی میں جونیئر لیکچرار ہوں (ساتھ میں وہیں سے ماسٹرز بھی کر رہا ہوں) چونکہ میرا اپنا تعلق تعلیمی شعبے سے ہے تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ نصابِ تعلیم تو کافی حد تک اپ ٹو ڈیٹ ہے لیکن نظام تعلیم ہمارے یہاں نہ صرف کچھ حد تک بگڑ چکا ہے بلکہ مختلف طبقات میں بٹ بھی چکا ہے عام طور پر ہمارے نظام تعلیم میں بچوں کو "نمبر ذ ق لانے" پر زور دیا جاتا ہے رٹہ سسٹم ہی مقبول عام ہے جبکہ سمجھنے اور سمجھانے کی نوبت کم ہی آتی ہے تعلیم کا مطلب صرف رٹہ لگانا نہیں ہے چیزوں کو سمجھنا پرکھنا اچھے سے ذہن نشین کرنا ہوتا ہے دوسرے نمبر پر یہ کہ غریب اور امیر کا فرق رکھ کر ہمارے ملک میں نظام تعلیم پروان چڑھ رہا ہے جو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یکساں نظام تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔

☆ کمپیوٹر سے کھیلنے اور کی بورڈ بنانے کا خیال کیسے آیا؟

جب بچپن میں کمپیوٹر دیکھا تھا تو یہی خیال تھا کہ یہ صرف کھیلنے کی چیز ہے۔

پھر رفتہ رفتہ سمجھ آتی گئی کہ اس میں گیمز کھیلنے کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے جس کو جاننے کی جستجو بڑھتی گئی۔ گیمز میوزک موویز ڈرائنگ سے بڑھتے بڑھتے گرافکس کا رخ کیا جوں جوں لگاؤ بڑھتا گیا کچھ کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اور اس خواہش کو مہمیز کیا میرے یونیورسٹی کے قابل ٹیچرز میں سے سر تفسیر نے جنھوں نے دراصل کمپیوٹرز کو پاکستانی زبانیں سکھانے کا ایک طرح سے ذمہ لیا ہوا ہے جس شعبے میں سر تفسیر کام کرتے ہیں اس کو (نیچرل لینگویج پراسیسنگ) کہا جاتا ہے میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ سر تفسیر کے ساتھ اس کام میں بھی لگا رہا اور پھر کی بورڈ بنانے کا خیال آیا تو سر کے ساتھ کام کرتے ہوئے اللہ کے فضل و کرم سے میں یہ کام کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

☆ ماشاءاللہ آپ نے اتنی کم عمری میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کامیابی حاصل کی ہے تو آپ اس کامیابی کا کریڈٹ کسے دیں گے اور فیملی کی طرف سے کتنی سپورٹ ملی؟

سب سے پہلے میں اللہ کا شکر گزار ہوں اس کے بعد سارا کریڈٹ میں اپنی فیملی اپنے والدین کو دینا چاہوں گا جنھوں نے کبھی مجھ پر دباؤ نہیں ڈالا کہ یہ کرو وہ نہ کرو ہر کام کرتے ہوئے مجھے اپنے والدین کا بھرپور اعتماد اور مکمل سپورٹ حاصل رہی اس کے بعد الحمدللہ مجھے ہمیشہ اچھے اساتذہ کی سرپرستی بھی حاصل رہی۔

☆ آپ کا زیادہ انٹرسٹ کمپیوٹر میں ہے تو مستقبل میں آپ کیا کرنا چاہتے ہیں کیا بننا چاہتے ہیں؟

میں کمپیوٹرز میں پی۔ایچ۔ڈی کرنا چاہتا ہوں اور کمپیوٹر سائنس کا ایک بڑا ریسرچر بننا چاہتا ہوں۔

☆ آج کل سوشل میڈیا کا وائرس ایک وباء کی طرح پھیل چکا ہے آپ کی نظر میں کیا یہ ٹھیک ہے؟

سوشل میڈیا کا وائرس کوئی خاص وائرس نہیں ہے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی وائرس موجود رہا ہے جیسا کہ ریڈیو کو لے لیں جب یہ نیا نیا آیا تھا تو لوگ اس کے لیے کریزی تھے کسی کے پاس ریڈیو کا ہونا اتنا ہی اہم گردانا جاتا تھا جتنا

www.urdusoftbooks.com

کہ اج کل سوشل میڈیا کا' پھر ٹی' وی کے وائرس نے اپنا سحر طاری کیا اور تو اور پہلے اخبار بھی ایک وائرس ہی کی طرح ہوتا تھا' پھر وی' سی' آر نے اپنے جلوے دکھائے تو لوگ دیوانے ہو گئے' پھر وی' سی' ڈی' ڈی' وی' ڈی' پلیئر اور اس کے بعد اب کمپیوٹر' تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ہو وہ بذاتِ خود بری نہیں ہوتی اس کا استعمال اس کو اچھا یا برا بناتا ہے' یہ میری مما کا کہنا ہے اور بالکل صحیح کہتی ہیں مما کیونکہ ہم تینوں. بہن بھائی بھی اس سوشل میڈیا کا باقاعدہ حصہ رہے ہیں لیکن کبھی بھی حد سے تجاوز نہیں کیا کہ کسی کو شکایت کا موقع ملتا' تفریح اپنی جگہ لیکن ہم نے اس سے اپنی پڑھائی میں بہت مدد لی ہے' دنیا بھر کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں' بلاشبہ آج کل پڑھائی میں سوشل میڈیا کا بہت بڑا کردار ہے لیکن افسوس ان نوجوانوں پر ہے جو اس کا بے جا اور فضول استعمال کر کے خود کو بھی ضائع کر رہے ہیں اور وقت کو بھی۔

☆ آپ فیس بک کو کتنا ٹائم دیتے ہیں؟

فیس بک بہت کم استعمال کرتا ہوں وہ بھی صرف دوستوں سے کنیکٹ رہنے کے لیے یا اپنی یونیورسٹی کی اپ ٹو ڈیٹ نیوز کے لیے' ورنہ بہت بورنگ چیز ہے خاص طور پر پڑھنے والے بچوں کے لیے کسی طور صحیح نہیں محض وقت کا زیاں ہے۔

☆ کچھ اپنے بارے میں بتایئے کتنے بہن بھائی ہیں' کھانے میں کیا پسند ہے' موسم' رنگ' لباس' میوزک' فلم' ڈرامہ' کھیل؟

ہم تین. بہن بھائی ہیں میں سب سے بڑا ہوں' مجھ سے چھوٹی. بہن علینہ اعجاز ہے اس سے چھوٹا بھائی ہے علی بن اعجاز جو ڈی' جے سائنس کالج میں سیکنڈ ائیر کا طالبعلم ہے. بہن اقراء یونیورسٹی سے بی. بی. اے کر رہی ہے۔ مجھے مما کے ہاتھ کے پکے تمام کھانے بہت پسند ہیں خاص طور پر بریانی' اسپیگھٹی اور کھیر' اس کے علاوہ فاسٹ فوڈ بہت پسند ہیں' موسم بہار کا اچھا لگتا ہے جب نہ زیادہ سردی ہو اور نہ زیادہ گرمی' رنگ سب ہی پسند ہیں' میوزک کا بے انتہا شوق ہے اتنا کہ جتنا مرضی تھک جاؤں لیکن گٹار بجاتا ہوں اور شوقیہ سنگنگ بھی کرتا ہوں آن لائن اکثر' اسی طرح فلم اور ڈرامہ پسند ہیں لیکن میں انڈین موویز یا پاکستانی ڈرامے نہیں دیکھتا انگلش فکشن اور سیزن بہت پسند ہیں باقاعدگی

سے دیکھتا ہوں یوں کہہ لیں کہ میوزک فلم ڈرامہ میری کمزوری ہیں شدید تھکان اور مصروفیت میں بھی ان کے لیے ٹائم نکال ہی لیتا ہوں کھیلوں میں مجھے صرف "باسکٹ بال" پسند ہے کھیلی بھی بہت ہے اس کے بعد کرکٹ اور سوئمنگ میری ہابیز ہیں لباس صرف پینٹ شرٹ یا تھری پیس پسند ہے۔

☆سیاحت کا شوق ہے؟

سیاحت کا بے انتہا شوق ہے جس کے لیے میں سال میں دو بار لازمی وقت نکالتا ہوں الحمدللہ کہ اپنے پیرنٹس کی اجازت سے میں متعدد بار ملکی سیاحت کے لیے جا چکا ہوں اور پاکستان تقریباً پورا دیکھ چکا ہوں آنے والے سالوں میں بیرونِ ملک سیاحت کا پلان ہے۔

☆آپ کے کام کے حوالے سے دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ وقت سے پہلے ہی بڑے ہوگئے اتنا سنجیدہ کام ہے آپ کا تو بتایئے بچپن کیسا گزرا شرارتی تھے یا سنجیدہ مزاج؟

ہاہاہا کام کے معاملے میں سنجیدہ ہوں لیکن شرارتی تو شروع سے ہی ہوں اتنا کہ مہینے میں دو بار اسکول سے کمپلین آنا تو ضروری تھا ہاں بچوں کے ساتھ اب بھی بچہ بننا بہت اچھا لگتا ہے بہت مستی کرتا ہوں لیکن خاندان بھر میں ایک اچھا شریف اور سوبر بچہ ہونے کے ناطے سب کا پسندیدہ ہوں۔

☆ملکی سیاست ملکی حالات کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور اگر ایک دن کی حکومت ملے تو پہلا کام کیا کرنا پسند کریں گے؟

معذرت کے ساتھ کہنا چاہوں گا کہ ملکی حالات سے دلچسپی ضرور ہے لیکن سوائے کڑھنے کے اور کچھ نہیں کرسکتا کیوں کہ سیاست سے خاص طور پر پاکستانی سیاست سے بالکل بھی لگاؤ نہیں تو حکومت میں آکر کچھ بھی کرنے کے بارے میں کبھی سوچا نہیں۔

☆آپ کے خیال میں موبائل ضرورت ہے یا مصیبت؟

آج کل تو موبائل ایک اشد ضرورت ہے جس کے بنا بہت سے کاموں میں تعطل آسکتا ہے ہاں لیکن کبھی کبھی یہ ضرورت ایک مصیبت بھی بن جاتی ہے۔

☆دولت شہرت عزت محبت میں سے بالترتیب آپ کا انتخاب؟

عزت محبت دولت شہرت۔

☆آپ اپنے ہم عمر ساتھیوں کو اس ملک کے نوجوانوں کو کوئی دوستانہ پیغام دینا چاہیں گے؟

اپنے ہم عمر ساتھیوں سے بس یہ ہی کہنا چاہوں گا کہ دل لگا کر علم حاصل کرو وقت ایک قیمتی دولت ہے اس کی قدر کرو وقت کا صحیح استعمال آپ کو بہت کچھ دے سکتا ہے جس فیلڈ کو بھی اپنے لیے چنو پوری دیانتداری سے اس میں محنت کرو ماں باپ کا ادب واحترام کرو اللہ کے بنائے سیدھے اور سچے راستے پر چلو اگر آپ سچائی اور نیک نیتی سے کسی بھی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو یقیناً کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

اسامہ اعجاز ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے نیک مقاصد میں کامیاب کرے اور ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے آمین۔

حجاب ڈائجسٹ کے لیے انٹرویو دینے اور اپنے عمدہ خیالات کے اظہار پر بے حد مشکور ہیں۔

ملاقات

ایڈمن پینل

قرۃ العین سکندر

السلام علیکم! اس بار انٹرویو کے لیے جو مصنفہ آپ کے سامنے ہیں ان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں مگر پھر بھی ہم آپ کو ان کے بارے میں بتاتے چلیں قرۃ العین سکندر نے اسلامیات میں پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹرز کیا ہے ساتھ ہی فہم قرآن کے کورسز بھی کیے ہیں انہوں نے باقاعدہ طور پر لکھنے کا آغاز تین سال قبل کیا اور ان کی پہلی تحریر آنچل ڈائجسٹ میں ہی شائع ہوئی تھی ساتھ ہی ایک دوسرے ادارے میں بھی ،اس حوالے سے آنچل ڈائجسٹ سے ان کی خصوصی انسیت ہے یہ اب تک 'چالیس سے زائد افسانے لکھ چکی ہیں اور آٹھ ناول جو مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں خواتین ،شعاع، کرن آنچل، حجاب، پاکیزہ، دوشیزہ، ہردا اور ریشم سب ڈائجسٹوں میں لکھا سب اداروں سے محبت ملی اسی سال خواتین ڈائجسٹ میں ان کے افسانہ "قسمت" کو بہترین افسانہ قرار دیا گیا ہے انہوں نے بہت عرصہ کالم نگاری بھی کی ہے بعدازاں بطور افسانہ نگار ناول نگار کے طور پر زیادہ توجہ دی ان کی شاعری کو پسندیدگی حاصل ہے جو مختلف جرائد میں شامل اشاعت ہوتی رہی ہے ان کے ایک سلسلہ وار ناول کا آغاز بھی حجاب میں ہوگیا ہے امید ہے قارئین کے ذوق اور معیار کے عین مطابق ہوگا اور انہیں شہرت و بلندی عطا کرے گا ان شاءاللہ۔

ثنا ارشد

☆ آپ کا پسندیدہ ناول ہے کون سا ہے؟

جواب: میرا پسندیدہ ترین ناول ایم اے راحت کا کالا جادو ہے جو ایمان کو تازہ کرتا ہے۔

☆ آپ کو لکھنے کا خیال کہاں سے آیا مطلب یہ کہ آپ کو لکھنے کا شوق کیسے پیدا ہوا؟

جواب: مجھے بچپن سے ہی لکھنے کا شوق تھا میرے پاس اب بھی بچپن میں لکھی کہانیاں موجود ہیں جو میں ڈائری میں لکھا کرتی تھی کبھی کبھار امی کو بھی پڑھ کر سنایا کرتی تھی۔

فرح بھٹو

☆ لکھنا ایک وقت طلب کام ہے اور بھرپور ذہنی یکسوئی کا طالب ہے آپ کو گھر بار اور چھوٹے بچوں کے ساتھ وقت اور یکسوئی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

جواب: بہت شکریہ پیاری فرح سلامت رہیں آمین۔

لکھنا میرے لیے کوئی کام نہیں بلکہ یوں سمجھ لیں میری زندگی ہے جینے کا مقصد ہے میری اولین ترجیح ہے میں نے زیادہ تر رات کی خلوت میں لکھا ہے جب سارا عالم مزے کی نیند سوتا ہے تب بہت سے کردار میرے ذہن پر دستک دینے لگتے ہیں۔

☆ ایک انسان روز مختلف کیفیات سے گزرتا ہے کبھی غصہ کبھی صبر کبھی مسرت کبھی غم آپ کی تحریر میں آپ کا موڈ کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب: بالکل انسان کی اندرونی کیفیت اس کی تحریر پر اثر انداز ہوتی ہے انسان کی تحریر عموماً اس کے اندرونی خلفشار کا اخراج ہوا کرتی ہے مگر اس غصہ کو ہی ایک لکھاری اپنا ہتھیار بنالیتا ہے اور ایک عمدہ تحریر نکلتی ہے

☆ عموماً لکھاری کسی ایک ڈائجسٹ کے لیے خود کو وقف کر دیتے ہیں آپ کئی ڈائجسٹوں میں لکھتی ہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: میں نے سب ہی ڈائجسٹ میں یکساں لکھا ہے اس کی وجہ شاید سب اداروں کی محبت ہے اور قارئین پڑھنے کے خواہشمند ہیں تو یہ ہر ادارے کی محبت ہے

شہباز اکبر الفت

☆ اپنی لکھی ہوئی کوئی ایسی کہانی یا افسانہ جس میں لاشعوری طور پر آپ کا اپنا عکس بن گیا ہو آپ کو اپنی جھلک نظر آتی ہو؟

جواب: جی یہ ایک فطری عمل ہے اس طرح ہو جاتا ہے کسی نہ کسی تحریر میں آپ کے غم رو پڑتے ہیں کسی تحریر میں خوشی مسکرانے لگتی ہے مگر ایک لکھاری کو اپنی ذات سے مبرا ہو کر اس کردار کا حق ادا کرنا ہوتا ہے جو اس کہانی میں سانس لے رہا ہوتا ہے۔

☆ اپنی ہی لکھی ہوئی کوئی کہانی' افسانہ یا ناول جسے چھپنے کے بعد پڑھ کر منہ سے بے اختیار نکلا ہو کہ واہ! کیا یہ واقعی میں نے لکھا ہے۔

جواب: میری ایک خامی سمجھ لیں لکھنے کے بعد دوسری مصنفات کی طرح اس کے انتظار میں نہیں رہتی دوسرا کچھ لکھنے لگتی ہوں اسی طرح میں اپنی ایک تحریر پر سود و زیاں کا حساب لکھ کر بھول چکی تھی جب امثل آپی کا خواتین سے فون آیا قرۃ العین دیکھو یہ ہم نے لگانا ہے تم کسی اور ادارے میں مت بھیجنا اور بہت حوصلہ افزائی بھی کی اس لیے مجھے بہت بے چینی تھی ڈائجسٹ آئے تو دیکھوں آپی کو کس تحریر نے اتنا متاثر کیا ہے پھر جب ڈائجسٹ مارکیٹ میں آیا تو میں نے پہلی فرصت میں اپنی تحریر پڑھی آپ یقین کریں میں اس تحریر میں اس قدر محو ہو چکی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ اختتام برا نہ ہو اور اختتام حسب معمول بہت برا تھا تو وہ تحریر پڑھ کر واقعی میں کافی دیر سوچتی رہی کیا یہ میں نے لکھا تھا در حقیقت میں نے بہت کم کاغذ قلم تھام کر مکمل منصوبہ بندی سے کچھ لکھا ہے مجھے تحریر جس طرف لے جاتی ہے میں چل پڑتی ہوں یوں سمجھ لیں وہ ایک مخصوص کیفیت ہوتی ہے یہاں میں ایک بات اور بھی کرنا چاہوں گی جو بعض رائٹر کہتی ہیں کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ لکھو لو اسٹوری لکھوایا نہیں ہوتا اگر آپ کی تحریر میں روانی پر جستگی ہے تو وہ اپنی جگہ بنا لیتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ بہت مایوس کن تحریر بھی معاشرے کے لیے مناسب نہیں مگر انسان کو سچ ہی لکھنا چاہیے۔

☆ آپ کی نظر میں آپ کی بہترین تحریر؟

جواب: اللہ پاک کا احسان ہے ابھی تک مجھے کبھی قارئین کی جانب سے گلے ملنے والے خطوط سے ایسا کوئی تبصرہ نہیں ملا ہے

☆ معاصرین میں سے پسندیدہ رائٹر

جواب: سب ہی اپنی اپنی جگہ پر اچھا کام کر رہی ہیں سب کے لیے نیک خواہشات۔

☆ ہز ہائی کا سب سے خوب صورت لمحہ؟

جواب: جب مجھے ایوارڈ سے نوازا گیا سب لڑکیاں ایک دوسرے سے یہی کہہ رہی تھیں قرۃ العین سکندر واقعی حق دار ہیں

☆ کوئی ایسی تحریر جس پر سکندر بھائی سے بہت داد ملی ہو (جواب مجھے بھی پتہ ہے ہی ہی ہی)

جواب: جی سکندر کو میرا لکھنا پسند ہے اور نہ ہی ناپسند انہوں نے اگر میری حوصلہ افزائی نہیں کی تو کبھی دل شکنی بھی نہیں کی مجھے پتہ نہیں کیوں یقین ہے کہ میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سکندر ضرور میری ہر تحریر کو نہ صرف پڑھیں گے بلکہ سراہیں گے بھی ان شاءاللہ جی ہاں وہ

نعت تھی مگر افسانہ ناول وغیرہ انہوں نے کبھی نہیں پڑھے۔

☆ اپنے کس ناول کو کتابی صورت یا ڈرامائی تشکیل میں دیکھنا چاہیں گی؟

جواب: میں نے حال ہی میں چند اقساط پر مبنی ایک ناول ایک ادارے میں بھیجا ہے وہ تحریر منتخب ہو چکی ہے منظر عام پر نہیں آئی ہے اسے میں ضرور ڈرامائی شکل میں دیکھنے کی خواہش مند ہوں ساتھ ہی ساتھ کتاب بھی ان شاء اللہ ضرور شائع ہوگی۔

☆ ایک تلخ سوال اتنے کم عرصے میں بہت سارا لکھ لینے نام و شہرت کمانے کے باوجود ابھی تک کوئی کتاب منظر عام پر نہ آنے پر کیا احساسات ہیں؟ خاص طور پر جب بہت سے لوگ پیسے دے کر دھڑا دھڑ صاحب کتاب ہوتے جا رہے ہیں؟

جواب: آپ یقین کریں کہ وہ سینئر رائٹرز جن کو بچپن سے پڑھتی چلی آئی ہوں جن کو ادارے آج منت سماجت کر کے سلسلہ وار لکھواتے ہیں ان سب نے مجھے کہا ہے کہ تم صبر اور حوصلے سے انتظار کرو وہ وقت دور نہیں جب تمہاری بے شمار کتب ہوں گی مگر اس کے لیے جلدی نہ کرو نہ ہی پیسے دو کیونکہ تمہارا مستقبل بہت درخشندہ ہے باقی جو پیسے دے کر کتاب شائع کروا رہا ہے یہ اس کی اپنی صوابدید پر ہے مجھے یقین ہے کہ ان سب نے جو کہا ہے یقیناً تجربے سے کہا ہے

زینب ملک ندیم

☆ ماشاء اللہ سے آپ نے جتنا بھی لکھا بہت کمال لکھا تو آپ اتنے زیادہ موضوعات پر کیسے سوچ لیتی ہیں؟

جواب: جیتی رہو پیاری زینب جزاک اللہ۔

میں نے جب بھی قلم اٹھایا کوشش کی ہے بامقصد تحریر ہو جب قارئین پڑھیں تو ان کو اس تحریر سے بہت کچھ حاصل ہو موضوعات کے لیے دور کہیں جانا نہیں پڑتا ہمارے ارد گرد بہت سارے لوگ مختلف مسائل کا شکار ہیں ان سب کے دکھوں کو محسوس کرتی ہوں اور پھر اسی پر لکھتی ہوں۔

☆ لکھنے کی انسپائریشن کس سے ملی؟ یعنی کسی سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا یا آپ کا خواب تھا لکھنا؟

جواب: لکھنے کی انسپائریشن کی وجہ میری حساسیت ہے میں بہت زیادہ سوچتی ہوں اور بعض اوقات کچھ باتیں دل میں تشنہ رہ جاتی ہیں اور وہی قلم اٹھانے کا سبب بن جاتی ہیں لکھنا میرا دیرینہ خواب بھی تھا مجھے یاد ہے میں عموماً بچپن میں شاعری کیا کرتی تھی ایک مرتبہ کسی شادی کے موقع پر ایک غزل نے در دل پر دستک دی امی کو بتایا اتنی پریشان ہوئیں یہاں کہاں سے قلم یا صفحہ ملے گا جبکہ تب میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی یہ میری امی کی بھرپور حمایت سے ہی ممکن ہوا۔

☆ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

جواب: میری خواہش ہے کہ میں اتنا لکھ سکوں جتنا میرا بڑا خواب ہے اور اگر ہم خواب نہ دیکھیں تو ان کی تعبیر بھی نہیں ملتی ہے ایم اے راحت میرے پسندیدہ مصنف ہیں انہوں نے جتنا لکھا اتنا تو لکھنا ممکن نہیں لیکن اتنی کتب ضرور منظر عام پر آئیں کہ میں بھی سر اٹھا کر کہہ سکوں کہ ایم اے راحت کی پرستار ہوں۔

عنایہ گل

☆ میں نے آپ کو بہت نرم اور تحمل مزاج پایا فیس بک پر لیکن شدید غصے میں آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

جواب: جی بہت شکریہ میری کوشش ہوتی ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اگر غصہ آئے تو میں خاموشی اختیار کر لیتی ہوں اور اکثر اوقات راہ بدل لیتی ہوں تا کہ بات نہ بڑھے۔

☆ کوئی ایسی شخصیت جس سے ملنے کی شدید خواہش ہو؟

جواب: جی میری نگہت عبداللہ آپی سے ملنے کی شدید خواہش ہے۔

☆ بچپن میں کیسی تھیں شرارتی یا معصوم؟

جواب: میں بچپن میں ایک معصوم بچی تھی شرارتی نہیں تھی بچپن سے ہی مجھے صفحات اور قلم اچھے لگتے تھے میں ان کی طرف متوجہ رہتی تھی۔

شیزہ گل

☆ کیا کبھی ایسا ہوا کہ قنوطیت یا کام کاج کے بوجھ کا شکار ہو کر لکھنا ترک کر دینے کا دل چاہا ہو؟

جواب: نہیں قنوطیت میرے لیے بہترین وقت ہوتا ہے لکھنے کے لیے وہ قنوطیت مجھے لکھنے پر اکساتی ہے ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ میں نے لکھنے کا ارادہ ایک لمحے کے لیے بھی ترک کیا ہو بلکہ میں تو اتنی چاہ رکھتی ہوں کہ گھر کے کام سمیٹنے کی کوشش کرتی ہوں کہ کب میں ہوں گی اور میری تنہائی۔

☆ اس فیلڈ میں کون سے لوگ آپ کا ہر طرح کے ناسازگار حالات میں حوصلہ بنے؟

جواب: اس فیلڈ میں میری ایک دوست فاطمہ خان ہے جس نے ہر مرتبہ میری حوصلہ افزائی کی ہے میری پہلی تحریر پڑھ کر اس نے یہ تبصرہ کیا تھا کہ لگتا ہی نہیں کہ یہ تمہاری پہلی تحریر ہے اور اسے پڑھ کر لگتا ہے کہ تم بہت آگے جاؤ گی تب میں ہنس دی تھی مگر اب جب بہت سینئر رائٹرز ایسا کہتی ہیں کہ تمہارا مستقبل درخشندہ ہے تو میں بالکل چپ ہو جاتی ہوں دراصل ہمارے خوابوں کی تعبیر ہماری روزانہ کی کاوش سے تعبیر ہوتی ہے جس دن لکھنا چھوڑ دیا وہیں سے پہلے قدم سے چلنا پڑتا ہے

☆ گھریلو کام کاج اور لکھنے کے اوقات کار کیسے ترتیب دیتی ہیں؟

جواب: گھریلو ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد جو وقت بچتا ہے وہ لکھنے کے لیے وقف ہے۔

صائقہ حسن

سوال آپی سے میرا پہلا سوال یہ ہے کہ جیسا کہ وہ خود رائٹر ہیں تو وہ کون سی رائٹر سے متاثر ہیں؟

جواب: مجھے ایم اے راحت بہت پسند ہیں اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے نگہت عبداللہ کا سادہ سا انداز تحریر ہمیشہ سے پسند رہا ہے۔

☆ کہانی لکھتے وقت کوئی ایسا مقصد جو ذہن میں آتا ہے؟

جواب: جی لکھنے کا محرک کوئی سوچ ہوا کرتی ہے اور بغیر مقصد کے میں نہیں لکھتی کوئی سبق اکثر میری تحریر میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

☆ اب تک کا اپنا فیورٹ ناول بتائیں؟ شکریہ

جواب: میں نے بے شمار کتب کا مطالعہ کیا ہے مگر مجھے ایم اے راحت کا کالا جادو بہت پسند ہے جو بار بار پڑھنے پر بھی ویسی ہی قوت ایمانی کا سبب بنتا ہے زندگی تجھ کو جیا افسوس نہیں میرا ایسا ناول ہے جو میں نے لکھنا شروع کیا تو رات بھر لکھتی چلی گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی تھی اس میں تسلسل ہے اور روانی ہے سب پڑھنے والوں نے اسے سراہا۔

ادیبہ آبرو

☆ ہر انسان کسی نہ کسی سے متاثر ہوتا ہے ذہانت عقل مندی اور شعور کے حوالے سے تو وہ کون سی ایسی شخصیت ہے جس نے آپ کو متاثر کیا؟

جواب: مجھے مثبت سوچ رکھنے والے افراد متاثر کرتے ہیں جو دوسروں کے لیے بھی آسانیاں پیدا کرتے ہیں ذہانت اگر مثبت کاموں میں استعمال کی جاتی ہے تو یہ معاشرے کے بگاڑ کا سبب بن جاتی ہے مجھے فیس بک پر فاخرہ گل کی حاضر جوابی نے بہت متاثر کیا ہے۔

☆ اگر آپ کو کسی رائٹر سے ملنا ہو تو کس سے ملاقات کریں گی؟ شرط یہ ہوگی مجھے بھی ساتھ لے کر جانا پڑے گا ملاقات پر؟

جواب: میں جن سے ملنا چاہتی تھی وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے ایم اے راحت اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

مجھے نگہت عبداللہ آپی سے ملاقات کی شدید خواہش ہے وہ بہت منکسر طبیعت کی مالک ہیں۔

☆ وہ ایسا کون سا لمحہ تھا جب آپ کے لیے جینا مشکل ہوا کیونکہ دکھ سکھ تو سب کے ساتھ ہوتے ہیں؟

جواب: زندگی میں بعض مقامات ایسے ضرور آتے ہیں جب زندگی رک سی جاتی ہے دکھوں کا بوجھ ڈھوتے انسان رنجور ہو جاتا ہے میں نے ایسے ہی کسی نازک لمحہ میں قلم سے گہری دوستی کی تھی۔

حنا قریشی

☆ اکثر لکھاری لوگ نیند اور حالت بیداری میں بھی اپنے کرداروں کے درمیان رہا کرتے ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے؟

جواب: بالکل میں اس بات سے متفق ہوں کہ ایک تحریر نوک قلم ہو تو اس کے کردار مسلسل ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں بہر حال نیند میں ایسا کبھی نہیں ہوا مگر چلتے پھرتے گھر کے کام نبٹاتے ذہن اسی طرف مائل ہو جاتا ہے اور یہ ایک فطری عمل ہے۔

☆ بہت سی چیزوں میں تغیر ضروری ہے کہ یہ زندگی کا حصہ ہے مگر کیا آپ کے خیال میں محبت میں بھی تغیر کی گنجائش ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو کتنی اور کس حد تک؟

جواب: محبت پر بہت سے جملہ حقائق اثر انداز ہوتے ہیں اس سے انحراف ممکن نہیں ہے مگر محبت میں تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے بسا اوقات اس کی شدت میں کمی بیشی محسوس ضرور ہوتی ہے مگر پھر ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب محسوس ہوتا ہے ہم تو اب بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں سے چلے تھے

☆ اپنی زیست کا ایک نشاط انگیز اور شدید رنج و غم کا لمحہ بتایئے جسے آپ چاہ کر بھی کبھی فراموش نہیں کر سکتی؟

جواب: میری زیست کا سب سے نشاط انگیز لمحہ وہ تھا جب میں نے اپنے بیٹے کو گود میں لیا تھا ایک ماں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شے بیش قیمت نہیں ہو سکتی ہے۔

جب میرا بیٹا محمد قاسم شدید علیل تھا تب میں بے بسی کی انتہاؤں پر تھی تب معلوم ہوتا ہے کہ صرف رب العزت ہی بہترین مددگار ہے زندگی و موت کا مالک ہے۔

حمیرا تبسم

☆ زندگی میں کبھی ایسا موڑ آیا جب لکھنے سے دل اکتانے لگا۔ قلم اٹھایا تو الفاظ ساتھ چھوڑ گئے اور تحریر ادھوری چھوڑ دی؟

جواب: نہیں الحمدللہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا ہے قلم سے اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ تو میری اولین ترجیح ہے۔

☆ آپ کے خیال میں بہترین ادب کون سا ہے؟

جواب: میرے نزدیک بہترین ادب وہ ہے جو ہماری معاشرتی اقدار و روایات ثقافت اور زبان کی ترویج کا باعث بنے معاشرے میں پنپتے مسائل کے حل کے لیے قلم کو طاقت بنایا جائے۔

☆ آپ تنہائی میں بیٹھ کے لکھتی ہیں یا سب کے درمیان بیٹھ کے بھی تحریر لکھ لیتی ہیں؟

جواب: جب ایک تحریر کا خاکہ بن جاتا ہے اور پس منظر واضح ہو جاتا ہے تو میں سب کے درمیان بھی لکھ لیتی ہوں مگر بہترین ماحول تنہائی میں ہوتا ہے جب یکسوئی ملتی ہے۔

ریا ایمان

☆ آپ نے لکھنا کب شروع کیا اور پہلی تحریر کے شائع ہونے پر آپ کے احساسات کیسے تھے؟

جواب: میں بچپن سے ہی لکھ رہی ہوں مگر لکھ کر اپنے پاس ہی رکھ لیتی تھی پہلی مرتبہ تین سال پہلے بھیجا اور اس کے بعد سے لکھنے میں بالکل وقفہ نہیں آیا پہلی تحریر پر بے انتہا خوشی محسوس ہوئی تھی۔

☆ کسی بھی لکھاری کے اندر آپ کے نزدیک ایسی کون سی خوبی ہونی چاہئے کہ وہ ایک کامیاب لکھاری بن سکے؟

جواب: پوری ذمہ داری سے معاشرے کی اصلاح کی طرف توجہ دے بامقصد تحریر ہو مطالعہ وسیع تر ہو انکساری رہے ہمیشہ۔

سمیہ عثمان

☆ اپنی شاعری میں سے کچھ شیئر کریں

جواب:

صدیوں کے فاصلے پل میں سمٹ جائیں
شرط لازم ہو وہ دے مجھے صدا تو سہی
خون جگر سوز نہاں تھے ہزار
تو اپنی کوئی انجمن کبھی سجا تو سہی
آنکھیں ہیں منجمد ٹھٹھرتی رات کی مانند
اے گردش دوراں اب مجھے بہلا تو سہی
میرا دعویٰ خدا خالی ہاتھ لوٹاتا نہیں
تو دعاؤں میں اپنی گریہ و زاری لا تو سہی
وہ وضع داری تھی یا پاس وفا تھی
یہی بہت وہ میری قبر پہ رکا تو سہی

پلوشہ خان

☆ جب آپ کی پہلی تحریر پبلش ہوئی تو آپ کے دوستوں کا کیا رد عمل تھا؟ اور آپ کے دوست آپ کو کتنا سپورٹ کرتے ہیں؟

جواب: میری پہلی تحریر کی اشاعت کے بعد سب دوستوں نے خوشی کا بھرپور اظہار کیا میری سب دوستیں میری اس معاملے میں بہت حوصلہ افزائی کرتی ہیں میری ہر تحریر پڑھ کر رائے دیتی ہیں بہت سارے پیارے پیارے نام ہیں فاطمہ خان شیروانی' سحرش فاطمہ' مسز عبدالعزیز' دریشہ' فرح بھٹو' جویریہ' کنیز' غزل' بشریٰ ماہا' سدرہ آفاق' ندا' فوزیہ احسان رانا' شمر بانو' سمیرا چوغطائی' حنا' شازیہ نوید' ریحانہ اعجاز' فائزہ' حورعین' گل ارباب' ریما آمنہ' نزہت جبین ضیا' نادیہ زینب' ملک ندیم' شبینہ گل' قندیل قمر' ڈاکٹر صبا آیت' عرشومہ' آمنہ' خدیجہ عطا' کنول خان' جگنو' نائلہ عثمان' سعدیہ اور پلوشہ خان اور بھی بہت لمبی تعداد ہے الحمدللہ میرا حلقہ احباب خاصا وسیع ہے۔

☆ تعریف تو سب کو اچھی لگتی ہے۔ لیکن جب کوئی تنقید کرتا ہے تو آپ کا کیا ری ایکشن ہوتا ہے؟ جب کہ تنقید بھی بلا وجہ ہو۔

جواب: مجھ پر ابھی تک ایسی تنقید نہیں ہوئی الحمدللہ سب نے ہمیشہ سراہا ہے اور یہ مبالغہ آرائی نہیں ہے الحمدللہ سب اداروں کی مدیران بھی حوصلہ افزائی کرتے ہیں پھر بھی اگر کبھی تنقید برائے اصلاح ہوئی بھی تو وہ سر آنکھوں پر۔

☆ جب آپ اداس ہوتی ہے یا پریشان تو کس کا خیال پہلے ذہن میں آتا ہے کہ اس سے بات کروں گی تو پرسکون ہو جاؤں گی۔

جواب: ہر مسئلہ ہر دوست سے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ

اگر آپ میری کسی بھی دوست سے پوچھیں تو وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہونے کی دعوایدار ہوگی لیکن بہت سارے غم ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف رب العزت سے ہی بانٹے جاتے ہیں ہاں دوستوں کی اپنی جگہ اہمیت ہے مگر یہ میرے اندر کے محسوسات ہیں۔

☆ اگر کسی فیس بک فین سے ملنے کا موقع ملے تو وہ کون خوش نصیب ہوگا؟

جوب: اس معاملے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں سب ہی محبت سے پیش آتے ہیں اور ان کی محبت میرے لیے بیش قیمت ہے شکریہ۔

نازیہ بتول رضا

میں نے تمہاری تحاریر پڑھی ہیں جس میں حساسیت اور فکر صاف دکھائی دیتے ہیں تم بلا شبہ ایک بہترین لکھاری ہو۔

پیاری نازیہ بہت شکریہ پسندیدگی کے لیے اگر ایک لکھاری میں حساس دل نہ ہو تو وہ لکھ بھی نہیں سکتا ہے سلامت رہیں آمین ثم آمین۔

☆ لکھنے کے لیے کون سا وقت موزوں ترین لگتا ہے؟

جواب: لکھنے کے لیے تنہائی درکار ہو تو کیا ہی بات ہے۔ اس طرح دن ہو رات دونوں اوقات میں لکھ لیتی ہوں مگر مجھے رات کے وقت لکھنا بہت اچھا لگتا ہے جب یکسوئی ملتی ہے۔

☆ ادب کی دنیا میں کس لکھاری سے متاثر ہو؟

جواب: ادب میں بہت سارے نام ہیں میں نے سب کی تحریر سے کچھ نہ کچھ سیکھا ہے مگر مجھے مرحوم ایم اے راحت بہت پسند تھے میری دیرینہ خواہش تھی کہ ان سے ملاقات ہو ان کی تحاریر پر سیر حاصل بحث ہو میں ان کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ کس قدر اعلیٰ لکھتے ہیں مگر میری یہ آرزو نا عمر تشنہ رہے گی میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

عمران رضا بٹ

☆ آپ اچھی رائٹر بن سکتی ہیں کب ایسا محسوس ہوا اور رائٹر ہی بننا چاہیے آپ نے یہ کب سوچا اور یہ سارے آئیڈیاز کہانیوں کے کیسے آتے ہیں دماغ میں کیا اچھا لگتا ہے اور کیا پسند ہے کون سی بات بری لگتی ہے میری حاماحاماحا کھانے میں کیا پسند ہے اور پکانے میں کیا آسان لگتا ہے؟

جواب: نہایت قابل احترام بھائی ایک ساتھ اتنے سوالات جس طرح آپ نے کیے ہیں ماشاء اللہ اسی طرح کچھ خیالات میرے ذہن میں بھی رب کی عطا بن کر نازل ہوتے ہیں مجھے لکھنے کا جنون ہے اب اس کو رائٹر کہا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے غموں کی دھوپ میں جھلنے کے بعد ہی ایک تحریر لکھی جاتی ہے بس لکھنا اب بالکل ایسے ہی ہے جیسے سانس لینا مجھے صاف گو تصنع سے پاک گفتگو پسند ہے جو اپنے سیدھے راستے پر چلے اور دوسروں کے لیے مشکلات پیدا نہ کرے۔

مجھے دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والے اور دوسرے کی دل آزاری کرنے والے افراد پسند نہیں ہیں۔

ماہ جبین

☆ آپ سے یہ جاننے کو دل چاہ رہا ہے کہ کلاسیک ادب سے کون سا رائٹر آپ کو پسند ہے؟

☆ ادب کے علاوہ کیا پڑھنا پسند کرتی ہیں؟

جواب: مجھے جو بھی مل جائے پڑھنے کے لیے ضرور مطالعہ میں لاتی ہوں بانو قدسیہ قرۃ العین حیدر سعادت حسن منٹو اشفاق احمد مستنصر حسین تارڑ سب۔

صائمہ سکندر سومرو

☆ کیا کبھی ایسا ہوا کہ آپ کے اندر الفاظ کا شور ہو اور آپ لکھنے بیٹھیں تو ایک لفظ بھی نہ لکھ پائیں۔

جواب: نہیں ایسا اللہ کا شکر ہے ایسا کبھی نہیں ہوا ہے بلکہ اندر شور ہو تو تحریر عمدہ نکلتی ہے۔

میری تمام نیک دعائیں آپ کے نام سدا خوش و آباد رہیں آمین۔

کوثر ناز

☆ جب آپ گھر سے باہر نکلتے ہیں تو بہت سے خیالات ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر آپ کے ذہن میں آتے ہیں اور ایسے ہی کسی ایک خیال کو لے کر لکھاری لکھنا شروع کر دیتا ہے۔ کوئی ایسی کہانی جو بہت متاثر ہو کر نہ صرف لکھی بلکہ آپ کو بہت پسند بھی ہو؟

جواب: بالکل درست کہا متفق ہوں گھر سے باہر نکل کر ماحول ہماری تحریر پر اثر انداز ہوتا ہے اور بسا اوقات لکھنے کا محرک بھی بنتا ہے میں نے عموماً اطراف میں بکھرے ہوئے مسائل پر ہی لکھا ہے ایک افسانہ انقلاب تقریباً سچ پر مبنی تحریر ہے مجھے امل آپی خواتین ڈائجسٹ کی مدیرہ نے کہا تھا نالہ دل کی صدا لگاتا ہے اگلے ماہ اور جب میں نے تیکم کو انقلاب افسانہ بھیجا تو ان کو وہ اتنا پسند آیا کہ پہلے اگلے ماہ وہی لگا دیا انہوں نے وہ تحریر دل کے قریب بھی ہے۔

☆ آپ نے لکھنے کے معاملے میں کبھی کسی سے اصلاح لی؟ گو کہ لکھنے کے لیے صلاحیت ہونی چاہیے لیکن اس کے باوجود اس صلاحیت کو نکھارنے کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزیں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں' سو کوئی استاد ہے؟

جواب: میں ایک مکمل گھریلو انسان ہوں بہت سارے لوگوں سے روابط بھی نہیں مگر ایک آدھ تحریر پر سر ظفر اقبال ہاشمی سے مشورہ لیا تھا اور انہوں نے خوب حوصلہ افزائی کی تھی اس کے علاوہ سچ کہوں تو وقت بہت بڑا استاد ہے اور میرے اندر خود لفظوں کی بارش ہوتی ہے۔

☆ ایسی پسندیدہ چند کتابیں جنہیں چاہ کر بھی نہیں بھول سکتیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ زندگی میں بہت تبدیلیاں لے آئی ہیں؟

جواب: بہت ساری کتابیں ہیں جن کو پڑھ کر اندر تک سکون اتر آتا ہے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے ہم ہر گزرتے دن کے ساتھ کچھ نیا سیکھتے ہیں اور سیکھنے کا یہ تسلسل تا عمر جاری و ساری رہتا ہے مجھے زاویہ بہت پسند ہے۔

ایمن نور

☆ اپنی فیملی کے بارے میں بتائیں؟

جواب: الحمدللہ میں شادی شدہ ہوں' گھریلو ہوں' میرے والدین بیرون ملک مقیم ہیں میری سسرال ماشاءاللہ بہت بڑی ہے سب محبت سے مل جل کر رہتے ہیں میں لاہور سے ہوں یہیں بچپن گزرا۔

☆ پہلی کہانی کون سی لکھی اور کب جذبات بیان کیجیے؟

جواب: پہلی کہانی ظلمت شب کی سحر اسی ماہ دوسرے ادارے سے۔ سود و زیاں کا حساب۔ بہت خوشی ہوئی تین سال پہلے ماہ یاد نہیں ہے اب۔

☆ آپ کے افسانے زیادہ پڑھے ہیں آپ کے افسانوں میں آپ کا پسندیدہ کون سا ہے اور کیوں؟

جواب: اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے کیونکہ ہر تحریر دل سے لکھی ہوئی ہوتی ہے جس طرح ماں کے لیے فیصلہ مشکل ہوتا ہے کہ بچوں میں سے کون سا سب سے پیارا ہے پھر بھی نالہ دل کی صدا خواتین ڈائجسٹ اور ایک سلسلہ وار ناول جو آنچل ڈائجسٹ اور کرن میں بھیجا ان کی اشاعت کا

شدت سے انتظار ہے۔

ماورا طلحہ

☆ تمہارا پسندیدہ شہر یا جگہ کون سی ہے؟ جہاں جانا تمہاری پہلی ترجیح میں شامل ہو؟

جواب: میرا پسندیدہ شہر لاہور ہی ہے جہاں میں نے آنکھ کھولی اپنے شہر سے محبت ہے مگر حلقہ احباب میں بہت اچھی ساتھی رائٹرز ہیں جو کراچی سے ہیں اس لیے میری خواہش ہے کہ میں کبھی کراچی بھی جاؤں۔

☆ ایسی کون سی ڈش تمہاری اسپیشل ہے جسے تم پکاؤ اور کھانے والے انگلیاں چاٹتے رہ جائیں؟

جواب: الحمدللہ میرے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے جو شاید امی سے ملا ہے بہر حال میں ہر طرح کے رائس بہت اچھے پکاتی ہوں۔

☆ تمہاری فیملی میں تمہاری کون سی خوبی کو زیادہ سراہا جاتا ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب تو فیملی والے ہی دے سکتے ہیں ویسے میری عاجزی دسادگی پسند ہے۔

صبا ماہیشل

☆ زندگی میں سوچنا کتنا ضروری ہے؟ اور آپ زندگی کے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟

جواب: زندگی کے نصب العین سے آگاہی کے بنا جینا بالکل بے مقصد جینے جیسا ہے اللہ رب العزت نے ہمیں زندگی کی نعمت عطا کی ہے اس کا مقصد صرف کھانا پینا نہیں بلکہ رب کی رضا وخوشنودی کی راہ پر چلنا ہے میرا نظریہ یہ ہے کہ ہم کسی کے ساتھ اگر بھلائی نہیں کرتے تو برا بھی نہ کریں جب ہم اپنے وجود کی تخلیق کا راز پا لیتے ہیں تو زندگی کی اہمیت آشکار ہوتی ہے۔

☆ لکھنے کے لیے مطالعہ کتنا ضروری ہے؟

جواب: لکھنے کے لیے مطالعہ بے حد ضروری ہے میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ پڑھا اور بہت پڑھا کسی مخصوص موضوع پر کتب نہیں پڑھیں بلکہ میں نے مختلف موضوعات پر مختلف رائٹرز کو پڑھا ہے لیکن یاد رہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا شخص لکھاری نہیں ہوسکتا ہے لکھنے کے لیے صرف کتب بینی کافی نہیں ہے ہمارے اردگرد زندگی بکھری پڑی ہے ہر رنگ میں ہر روپ میں ہر رشتے میں بدلتے مناظر میں دن ورات کے تغیر میں ہم کتب بینی سے سیکھتے ضرور ہیں لیکن وقت بہت بڑا استاد ہوتا ہے اور وہ زندگی میں سوچ کے نئے در وا کرتا ہے۔

☆ آپ کتنا وقت مطالعے کے لیے نکالتی ہیں اور آپ کی نظر میں پڑھنے کا بہترین وقت کون سا ہے؟

جواب: میں نے پچھلے ایک ماہ سے کچھ نہیں لکھا مسلسل پڑھتی رہی ہوں پھر جب لکھنے پر دل آمادہ ہو تو میں لکھتی ہوں اور جب طبیعت پڑھنے کی طرف راغب ہو تو میں وہ وقت مطالعہ میں صرف کرتی ہوں۔

☆ کسی بھی لکھاری کی تخلیق کا پہلا محور کوئی بہت خاص دوست یا عزیز ہوتا ہے اور اکثر پہلی کہانی حقیقی ہوتی ہے کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اگر ہاں تو وہ کون شخصیت تھی؟

جواب: میری پہلی تحریر کا محرک کوئی بھی قریبی دوست یا ساتھی نہیں تھا میں نے معاشرتی موضوع پر ہی پہلی تحریر لکھا تھا۔

☆ پہلی کہانی کے شائع ہونے کے لیے کتنا انتظار کرنا پڑا تھا؟

جواب: پہلی تحریر بھیجنے کے بعد مجھے طویل عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا چار ماہ میں لگ گئی تھی اس معاملے میں میں خوش قسمت رہی ہوں اب تو ایک ماہ بھی بعض اوقات انتظار نہیں کرنا پڑتا ہے میں بھیجتی ہوں اور دوسرے ماہ لگ جاتی ہے الحمدللہ۔

☆ فیملی میں لکھنے کے حوالے سے آپ کو کیسا تاثر دیکھنے کو ملتا ہے؟ سب سے زیادہ سپورٹ کون کرتا ہے؟

جواب: میرے سسرال میں سب خوش ہوتے ہیں اور کسی کو بھی میرے لکھنے پر اعتراض نہیں ہے سکندر نے بھی کہا ہے تمہاری پہلی ترجیح گھر اور بچے ہوں اور میں اپنے تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد ہی لکھتی ہوں دراصل مجھے دوسری خواتین کی طرح نت نئے فیشن کا ٹی وی دیکھنے کا یا محلے میں یا کہیں بھی گھومنے پھرنے آؤٹنگ کا شوق نہیں ہے میں مکمل گھریلو خاتون ہوں اور گھر کے بعد میرا اولین شوق لکھنا ہے میں اپنی ذات کے لیے جو وقت ملے لکھنے پر ہی صرف کرتی ہوں اور لکھ کر تر و تازگی محسوس کرتی ہوں۔

☆ اس فورم اور ہمارے پینل کے ایڈمنز کے بارے میں اگر رائے دینا چاہیں؟

جواب: بہت اچھا پلیٹ فارم ہے جہاں سب نئے لکھنے والوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ بعض ادارے نئے لکھنے والوں کو موقع نہیں دیتے میں اس کی جیتی جاگتی مثال ہوں آنچل نے کبھی یہ نہیں دیکھا لکھاری نیا ہے یا پرانا ہے تحریر ان کے ادبی معیار کے مطابق ہو تو وہ کھلے دل سے جگہ دیتے ہیں تمام ایڈمنز ملنسار ہیں ماورا انس کو نٹ کھٹ سی ہے خوشی ہوتی ہے اس کی زندہ دلی دیکھ کر میری دعا ہے کہ وہ یونہی مسکراتی رہے آمین۔

حنا جو بہت بااخلاق لڑکی ہے اتنی محبت سے بات کرتی ہے کہ دل میں گھر کر لیتی ہے راؤ رفاقت بھائی جس کو پیار سے میں چھوٹو بھی کہتی ہوں میں نے جب کسی کام کے لیے کہا اس اچھے لڑکے نے ہمیشہ جی آپی کہہ کر وہ کام کیا بہت دعائیں سمیٹی ہیں صبا ایشل مہارت سے ہر طرح کے معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کرتی ہے اور نہایت ذمہ دار لڑکی ہے اور میں نے جب بھی ان باکس میں بات کی اسے ہمیشہ نرم خو پایا الغرض تمام ایڈیٹر بہت ہی خوش اخلاق ہیں اور یہاں میں آنچل وحجاب کی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیشہ مجھے جگہ دی ہے اور جب بھی طاہر بھائی سے بات ہوئی تب تب ان کے اخلاق کی گرویدہ ہوئی ہوں اتنے مشفقانہ انداز میں بات کرتے ہیں کہ دل مطمئن ہو جاتا ہے بہت ہی نفیس طبیعت کے مالک انسان ہیں سعیدہ نثار آپی سے جب بھی بات کی تسلی سے جواب دیا۔

☆ نئے لکھنے والوں کے لیے کوئی پیغام؟

جواب: نئے لکھنے والوں کے لیے میرا پیغام یہی ہے کہ اپنے مطالعے کو وسعت دیں جتنا مطالعہ وسیع ہوگا لکھنا سہل ہوگا جب لکھ کر کسی بھی ادارے میں تحریر بھیج دیں تو اس کا انتظار کرنے کی بجائے کچھ نیا لکھیں لکھتی رہیں مسلسل لکھیں جتنا لکھیں گی تحریر میں روانی آئے گی اور یہ بہت صبر آزما ہے جس میں لگن اور مسلسل مشق ہی کامیابی کی کنجی ہے۔

بشکریہ ایڈمن
صبا ایشل، ماورا طلحہ، حنا اشرف اور راؤ رفاقت علی

قسط نمبر 28

نادیہ فاطمہ رضوی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مہرو بٹو کی بات مان کر وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوجاتی ہے لیکن بٹو دادر کی گولی کا نشانہ بن کر دنیا سے چلا جاتا ہے لالہ رخ وہاں پہنچتی ہے تو یہ منظر دیکھ کر شاکڈ رہ جاتی ہے جبکہ دادر وہاں سے فرار ہوجاتا ہے ایسے میں وہ مہرو کے متعلق کچھ بھی نہیں جان پاتی لیکن پولیس کے افراد مہرینہ کی گمشدگی کے حوالے سے لالہ رخ سے حقیقت جاننا چاہتے ہیں جس پر وہ گھبرا جاتی ہے۔ ماریہ فراز کے ساتھ پاکستان آجاتی ہے اور ایک نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے فراز اپنے گھر پہنچ کر سب کو سرپرائز دینا چاہتا ہے مگر وہاں سونیا کو دیکھ کر شاکڈ رہ جاتا ہے دوسری طرف سونیا بھی اس کی اچانک آمد پر بوکھلا جاتی ہے اور اس پر الزامات عائد کرتی ہے فراز چپ چاپ وہاں سے لوٹ آتا ہے اور سمیر سے رابطہ کرتا ہے سمیر سے وہ اپنی شادی کی بات چھپا جاتا ہے۔ زرینہ فراز کو لالہ رخ کی پریشانی کے متعلق آگاہ کرتی ہے اور یہ جان کر خوش بھی ہوتی ہے کہ وہ پاکستان آگیا ہے فراز یہ سب جان کر فوراً ہی مری پہنچ جاتا ہے اور لالہ رخ کی ہر ممکن مدد کرتا ہے لیکن فی الحال وہ مہرو کو ڈھونڈنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باسل عنایہ سے منگنی کے لیے ہاں تو کر دیتا ہے لیکن اس کا دل اس رشتے پر آمادہ نہیں ہوتا مگر حورین کی خوشی کی خاطر وہ اسے انکار نہیں کر پاتا۔ دادر اپنے آدمیوں کو مہرو کی تلاش میں بھیجتا ہے اور ناکامی کا سن کر سخت طیش میں آجاتا ہے جیکولین اور ابرام ماریہ کی گمشدگی پر بے حد متفکر ہوتے ہیں ایسے میں جیسکا ابرام کو اپنے جال میں پھنسا کر حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتی ہے لیکن ابرام اس کی اصل سچائی سے آگاہ ہوجاتا ہے اور اس سے کچھ بھی شیئر نہیں کر پاتا دوسری طرف اسے اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ ضرور ماریہ کی اس گمشدگی میں فراز کا ہاتھ ہے لیکن وہ خود کو مطمئن محسوس کرتا ہے پال اور اس کے آدمی ماریہ کو تلاش کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ پولیس کی تلاش جاری رہتی ہے جب ہی انہیں ایک لڑکی کی لاش ملتی ہے ایسے میں وہ لالہ رخ کو وہاں بلاتے ہیں تاکہ وہ شناخت کر سکے یہ مرحلہ لالہ رخ کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

⁂

لالہ رخ جیسے پل صراط سے گزر کر آئی تھی شاید اس کی زندگی میں اس سے زیادہ جان کنی کے لمحات کبھی نہیں آئے تھے انتہائی باہمت اور مضبوط اعصاب کی مالک ہونے کے باوجود اس پل وہ ہوا کی زد میں آئے سوکھے پتوں کی مانند بری طرح لرز رہی تھی گھر میں داخل ہوتے ہی وہ وہیں دروازے کی اوٹ میں دوزانو بیٹھ کر بلک بلک کر رو دی جبکہ زرتاشہ اور امی فوراً ہی اس تک پہنچی تھیں اسی اثناء میں فراز شاہ بھی گھر میں داخل ہوچکا تھا لالہ رخ دوسرے ہی لمحے امی کے سینے سے لگ کر بے تحاشا روتے ہوئے بولی۔

''امی...... وہ...... وہ ہماری مہرو نہیں تھی ہماری مہرو نہیں تھی وہ ایسا ہمارے ساتھ کبھی نہیں کر سکتی ہم سے خفا ہو کر وہ

ہمیں اتنی بڑی سزا نہیں دے سکتی امی۔" فراز شاہ محض خاموشی سے ان سب کو دیکھ رہا تھا اس لمحے وہ خود کو بھی بہت ناتواں اور مضمحل محسوس کر رہا تھا وہ دونوں پولیس کی جیپ میں ہی سردخانے پہنچے تھے اور وہاں جا کر اس لڑکی کی لاش کی شناخت کی تھی صد شکر تھا کہ وہ مہرینہ نہیں تھی اسی کی ہم عمر اور قد و قامت کی کوئی بدنصیب لڑکی تھی جو نجانے کس حادثے کا شکار ہو کر موت کی وادی میں اتر گئی تھی واپسی میں پولیس کی جیپ نے ہی انہیں گھر چھوڑا تھا۔ سارا راستہ لالہ رخ بے آواز روتی رہی تھی جبکہ وہ اپنے شل ہوتے اعصاب کے ساتھ خالی الذہن لالہ رخ کو روتے ہوئے دیکھتا رہا تھا اپنے کسی پیارے کی جدائی کتنی جانگسل اور اذیت ناک ہوتی ہے یہ اسے آج پتا چلا تھا اور یہاں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ پیارا اس دنیا میں ہے بھی یا نہیں یہ سب سہنا اور برداشت کرنا پل پل مرنے کے مترادف تھا اور یہ گھرانہ آج کل اسی کیفیت سے گزر رہا تھا زرتاشہ اور امی لالہ رخ کو سہارا دے کر اندر چلی گئیں تو فراز بھی ایک تھکی سانس فضا کے سپرد کر کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

☆

ڈنر ٹیبل پر خاور حیات نے باسل کے سامنے سمیر شاہ کی تمام گفتگو گوش گزار کر دی تھی جب سے سمیر شاہ نے اسے یہ سب بتایا تھا کہ وہ خود بھی ایک عجیب سی کیفیت میں گھر گیا تھا اسے سونیا پر بہت غصہ آ رہا تھا اور ساتھ ساتھ ماضی کا ایک ناپسندیدہ منظر بھی اس کی نگاہوں میں گھوم گیا تھا جب وہ بھی سوئٹی جیسی بے حیا عورت کی سازش کا شکار ہوا تھا مگر فراز کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنگین تھا اسے تو اس کے اپنوں کی نگاہوں کے سامنے گرایا گیا تھا خود اس کی سگی ماں اور بھائی اس سے بدظن اور بدگمان ہو گئے تھے باسل چند ثانیے خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"مام ڈیڈ میں یہ بات پہلے سے جانتا ہوں۔" حورین اور خاور حیات نے اس لمحے بے پناہ چونک کر باسل کو دیکھا جو مزید کہہ رہا تھا۔

"مجھے یہ بات بہت پہلے سے معلوم تھی ڈیڈ کہ...." وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہرا پھر روانی سے بولتا چلا گیا۔

"سونیا نے کامیش بھائی سے شادی محض فراز بھائی سے انتقام لینے کے لیے کی ہے کیونکہ فراز بھائی نے سونیا سے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور اس بات کو سونیا نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔" پھر اس نے کامیش اور سونیا کی شادی کی رات والا واقعہ ان کو سنا ڈالا تھا جب اتفاقاً اس ڈانسنگ ڈول پر ہاتھ لگنے سے سونیا کی ریکارڈنگ چل پڑی تھی۔

"او میرے اللہ کیا سونیا اس حد تک جا سکتی ہے۔" حورین یہ سب سن کر تحیر کے عالم میں انتہائی افسوس بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"مام ایسی لڑکیاں ہر حد تک جا سکتی ہیں۔" اس پل باسل کے لہجے میں بے پناہ نفرت و بےزاری تھی۔

"مگر باسل تم نے یہ سب باتیں سمیر کی فیملی کو کیوں نہیں بتائیں تمہیں کامیش اور فراز کو اسی وقت سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا۔" خاور حیات الجھے ہوئے لہجے میں بولا تو باسل ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا پھر دھیرے سے بولا۔

"سچویشن بہت اکورڈ ہو گئی تھی ڈیڈ۔ شادی تو ہو چکی تھی مگر میں نے فراز بھائی کو تمام حقیقت بتانے کی کوشش کی پھر مناسب موقع نہ ملنے کی وجہ سے میرے ذہن سے بھی یہ بات نکل گئی اور جب میں نے انہیں یہ سب بتایا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔" حورین اور خاور بغور اس کی بات سنتے رہے پھر تینوں کے درمیان گہری خاموشی چھا گئی بہت دیر اسی خاموشی کے نذر ہو گئے جب خاور حیات کی پرسوچ آواز گونجی۔

"باسل تم اب یہ بات ساحرہ بھابی اور کامیش کے سامنے دہرا کر فراز کی پوزیشن کلیئر کرو گے او کے۔" خاور کے

حکیمہ انداز پر باسل نے باپ کو ایک لمحے کے لیے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

جس دن زرینہ نے فراز شاہ کو فون کر کے مہرو کی بابت بتایا تھا۔ اس کے اگلے ہی دن فراز اسلام آباد بائی ائیر پہنچ کر پھر ایک پرائیویٹ کار ہائر کر کے مری پہنچ گیا تھا مگر اس سے پہلے وہ ماریہ کو اپنے فلیٹ میں اس کی ضرورت کا تمام سامان مہیا کر کے گیا تھا آج فراز کو گئے ہوئے چار دن سے زائد ہو گئے تھے مگر اس نے ماریہ سے ایک بار بھی رابطہ نہیں کیا تھا یہ چار راتیں ماریہ نے ایک عجیب سے خوف اور دہشت میں تنہا فلیٹ میں گزاری تھیں حالانکہ شہر کے پوش علاقے میں بنا یہ فلیٹ ہر لحاظ سے محفوظ تھا نیچے گارڈز بھی ہمہ وقت چوکس رہتے تھے اس کے علاوہ فلیٹ میں ہنگامی صورت حال کے لیے ایک بٹن بھی موجود تھا جسے دبانے سے سیکیورٹی اہلکار لحہ بھر میں حاضر ہو جاتے تھے مگر ان سب کے باوجود ماریہ اندر سے سہمی ہوئی تھی شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ وہ جن سنگین حالات میں لندن سے فرار ہو کر فراز کے ہمراہ یہاں آئی تھی اس نے اسے ایسی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا ورنہ وہ تو بہت بہادر اور باہمت تھی مگر یہاں آ کر اس کی ہمت اور بہادری جیسے بھانپ بن کر اڑ گئی تھی اگر فراز نے اسے فون نہیں کیا تھا تو اسے بھی فراز کو کال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی ماریہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی بہت دیر تک فراز کے متعلق سوچتی رہی لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی تھی

جیسکا ایک بار پھر ابرام کے سامنے موجود تھی بلو جینز پر بلیک لیڈیز فینسی شرٹ میں مہارت سے اپنے چہرے پر میک اپ کیے وہ بہت فریش نظر آ رہی تھی چھٹی ہونے کے باعث ابرام گھر پر ہی موجود تھا سو وہ بھی سیدھا اس کے اپارٹمنٹ میں چلی آئی جبکہ لین غالباً اس وقت چرچ گئی ہوئی تھی تھوڑی دیر وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد ماریہ کے حوالے سے کہنے لگی۔

''ابرام ماریہ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا وہ کم از کم تمہیں تو کچھ بتا کر جاتی۔ مجھے ماریہ سے اس قدر بے حسی کی امید نہیں تھی۔'' اس لمحے جیسکا کے لب و لہجے سے بناوٹی دکھ تاسف کے رنگ بخوبی جھلک رہے تھے جس پر ابرام کی طبیعت اچھی خاصی مکدر ہو گئی تھی جب ہی وہ بے پناہ بےزار کن لہجے میں بولا۔

''جیسکا ہم ماریہ کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر سکتے مجھے ماریہ کے موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی اب وہ ہماری زندگی سے ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے بہتر یہی ہے کہ اب ہمارے درمیان ماریہ کا تذکرہ نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔''

''مگر ابرام وہ تمہاری بہن......''

''میں نے کہا ناں جیسکا مجھے ماریہ کے متعلق کوئی بات نہیں کرنی نہ ہی سنی ہے۔'' ابرام کی بات پر جیسکا نے کچھ کہنا چاہا مگر ابرام اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی درمیان میں کاٹ کر غصے سے بولا تو جیسکا محض اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''سر اس لڑکی کو ابھی تک ہوش نہیں آیا ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ دماغ پر گہری چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ کومے میں بھی جا سکتی ہے۔'' اس کے ماتحت نے آ کر اطلاع دی تو کامیش ایک ہنکارہ بھر کر رہ گیا قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

''انسپکٹر راحت میرا یہاں کا کام مکمل ہو گیا ہے اب مجھے واپس جا کر تمام تفصیلی رپورٹ آئی جی صاحب کو دینی ہے۔ میں مزید اس لڑکی کی خاطر تاخیر نہیں کر سکتا۔'' کامیش جب اسلام آباد آیا تھا تو اسے معلوم ہوا کہ منسٹر صاحب کسی ارجنٹ میٹنگ کی وجہ سے اچانک مری چلے گئے ہیں کامیش کا منسٹر صاحب سے ملنا بہت ضروری تھا لہٰذا ان کے کہنے

پر وہ اپنی سرکاری گاڑی میں مری آ گیا تھا ساتھ میں اس کا اسسٹنٹ راحت بھی موجود تھا منسٹر صاحب سے ضروری بریفنگ لے کر وہ دونوں واپس اسلام آباد آ رہے تھے کہ مری کی حدود سے کچھ دور انہیں ایک طرف کچی سڑک پر ایک لڑکی اپنے ہوش وحواس سے بے خبر پڑی دکھائی دی اس لمحے بارش بھی زور وشور سے ہو رہی تھی دونوں ایک بھی لمحہ ضائع کیے بنا اپنی گاڑی سے اتر کر اس لڑکی کی جانب بڑھے تھے۔

''سر یہ لڑکی زندہ ہے مگر اس کی نبض بہت آہستہ چل رہی ہے ہمیں فوراً اسے اسپتال لے جانا ہوگا ورنہ یہ مر بھی سکتی ہے۔''

''او کے ہری اپ۔'' کامیش نے انسپکٹر راحت کی بات سن کر فوراً کہا تھا اور پھر دونوں اسے فی الفور اسپتال لے آئے تھے مگر ابھی تک اسے ہوش نہیں آیا تھا وہ شاید کسی اونچائی سے گری تھی کامیش کی تو یہی کوشش تھی کہ وہ لڑکی اس کے سامنے ہوش میں آ جائے تا کہ وہ خود اس سے حادثے کی بابت معلوم کر سکے مگر مجبوراً اس نے اسلام آباد پولیس کو اس کیس کی جانچ پڑتال کی ہدایت دے کر واپس کراچی جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

❁☆❁

جیکولین چرچ سے واپس گھر آئی تو ابرام کو کافی نڈھال اور مضمحل سی لگی وہ خاموشی سے لاؤنج کے کاؤچ پر ڈھے سی گئی ابرام نے جیکولین کو چند ثانیے کے لیے دیکھا پھر استفسار کرتے ہوئے بولا۔

''آر یو اوکے مام۔'' وہ بخوبی دیکھ رہا تھا کہ جب سے ماریہ گھر سے گئی تھی جیکولین اندر ہی اندر بے حد ٹوٹ سی گئی تھی آج سے پہلے اس نے جیکولین کو اتنا بکھرا ہوا نہیں دیکھا تھا جیکولین کی زندگی کبھی پُرسکون اور سہل نہیں گزری تھی اس نے بہت سے مدو جزر کا مقابلہ بڑی ہمت وحوصلے سے کیا تھا مگر اس بار نجانے کیوں وہ اس محاذ کے آگے کمزور سی پڑ گئی تھی ابرام جیکولین کے قریب آیا اور اس کے پاس دوزانو بیٹھتے ہوئے بولا۔

''مام آپ پلیز اسٹریس مت لیجیے خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' جواباً جیکولین نے ابرام کو بڑی عجیب سی نگاہوں سے دیکھا پھر ایک تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''نہیں ابرام اب کچھ ٹھیک نہیں ہوگا سب کچھ ختم ہو چکا ہے ماریہ میرا اعتماد مان اور غرور سب مٹی میں ملا کر چلی گئی میں نے تو کبھی خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں سوچی تھی کہ وہ اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے پال کے آدمی اسے بھوکے کتوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں۔'' اچانک بولتے ہوئے جیکولین نے اس کا بازو تھام لیا۔

''اگر ماریہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی تو...... تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اسے مار دیں گے ابرام۔'' جیکولین اس لمحے پوری طرح جیسے اپنے ہوش وحواس کھو رہی تھی ابرام بے تحاشا پریشان ہو گیا۔

''مام پلیز خود کو سنبھالے ماریہ کو کچھ نہیں ہوگا اور مام......'' باقی کے الفاظ ابرام کے منہ میں ہی رہ گئے تھے جیکولین کو آنکھیں بند کر کے ایک جانب گرتا دیکھ کر وہ جیسے ساکت سا ہو گیا تھا۔

❁☆❁

سردیاں اپنا بوریا بستر سمیٹ کر اب رخصت ہو رہی تھیں جبکہ بہار کی آمد نے فضا میں خوش گوار ماحول اور خوب صورت رنگوں کی رعنائیوں نے چہار سو اپنا حسن بکھیر دیا تھا لان میں لگے انواع اقسام کے رنگ برنگے پھول جیسے مسکرا رہے تھے، سبک رو ہوا اس لمحے بے حد بھلی لگ رہی تھی۔ سونیا ساحرہ کے ہمراہ لان میں بچھی کرسیوں پر بیٹھی شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ جب ہی وہاں کامیش نے قدم رنجہ فرمایا پہلی نگاہ سونیا کی اس پر پڑی تھی جو داخلی دروازہ کھول کر اندر آ رہا تھا سونیا کی دل کی دھڑکن ایک پل اسے دیکھ کر منتشر ہوئی تھی وہ اندر ہی اندر اس بات کو لے کر

خاصی پریشان تھی کہ اسے یہاں موجود پا کر کامیش کا کیا ردعمل ہوگا اب جب اسے دیکھا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی گھبرا گئی تھی کامیش اسے دیکھ کر قدرے چونکا پھر سر جھٹک کر ساحرہ کے پاس چلا آیا جو اسے دیکھ کر خوش گوار حیرت کا اظہار کر رہی تھی وہ وہاں صرف چند لمحوں کے لیے رکا پھر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اس نے غلطی سے بھی سونیا کو مخاطب نہیں کیا تھا۔ ساحرہ نے بھی اس بات کو شدت سے محسوس کیا تھا وہ کچھ دیر کسی سوچ میں ڈوبی رہی پھر سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے لگتا ہے کہ کامیش شاید تم سے ابھی بھی خفا ہے ورنہ وہ اتنا بد اخلاق تو کبھی نہیں رہا۔"

"ہوسکتا ہے فراز نے میرے خلاف کامیش کے کان بھر دیے ہوں۔" سونیا عجیب سے لہجے میں بولی جبکہ ساحرہ نے بے حد چونک کر اسے دیکھا۔

"فراز نے..... آئی ڈونٹ تھنک سو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کامیش کا تو فراز سے کوئی کانٹیکٹ نہیں ہے اور پھر اتنا سب کچھ ہونے کے بعد کامیش کیوں فراز سے بات کرے گا۔"

"فراز بہت چالاک ہے آنٹی وہ پاکستان آچکا ہے یقیناً فراز نے ہی کامیش کو مجھ سے ایک بار پھر بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔" نجانے سونیا کے اندر فراز کے لیے بدلے اور انتقام کی کیسی آگ بھڑک رہی تھی جو کسی صورت ٹھنڈی ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی ابھی بھی اس نے فراز کو ہی تختہ دار پر چڑھانے کی کوشش کی تھی نفرت و اشتعال کی بھٹی میں سلگتی سونیا فراز کو پوری طرح سے تباہ و برباد کر دینا چاہتی تھی۔ ساحرہ نے چند ثانیے کچھ سوچا پھر غصے میں بپھر کر بولی۔

"میں کبھی بھی فراز کو اس کے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی اگر وہ اپنے خونی رشتوں کا تقدس ان کا احترام اپنے دل سے نکال چکا ہے تو ہم بھی یہ بھول جائیں گے فراز کبھی اس گھر کا بیٹا یا فرد تھا۔" اور یہی سب تو سونیا خان چاہتی تھی ساحرہ کے پتھریلے الفاظ سونیا کو پھولوں کی طرح لگے تھے اس نے انتہائی طمانیت آمیز سانس بھری تھی۔

......☆......

"ہیلو فراز بیٹا آپ کہاں ہیں میں نے کل بھی آپ کو کال کی تھی مگر آپ نے ریسیو نہیں کی اور پھر آپ آفس بھی نہیں آرہے کیا تھکن ابھی تک نہیں اتری۔" سمیر شاہ کی تشویش بھری آواز فراز کے کانوں سے ٹکرائی تو فراز کچھ لمحے کے لیے خاموش سا رہا پھر ایک گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ایم سوری ڈیڈ کل شاید میں سو گیا تھا اس لیے آپ کا فون پک نہیں کر سکا دراصل میں اس وقت مری میں ہوں۔" فراز کی سمیر سے دو دن پہلے بھی بات ہوئی تھی مگر اس نے فی الحال کچھ نہیں بتایا تھا۔

"مری میں..... مگر کیوں فراز؟ اس طرح اچانک آپ مری کیوں چلے گئے۔" سمیر شاہ نے قدرے اچنبھے سے

دریافت کیا تو فراز کچھ ثانیے کے لیے گڑبڑا سا گیا۔

"وہ ایکچولی ڈیڈ....." اتنا کہہ کر وہ رکا پھر اس نے سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر کے کہا۔

"ڈیڈ میں اس وقت مری میں اپنی فرینڈ لالہ رخ کے گھر پر ہوں لالہ رخ میری بہت اچھی دوست ہے ڈیڈ۔"

"لالہ رخ۔" سمیر شاہ اس نام پر بے ساختہ چونک اٹھے پھر یک دم فراز سے استفسار کرتے ہوئے بولے۔

"سمیر تمہاری فرینڈ لالہ رخ کا پورا نام کیا ہے۔" اچانک عجیب سی بے چینی و اضطراب سمیر شاہ کے اندر کروٹ لینے لگی اس کے نام پر ان کے ذہن میں کوئی یاد کا دریچہ وا ہوا تھا۔

"پورا نام....." فراز تھوڑا پُرسوچ انداز میں بولا پھر ذہن پر زور ڈالتے کچھ دیر بعد گویا ہوا۔

''ڈیڈ مجھے تو اس کا پورا نام معلوم نہیں ہے بس لالہ رخ ہی جانتا ہوں میں۔'' سمیر جو اس لمحے اچانک تصور میں در آئے ماضی کے زندہ چلتے پھرتے اوراق کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا یک دم ٹھنڈا سا پڑ گیا۔

''لالہ رخ تو تین سال کی عمر میں ہی......'' وہ دل ہی دل میں فقط اتنا بولا پھر دوسرے ہی لمحے خود سے بولا۔

''بھلا وہ لالہ رخ کیسے ہوسکتی ہے کیا دنیا میں صرف ایک ہی لڑکی کا نام لالہ رخ ہوگا۔'' پھر سمیر فوراً سے پیشتر بولے۔

''اچھا خیر چھوڑو یہاں تو تم کیا بتا رہے تھے۔'' فراز نے تمام واقعات و حالات سمیر شاہ کے گوش گزار کردیے لالہ رخ سے اپنی دوستی سے لے کر مہرو کی گمشدگی اور بٹو کی ناگہانی موت تک سب کچھ کہہ ڈالا۔

''اوہ ویری سیڈ فراز یہ تو بہت دکھ اور پریشانی کی بات ہے تم نے بہت اچھا کیا جو اس کڑے وقت میں اپنی فرینڈ کا ساتھ دینے اس کے پاس چلے گئے۔'' سمیر شاہ یہ سب جاننے کے بعد اپنے بیٹے کے طرز عمل پر بہت خوش ہوئے جو ایک دردمند دل رکھنے کے ساتھ ساتھ اور نامساعد حالات میں دوسروں کی مدد کے لیے ان کے ہمراہ کھڑا ہوجاتا تھا پھر اچانک انہیں کچھ یاد آیا تو وہ جلدی سے بولے۔

''فراز بیٹا تم اس حوالے سے کامیش سے بات کیوں نہیں کرتے کل رات میری فون پر اس سے بات ہوئی تھی۔ وہ اسلام آباد میں ہی تھا آج سہ پہر کی فلائٹ سے کراچی آنے والا ہے۔'' پھر بے ساختہ سامنے دیوار پر لگی وال کلاک کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

''میرے خیال میں وہ اب تک گھر پہنچ بھی چکا ہوگا۔'' سمیر شاہ کی بات پر فراز تھوڑا ہچکچا سا گیا۔

''کامیش سے مگر ڈیڈ آپ تو جانتے ہیں ناں کہ میرے اور کامیش کے درمیان......'' اتنا کہہ کر اس نے جملہ خود ہی ادھورا چھوڑ دیا تو سمیر شاہ فوراً بولے۔

''او کم آن فراز آئی نو کامیش اپنے پرسنل میٹرز اپنے پروفیشن سے الگ رکھتا ہے اور ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناطے اس کی یہ ذمہ داری ہے بیٹا کہ وہ تم لوگوں کی مدد کرے تم ابھی اور اسی وقت کامیش کو فون کرکے ساری صورت حال بتاؤ اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس سلسلے میں تم لوگوں کی ضرور مدد کرے گا۔''

''اگر ایسا ہے ڈیڈ تو ٹھیک ہے میں کامیش کو تمام سچویشن بتاتا ہوں بس آپ دعا کریں کہ ہمیں مہرو صحیح سلامت جلد سے جلد مل جائے۔'' سمیر شاہ کی بات پر فراز کچھ پُرجوش لہجے میں بولا تو سمیر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گویا ہوئے۔

''ڈونٹ وری فراز اللہ نے چاہا تو وہ بچی جلد ہی مل جائے گی۔''

سمیر سے بات کرکے فراز کو تھوڑا اطمینان حاصل ہوا تھا جب ہی اس نے کامیش کو فون ملایا مگر بیل جاتی رہی کامیش نے کال پک نہیں کی وہ اس پل اپنا فون سائلنٹ پر کرکے گہری نیند سو رہا تھا مایوس ہوکر فراز نے فون بند کردیا۔

......✿☆✿......

جیکولین کا بی پی خطرناک حد تک شوٹ کر گیا تھا ابرام اسے ایمرجنسی میں اسپتال لے آیا اس وقت جیکولین کی حالت بہتر تھی وہ ٹرینکولائزر کے زیر اثر گہری نیند سو رہی تھی تب ہی ابرام اسپتال کے کاریڈور میں چلا آیا وہ جیکولین کو لے کر اس وقت بہت اپ سیٹ نظر آرہا تھا اب اسے ماریہ پر اچھا خاصا غصہ آرہا تھا جو اپنی ماں کی پروا کیے بغیر یوں اچانک روپوش ہوگئی تھی۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ جیسکا کو خاموشی سے آکر اپنے پہلو میں کھڑا دیکھ کر وہ بے اختیار چونکا پھر رخ موڑ کر بولا۔

''تم...... تمہیں کیسے معلوم جیسکا کہ میں یہاں ہوں؟'' ابرام کی اس لمحے حیرت فطری تھی وہ تو کسی کو بھی نہیں بتا کر

آیا تھا جب ہی جیسکا سہولت سے بولی۔
"تمہارے اپارٹمنٹ کے دروازے پر اس اسپتال کے دو بندے اسٹریچر پر آنٹی کو لینے آئے تھے تو......"
"مطلب۔" وہ بری طرح الجھا پھر یک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔
"اوہ تو اس کا مطلب ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے دروازے کے باہر کیمرے لگا رکھے ہیں تاکہ ہماری ایک ایک حرکت پر نظر رکھ سکو۔" اس لمحے ابرام کے لہجے میں بے پناہ تلخی اور ناگواری تھی جیسکا نے اسے بغور دیکھا پھر سنجیدگی سے بولی۔

"میں نے نہیں سرپال کی ہدایت پر لگائے گئے ہیں مجھے تو میک نے فون کر کے بتایا کہ جیکولین آنٹی کی طبیعت خراب ہوگئی ہے اور تم انہیں اسپتال لے گئے ہو۔ اچھا چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ آنٹی اب کیسی ہیں؟" جیسکا کے استفسار پر ابرام نے اسے کچھ دیر دیکھا پھر انتہائی روڈ انداز میں بولا۔
"اب بہتر ہیں تمہارا خیال کرنے کا شکریہ۔" ابرام کاریڈور کی بالکنی سے اسے نظر انداز کرتے باہر دیکھنے لگا تھا جب ہی جیسکا دھیرے سے بولی۔
"مجھ سے ناراض ہو ابرام یقین جانو ڈیئر میرا مقصد کبھی بھی تم لوگوں کے خلاف نہیں جانا تھا۔ ماریہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اور آنٹی بھی مجھے اپنے دل سے عزیز ہیں میں تم لوگوں کی پریشانی میں خوش نہیں ہوں بلکہ دکھی ہوں ابرام۔" جیسکا بڑی جذباتی ہو کر اپنے مخلص ہونے کا یقین دلا رہی تھی ابرام نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی پھر رخ موڑ کر پوری طرح اس کی جانب گھوم کر اپنے دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے بولا۔
"آج تمہیں اپنے خیر خواہ ہونے کا یقین کیوں دلانا پڑ گیا جیسکا اگر تم سچ میں ماریہ کی خیر خواہ ہو ہمارے لیے فکرمند ہو تو تمہیں ان لفظوں کی کیوں ضرورت پڑ گئی۔" ابرام کی بات کا جیسکا کے پاس فی الفور کوئی جواب نہیں تھا وہ کنفیوژ سی کھڑی بس اسے دیکھے گئی جو مزید کہہ رہا تھا۔
"تم جانتی ہو ناں جیسکا' ماریہ اگر ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی تو وہ اسے مارنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کریں گے کیا تم اپنی بیسٹ فرینڈ کی موت دیکھنے کو تیار ہو جیسکا آخر اتنا سفاک اور بے حس دل تم نے اپنا کیسے کر لیا وہ کون سی لالچ کون سا چارم تھا جیسکا جس کے عوض تم نے ماریہ کی موت کا سودا کر لیا؟"
"ابرام......" اس لمحے جیسکا کو لگا جیسے ابرام نے اسپتال کے اس آٹھویں فلور سے اسے دھکا دے دیا ہو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ...... یہ تم کیا بول رہے ہو ابرام میں بھلا ایسے کیسا......!" جیسکا کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا زبان اکڑ سی گئی تھی۔
"کیوں جیسکا تم نے ماریہ کے مسلم ہونے کا پروف سرپال اور میک کو کیوں دیا تھا؟" سائیں سائیں کانوں کے ساتھ جیسکا فقط اسے دیکھ رہی تھی۔
"تم تو یہ حقیقت بہت پہلے سے جانتی تھیں ناں پھر اتنے عرصے بعد اچانک کیوں میک کے ساتھ مل گئیں؟"
"ابرام یہ...... یہ جھوٹ ہے۔" اس نے اسے جھٹلانا چاہا مگر سچائی پورے اعتماد کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی۔
"میں کوئی بچہ نہیں ہوں جیسکا جو اب تک کچھ نہ سمجھ سکوں تمہاری حقیقت اگر ماریہ مجھے پہلے نہ بھی بتاتی تو میک اور سرپال کے ساتھ اس طرح ماریہ کے معاملے میں تمہیں اتنا ایکٹو ہوتا دیکھ کر بھی میں سب سمجھ جاتا۔" وہ استہزائیہ ہنسی ہنستے ہوئے بولا پھر خود سے گویا ہوا۔

''نجانے کیوں خودکو انتہائی ذہین اور چالاک سمجھنے والا اتنی بے وقوفانہ حرکت کیسے کر جاتا ہے۔'' پھر سر جھٹک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم یہ کیسے بھول گئیں کہ یہ سب کرتے ہوئے ہم تمہاری حقیقت اور دھوکہ بازی کو کبھی جان ہی نہیں سکیں گے؟''

''ابرام میں نے بتایا ناں تمہیں انہوں نے مجھے ٹریپ کر کے.....''

''اوہ.....فائن اگر ایسا تھا بھی تو تم مجھ سے سب کچھ شیئر کرتی تھیں ناں پھر اتنی بڑی بات تم نے مجھ سے کیوں چھپائی جیسکا تم نے یہ سب اس لیے چھپایا تاکہ تم ہمارے پیٹھ پر چھرا گھونپ سکو۔'' اس لمحے ابرام کے لہجے میں اتنی نفرت اور اہانت تھی کہ جیسکا بری طرح بلبلا گئی۔

''ہاں کیا میں نے سب کچھ دیا میں نے میک اور سرپال کا ساتھ مگر ابرام یہ سب کرنے پر تم نے مجبور کیا تمہاری بے رخی نے مجھے ایسا کرنے پر اکسایا اور میں صرف تمہیں پانے کی خاطر اپنی بہن جیسی دوست کی زندگی کا سودا کر بیٹھی۔'' ابرام لب وا کیے انتہائی تحیر کے عالم میں اچنبھے سے کھڑا اسے دیکھتا رہا جو مزید کہہ رہی تھی۔ ''میں تم سے محبت کرتی تھی ابرام تمہیں حاصل کرنا چاہتی تھی تمہارے پیار کو پانا چاہتی تھی۔ کیا تھا جو تم مجھے اپنی تھوڑی سی محبت دان کر دیتے میرا دل تمہاری چاہت سے کسی طور دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھا ابرام پھر بتاؤ میں کیا کرتی خود کو ختم کر لیتی۔'' آخر میں وہ اس کے دونوں بازو جھنجوڑ کر بولی پھر انتہائی بے دردی سے اپنے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہاں ابرام میں نے دھوکا دیا ہے ماریہ کو اس سے چیٹنگ کی ہے مگر اس سب کے ذمہ دار تم ہو صرف تم سمجھے۔'' دوسرے ہی پل وہ رخ پھیر کر زاروقطار روتے ہوئے وہاں سے بھاگی تھی جب کہ ابرام گم صم سا کھڑا رہ گیا تھا۔

❀☆❀

کامیش باتھ لینے کے بعد اس وقت ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا جب ہی ہلکا سا ناک کر کے سونیا اندر چلی آئی کامیش نے آئینے کی سطح پر اپنے عقب میں ابھرتے سونیا کے عکس کو دیکھا جو اس لمحے مشرقی اقدار کا پیکر بنی اس کے سامنے کھڑی تھی بال سنوار کر وہ اس کی جانب مڑا تو سونیا بڑی پیاری سی مسکراہٹ لیے دلکشی سے گویا ہوئی۔

''آئی ہوپ کہ اس بار مشن کامیاب رہا ہوگا۔'' کامیش نے محض ایک نگاہ اسے دیکھا مگر اس بار بھی کچھ بولنے سے گریز کیا سونیا تھوڑی پزل سی ہوئی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے ہنوز لہجے میں بولی۔

''وہ ڈنر ریڈی ہے سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں ویسے آج کل میں بھی کوکنگ سیکھ رہی ہوں آپ کو باہر کے کھانے پسند نہیں ہیں ناں اور کک کا بھی بھروسہ نہیں ہوتا اچانک چھٹی کر لیتے ہیں تو مشکل ہو جاتی ہے تو ایسے میں گھر کی عورت کو کھانا پکانا تو آنا چاہیے میں نے آج آپ کے لیے چکن کڑھائی پکائی ہے آپ ٹیسٹ کر کے بتائیے گا کہ کیسی ہے؟'' سونیا خود ہی بولے جا رہی تھی جبکہ کامیش اس کی کسی بھی بات کا جواب دیے بنا اپنا سیل فون اٹھا کر دیکھنے لگا تھا فراز کی مسڈ کال دیکھ کر وہ کچھ چونکا پھر بے اختیار دل ہی دل میں بولا۔

''فراز نے مجھے کال کی تھی۔'' پھر سونیا کو وہاں سے ٹالنے کی غرض سے جلدی سے گویا ہوا۔

''تم چلو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' سونیا اس کا جواب سن کر اثبات میں سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔ کامیش نے اسی لمحے فراز کو کال بیک کی دوسری ہی بیل پر فراز نے فون اٹھالیا۔

''او تھینک گاڈ کامیش تم نے مجھے فون کر لیا ورنہ تو مجھے لگا کہ تم مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتے۔'' آخر میں اس کا

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے
Joy
Greetings
Dignity
Salute
خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

لہجہ تھوڑا شکوہ کناں ہوا تو کامیش بے ساختہ مسکرا دیا پھر سہولت سے بولا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے برو ڈیڈ نے مجھے بتایا تھا کہ تم پاکستان آ گئے ہو۔"

"پاکستان تو میں آ گیا ہوں کامیش مگر اس وقت میں مری میں ہوں دراصل برادر مجھے اس وقت تمہاری مدد کی ضرورت ہے وہ کیا ہے کہ میری ایک فرینڈ ہے لالہ رخ جس کے گھر میں آج کل......ہوں۔" وہ بولتے ہوئے یک دم ٹھہرا تو کامیش جلدی سے بولا۔

"تم بولتے رہو فراز میں سن رہا ہوں۔" پھر فراز اسے سب کچھ بتاتا چلا گیا آخر میں فراز تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مہرینہ کا ابھی تک کچھ بھی پتا نہیں چل سکا ہے یار اور یہاں اس کے گھر والوں کا حال بہت برا ہے تم پلیز کچھ کر سکتے ہو؟"

"ہوں اس لڑکی کا حلیہ مجھے بتا سکتے ہو فراز؟" سب کچھ سننے کے بعد کامیش پُرسوچ لہجے میں بولا تو فراز گہرا سانس لے کر اس کو مہرو کا حلیہ بتانے لگا اور اسی پل کامیش کے ذہن کی اسکرین پر اسی لڑکی کا چہرہ گھوم گیا جو اسے مری روڈ کی کچی سڑک پر بے ہوش پڑی ملی تھی اور جو ابھی تک اسپتال میں تھی۔

"یوں سمجھو فراز تمہارا کام ہو گیا ہے وہ لڑکی مل گئی ہے۔" کامیش کی بات پر فراز بے یقین ہی رہا۔

"وہاٹ......! یہ تم کیا کہہ رہے ہو کامیش کیا واقعی مہرو تمہیں مل گئی ہے وہ کہاں ہے کیسی ہے یار وہ ٹھیک تو ہے ناں۔" فراز بے صبرا ہو کر ان گنت سوال کر گیا تھا۔

"ریلیکس فراز وہ لڑکی زندہ تو ہے مگر سر پر گہری چوٹ لگنے کی وجہ سے فی الحال وہ بے ہوش ہے شاید کافی اونچائی سے گری تھی۔"

"کامیش پلیز مجھے پوری بات بتاؤ میں بہت پریشان ہو رہا ہوں۔" فراز انتہائی متفکرانہ انداز میں بولا تو کامیش نے ساری بات اس کے گوش گزار کر دی۔

"ٹھیک ہے کامیش میں ابھی اس وقت لالہ رخ کو لے کر اسلام آباد کے لیے نکلتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے دوسرے ہی لمحے فون بند کر دیا تو سیل فون ہاتھ میں لیے کامیش کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

......❁☆❁......

ابرام کے دماغ میں اس لمحے آندھیاں سی چل رہی تھیں اسے اپنے سامنے موجود کائنات ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی وہ بے ساختہ پاس رکھی چیئر پر گر سا گیا ورنہ یقیناً زمین بوس ہو جاتا ابھی دو گھنٹے پہلے ہی تو جیسکا یہاں سے بے تحاشا روتی ہوئی نکلی تھی اور اب وہ اس دنیا میں نہیں رہی تھی کچھ ہی دیر پہلے میک کی کال اس کے سیل فون پر آئی تھی جس نے اسے یہ روح فرسا خبر سنائی تھی کہ جیسکا کار وڈا یکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ موقع پر ہی جان کی بازی ہار گئی ہے۔

"اوہ جیسکا یہ کیا کیا تم نے......اچھا نہیں کیا ڈیئر۔" بے ساختہ ابرام کی آنکھوں میں آنسو در آئے جیسکا نے خود اپنی جان لے لی تھی یا پھر واقعی وہ کسی حادثے کا شکار ہوئی تھی ابرام کا ذہن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا اس لمحے اس کے ذہن کی اسکرین پر وہ تمام لمحات فلم کی مانند چلنے لگے جس میں وہ ماریہ اور جیسکا تھے جیسکا کے ساتھ گزارے بے فکری اور خوشی سے بھرپور پل اسے بے اختیار یاد آتے چلے گئے۔

"ابرام تمہیں مجھ سے اچھا دوست تو مل ہی نہیں سکتا۔" زندگی سے بھرپور جیسکا کی شوخ سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"میں جب بھی تمہارے ساتھ ہوتی ہوں ناں مجھے زندگی اور بھی زیادہ خوب صورت لگنے لگتی ہے۔" ایک دوسری

آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"ابرام پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔" اس لمحے کرب اور اذیت کی لہریں اس کے اندر موجزن ہوگئیں اس نے بڑی بے دردی سے اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے کچلا تھا۔

"ابرام آئی لو یو مجھے تمہاری قربت چاہیے تمہاری چاہت چاہیے پلیز تم مجھے مایوس مت کرو۔" اس وقت چہار سو ابرام کو جیسکا کی آوازیں اپنے قریب محسوس ہو رہی تھیں۔

⁂

فراز نے لالہ رخ کو مختصراً مہرو کے بارے میں بتایا تو وہ فوراً ہی فراز کے ہمراہ اسلام آباد جانے کو تیار ہوگئی وادی میں آدھی رات کا سماں تھا مگر مہرو کے بارے میں جان کر فراز اور لالہ رخ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جلد از جلد اسلام آباد پہنچ جائیں زرتاشہ اور امی بھی ان لوگوں کے ساتھ جانا چاہتی تھیں مگر فراز نے فی الحال انہیں روک دیا تھا۔

"مگر فراز بیٹا میں جب تک ایک نگاہ اپنی بچی کو دیکھ نہیں لوں گی مجھے چین نہیں آئے گا۔" وہ لجاجت آمیز لہجے میں بولیں۔

"امی ابھی ہمیں جانے دیجیے اس وقت ویسے بھی بہت رات ہوگئی ہے میں آپ دونوں کو کل دن میں بلواؤں گی۔" پھر فراز اور لالہ رخ گیسٹ ہاؤس کے مالک کی مہربانی سے جس نے ایک گاڑی ان لوگوں کو ارینج کردی تھی اس کے ذریعے اسلام آباد اسپتال پہنچے تھے مگر لالہ رخ جو تمام راستے یہی سوچتی آئی تھی کہ مہرو اسے صحیح حالت میں ملے گی لیکن یہاں اسے آئی سی یو میں ساکت وجامد مشینوں میں جکڑا دیکھ کر زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتی چلی گئی۔ کامیش نے فراز کو مہرو کی تمام کنڈیشن فون پر ہی بتادی تھی مگر فراز نے قصداً لالہ رخ کو کچھ نہیں بتایا تھا اس نے فقط اتنا بتایا تھا کہ مہرو کو کچھ معمولی نوعیت کی چوٹیں آئی ہیں اور فی الحال اسے ذہنی سکون پہنچانے کے لیے ٹرینکولائزر دی جارہی ہیں جس کی وجہ سے وہ پوری طرح سے ہوش میں نہیں آرہی کیونکہ فراز کے بتانے پر لالہ رخ نے انتہائی بے قراری سے اس سے سوال کیا تھا۔

"اگر مہرو بالکل ٹھیک ہے فراز تو اس نے ہم سب سے رابطہ کیوں نہیں کیا ہم یہاں اس کے لیے اس قدر پریشان ہیں اور وہ وہاں اکیلی کیسے پڑی ہے۔" جب ہی اس نے یہ بہانہ کیا تھا کہ وہ دواؤں کے زیر اثر مسلسل غنودگی میں ہے مگر یہاں اسے اس قدر دگرگوں حالت میں دیکھ کر لالہ رخ کو اپنے جسم سے روح نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی فراز نے اسے سہارا دے کر دوبارہ کھڑا کیا۔

"فراز یہ...... یہ مہرو ہے۔" لالہ رخ ڈبڈبائی آنکھوں سے اپنی شہادت کی انگلی مہرو کی جانب اٹھاتے ہوئے دل چیر دینے والے لہجے میں بولی تو آنکھوں میں نمی لیے فراز اثبات میں سر ہلا کر دھیمی آواز میں گویا ہوا۔

"دعا کرو لالہ ہماری مہرو کو دعاؤں کی اشد ضرورت ہے دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے لالہ یہ سب کچھ اپنے رب سے منوا لیتی ہیں ہمارا اللہ ہمیں یقیناً مایوس نہیں کرے گا۔ آؤ لالہ ہم اپنی مہرو کی زندگی کے لیے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔" فراز سسکتی ہوئی لالہ رخ کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے کر آئی سی یو باہر نکل آیا جہاں فجر کی اذانوں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔

⁂

وہ اس وقت گہری نیند میں اچانک ہڑبڑا کر بیدار ہوئی تھی چند ثانیے کے لیے اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے پھر کمرے میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں تو بے ساختہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئی وہ رات کو کمرے کی لائٹ جلا

کر سوتی تھی اس وقت بلب بھی روشن تھا اس نے بے ساختہ دیوار پر لگی گھڑی کی سوئیوں کی جانب دیکھا جو پانچ بجے کا اعلان کر رہی تھیں ماریہ نے اپنا سر گھٹنوں میں چھپالیا تنہائی اور خوف کا احساس اس لمحے عود کر آیا تھوڑی دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے اپنے موبائل فون کو دیکھا کوئی کال یا میسج اسکرین پر موجود نہیں تھا بے ساختہ ماریہ کو فراز شاہ کی بے اعتنائی پر رونا سا آ گیا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا فراز کہ آپ مجھے یہاں چھوڑ کر مجھ سے اس قدر لاپروا اور بے نیاز ہو جائیں گے مجھے اس طرح تنہا کر دیں گے۔'' پھر نجانے کتنی ہی دیر وہ بے آواز آنسو بہاتی رہی ابرام اور جیکولین کی یاد نے بھی اسے خاصا مضطرب کر دیا تھا بہت سارا رونے کے بعد وہ خود ہی خاموش ہوگئی پھر دل ہی دل میں اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

''یا اللہ جو کانٹوں بھرا راستہ میں نے چنا ہے اسے میرے لیے ہموار کر دے میرے قدموں کو مضبوط اور دل کو توانا کر دے ایمان کا جو نور تو نے میرے اندر روشن کیا ہے اس کے ذریعے میری زندگی کے اندھیروں کو دور کر دے میرے اللہ مجھے تھام لے مجھے سنبھال لے۔'' پھر وہ فجر کی نماز پڑھنے کی غرض سے واش روم کی جانب بڑھ گئی تاکہ وضو کر سکے۔

......❀☆❀......

باسل گھر میں داخل ہو کر جونہی سیٹنگ روم کی جانب آیا خاور حیات کو انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنی دونوں کہنیوں کو گھٹنے سے ٹکا کر ہاتھوں کو آپس میں پھنسا کر اس پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے بیٹھا پایا۔

''ڈیڈ سب ٹھیک تو ہے ناں آپ اتنے ٹینس کیوں ہیں مام تو ٹھیک ہیں ناں پلیز ٹیل می ڈیڈ۔'' باسل نے گھبرائے ہوئے انداز میں دریافت کیا۔ خاور حیات نے نگاہ اٹھا کر باسل کو دیکھا پھر قدرے ترش لہجے میں بولا۔

''تمہاری مام آج پھر گھر سے غائب ہے۔'' خاور حیات کی بات باسل کی سمجھ میں نہیں آئی اس نے الجھ کر باپ کو دیکھتے استفسار کیا۔

''کیا مطلب ڈیڈ مام پھر غائب ہیں؟'' جب ہی خاور اپنی جگہ سے انتہائی غصے سے اٹھا اور غصیلے لہجے میں بولا۔

''حورین آج دوپہر سے پھر غائب ہے باسل اور آج بھی اس نے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا کہ وہ کہاں گئی ہے ابھی لاسٹ ویک بھی وہ یوں بنا کسی کو بتائے گھر سے اکیلے نکل گئی تھی۔'' خاور حیات کو غصے میں دیکھ کر باسل بھی اندر ہی اندر خائف سا ہو گیا۔

''مام مارکیٹ چلی گئی ہوں گی ڈیڈ یا پھر......''

''یا پھر کیا باسل؟'' خاور نے باسل کی بات درمیان میں ہی قطع کر کے انتہائی چیخ کر کہا۔

''جب پچھلی بار میں نے اس سے یوں گھر سے غائب ہو جانے کی وجہ معلوم کی تھی تو وہ مجھے کوئی جواب نہیں دے سکی تھی نجانے باسل یہ حورین کیوں کر رہی ہے ایسا؟'' خاور حیات کے لہجے میں جھلکتی بدگمانی کے رنگوں کو محسوس کر کے باسل پریشان ہوا تھا۔

''ڈیڈ مام نے آپ کو بتایا تو تھا کہ وہ اپنی کسی فرینڈ کے گھر چلی گئی تھیں۔''

''اوہ کم آن باسل میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ حورین کی کوئی بھی فرینڈ نہیں ہے اور میرے پوچھنے پر وہ اپنی دوست کا نام بھی مجھے نہیں بتا سکی تھی۔'' باسل نے چند ثانیے خاور حیات کو دیکھا پھر افسردگی سے استفسار کرتے ہوئے بولا۔

"ڈیڈ آپ مام سے بدگمان ہو رہے ہیں؟" باسل کی بات پر خاور چونک کر اسے دیکھنے لگا تھوڑی دیر دونوں کے درمیان گہری خاموشی چھائی رہی دونوں اپنی اپنی جگہ نجانے کن سوچوں میں مستغرق تھے پھر اس خاموشی کو خاور کی آواز نے ہی توڑا۔

"میں بدگمان نہیں ہو رہا باسل مگر حورین کا اس طرح یوں ہمیں بتائے بغیر گھر سے گھنٹوں کے لیے غائب ہو جانا پریشان کن بات تو ہے ناں۔" باسل نے خاور کا بازو تھاما پھر سہولت سے صوفے پر بٹھاتے ہوئے خود بھی اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے رسانیت سے گویا ہوا۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے ڈیڈ مام کا یہ ایٹی ٹیوڈ میرے لیے بھی کافی فکر انگیز ہے مگر اس طرح مام سے بدگمان ہونا ٹھیک نہیں۔"

"میں بدگمان نہیں ہونا چاہتا بیٹا...... مگر حورین مجھے ایسا موقع کیوں دے رہی ہے؟" خاور کا آخری جملہ بے بسی و لاچاری سے بھرپور تھا وہ حورین سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا' حورین اس کی زندگی کی سب سے قیمتی اور انمول متاع تھی' وہ اسے کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا مگر کچھ عرصے سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ خاور کے لیے ناقابل فہم اور کافی حد تک ناقابل برداشت بھی تھا۔

"اچھا ڈیڈ آپ ایسا کریں یہ معاملہ مجھے ہینڈل کرنے دیجیے آپ مام سے کچھ نہیں پوچھیے گا بلکہ یہ شو کیجیے گا کہ ان کی غیر موجودگی کا آپ نے کوئی نوٹس ہی نہیں لیا میں خود مام سے اپنے طریقے سے جاننے کی کوشش کروں گا کہ وہ اس طرح کسی کو بغیر بتائے کہاں جاتی ہیں، اوکے۔" وہ بردباری سے بولا تو خاور نے چند ثانیے کے لیے کچھ سوچا پھر اثبات میں سر ہلا کہنے لگا۔

"اوکے، باسل مگر پلیز یہ معاملہ جلدی حل کر لینا میں اب اریٹیٹ ہونے لگا ہوں۔" جواباً باسل نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا۔

☆

جیکولین کا بی پی اب کافی حد تک کنٹرول میں آ گیا تھا ابرام اسے اسپتال سے ڈسچارج کرا کر گھر لے آیا تھا آج صبح جیسکا کی آخری رسومات ادا کر دی گئی تھیں ابرام وہاں سے شرکت کر کے سیدھا گھر آ گیا تھا اس نے فی الحال جیکولین کی کنڈیشن کے زیر اثر جیسکا کی ڈیتھ کی بابت کچھ نہیں بتایا تھا وہ اس وقت اپنے ہاتھوں سے اسے سوپ پلاتے ہوئے اِدھر اُدھر کی باتوں سے اس کا دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا مگر جیکولین چپ چاپ اور گم صم سی تھی جب ہی ابرام کی بات کاٹ کر وہ بڑے عجیب سے لہجے میں بولی۔

"جانتے ہو ابرام کبھی کبھار ہماری زندگیوں میں کچھ ایسے کمزور لمحے آ جاتے ہیں جن کے زیر اثر ہم اپنی زندگی میں کبھی نا ختم ہونے والا عذاب اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں کمزور لمحوں کی گرفت میں آ کر ہمارا کیا گیا فیصلہ اور عمل ہمارا پیچھا قبر تک کرتا ہے ابرام۔" جیکولین اس لمحے بے حد شکستہ حال لگ رہی تھی ابرام نے پریشان کن نگاہوں سے اسے دیکھا پھر محبت بھرے لہجے میں بولا۔

"مام پلیز آپ اس وقت ایسی باتیں مت سوچیے یہ آپ کی صحت کے لیے اچھا نہیں۔"

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں بیٹا بہت خاص اور اہم باتیں۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی تو ابرام اس کی بیک پر کشن رکھتے ہوئے بولا۔

"ہم باتیں بعد میں بھی کر لیں گے مام مگر پہلے آپ تھوڑا ریسٹ......" جب ہی جیکولین نے بے حد تڑپ کر اس کا

بازو پکڑ کر اس کے جملے کو مکمل ہونے سے پہلے ہی کہا۔

''نہیں ابرام مجھے ابھی اور اسی وقت تم سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں۔'' پھر وہ اپنے بیڈ پر ہی اس کے لیے جگہ بناتے ہوئے اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے پیار سے بولی۔

''جانتے ہو ابرام جس دن میں نے تمہیں پہلی مرتبہ اپنی آغوش میں لیا تھا وہ دن میری زندگی کا سب سے خوب صورت دن تھا میں بے پناہ خوش تھی خوشی سے میرا دل جھوم رہا تھا۔'' وہ بڑی محبت سے ابرام کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوار رہی تھی جبکہ ابرام دل ہی دل میں جیکولین کے اس قدر شفقت آمیز روپ کو دیکھ کر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ مسرور بھی ہو رہا تھا۔

''تمہارے وجود نے جیسے مجھے مکمل کر دیا تھا اب مجھے زندگی سے کچھ اور چاہیے بھی نہیں تھا مگر تمہارا باپ نجانے اسے کیوں تمہارا آنا پسند نہیں آیا تھا۔'' ابرام نے آج تک جیکولین کے منہ سے اپنے باپ کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا جب اس نے ہوش سنبھالا تھا تو جیکولین نے انتہائی سپاٹ لہجے میں اس کو بتایا تھا کہ اس کا باپ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں مر چکا ہے اس کے بعد کئی بار ابرام نے اپنے باپ کے متعلق استفسار کرنا چاہا مگر جیکولین نے ہر بار سختی سے فقط اتنا ہی کہا۔

''میں نے تم کو بتایا ناں کہ تمہارے ڈیڈ کی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں موت ہو گئی تھی جب تم چھ ماہ کے تھے اس سے زیادہ اور کیا بتاؤں میں تمہیں اور اب تم مجھ سے یہ سوال دوبارہ مت پوچھنا او کے۔'' ابرام کو وہ تنبیہ آج بھی یاد تھی اس نے اس دن کے بعد سے پھر کبھی جیکولین سے اپنے باپ کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

''تمہارا باپ میرا پہلا پیار تھا اور شاید آخری بھی مگر وہ اتنی جلدی بدل جائے گا یہ تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔'' جیکولین کے جملوں پر وہ بے ساختہ چونکا جواب مزید کہہ رہی تھی اور اس پل وہ جیسے اسی وقت اور دور میں چلی گئی تھی۔

''میں اپنے کالج کے ٹرپ کے ساتھ مختلف ممالک کی سیاحت کے لیے گئی تھی اس وقت میری عمر صرف اٹھارہ برس تھی میری فرینڈز مجھے اکثر ٹوکتی تھیں کہ لینا تم اتنا مت ہنسا کرو ورنہ بعد میں تمہیں رونا بھی پڑے گا میں ہمیشہ ان کی بات ہنس کر اڑا دیتی تھی مجھے کیا پتا تھا وہ سب سچ کہتی تھیں۔'' یہ کہتے ہوئے جیکولین کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ابرام تو جیسے تڑپ کر رہ گیا۔

''مام پلیز خود کو سنبھالیے۔'' مگر جیکولین نے جیسے ابرام کی بات کو سنا ہی نہیں تھا۔

''ایک بالکل اجنبی ملک میں میری ملاقات تمہارے باپ سے ہوئی وہ شخص جو نہ میرے ملک کا تھا نہ میرے کلچر کا اور نہ میرے مذہب کا وہ شخص مجھے ہر رشتے سے پیارا ہو گیا میں اس کی خاطر سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہو گئی مگر میں اپنا مذہب ترک کرنے کو آمادہ نہیں تھی اور اس نے مجھے ایسا کرنے پر فورس بھی نہیں کیا۔'' ابرام بے حد حیرت زدہ سا انکشافات کی زد میں بیٹھا جیکولین کو دیکھتا رہا۔

''پھر وہ اپنا ملک چھوڑ کر لندن میرے پیچھے چلا آیا اور پھر ہم نے شادی کر لی۔''

''وہ کس ملک سے آیا تھا مام۔'' ابرام نے کھوئے ہوئے لہجے میں پوچھا تو جیکولین ایک ہنکارہ بھر کر بولی۔

''مصر سے......وہ مصر کا رہنے والا تھا۔''

''واٹ......؟'' ابرام نے اہرام مصر کے حوالے سے مصر کے بارے میں کافی کچھ پڑھا تھا۔

''اور......اور ان کا مذہب کیا تھا؟'' وہ اٹک اٹک کر بولا اس لمحے اسے لگا جیسے ایک بہت بڑے انکشاف کا پہاڑ

اس کے سر پر ٹوٹنے والا ہے۔

''وہ مسلمان تھا۔'' ابرام نے منہ کھولے بے حد ششدر ہو کر جیکولین کو دیکھا۔

☆☆☆

لالہ رخ نے زرتاشہ اور امی کو وہی کچھ بتا کر کچھ مطمئن کر دیا تھا جو فراز نے اسے بتایا تھا کہ وہ سکون آور دواؤں کے زیر اثر غنودگی میں ہے اور فی الحال اسے آرام کی ضرورت ہے مگر مہرو کی کنڈیشن کو دیکھ کر وہ خود حواس باختہ تھی جبکہ فراز اسے مسلسل تسلیاں دے کر اس کی ہمت اور حوصلہ بڑھا رہا تھا۔

''فراز مہرو ٹھیک تو ہو جائے گی ناں اسے آخر ہوش کیوں نہیں آ رہا فراز ڈاکٹرز تو کہہ رہے ہیں کہ اگر اسے ہوش نہیں آیا تو وہ......'' اتنا کہہ کر وہ خود ہی خاموش ہو گئی اور بے آواز رونے لگی۔

''اوہ...... لالہ رخ تم اللہ کی ذات سے کیوں مایوس ہونے لگتی ہو، مایوسی کفر ہے لالہ مجھے اللہ کی ذات پر پورا بھروسا ہے وہ یقیناً مہرو کو بالکل ٹھیک کر دے گا۔'' فراز رسانیت سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا تو لالہ رخ اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے گلوگیر لہجے میں بولی۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' پھر معاً اسے کچھ یاد آیا تو وہ فراز کو دیکھ کر استفسار کرتے ہوئے بولی۔

''آپ کو کیسے پتا چلا کہ مہرو یہاں اسلام آباد کے اسپتال میں ہے کیا انسپکٹر صاحب نے اطلاع دی تھی۔'' اس وقت تو وہ یہ سب کچھ پوچھ نہیں سکی تھی مگر جیسے ہی دماغ نے تھوڑا کام کرنا شروع کیا یہ خیال فوراً سے پیشتر اس کے ذہن میں در آیا تھا۔

''نہیں انسپکٹر صاحب سے معلوم نہیں ہوا تھا ان فیکٹ لالہ میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ میرا بھائی بھی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہے کامیش شاہ۔'' اس وقت فراز کے ہمراہ اسپتال کے وزیٹنگ روم میں بیٹھی تھی یہ سب سن کر اسے حیرت سی ہوئی۔

''اچھا آپ کا بھائی پولیس میں ہے چلو اللہ کا بہت شکر ہوا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں وہ ہمارے کام آ گئے۔'' لالہ رخ اپنی حیرت پر قابو پا کر خوش گوار انداز میں بولی پھر کچھ سوچ کر مزید گویا ہوئی۔

''فراز کیا آپ کے بھائی اس سلسلے میں ہماری کچھ مدد کر سکتے ہیں میرا مطلب ہے مہرو اور بنو کے ساتھ جو یہ اندوہناک حادثہ پیش آیا ہے وہ بنو کے قاتل اور مہرو کو اس حالت تک پہنچانے کے ذمہ داروں کو پکڑ سکتے ہیں۔'' فراز نے ایک نگاہ اس پر ڈالی' مسلسل رتجگوں اور پریشانیوں کی بدولت اس کا چہرہ اس پل بالکل زرد پڑ گیا تھا جبکہ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے بھی بے حد واضح تھے۔

''آف کورس لالہ کامیش ضرور ہماری مدد کرے گا بلکہ ان شاء اللہ جب مہرو ہوش میں آئے گی تو وہ مجرموں کی نشاندہی بھی کر دے گی اس طرح کام اور آسان ہو جائے گا۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو بس مہرو کو جلد سے جلد ہوش آ جائے۔'' فراز کی بات پر لالہ رخ دل کی گہرائیوں سے بولی تھی۔

☆☆☆

حورین شام کو کچن میں موجود رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی جب ہی وہاں باسل آن پہنچا لائٹ پرپل اور آف وائٹ امتزاج کے سادے سے کاٹن کے سوٹ میں سبزیاں کاٹنے میں مگن حورین نے جونہی باسل کو وہاں آتا دیکھا تو خوش گواری سے مسکرا دی باسل نے بھی جواباً ویسی سی مسکراہٹ کا تبادلہ کیا اور پھر اچک کر کچن کاؤنٹر پر بیٹھتے

ہوئے استفہامیہ لہجے میں بولا۔

"مام آج کیا پکایا جارہا ہے۔" کل حورین کے گھر سے غائب ہونے کی بات کو لے کر خاور حیات اندر ہی اندر بہت اپ سیٹ تھا اور کافی برہم بھی باسل یہ سب محسوس کر کے اس پراسراریت کو جلد سے جلد ختم کردینا چاہتا تھا مگر خاور کے مطابق حورین بہت ہی بچکانہ سے جواز بتاتی ہے جب اس سے یوں اچانک گھر میں ندارد پا کر پوچھا جاتا ہے اور وہ بھی یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ مام کی کوئی فرینڈ اول تو ہے ہی نہیں اور اگر کوئی ہوگی بھی تو یقیناً ڈیڈ اور وہ خود اسے ضرور جانتے ہوں گے حورین نے تو خاور اور باسل کی ذات سے ہٹ کر اپنی دنیا کبھی بنانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"سنگاپورین رائس اور پاسیٹا پکانے کی تیاری ہے بیٹا آپ بتاؤ اگر کچھ اور کھانے کا موڈ ہے تو وہ بھی پکا دوں۔" حورین ہنوز خوش گواری سے بولی تو باسکٹ سے گاجر کا پیس لے کر اسے کترتے ہوئے باسل نفی میں سر ہلا کر گویا ہوا۔

"نو مام یہ دونوں تو میری فیورٹ ڈشز ہیں مگر آپ کیوں اتنی محنت کررہی ہیں خانساماں پکالیتا ناں ڈنر۔"

"اچھا آپ ان باتوں کو چھوڑو مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ دن میں میری عنایہ سے بات ہوئی تھی کل آپ ہمارے ساتھ انگیج منٹ کا ڈریس لینے مارکیٹ چل رہے ہیں اوکے۔" حورین نے اسے پژمردہ سنایا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گیا جب ہی وہ اچانک بولا۔

"مام کل دن میں آپ کہاں گئی تھیں؟" باسل نے واضح طور پر اس لمحے محسوس کیا تھا کہ حورین کے تیزی سے حرکت کرتے ہاتھ یک دم رک گئے تھے جبکہ چہرہ کا رنگ بھی پل بھر کے لیے بدلا تھا وہ چند ثانیے خاموش رہی پھر اپنے لہجے کو سرسری بنا کر فریج کی جانب پلٹتے ہوئے بولی۔

"کل کس وقت میں تو سارا دن گھر پر ہی تھی۔" حورین کے منہ سے یہ جملہ سن کر باسل کو شاک لگا آخر کیوں اس کی ماں اس وقت اس سے جھوٹ بول رہی تھی جس نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی تھی باسل نے حورین کو الجھ کر دیکھا جو فریج سے جوس کا ڈبہ نکال کر اب اس کی جانب ہی آرہی تھی باسل نے چند ثانیے کچھ سوچا پھر ٹھوس لہجے میں گویا ہوا۔

"مام میں کل تین بجے کی بات کررہا ہوں میں اکیڈمی سے جلدی آ گیا تھا آپ کو گھر میں ڈھونڈا مگر آپ مجھے نہیں ملیں پھر ملازم نے بتایا کہ آپ غالباً ڈھائی بجے گھر سے نکلی تھیں۔" باسل نے کل خاور کو سمجھا بجھا کر کافی شاپ لے آیا تھا تاکہ حورین کو لگے کہ اس کے گھر میں نہ ہونے کی خبر خاور اور باسل کو نہیں ہوئی۔

"تم کل گھر پر تھے مگر تمہاری گاڑی تو باہر نہیں تھی۔" حورین الجھ کر بولی تو باسل نارمل لہجے میں گویا ہوا۔

"میں دوبارہ کسی کام سے باہر چلا گیا تھا مام۔"

"اوہ اچھا۔" وہ تھوڑا گڑبڑا کر بولی پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد گویا ہوئی۔

"وہ میں قریبی مال چلی گئی تھی بس ایسے ہی اکیلے میں دل گھبرا رہا تھا تو سوچا باہر کا ایک چکر ہی لگا آؤں۔" حورین سے جب بھی اس کے گھر سے غائب ہوجانے کی بابت پوچھا جاتا وہ اکثر ایسے ہی جواب دیتی تھی جبکہ خاور حیات اور باسل یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ اسے شاپنگ مالز میں یونہی وقت گزاری کے لیے گھومنا پھرنا بالکل پسند نہیں بلکہ کچھ خریدنے کے لیے بھی وہ طوعاً و کرہاً ہی جاتی تھی اور اکیلے یوں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کل پانچویں مرتبہ ایسا ہوا تھا جب وہ یوں گھر سے ندارد پائی گئی تھی۔

"باسل کیا خیال ہے رات کے ڈنر میں عنایہ کو بھی نہ بلالیں۔" حورین نارمل انداز میں بولی مگر باسل اس پل عجیب وغریب کیفیت میں گھرا حورین کی باتوں سے بے پناہ ڈسٹرب ہوگیا تھا۔

اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا وہ جتنا اس بارے میں سوچ رہا تھا اسے اپنے دماغ کی رگیں خطرناک حد تک کھنچتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں وہ ہرگز سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر ایسا اس کے اختیار میں بھلا کہاں تھا تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز اور نوکیلی سوچیں اس کے دل و دماغ کو شل کیے دے رہی تھیں۔

''ابرام مجھے ایک سچائی تمہیں اور بھی بتانی ہے۔'' جیکولین کی نحیف سی آواز دوبارہ اس پل اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ بے ساختہ اپنے بیڈ سے اٹھ بیٹھا اور اپنے پھوڑے کی مانند دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں لے کر منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''بس مام اب مجھ میں مزید کچھ اور سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' جیکولین کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی بازگشت اسے کسی بھی پل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔

''اب کوئی مزید انکشاف بھی باقی ہے مام۔'' وہ جیکولین سے انتہائی گم صم لہجے میں مخاطب ہوا جب ہی اس کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

''ہاں ابرام مگر تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔'' جیکولین کی بات پر وہ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر جیکولین سے وعدہ کر کے وہ یہ حقیقت بھی چپ چاپ بیٹھا سنتا رہا جیکولین جب تھک کر خاموش ہو گئی تو وہ تلخی سے بولا۔

''مام اگر آپ کے علاوہ مجھے کوئی یہ ساری باتیں حلف اٹھا کر بھی بتاتا ناں تو میں پھر بھی ان پر یقین نہیں کرتا۔'' جیکولین بھی عجیب سے انداز میں مسکرائی تھی ابرام وہ تمام باتیں ایک بار پھر سوچ کر بے حد غمگین لہجے میں بولا۔

''مام یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا ہم سب بکھر گئے مام یہ سب اچھا نہیں ہوا۔'' ابرام کی آنکھوں میں اس لمحے بے ساختہ نمی در آئی اور دوسرے ہی لمحے وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

......❁☆❁......

فراز نے کامیش کو تمام سچویشن بتا کر اسے اس کیس میں مدد کرنے کی درخواست کی، جب ہی کامش نے کہا۔

''فراز ویسے تو یہ کیس مری تھانے کی حدود میں آتا ہے مگر میں خود اس کیس کو پوری باریک بینی سے دیکھوں گا البتہ اس لڑکی کی گواہی بہت اہمیت رکھتی ہے کیا ہوا اسے ہوش آیا؟'' کامیش اپنی تیاری کرنے کے ساتھ ساتھ فراز سے سیل فون پر بات بھی کر رہا تھا۔

''نہیں یار ابھی تک اسے ہوش نہیں آیا اس کی بہن بہت پریشان ہے۔'' اس لمحے فراز کے لہجے سے بھی پریشانی واضح تھی کامیش ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا پھر تسلی آمیز لہجے میں بولا۔

''تم پریشان مت ہو فراز اللہ نے چاہا تو اس لڑکی کو ہوش آ جائے گا اوکے اپنا خیال رکھنا۔'' پھر سلسلہ منقطع کرتے باہر جانے کی غرض سے اپنے کمرے سے نکل کر سیٹنگ روم میں آیا تو سونیا خان اس کے سامنے آ گئی۔

''آپ غالباً کہیں باہر جا رہے ہیں۔'' پہناوے اور نشست و برخاست کے انداز کے ساتھ ساتھ اس کا لب ولہجہ بھی بہت بدل گیا تھا اب وہ بڑی نرمی اور شائستگی سے کامیش سے مخاطب ہوتی تھی کامیش نے لحظہ بھر کو اسے دیکھا موسم کی مناسبت سے اس نے پیلے اور میرون کنٹراسٹ کا اسٹائلش سوٹ زیب تن کر رکھا تھا جبکہ دوپٹا بھی بڑے سلیقے سے دائیں کندھے پر لیا ہوا تھا۔

''ہوں، ایک ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔'' کامیش اس لمحے بلیک جینز کے ساتھ آف وائٹ ٹی شرٹ میں اپنے دراز قد سمیت بے حد ڈیشنگ لگ رہا تھا سونیا نے اسے ایک پل کے لیے دیکھا پھر نگاہیں جھکا کر وہ ہنوز لہجے

میں بولی۔
"وہ ایکچوئیلی کامیش میں آپ سے بہت ضروری بات کرنا چاہ رہی تھی۔" کامیش اور سونیا کے درمیان فاصلہ اس لمحے کافی کم تھا سونیا اس کی قربت سے مسرور سی ہو رہی تھی مگر کامیش کا انداز بالکل نارمل تھا۔
"جلدی بولو سونیا مجھے دیر ہو رہی ہے۔" کامیش ہمیشہ کی طرح اسی ٹون میں بولا تو سونیا نے موقع غنیمت جانا لہٰذا فوراً کہنے لگی۔
"کامیش میں...... میں واپس اپنے گھر آ گئی ہوں آپ کی زندگی میں دوبارہ آ گئی ہوں' بس مجھے یہ پوچھنا ہے کہ آپ نے مجھے قبول کر لیا ہے ناں میں کب تک گیسٹ روم میں رہوں گی اگر آپ کہیں تو میں اپنے کمرے میں......"
"سونیا آئی تھنک ہمارے درمیان کافی کچھ ہو گیا ہے مجھے نہیں لگتا کہ اب ہم دوبارہ ایک نئے سرے سے زندگی شروع کر سکتے ہیں۔" کامیش سونیا کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی درمیان میں اسے قطع کرتے ہوئے بولا تو سونیا ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جو مزید کہہ رہا تھا۔
"ہمارے ریلیشن شپ میں اب اس بات کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی کہ ہم ایک ساتھ چل سکیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہمیں اپنے راستے جلد الگ کر لینے چاہئیں۔" یہ کہہ کر وہ ہوا کے جھونکے کی مانند تیزی سے وہاں سے نکل گیا جبکہ سونیا وہیں ہکا بکا سی کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

❁☆❁

داور حبیب کے آدمیوں نے اس تک یہ اطلاع پہنچا دی تھی کہ مہرو پولیس کے ہتھے چڑھ گئی ہے مگر فی الحال ابھی بے ہوش ہے اس کی زندگی کے بارے میں بھی ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا مگر یہ یقین تھا کہ اگر ہوش میں آنے کے بعد مہرو نے اپنا منہ کھولا تو پولیس داور کو ایک لمحہ میں اریسٹ کر لے گی۔
"وہ سالی ابھی تک زندہ ہے میری جان سولی پر لٹکا دی ہے۔" داور انتہائی طیش کے عالم میں اِدھر سے اُدھر چکر لگاتے ہوئے بے پناہ غصے سے بولا تو جہانگیر نے اسے خائف نگاہوں سے دیکھا۔
"تو فوراً اس ملک سے بھاگنے کی تیاری کر اگر اس لڑکی نے ہوش میں آتے ہی تیرا نام لے لیا ناں تو جان لے کہ پھر تو لمبا جیل میں گیا۔" جہانگیر کی بات پر وہ پل بھر اپنی جگہ پر ٹھہرا پھر ہنوز لہجے میں گویا ہوا۔
"کیا میں ساری زندگی ایسے ہی بھاگتا رہوں گا وہ سالی اونچائی سے گر کر بھی بچ کیسے گئی اگر میرے ہاتھ آ جاتی تو وہیں گلا گھونٹ کر اسے مار دیتا۔" داور تو یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ مہرو اب تک کہیں مر کھپ گئی ہو گی پولیس کو وہ اگر ملی بھی تو لاش کی صورت میں ملے گی مگر مہرو کے زندہ ہونے کی خبر نے اسے بے پناہ پریشان کر دیا تھا وہ بہت سی پلاننگ کیے بیٹھا تھا اس وقت وہ یوں بھاگ کر ملک نہیں چھوڑنا چاہتا تھا مگر اب حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہو گئے تھے وہ کچھ سوچ کر بے حد سفاکی سے بولا۔
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اسپتال کے کسی بندے کو بھیج کر اس چھوکری کی ٹوٹی پھوٹی سانسیں ہی بند کر دیں۔" جہانگیر اس بات پر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔
"یار ایسی حماقت نہ کرنا وہاں پولیس کے دو سپاہی ہر وقت پہرہ دے رہے ہیں۔" داور یہ سن کر انتہائی بدمزہ ہو کر ایک بار پھر اپنے آدمیوں کو گالیاں دینے لگا جو مہرو کو ڈھونڈنے میں ناکام ٹھہرے تھے۔

❁☆❁

مہرو کی کنڈیشن میں معمولی سی بہتری آئی تھی مگر فی الحال اسے ہوش نہیں آیا تھا، لالہ رخ دیکھ رہی تھی کہ فراز رات

دن کا فرق بھلائے ہمہ وقت اس کے ہمراہ تھا اسے بار بار ماریہ کا بھی خیال آ رہا تھا جواب اس کی ذمہ داری تھی لندن سے آنے کے بعد وہ تو فوراً ہی یہاں آ گیا تھا اسپتال کے احاطے میں بنی کینٹین میں چائے پیتے ہوئے لالہ رخ سہولت سے گویا ہوئی۔

''فراز میرا خیال ہے کہ آپ کو اب کراچی جانا چاہیے آپ کے کام کا بھی حرج ہوگا اور پھر وہاں ماریہ بھی تو بالکل اکیلی ہے یہ شہر یہ دیس اس کے لیے تو بالکل انجان ہے نجانے وہ وہاں کیسے تنہا رہ رہی ہوگی۔'' لالہ رخ کی بات پر فراز کے تصور میں بے ساختہ ماریہ ایڈم در آئی لندن سے یہاں آتے ہوئے وہ کتنی شکستہ اور مضمحل تھی لالہ رخ صحیح کہہ رہی تھی واقعی ماریہ تو یہاں کسی کو بھی نہیں جانتی تھی تنہا اپارٹمنٹ میں وہ کہیں گھبرا نہ رہی ہو یہ خیال ذہن میں در آتے ہی اس نے فوراً اس کا نمبر ملایا۔ آتے وقت وہ ایک فون سیٹ معہ سم اسے دے آیا تھا اور اس میں اپنا نمبر بھی سیو کر دیا تھا مگر ماریہ نے ایک بار بھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا بیل جا رہی تھی مگر وہ اٹھا نہیں رہی تھی شاید باتھ روم میں ہو۔ فراز نے از خود ہی اندازہ لگایا پھر سیل ٹیبل پر رکھ کر گویا ہوا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو، لالہ رخ ماریہ صرف میرے بھروسے پر اپنے گھر اور ملک کو چھوڑ کر آئی ہے اور میرا حال بھی دیکھو مجھے اسے فون کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔'' وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہا تھا ماریہ نے ابھی نیت باندھی ہی تھی کہ اس کا سیل فون بجنے لگا تھا اس نے نماز پڑھتے ہی جلدی سے لپک کر اپنا سیل فون دیکھا تو فراز کی مسڈ کال دیکھ کر وہ ٹھنڈی سی پڑ گئی۔

''اوہ تو آپ کو میرا خیال آ ہی گیا۔'' ابھی وہ مزید کچھ اور سوچتی کہ اسی دم اس کا فون ایک بار پھر بج اٹھا ماریہ نے دھڑکتے دل سے کال پک کی۔

''ہیلو ماریہ میں فراز بول رہا ہوں۔'' وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تو ماریہ خاموش سی رہ گئی نجانے اس لمحے کیوں دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا فراز کی آواز سن کر اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے فراز کی آواز کو وہ کئی دنوں سے بہت شدت کے ساتھ مس کر رہی ہو۔

''ہیلو ماریہ آر یو دیئر؟'' ایک بار پھر فراز کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو ماریہ جلدی سے بولی۔

''جی فراز میں سن رہی ہوں...... کیسے ہیں آپ؟'' ماریہ نے بالکل رسمی سا انداز اپنایا جب ہی فراز ندامت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''ماریہ آئی ایم سوسوری میں کچھ مصروفیت میں گھر کر تمہیں کال نہیں کر سکا تم بتاؤ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے تم ٹھیک تو ہو ناں؟''

''میں ٹھیک ہوں اور چیزیں تو آپ ساری دے کر گئے تھے کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑی۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے بولی مگر نجانے کیوں فراز کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا جب ہی وہ کچھ دیر بعد گویا ہوا۔

''تم اپنے گھر والوں کو مس کر رہی ہوگی ناں؟'' گھر والوں کے نام پر ماریہ کی آنکھیں بے ساختہ بھر آئیں اس نے بمشکل خود کو رونے سے باز رکھا۔ یہ سچ تھا کہ ابرام اور جیکولین اسے بے تحاشا یاد آ رہے تھے اس کا دل چاہا کہ وہ اڑ کر ان دونوں کے پاس پہنچ جائے مگر اب ایسا ممکن نہیں تھا وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''ہوں بہت یاد آ رہے ہیں۔'' فراز دور ہو کر بھی اس کے جذبات اور احساسات کو محسوس کر سکتا تھا۔ جب ہی اپنے لہجے کو ہلکا پھلکا بنا کر بولا۔

''اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کیسا لگا تمہیں پاکستان؟''

"اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے تو اچھا دکھائی دیتا ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو فراز ایک دم ہنس دیا پھر خوش گوار لہجے میں بولا۔

"ڈونٹ وری میں ان شاء اللہ جلد ہی کراچی آؤں گا تو تمہیں اپنے شہر کی سیر کراؤں گا اوکے۔" پھر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے کال بند کی اور لالہ رخ کی جانب بڑھ گیا جو اسپتال کے استقبالیہ پر اسی کی منتظر تھی۔

......☆......

خاور نے ساحرہ کے سامنے بات کرنے سے پہلے سمیر شاہ کو اکیلے میں سونیا کی حقیقت بتانے کا فیصلہ کیا سو وہ باسل کو سمیر کے آفس لے آیا تھا سمیر کو یوں اچانک باسل اور خاور حیات کو اپنے آفس میں دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی تھی۔

"ارے واہ بھئی آج تو بڑے خاص لوگ ہمارے آفس کو رونق بخشنے چلے آئے ہیں بیٹھو۔" سمیر انہیں صوفوں کی جانب لے آیا پھر کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد خاور سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"سمیر دراصل ہم یہاں تمہیں ایک بہت ضروری بات بتانے کے لیے آئے ہیں۔" خاور کی بات پر سمیر شاہ نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں بولو خاور میں سن رہا ہوں۔" خاور نے اس لمحے خاموش بیٹھے باسل کی جانب دیکھا تو باسل ایک گہری سانس لے کر نرمی سے بولا۔

"انکل ایکچوئیلی میں آپ لوگوں کو کچھ بتانا چاہتا ہوں ایم سوری شاید مجھے یہ بات آپ لوگوں کو پہلے بتا دینی چاہیے تھی مگر......" بات ادھوری چھوڑ کر سمیر اور خاور کے تاثرات دیکھے جب کہ سمیر اس کی بات و انداز پر کھٹکا جب ہی فوراً بولا۔

"بیٹا مجھے پلیز مکمل کر بتاؤ کہ آخر بات کیا ہے۔" سونیا کا ذکر کرتے ہوئے باسل تھوڑا ہچکچا رہا تھا کچھ بھی تھا وہ ان کی بیٹے کی بیوی تھی اور جو باتیں سونیا نے کامیش اور فراز کے متعلق کی تھیں انہیں سمیر انکل کے سامنے دہراتے ہوئے

وہ جھجک محسوس کررہا تھا۔
"بات دراصل یہ ہے کہ جس دن کامیش بھائی کی شادی تھی اس رات......" ساری بات انتہائی سنجیدگی سے سمیر شاہ کے آگے بیان کرکے باسل حیات خاموش ہوگیا' کمرے میں اس پل گہری خاموشی چھا گئی جب ہی تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو سمیر شاہ اپنے دھیان سے چونکے پھر "یس" کی آواز پر پیون چائے کے ساتھ دیگر لوازمات کی ٹرے اندر لے آیا اور میز پر رکھ کر خاموشی سے واپس چلا گیا اس کے کمرے سے باہر جانے کے بعد سمیر شاہ تھکے تھکے لہجے میں گویا ہوئے۔
"خاور مجھے اور فراز کو بھی خدشات تھے ہم سونیا کی ضدی فطرت کو بخوبی جانتے تھے فراز کا شادی سے انکار سننے کے بعد اچانک کامیش سے شادی کے لیے رضامند ہوجانا یہ سب بہت تعجب آمیز تھا۔"
"انکل میں کامیش بھائی کو بھی یہ تمام بات بتاؤں گا تاکہ وہ فراز بھائی کی بے گناہی پر یقین کرلیں اور انہیں معاف کردیں۔" باسل سہولت سے بولا تو سمیر کچھ سوچتے ہوئے ہنکارہ بھر کر گویا ہوئے۔
"مجھے اس بات کا تو یقین ہے کہ کامیش یہ تمام سچائی جان کر فراز کی جانب سے اپنا دل صاف کرلے گا مگر ساحرہ......" ساحرہ کا نام زبان سے ادا کرتے ہی ان کے لہجے میں بے پناہ تلخی اور کڑواہٹ در آئی تھی۔
"نجانے وہ کیسی ماں ہے جو تمہاری بات سننے کے باوجود بھی سونیا کو ہی بے قصور اور معصوم ٹھہرائے گی اسے لگے گا جیسے فراز نے تمہیں ایسا کرنے کا کہا ہے تاکہ وہ اپنی پوزیشن کلیئر کرسکے۔" سمیر کی بات پر باسل اور خاور نے حیران کن نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
"مگر کیوں سمیر......؟ ساحرہ بھابی تو فراز کی ماں ہیں انہیں فراز پر یقین کرنا چاہیے اور وہ بھلا باسل سے کیوں جھوٹ بلوائے گا انہیں یہ بات سمجھنی چاہیے۔" خاور حیات یہ بات تو سمیر کی شادی کے اولین دنوں سے جانتا تھا کہ ساحرہ سمیر کے لیے ایک اچھی بیوی ثابت نہیں ہوئی مگر وہ اپنی اولاد کے لیے ایسی سخت دل ماں بھی ہوسکتی ہے یہ اندازہ اسے آج ہوا تھا۔
"اسے اس پوری دنیا میں صرف اپنی بھتیجی ہی معصوم اور بے گناہ دکھائی دیتی ہے۔"
"مگر انکل یہ تو فراز بھائی کے ساتھ بہت زیادتی ہے کچھ بھی ہو ساحرہ آنٹی میری بات پر یقین کریں یا نہ کریں مگر میں یہ حقیقت کامیش بھائی اور آنٹی کے سامنے ضرور بیان کروں گا۔" باسل سمیر کی بات پر انتہائی خوداعتماد لہجے اور فیصلہ کن انداز میں بولا تو خاور نے بھی اس کی تائید کی۔
"باسل بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے سمیر کچھ بھی ہو مگر یہ سچائی تو ضرور ساحرہ بھابی کے سامنے آنی چاہیے۔"
"ٹھیک ہے خاور۔" پھر اپنے سیل فون سے وہ کامیش کو کال ملانے لگے۔

......❀☆❀......

حورین اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کررہی تھی مگر بے چینی و اضطرابی کی امڈتی لہریں رفتہ رفتہ زور پکڑتی جارہی تھیں اس نے اپنا دل بہلانے کے لیے ٹی وی آن کیا مگر دس منٹ بعد ہی چینل سرچنگ کرتے ہوئے وہ بے پناہ اکتا گئی اس نے بڑی بے زاری سے ٹی وی آف کیا اور پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی بستر کی چادر کو اس نے خوامخواہ ہی ٹھیک کرنا شروع کردیا جو پہلے سے ہی ٹھیک تھی پھر وہاں سے ہٹ کر وہ یونہی کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگی وہ اس لمحے ہر ممکن طور پر اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کررہی تھی مگر ہر کوشش جیسے ناکام ہوتی جارہی تھی اسے اس اضطراب و بے قراری کے سمندر میں ڈوبنے کا خدشہ ہوا تو وہ تیزی سے روم ریفریجریٹر کی طرف آئی اور اس کا

دروازہ کھول کر پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگا کر غٹا غٹ پینے لگی چار پانچ گھونٹ ہی پی کر اس نے انتہائی جنونی انداز میں بوتل پوری طاقت سے سامنے دیوار پر دے ماری پھر دوسرے ہی پل وہ وحشت کے عالم میں اپنی دلکش سی ڈریسنگ ٹیبل کی جانب آئی جو قیمتی امپورٹیڈ پرفیومز کاسمیٹکس اور نجانے کن کن چیزوں سے بھری ہوئی تھی اس نے انتہائی نفرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر ایک ایک چیز اس کی وحشت کی نذر ہوتی چلی گئی کمرے سے آتی توڑ پھوڑ کی آوازوں پر ملازمہ رخسانہ بھاگ کر وہاں پہنچی تو حورین کی کیفیت دیکھ کر وہ سہم کر الٹے قدموں واپس پلٹی اور جلدی سے خاور حیات کو فون ملا کر گھر آنے کی تاکید کی حورین کی طبیعت کی بابت جان کر خاور ہوا کی تیزی سے گھر پہنچا تھا۔ رخسانہ انہیں دیکھتے ہی بے حد بدحواس ہو کر بولی۔

”صاحب میڈم کو نجانے کیا ہو گیا ہے کہیں وہ خود کو کوئی نقصان......“ مگر خاور اور باسل نے رخسانہ کی بات سنی ہی نہیں باسل بھاگتے ہوئے کمرے تک پہنچا اور خاور ملازمین کو اپنا کام کرنے کی ہدایت دیتا اوپر آیا جونہی دروازہ کھولا سامنے کا منظر اس کے پیروں تلے زمین کھسکا گیا حورین بکھرے بال لیے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی تھی جب کہ کمرے کی تمام چیزیں تہس نہس ہو چکی تھیں دوسرے ہی لمحے خاور بے پناہ بے قرار سا ہو کر آگے بڑھا۔

”حورین......“ ساتھ ہی باسل بھی تھا جب ہی حورین کی طیش میں بھری آواز کمرے میں گونجی۔

”خبردار...... خبردار جو تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے پاس آیا ورنہ میں سب کو آگ لگا دوں گی۔“ خاور اور باسل نے انتہائی تحیر کے عالم میں حورین کو دیکھا جو اس وقت بالکل اجنبی لگ رہی تھی۔

”چلے جاؤ یہاں سے کیوں میرا تماشا دیکھنے چلے آتے ہو میں کوئی کٹھ پتلی ہوں یا چابی کی گڑیا جس نے چاہا چابی بھر کر نچایا۔ نہیں ہوں میں کوئی تماشہ سمجھے میں حورین ہوں حکیم صاحب کی بیٹی ابھی ابا کو بلوا کر تم لوگوں کی شکایت کرتی ہوں کہ تم لوگ مجھے بہت ستاتے ہو بہت رلاتے ہو۔“ یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جبکہ خاور حیات ایک شاکڈ کے عالم میں کھڑا پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

”مام...... یہ...... یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟“ باسل روہانسا ہو کر بولا حورین کی یہ حالت اب اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی وہ تھوڑا آگے بڑھا ہی تھا کہ حورین تیزی سے بل کھا کر چلائی۔

”سنا نہیں تم لوگوں نے میرے قریب آنے کی کوشش بھی مت کرنا۔“ باسل سہم کر وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا حورین ایک بار پھر بے تکان بولنے لگی۔

”اب مجھے کوئی نہیں بچا سکتا میرا تماشا نہیں لگا سکتا ہاں اب کوئی میرا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔“ پھر وہ ہنسی اور ہنستی چلی گئی باسل گنگ سا حورین کو دیکھ رہا تھا جبکہ آنکھوں سے بے دریغ آنسو نکل پڑے تھے یہی حالت خاور کی تھی وہ بت بنا یک ٹک حورین کو دیکھ رہا تھا جو اب خود سے بولتے ہوئے زمین پر بیٹھتی جا رہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ذات محبت

مریم مرتضیٰ

"ساحر بیٹا۔" ذکیہ بیگم نے لان سے آواز دی۔
"کتنی بار کہا ہے ماں جب کہیں جا رہا ہوں تو آواز نہ دیا کریں۔" اس نے ہمیشہ کی طرح چڑتے ہوئے کہا۔
"کہاں جا رہے ہو بیٹا؟" ذکیہ بیگم نے قریب آ کر محبت سے پوچھا۔
"کیوں...... آپ نے بھی چلنا ہے کیا؟" وہ اب کے جھنجھلا ہی گیا۔
"ماں ہوں تمہاری پوچھ تو سکتی ہوں ناں۔" ذکیہ بیگم بولیں۔
"آپ سے کتنی بار میں اور ابا دونوں کہہ چکے ہیں کہ مرد کے کاموں میں عورت کا کوئی کام نہیں مگر آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔" ساحر نے غصے سے چلا کر کہا۔
"باپ کی زبان اب بیٹا بھی بولنے لگا ہے۔" ماں نے لمبا سانس لے کر کہا۔
"ظاہری بات ہے میں خون ہوں ان کا ان ہی کی عادات آئیں گی مجھ میں۔" ساحر نے جتلایا۔
"میرا کوئی رشتہ ہی نہیں شاید۔" وہ افسوس سے بولیں۔
"اپنا مقام سمجھیں، آپ عورت ہیں، عورت مرد کے قدموں کی خاک ہوتی ہے۔" ساحر نے پیر زمین پر مار کر حقارت سے کہا۔
"بھائی...... بھائی۔" علینہ بھاگتی ہوئی پاس آئی۔
"آواز آہستہ، تجھے کتنی بار سمجھایا ہے۔" شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ساحر نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔
"سوری بھائی، آپ اندر موبائل چھوڑ آئے تھے اور کسی کی کال آ رہی تھی۔" اس نے قدرے آہستگی سے کہا۔
"تم نے استعمال تو نہیں کیا کہیں، اگر موبائل کو ہاتھ لگایا تو تمہارے ہاتھ کاٹ کے رکھ دوں گا۔" اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔
"ماں...... ہمارے گھر سے شک کب ختم ہوگا؟" بیٹی نے نم آنکھوں کے ساتھ ماں سے سوال کیا۔
"ہمارے گھر میں شک ہی نہیں بلکہ بہت سی بیماریاں اور بھی ہیں جو ہمارے مردوں کے ذہنوں میں پل رہی ہیں۔ اللہ ہی انہیں ہدایت دے ورنہ ہم تو عورت ذات ٹھہری۔" ذکیہ بیگم نے علینہ کو سینے سے لگا لیا۔ ذکیہ بیگم کمرے میں بیڈ پر بیٹھی کپڑے تہہ کر رہی تھی تو مظہر صاحب پاس آ بیٹھے۔
"تم سے کہا تھا کہ ساحر کے لیے کوئی لڑکی دیکھو کہیں دیکھی؟" مظہر صاحب نے تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا۔
"ابھی نہیں دیکھی وقت نہیں ملا۔" انہوں نے دھیمے لہجے میں کہا۔
"وقت نہیں ملا، وقت نہیں ملا۔ اس کے علاوہ تمہاری زبان پر کچھ اور نہیں ہوتا۔ جیسے سارا دن تم ہل چلاتی ہو حالانکہ سارا دن مفت کی روٹیاں توڑنے کے علاوہ تمہارا کوئی کام نہیں۔" مظہر نے غصے سے کہا۔
"سارا گھر کا کام......" ذکیہ بیگم کے منہ میں ہی بات رہ گئی۔
"بس زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں اگر ایک لفظ بھی اور منہ سے نکلا تو پھر تم جانتی ہو مجھے، عمر گزر گئی تمہاری یہ بک بک سنتے سنتے کام کام کام کرتی ہو تو مجھ پر احسان کرتی ہو، عورت ہو کام نہیں کرو گی گھر کے تو کیا تمہیں تخت پر بٹھا کر رکھیں گے۔" انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
"اچھا معاف کر دیجیے۔"
"معافی ہر بات پر مانگ لو گی تو میں معاف کر دوں گا

تم نے تو مذاق سمجھ رکھا ہے ناں ایک بات کان میں ڈال لو ذکیہ لڑکی ایسی ڈھونڈو جو ہمارے مطابق چل سکے یہ سمجھ سکے کہ عورت ہے وہ اور مرد کے پاؤں کی زینت بھی۔" مظہر صاحب نے غصے سے کہا اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

"اے میرے اللہ...... میں کیسے کسی معصوم کو اس عذاب میں جھوکوں۔ اللہ پاک ان مردوں کو ہدایت عطا کر۔"

☆☆......☆☆☆......☆☆

علیزے چھت پر کھڑی چاند دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا علیزے؟" رضیہ دودھ کا گلاس لے کر اس کے پاس آئیں۔

"کچھ نہیں امی بس ایسے ہی موسم اچھا تھا تو اوپر آ گئی۔" اس نے ماں کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

"ہاں موسم تو واقعی اچھا ہے اور اسی اچھے موسم میں تم سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔" انہوں نے موسم کے ساتھ بیٹی کے مزاج کا انداز کیا گو کہ وہ کوئی بدتمیز یا بگڑی ہوئی لڑکی نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اس سے محتاط ہو کر بات کرتی تھیں کہ کہیں کوئی بات اس کی دل آزاری نہ کر دے۔

"جی امی بولیں کیا بات ہے؟" اس نے دودھ کا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"بیٹا تم اب بڑی ہوگئی ہو تو میں اب تمہاری شادی کر دینا چاہتی ہوں۔"

"امی شادی کیا ضروری ہے؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ہاں بیٹی...... بیٹیوں کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے۔" امی نے ذرا مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا انہیں اپنی تربیت پر مان تھا اور یہ یقین بھی تھا کہ جس گھر میں ان کی بیٹی بیاہ کر جائے گی اجالا بن کر اس گھر کو روشن کر دے گی۔

"کیوں امی؟ مجھے آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا بس۔" وہ بولی۔

"بیٹیوں کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے بچے یہ دستور ہے بیٹی پیغمبر کی ہو یا کسی ولی بزرگ کی ایک نہ ایک دن اسے ماں باپ کے آنگن کو چھوڑنا ہی ہوتا ہے۔" رضیہ نے بیٹی کو گلے لگایا۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

"علینہ کو اچھی طرح سمجھا دو کہ شادی میں مجھے اس کا ہنسنا اور کوئی فیشن کرنا بھی نظر نہ آئے۔" مظہر نے ذکیہ بیگم کو دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اس کے بھائی کی شادی ہے کچھ تو گنجائش رکھیے۔" ذکیہ بیگم نے کہا۔

"ذکیہ...... جی چاہتا ہے تمہارا منہ توڑ دوں میں نے تمہیں مشورے دینے کو نہیں کہا بلکہ علینہ کو سمجھانے کے لیے کہا ہے۔" انہوں نے غصے سے کہا۔ انہیں شادی بیاہ

کی تقریب میں لڑکیوں کا ہنستا بولنا ہمیشہ سے ہی ناپسند تھا جب کہ اب تو ان باتوں کو کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا تھا لیکن وہ شروع سے ہی اپنے مزاج کے خلاف نہیں گئے تھے اس لیے گھر کے ماحول کو اپنے طور پر چلاتے تھے۔

"جی اچھا...... سمجھا دوں گی۔" ذکیہ بیگم نے قدرے آہستگی سے نگاہیں جھکا کر کہا۔

"اچھی طرح سمجھا دینا، مجھے کہیں بھی کچھ نظر آیا جو مجھے ناپسند ہوا تو پہلے تمہاری چمڑی ادھیڑوں گا پھر اس کی۔" مظہر نے کہا اور باہر چلے گئے۔ ذکیہ بیگم تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

علینہ کچن میں برتن دھو رہی تھی ساحر نے دروازے پر ہاتھ مارا تو اس نے مڑ کر دیکھا۔

"ابو کا حکم تو تمہیں مل ہی گیا ہوگا؟" ساحر نے پوچھا۔

"ہمیں تو ہر ہر سانس نیا حکم ملتا ہے آپ کس حکم کی بات کر رہے ہیں؟" اس نے برتنوں کو دھوتے ہوئے پوچھا۔

"شادی میں تم نے سادگی سے رہنا ہے کوئی فیشن نہ ہو اور نہ ہی دوستوں کے ساتھ فضول ہنسنا۔" ساحر نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی امی نے ان کے احکام کی لسٹ میرے سامنے رکھ دی تھی۔" اس نے کہا۔

"کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم؟" ساحر غصے سے اس کے پاس آیا۔

"کیا کہا ہے میں نے آپ کو؟"

"سر پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں جتنا کہا جائے اتنا کر لینا' ورنہ تم تو جانتی ہو......" ساحر نے غصے سے بولتے ہوئے کہا۔

ساحر بھی مظہر کی طرح عورت ذات کو حقیر اور پاؤں کی دھول کے برابر سمجھتا تھا اس لیے انہیں کسی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ علینہ کو باپ کے ساتھ بھائی کی سوچ پر بھی افسوس ہوتا لیکن ذکیہ بیگم کی ہدایت اور مظلومیت اسے بغاوت کرنے سے روک دیتی تھی۔ اس وقت بھی وہ آنکھوں میں آنسو لیے بھائی کو کچن سے جاتا دیکھ رہی تھی۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

وہ بیڈ پر دلہن بنی بیٹھی تھی، کمرے کا دروازہ کھلا اور ساحر اندر داخل ہوا۔

"ہونہوں...... گھونگٹ خود پیچھے کرلو ہمارے ہاں عورتوں کے گھونگٹ نہیں اٹھائے جاتے کیونکہ اس سے عورت سر پر چڑھ جاتی ہے۔" اس نے قریب آکر قدرے سخت لہجے میں کہا۔ دلہن علیزے نے قدرے حیرانگی سے گھونگٹ پیچھے کیا اور ساحر نے اسے بغور دیکھا۔

"کچھ اصول ہیں ہماری عورتوں کے جنہیں تم آج ہی سے ذہن میں بیٹھا لو یہاں عورت اپنی اوقات میں رہتی ہے لہٰذا تمہیں بھی اپنی اوقات میں رہنا ہوگا' ہماری عورتیں مردوں کو سر پر بٹھا کر رکھتی ہیں اور خود پاؤں کی جوتی بن کر رہتی ہیں۔"

"جی......؟" چونک کر علیزے نے ساحر کو دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"ہمارے ہاں عورت سوال بھی نہیں کر سکتی۔" اس نے اسے بتایا۔

"یہ تو ظلم ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اپنی اوقات کو ظلم کا نام دے کر اگر یہاں کوئی گستاخی کرو گی تو پھر سانس لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔" ساحر نے مزید کہا۔

"عورت کا اسلام میں تو یہ مقام نہیں۔' علیزے نے کہا۔

"یہاں تقریر نہیں کرنی مجھے کوئی اسلام نہیں سیکھنا تم سے چونکہ تمہارا پہلا دن ہے اس لیے تمہیں طریقے سے سمجھا دیا اس کے بعد زبان کھولو گی تو زبان کاٹ دی جائے گی۔" اس نے اسے غصے سے دیکھا تو وہ ناسمجھی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ٹسوے بہانے بند کرو۔" اس نے کہا۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

"آؤ میرے شہزادے۔" ساحر کو قریب آتا دیکھ کر مظہر صاحب نے اخبار بند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کررہے ہیں ابو۔" ساحر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"اخبار کا مطالعہ اور ساتھ حسب معمول چائے کی پیالی۔" انہوں نے کہا۔

"امی نظر نہیں آرہی کہاں ہیں؟" ساحر نے پوچھا۔

"ارے کمرے میں ہوگی کہیں کونے میں بیٹھی نحوست پھیلا رہی ہوگی۔" مظہر صاحب کو غصہ آگیا۔

"کیوں؟ انہوں نے آپ کو کچھ کہا۔" اس نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"ارے خوامخواہ اپنی بہو کی تعریفیں کررہی تھی اور تمہیں برا بھلا کہہ رہی تھی تو مجھے غصہ آگیا۔ تم سچ کہتے ہو لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ یہ عورتیں ہوتی ہی لاتوں کے لیے ہیں۔" مظہر کی باتیں ساحر غور سے سن رہا تھا۔

"تم بھی اچھی طرح سمجھ لو، عورت کو اپنا آپ دکھانا پڑتا ہے۔" انہوں نے اشارہ کیا کہ اب تمہارے ہاتھ میں بھی عورت ہے۔

"میں سمجھتا ہوں ابو آخر آپ کا خون ہوں۔" اس نے بھی بھرپور انداز میں کہا۔

"شاباش بیٹا...... مجھے تم سے یہی امید تھی اور اپنی ماں کو بھی بتا دینا کہ علیزے صرف اور صرف تمہاری ملکیت ہے۔" انہوں نے اکڑتے ہوئے کہا۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

آئینے کے سامنے کھڑی علیزے لپ اسٹک ہونٹوں پر لگا رہی تھی، ساحر کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نظر سامنے تیار ہوتی بیوی پر پڑی، وہ غصے سے اس کی جانب بڑھا۔

"بے شرم عورت۔" اس نے اسے بازو سے پکڑے

اپنی طرف کیا۔
"کیا ہوا؟" وہ سہم سی گئی۔
"اب تم میرے ساتھ اتنا سج دھج کر جاؤ گی؟ تمہیں کچھ شرم حیا ہے بھی یا نہیں۔"
"اپنی گاڑی ہی تو ہے کون سا بسوں میں دھکے کھانے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔
"زبان چلاتی ہے، مجھے بتائے گی کہ کیا ٹھیک ہے کیا غلط۔" اس نے علیزے کو تھپڑ دے مارا وہ زمین پر گر گئی اور آہیں بھرنے لگی۔
"بتایا تھا ناں کہ یہاں سوال جواب نہیں چلے گا۔"
اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"مجھے معاف کردیں آئندہ خیال رکھوں گی۔" ساس کی باتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ کہہ گئی اور پھر ماں کی تربیت کا اثر تھا جو خاموش رہی۔ ساحر غصہ سے اسے ٹھوکر مارتے وہاں سے چلا گیا جبکہ وہ گھٹنوں میں سر دیے رو دی۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

کمرے میں بیٹھی علیزے سوچ رہی تھی کہ زندگی میں جلدی اور اتنی بڑی تبدیلی آ گئی تھی ایک وہ وقت تھا جب وہ فیس بک پر دوستوں سے باتیں کیا کرتی تھی اور وہ تمام کام سے فارغ ہونے کے بعد دوستوں سے بات کرنے کو ترستی تھی شوہر اس قدر شکی مزاج تھا کہ گھر کی خواتین سے بھی بات کرنے کی اجازت نہیں تھی یہاں تک کہ وہ بلا ضرورت کمرے سے بھی نہیں نکل سکتی تھی؛ گو کہ علیزے پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اور جہاں بیاہ کر آئی تھی یہاں بھی سب پڑھے لکھے ہی تھے مگر وہ بات بھی غالباً انہی جیسے لوگوں کے لیے کہی گئی تھی کہ تعلیم کبھی بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑتی سو یہاں کا یہ حال تھا اگر وہ چاہتی تو بہت کچھ کرسکتی تھی لیکن وہ خاموش تھی۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

وہ کئی دنوں بعد میکے آئی تھی امی سے مل کر دل کا بوجھ کچھ حد تک کم ہوا تھا اس کا ارادہ شام تک رکنے کا تھا لیکن ساحر نے اجازت نہیں دی اور اپنے ساتھ ہی واپسی لے آیا لیکن گھر سے نکلتے ہوئے اس کا سامنا کچھ دیر کے لیے خالہ اور فرقان سے ہو گیا تھا۔
"تم تو بہت بدل گئی ہو علیزے۔" فرقان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا جبکہ وہ ساحر کی موجودگی اور اس کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھ کر گڑبڑا گئی تھی۔
"ویسی ہی ہوں۔"
"اچھا، لگتا تو نہیں۔" وہ شرارتاً بولا جبکہ وہ الوداعی کلمات کہہ کر ساحر کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی۔
"ساحر گاڑی آہستہ چلائیں پلیز۔" اس کی تیز ڈرائیونگ دیکھتے علیزے نے کانپتے ہوئے کہا۔
"تو میں تمہاری سن لوں گا کیا؟" اس نے اسپیڈ اور تیز کی۔
"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بولی۔
"مجھے پروا نہیں۔" اس نے بے نیازی سے کہا۔
"میری نہ سہی اپنی ہی کرلیجیے۔" علیزے نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
"کتنے عاشق تھے تمہارے شادی سے پہلے۔" اس نے اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔
"معصوم نہ بنو۔" ساحر نے گاڑی کو اچانک بریک لگائے۔
"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"ایک تو ٹھہرا تمہارا وہ کزن عاشق اس کے علاوہ کتنے اور ہیں۔" ساحر نے علیزے کی جانب غصہ سے دیکھا۔
"عاشق...... کیسی باتیں کررہے ہیں ہمارے درمیان ایسا کچھ نہیں آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" اس نے صفائی دینی چاہی۔
"یہ معصومیت کسی اور کو دکھانا مجھے نہیں، تمہیں اس بات کا جواب دینا ہی ہوگا ورنہ میں تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنادوں گا۔" اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھائی۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

علیزے کی چیخوں کی آواز سنتے ہوئے ذکیہ کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں کھڑی تھیں اور مظہر صاحب کو جیسے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا ایسے سکون سے لیٹے تھے جیسے کچھ سنائی نہ دیا ہو۔

"میں نے کہا مجھے جانے دیں آپ مجھ پر احسان کریں میں اسے چھڑواؤں گی وہ مر جائے گی۔" ذکیہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"اگر ایک قدم بھی باہر نکالا تو اگلے لمحے تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو اس وقت وہاں اس کا ہو رہا ہے۔" انہوں نے کہا۔

"کیوں لے رہے ہیں کسی معصوم کی بددعائیں؟" وہ رو دیں۔

"عورت کا مردوں کے ہاتھوں پسنا ازل سے لکھ دیا گیا ہے ہمیں نہیں لگتی تمہاری بددعائیں۔" مظہر صاحب نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"اسلام نے ایسا کچھ نہیں کہا پھر آپ نے کون سے دین کے تحت عورت کو جانور بنالیا ہے۔" وہ چلا اٹھیں۔

"منہ بند کرو۔ بہت سن لی بک بک تمہاری۔ اگر ایک لفظ بھی اور منہ سے نکالا تو پھر کیا ہوگا یہ تم اچھے سے جانتی ہو۔" انہوں نے غصے سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ تلملا کر رہ گئیں۔

ساحر کے کمرے سے نکلتے ہی ذکیہ بیگم کمرے میں آئی تھیں اور علیزے کو بے ہوش دیکھ کر انہوں نے فوراً اسے ہوش میں لانے کی ترکیب کی انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ساحر باپ کی طرح عورت ذات کی عزت ہی نہیں کرے گا اور انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی حرکتیں کرے گا جو اس وقت دکھ سے دوچار تھیں لیکن اب انہوں نے ہی کچھ کرنا تھا۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

"میں نے پوچھا تم دروازے پر کیوں کھڑی تھی؟" ساحر نے دروازے پر کھڑی علینہ سے پوچھا وہ اس وقت کسی کام سے گھر آیا تھا۔

"وہ...... دوست کو چھوڑنے دروازے تک گئی تھی۔" اس نے بتایا۔ ساحر کی آواز سے ذکیہ بیگم بھاگی بھاگی

ناراض کردیانا

ناراض ہو جاؤ
ہاں...... ناراض ہو جاؤ
سچ میں ناراض ہو جاؤ
یہ انجانے انجانے لفظ
اک جانے پہچانے چہرے کو
کس قدر تکلیف لیے ہوئے تھے
اک بے جا چاہت کی تحقیر لیے ہوئے تھے
کہنے کو چند لفظ ہی تھے یہ
دراصل لفظوں میں لپٹے وہ خنجر تھے
جو کہیں دل کے آر پار ہوئے
ہوا تو کچھ بھی نہیں بس
اک نادانی ہوئی ہم سے
اور بس ہم سزاوار ہوئے
وہ نین جو اداس رہا کرتے تھے
لے آئے چند لفظ ان میں چمک
وہ چند لفظ جو چھوڑ گئے ان آنکھوں میں اندھیرا
وہ کسی کی آنکھوں کے چراغ بن جائیں
دل ٹوٹے اور ٹوٹ کر نین برس جائیں
کوئی ہنسے اور ہنس کر ڈس جائے
اور بہت واضح حرف چہرے پر کندہ کر جائے
ناراض ہو جاؤ
ہاں...... ناراض ہو جاؤ
سچ میں ناراض ہو جاؤ
پر......
وہ سمجھے نہیں میری ناراضگی کو
شاید......

ثنائیہ امیر...... سیالکوٹ

آئیں اور علیزے بھی کمرے سے باہر نکل آئی۔

"میرے منع کرنے کے باوجود تم دروازے پر کھڑی رہی۔" ساحر نے علینہ کو تھپڑ رسید کیا، اگلا مارنے لگا تو ماں نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"شرم نہیں آتی جوان بہن پر ہاتھ اٹھاتے۔" ذکیہ نے اسے تھپڑ مارا، اس نے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے حیرانی سے ماں کو دیکھا۔

"آپ نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ آپ اسے سمجھانے کے بجائے مجھ پر ہاتھ اٹھائیں گی۔" اس نے غصے سے کہا۔

"ہاں...... اٹھاؤں گی ہاتھ اور کاش پہلے اٹھ جاتا یہ ہاتھ تو تم اپنے باپ دادا پر نہ جاتے۔" ذکیہ نے چلاتے ہوئے کہا۔

"عورت ہو کر مرد پر ہاتھ اٹھایا آپ نے۔" وہ دانت پیس رہا تھا۔

"عورت بعد میں ہوں پہلے تمہاری ماں ہوں۔" وہ اسی کے انداز میں بولیں۔

"ہیں تو عورت ہی ناں۔" وہ بولا۔

"اچھا بس کردیں لڑائی کو مزید نہ بڑھائیں، علینہ دوبارہ نہیں جائے گی۔" علیزے نے محتاط انداز میں کہا۔

"تم مجھے بتاؤ گی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" وہ علیزے سے مخاطب ہوا۔

"ہاں یہی تمہیں بتائے گی۔"

"زبان تو کھول کے دکھائے پھر دیکھیں اس کے ساتھ میں کیا کرتا ہوں۔" اس نے پاؤں زمین پر مارتے ہوئے کہا۔

"وہ زبان بھی کھولے گی اور تم......" اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور سر اس بری طرح چکرایا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکیں اور دوسرے ہی لمحے زمین پر گر گئی تھیں، ساحر ماں کو زمین پر گرتے دیکھ کر ایک دم سب بھول کر ان کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ علیزے اور علینہ بھی ذکیہ بیگم پر جھک کر انہیں ہوش میں لانے کی ترکیب کرنے لگی، انہیں ہوش میں نہ آتا دیکھ کر ساحر فوراً انہیں اسپتال لے گیا جہاں ٹیسٹ وغیرہ کے بعد جو بیماری سامنے آئی اس پر حیران ہوتا وہ اب اپنے پیچھے تمام رویہ پر پچھتا رہا تھا ذکیہ بیگم کو کینسر تھا اتنا وقت جو وہ سب برداشت کرتی آرہی تھیں اس کا یہ نتیجہ نکلا تھا ساحر آبدیدہ ہونے کے ساتھ فون پر مظہر صاحب کو بھی ساری بات بتا رہا تھا۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

باپ بیٹا کچن میں فرش پر بیٹھے تھے۔

"ہم اسی قابل ہیں۔" مظہر صاحب ندامت بھرے لہجے میں بولے آج ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"ابو آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ساحر بے یقین ہوا۔

"وہی جو سچ ہے۔ میری ماں بھی اسی ظلم کی چکی میں پستی رہی اور مجھے کوئی پروانہ ہوئی تھی۔ کیا میں بخشا جاؤں گا کیا جب اللہ ان دنوں کا حساب لے گا تو کیا مجھے بخش دے گا جب میری ماں میری جانب درخواست بھری نظر سے دیکھتی تھی اور میں منہ پھیر لیتا تھا، میں کیسے بخشا جاؤں گا، میرے باپ کو بھی ترس نہیں آیا کیوں کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو بھی سب کرتے دیکھا اور نہ جانے کب سے یہ ظلم چلا آرہا ہے۔ آج تم بھی اسی کا شکار ہو۔ مانگ لو معافی اپنی ماں سے، بیوی اور بہن سے تمہارا ابھی کچھ نہیں بگڑا۔" مظہر صاحب پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

"مجھے معاف کردو۔" انہوں نے کہا۔

"مجھ سے معافی نہ مانگیں میں کون ہوتی ہوں معاف کرنے والی، معاف کرنے والا تو اللہ ہے بس اتنا بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے ساری عمر آپ کی محبت، آپ کے خلوص کا انتظار کیا، مجھ سے ایسے خفا رہنا اب تو چھوڑ دیں جانے کتنی سانسیں باقی ہیں۔" ذکیہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"ہاں میں تمہیں سارے حقوق دوں گا جو مجھ پر فرض

ہیں۔" انہوں نے ذکیہ بیگم کے آنسو صاف کیے۔

☆☆......☆☆☆......☆☆

"تو تم نے مجھے معاف کردیا۔" ساحر نے بیڈ پر بیٹھی علیزے سے پوچھا۔

"میرے دل میں کوئی میل نہیں جو معاف کروں لیکن شک نہ کیجیے گا بڑی اذیت ہوتی ہے۔" علیزے نے کہا۔

"میں نے تمہارے ساتھ......"

"بس بھول جائیے۔" علیزے نے اسے ٹوکا۔

"کیسے بھول جاؤں۔ مجھے خود سے نفرت ہونے لگی ہے۔"

"ایسی باتیں کرنا چھوڑیں۔ سو جائیں بہت رات ہوگئی ہے۔" علیزے نے کہا۔

"بتاؤ بھی معاف کردوگی ناں؟" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے پوچھا۔

"میں نے کہا ناں میرے دل میں کچھ نہیں۔" وہ قدرے حیرت سے اس کے انداز کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی ناں؟"

"بھلا سانسیں چھوڑ کر بھی جیا جاسکتا ہے۔" علیزے مسکرائی۔

"شکریہ علیزے۔" ساحر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اسے حقیقتاً اندازہ ہوگیا تھا کہ عورت کا وجود محبت سے عبارت ہے' محبت کی مٹی سے گندھ کر عورت ذات بنی ہے اس لیے اگر اسے محبت سے رکھا جائے تو مرد کی عزت بھی اور شان بھی بن جاتی ہے۔

بھیگے سے جگن

حمیرہ نین

بارشوں کے موسم میں!
تم کو یاد کرنے کی
عادتیں پرانی ہیں
اب کی بار سوچا ہے
عادتیں بدل ڈالیں
پھر خیال آیا کہ......!
عادتیں بدلنے سے بارشیں نہیں رکتیں......!

آج صبح سے ہی موسم انتہائی خوش گوار اور خواب ناک تھا آسمان پر سیاہ بادلوں کا راج تھا' بے چارہ سورج جلوہ گر ہونے اور گرم شعاعوں کا قہر برسانے کی کئی بار کوشش کر چکا تھا مگر آج تو بادلوں نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور پورے جلال میں آ کر گرجے جیسے سورج کو دھمکا رہے ہوں کہ ہمیں نہ للکارو' گرجنے کے ساتھ جب بادل برسے بھی تو گرمی سے بے تاب اور پیاسی دھرتی پر سکون ہوگئی۔ درخت جھوم کر رقص کرنے لگے تو پتوں نے فضا میں گنگناہٹ سی پیدا کردی۔

تیز ہواؤں کے جھونکے درختوں کو چھو کر گزرتے تو درخت دیوانے ہو جاتے۔ دیوانی تو مانو بھی تھی اس موسم کی...... حالانکہ اب مزاج میں وہ شوخی وہ بچپنا مفقود ہو چکا تھا مگر اس سہانے موسم سے جو جنون کی حد تک عشق تھا وہ کم نہ ہو سکا' اب پہروں برستی بارش میں وہ بھیگتی نہیں تھی مگر برآمدے میں کھڑے ہو کر ہاتھوں کو باہر پھیلا کر بارش کے قطرے ہتھیلیوں پر جمع کرنے کی سعی کرتی جو تیزی سے پھسل جاتے تھے' کئی حسین یادیں اس موسم سے جڑی تھیں جنہیں یاد کر کے نین ساون بن جاتے...... آہ...... وہ دن تو جیسے خواب ہو گئے تھے۔ جب زندگی خوب صورت ہوا کرتی تھی' بے فکری' لاپروا' موج مستی سے بھرپور کسی لاپروا شخص کی رکھائی پر کڑھنا' بہانے بہانے سے اسے جتانا' مگر اس پر اثر کم ہی ہوتا تھا وہ ہمیشہ ہی انجان بنا رہا اس کی دیوانگی' اس کی چاہت سے۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

جب وہ یاد آتا' اس کی آنکھوں سے بن موسم کی برسات شروع ہو جاتی۔

"مانو تیرا فون بج رہا ہے۔" بھابی کی تیز آواز نے اسے حال میں پٹخا' اس نے اپنے ہاتھ دیکھے جن پر اب بھی بارش کی بوندیں تیزی سے گرتی اور فوراً پھسل جاتیں جیسے مانو کی زندگی سے وہ تمام پل پھسل گئے تھے۔

"آئی بھابی۔"

"ایسا ممکن ہے صہیب ضیاء کہ میری دیوانگی میری شدتیں تم سے مخفی رہی ہوں' تم جان کر انجان بنتے رہے ہو۔" اس نے یادوں کی گٹھڑی پھر سے باندھی تھی۔

"مانو آ بھی جاؤ۔"

"جی بھابی آئی۔" بھابی کے پھر سے بلانے پر اس نے اندر کی طرف قدم بڑھائے۔

◆......☆......◆

مناحل کوئی تیسری بار پکوڑوں سے بھری ٹرے لائی تھی مگر صحن میں یاجوج ماجوج کی فوج ایسے حملہ کرتی کہ لمحے بھر میں وہ خالی ہو جاتی۔

"بس بہت ہو گئی اتنی گرمی میں کھڑے ہو کر گھنٹے بھر سے میں پکوڑے تل رہی ہوں اور تم لوگوں نے ذرا بھی احساس نہیں کیا' ایک بھی پکوڑا نصیب نہیں ہوا اب تک۔" وہ روہانسی ہو کر دھڑ سے بیٹھ گئی...... پل میں سب کو بریک لگ گئے کسی نے حقیقتاً سوچا ہی نہ تھا کہ وہ بے چاری سب کے لیے اکیلے گرمی میں لگی ہوئی ہے طلال نے ڈش سے آخری پکوڑا جو اٹھایا تھا مناحل کے چیخنے پر منہ میں نہ رکھ سکا وہ واپس رکھ دیا۔

"ڈوب کر مر جاؤ اس پکوڑے کا میں کیا کروں گی۔" اس نے طلال کو لتاڑا۔

''ابھی تم نے کہا کہ ایک بھی پکوڑا نصیب نہیں ہوا تو اس لیے میں نے یہ کھدیا کہ......''

''یہ بھی کھالو ورنہ تمہارا یہ احسان میں عمر بھر نہیں چکا پاؤں گی۔''

''اب تمہاری مرضی۔'' طلال نے ذرا بھی دیر نہ لگائی اور فوراً پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا' سب کی ہنسی فطری تھی' مناحل رونے لگی۔

''اف بھتیجی رحم کرو' صبح سے بادل جو شروع ہوئے تھے کہ اب ذرا تھمے ہیں اب تم اسٹارٹ لے رہی ہو۔ کم سن بچی ہو تم جو چند پکوڑوں کے لیے یہ رونا شروع کردیا۔'' احمر خود تو پیٹ بھر کر کھا چکا تھا تو اسے بھی خیال نہ آیا الٹا اب اسے ہی ڈانٹنا شروع کردیا' مناحل کے آنسو ہی نہیں حلق بھی خشک ہوگیا' مگر دل تو دکھ رہا تھا ناں سب کی بے مروتی پر۔

''خود بناتے ناں اتنے گرمی میں' پھر میں پوچھتی۔'' احمر کو بلند آواز سے جواب دینا تو ناممکن تھا اس لیے زیرلب بڑبڑائی۔

''باشعور اور پڑھی لکھی ہو' یہ بچپنا کب تک رہے گا تمہارا۔ اٹھو اب یہاں سے۔'' وہ پھر سنجیدگی سے کہتا اٹھ کر اندر چلا گیا۔

کوئی اس کے دل کا درد سمجھ سکتا تھا جس نے موسم کے باعث صبح بھی بس تھوڑا سا ناشتہ کیا تھا اور دوپہر میں تو کچھ بھی نہ کھایا' بس بارش انجوائے کرتی رہی' یہ پکوڑوں والا آئیڈیا بھی اسی کا تھا اب اسے خاک بھی نہ ملی۔

''ایم سوری مناحل...... ہماری وجہ سے تمہیں بھیا کی بھی سخت سست سننی پڑیں' زیادتی تو ہماری ہے ناں۔'' عاشی کو احمر کے جانے کے بعد اس سے ہمدردی ہوئی۔

''ہاں اور اب عاشی تمہارے لیے پکوڑے اور ہم سب کے لیے چائے پکائے گی۔''

''چائے زینی پکائے گی۔'' عاشی نے کہا تو ازل کی کام چور زینی بدک گئی۔

''اتنی گرمی میں' کچن میں جانا۔''

''میں پچھلے دو گھنٹوں سے تم سب کے لیے گرمی میں ہی مر رہی تھی۔'' مناحل نے اسے گھورا تو وہ بادل نخواستہ عاشی کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔

''اور اللہ کے لیے زینی چینی اتنی بھی مہنگی نہیں ہوئی کہ تم صرف چھو کر جار واپس رکھ دو' اسے چائے میں ڈال بھی دینا۔'' طلال کی زبان پر کھجلی ہوئی۔

''اتنے نخرے کرنے ہیں تو خود پکالو۔'' وہ پھر اینٹھ گئی عاشی اور مناحل نے طلال کو گھورا۔

''یار بھتیجے تمہیں عزت راس نہیں آتی' مستقبل قریب کی ہونے والی نصف بہتر سے تم بدترین بے عزتی کراتے ہو وہ بھی روزانہ کی بنیاد پر۔'' صہیب نے بھی گھرکا تو طلال کو ہاتھ جوڑنے پڑے۔

''اچھا جیسی پلاؤ گی پی لوں گا...... زہر مار کرلوں گا مگر اللہ کے لیے اٹھ جاؤ ورنہ یہ جو چار نظریں مجھے گھور رہی ہیں میں شرم کا مارا ان میں ڈوب کر ہی نہ مرجاؤں۔'' زینی کو جب تک اس کی بکواس سمجھ آئی عاشی اور مناحل اس کی درگت بنا چکی تھیں۔

☆......☆......☆
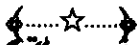
وہ تھکی ہاری ابھی آفس سے لوٹی تھی مگر لاؤنج میں اس کے بھتیجے آپس میں لڑنے میں مصروف تھے۔

''میں نے ڈورے مون دیکھنا ہے...... پھوپو پلیز آپ عفان بھیا سے کہیں ناں چینل چینج نہ کرے۔''

''پھوپو میں نے مووی دیکھنی ہے۔''

''عفان تم اتنے بڑے کب سے ہوگئے کہ موی دیکھو۔''

''پھوپو کامیڈی موی ہے' یہ دونوں سارا دن دیکھتے ہیں' مجھے تو بس یہی دو گھنٹے ملتے ہیں۔'' آج کل بچوں کا اسٹڈی شیڈول اتنا ٹف تھا کہ حقیقتاً ٹائم نہیں ملتا تھا' مانو چپ ہوگئی عفان کو کچھ مزید کہتی تو وہ جھنجلا جاتا' اس نے ریان اور بیہ کو بیگ سے چاکلیٹ دے کے بہلایا۔

''تم دونوں یہ کھاؤ میں فریش ہوکر آتی ہوں پھر کرکٹ کھیلیں گے۔'' بیہ اور ریان خوش ہوگئے۔ وہ فریش

ہوکرآئی تو بھابی کافی لے لائیں۔

"تھک ہار کر آئی ہو اب ان کے ساتھ لگ جاؤ گی...... ریسٹ کرلو۔"

"رات بھر ریسٹ ہی تو کرنا ہے بھابی کچھ دیر ان کے ساتھ کھیلوں گی تو خوش ہوجائیں گے۔"

"کب تک تم ہماری خوشیوں کے لیے اپنی ذات کے سکھ کو مٹاؤ گی۔ اپنے لیے بھی سوچو مانو' ہمارا اللہ وارث ہے۔"

"پلیز بھابی میری ذات آپ لوگوں سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں...... بے شک اللہ ہی ہم سب کا وارث ہے مگر پلیز آئندہ یہ مت کہیے گا۔ میری خوشیاں میرے ان بھتیجے بھتیجی سے ہی ہے۔" اس کی آنکھیں نم ہوگئیں پلکیں تو بھابی کی بھی بھیگ گئی تھیں۔

"مانو میں جانتی ہوں تمہارے دل میں کیا ہے مگر میرے اندر کی پشیمانی مجھے ڈستی ہے تمہارے بھیا کے بعد تم میری ذمہ داری ہو' میں ان کو کیا جواب دوں گی' پلیز تم کب تک یوں بے معنی امید کے سہارے بیٹھی رہو گی۔" بھابی نے اسے سمجھایا۔

"بھابی مجھے کسی سے کوئی امید نہیں ہے بھیا کے بعد میری زندگی کا مقصد ہی بدل گیا ہے۔"

"طلعت بھابی آئیں تھیں آج' ان کی نند کا بڑا بیٹا ماشاءاللہ ایئر فورس میں ہے۔"

"پلیز بھابی کلوز دس ٹاپک' اول تو شادی کرنی ہی نہیں ہے اور دوسرا کسی فوجی بندے سے تو ہرگز بھی نہیں' کیا ملتا ہے' چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر بھیا بھی چلے گئے۔"

"وطن کے لیے جان دینا بھی بہت بڑا اعزاز ہے مانو...... مجھے فخر ہے اپنے شوہر پر جو اس وطن کی خاطر شہید ہوئے۔" بھابی کی آنکھیں نم تھیں مگر چہرے پر فخریہ مسکان تھی۔

"آپ بہت بہادر ہیں بھابی مگر میں اتنی ہمت نہیں رکھتی جس ملک کے لیے ہمارے جوان سرحدوں پر اپنی جانیں قربان کررہے ہیں' اس ملک کی جڑیں تو اندر بیٹھے اپنے ہی لوگ کھوکھلی کررہے ہیں' جب اپنے ہی لوگ آستین کے سانپ بن کر بیٹھ جائیں تو پھر سرحد پر یہ سپاہی کیا کرلیں گے۔" اس کے اندر کڑواہٹ تھی۔

"اچھا چھوڑو دفع کرو تم' میں طلعت بھابی کو منع کردوں گی۔" وہ سمجھ گئی تھیں کہ بھائی کے جانے کے بعد مانو بہت بدل گئی ہے' اس نے بچپن سے صرف بھیا اور بھابی دو ہی تو رشتے دیکھے تھے اور پھر بھیا بھی چلے گئے تو اسے حالات کی اس ستم ظریفی پر کتنے ہی گلے پیدا ہوگے تھے۔

☆

سنا ہے اس محبت میں بہت نقصان ہوتا ہے
مہکتا جھومتا جیون غموں کے نام ہوتا ہے
سنا ہے چین کھو کر وہ صبح سے شام روتا ہے
محبت جو بھی کرتا ہے بہت بدنام ہوتا ہے
سنا ہے اس محبت میں کہیں بھی دل نہیں لگتا
بنا اس کے نگاہوں میں کوئی موسم نہیں جچتا
خفا جس سے محبت ہو وہ جیون بھر نہیں ہنستا
بہت انمول ہے یہ دل اجڑ کر پھر نہیں بستا
سنا ہے اس محبت میں بہت نقصان ہوتا ہے

شام کے ملگجے اندھیرے پھیل رہے تھے اور غروب آفتاب کا یہ منظر وہ بڑے انہماک سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ڈوبتے سورج پر الوداعی نگاہ ڈال کر اس نے گہری سانس خارج کی اور پھر کھڑکی کے پردے برابر کرتا پلٹ گیا۔ اسے آج اماں شدت سے یاد آرہی تھیں۔ اداسی حد سے سوا تھی' پرانی یادیں پھن پھیلائے جیسے اس کے چاروں طرف کھڑی تھیں۔ بڑے بھیا نے آج پھر اس کی شادی کا تذکرہ کیا تو اس کے دل میں کتنی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اماں ہمہ وقت اس کے پیچھے پڑی رہتی تھیں کتنا ارمان تھا کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کے سر پر بھی سہرا دیکھ لیں' مگر وہ تو آمادہ ہی نہ ہوتا تھا اس نے نہ کبھی زندگی کو سنجیدہ لیا اور نہ اماں کی خواہش کو' حتیٰ کہ وہ حسرت لیے منوں مٹی تلے سو گئیں۔

اماں کی یاد آئی اور چلبلی سی لڑکی جو بس ہر وقت ہنستی رہتی تھی جسے دنیا کا کوئی کام نہیں تھا سوائے صہیب کو تنگ کرنے کے جب وہ تھی تو قدر نہ کی اور اب ہر لمحہ اس کی باتیں یاد آتی ہیں۔

"چاچو......" حیدر کمرے کے دروازے پر دستک دیتا اندر آیا تو صہیب نے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"یار ہم سب پھوپو کے گھر جانے کو تیار بیٹھے ہیں اور تم یہاں کمرے میں جانے کن یادوں میں الجھے ہو۔"

"اللہ میری بہن پر رحم فرمائے...... کیوں بھئی۔" وہ حیدر کے ساتھ باہر آ گیا۔

"چلیں ناں چاچو...... طلال کا بہت دل کر رہا ہے پھوپو کی طرف جانے کا۔" عاشی نے دیدے گھمائے۔

"ارے یار! اکیلے طلال کے دل کے سکون کے لیے تم لوگ زینی کو ہی یہیں فون کر کے بلا لو ناں میری بہن کا کباڑا ضرور کرنا ہے اس مہنگائی میں۔" اس نے دہائی دی تو منال بھی منہ بنانے لگی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر تم ایک بار پھر سوچ لو بھتیجی...... یونو گھڑی نے پانچ بجائے چوہا گھر کو آئے میرا مطلب احمر صاحب کسی بھی پل نازل ہونے والے ہیں۔"

"ڈونٹ وری میں نے اپنی مما سے اجازت لے لی ہے۔" منال کی لاپروائی عروج پر تھی سب کی حیرانی دیدنی تھی۔

"او...... ریئلی......"

"یس آف کورس۔" حالانکہ یہ بہادری بظاہر ہی تھی وگرنہ دل ہی دل میں دعا تھی کہ احمر ابھی نہ آئے۔

"طلال یار آج کیا دن ہے؟" صہیب کو بے یقینی سے غش آنے لگے تو طلال سے تصدیق چاہی۔

"بہت خوب صورت دن ہے یار چاچو یونو بیس برس قبل آج ہی کے دن دنیا میں ایک حسین پھول کھلا تھا......"

"اور اس پھول کا نام زینب امتیاز رکھا گیا تھا۔" حیدر نے طلال کا جملہ اچک کر مکمل کیا۔

"او گاڈ آج میری بھانجی کی برتھ ڈے ہے تھینک یو یار طلال تم نے گھر پر ہی یاد دلا کر میری عزت بچالی...... ورنہ آج میری خیر نہیں تھی۔" صہیب نے سر پیٹ لیا...... جس طرح وہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں کا چہیتا چاچو تھا اسی طرح بھانجے بھانجیوں کا بھی ہردل عزیز ماموں تھا۔ اسے اب راستے سے زینی کے لیے گفٹ بھی لینا تھا۔

⟡......☆......⟡

"مجھے اندازہ ہے صہیب کہ جس دن سے تمہارے بھیا نے شادی کا ذکر کیا ہے تم اپ سیٹ ہوا ایسا ہی ہے ناں۔" بڑی بھابی نے لاڈ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا انہوں نے صہیب کو بچوں کی طرح پالا تھا۔

"بھابی پتہ نہیں کیوں شادی کا ذکر میرے دل کو بری طرح سے دکھی کر دیتا ہے۔ مجھے اماں یاد آنے لگتی ہیں اور......"

"مانو بھی......" اس کے دل کی بات انہوں نے مکمل کی تو وہ نظریں چرا گیا۔

"کچھ لوگوں کی قدر ان کے دور جانے کے بعد ہوتی ہے تمہیں وہ اب یاد آتی ہے جب وہ چلی گئی جانے اب کہاں ہوگی اس نے بھی پلٹ کر فون تک نہ کیا اور کرتی بھی کیوں...... تم نے کون سا کوئی امید دی تھی اسے۔" وہ خاموشی سے بس بھابی کی باتیں سنتا رہا۔

جب بھابی اٹھ کر چلی گئیں تو اس نے آنکھیں موند لیں یادوں کے کتنے منظر آج بھی آنکھوں میں قید تھے۔ آنکھیں بند کرتے ہی روشن ہو جاتے صہیب نے یک دم آنکھیں وا کر دیں۔

"تم سچ ہی کہتی تھیں مانو...... میں جان کر انجان بنتا رہا حالانکہ گھر کے ایک ایک فرد کو پتہ تھا تمہارے احساسات کا مگر...... بس میں ہی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا۔"

اس کے دل سے ہوک اٹھی اماں کو بھی کتنی چاہ تھی مانو کی گھر کے ہر فرد کو وہ پسند تھی ماسوائے اس کے......

حقیقت تو یہ تھی کہ بری وہ اسے بھی نہیں لگتی تھی‘ بس یا اسے ادراک نہ ہوسکا اور جب آ گہی ملی تب وہ دور چلی گئی تھی۔

ایک وحشت ہے کہ ہوتی ہے اچانک طاری
ایک غم ہے کہ یکا یک ہی اٹل پڑتا ہے

بڑی بھابی نے کتنی دیر بعد دروازہ ہلکا سا کھول کر جھانکا‘ وہ اب تک سوچوں میں غلطاں تھا‘ وہ دل مسوس کر اپنے کمرے میں آ گئیں۔

میاں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے‘ تھکن کے باوجود وہ لیٹی تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی...... پلکیں ہلکی سی موندیں بھی تو صہیب کا چہرہ سامنے آ گیا اور انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ صرف ان کا دعویٰ نہیں تھا کہ صہیب انہیں اپنے بچوں کی طرح پیارا تھا بلکہ حقیقتاً انہوں نے اپنے اس دیور کو بچوں کی طرح پالا تھا۔ نیند تو نہیں آئی تھی...... ہاں پرانی یادیں ضرور ان کی آنکھوں کے سامنے تھیں اولاد تو اللہ کی دین ہوتی ہے‘ جس پر وہ مہربان ہوا اسے اولاد کی نعمت کسی بھی عمر میں نواز دیتا ہے...... اماں (ان کی ساس) اور ابا جی کی چار اولادیں تھیں تین بیٹے اور ایک بیٹی...... انہوں نے اپنے بچوں کو بہت اچھی تربیت دی تھی۔ اماں ابا میں بہت پیار تھا‘ یہ سب جانتے تھے مگر لوگوں کی باتیں نرالی ہوتی ہیں‘ ان کے بچے ماشاء اللہ جوان تھے دو بیٹے برسر روزگار ہو گئے تھے‘ تیسرا بیٹا پڑھ رہا تھا...... بیٹی بھی ماشاء اللہ تعلیم سے فراغت پا چکی تھی جب صہیب اس دنیا میں آیا‘ حالانکہ اماں بی خود بہت شرمندہ سی گھوما کرتی تھیں کہ بڑھاپے میں اللہ پاک نے اولاد دی مگر دنیا والوں کی زبانیں کیسے بند کردیتیں‘ زبانوں کے نشتر اور آنکھوں کے تیر اماں بی جیسے گھر میں مقید ہو گئیں‘ حالانکہ یہ تو رب کی مرضی تھی اس کا حکم تھا۔ ان کا کیا قصور مگر پھر بھی وہ چھپتی تھیں سب سے جیسے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہو ابا جی نے بہتیرا سمجھایا مگر ان سے لوگوں کی نظریں برداشت نہ ہوتیں‘ بڑے دونوں بیٹوں کا بیاہ سر پر تھا‘ جب صہیب ایک سال کا بھی نہ تھا‘ چھوٹے بھائی کی ساری ذمہ داری نگہت (بہن) نے سنبھال لی تھی۔

اماں نے بیٹوں کی شادی دھوم دھام سے کی ساتھ ہی نگہت کو بھی بیاہ دیا۔ مگر اب انہیں یہ فکر لاحق تھی کہ صہیب کا کیا ہوگا۔ تابندہ بہو بن کر آئیں تو انہوں نے اگلے دن ہی لوگوں کی نظروں اور زبان سے ادا ہونے والے الفاظ سے اندازہ کرلیا کہ اماں بے چاری کیوں چھپتی ہیں...... ساتھ بیاہ کر آنے والی دیورانی نے بھی انہی خیالات کا اظہار کردیا جو سب کے تھے۔

”لو بھلا یہ عمر تھی بچے پیدا کرنے کی‘ اماں کو سوچنا چاہیے ناں بچے بڑے ہو جائیں تو ویسے ہی شرم آتی ہے۔“

”سعدیہ جو اللہ کی رضا‘ جو روح دنیا میں آنی ہے وہ آ کر رہے گی‘ ہم اس کے کاموں میں مداخلت نہیں کرسکتے اماں کا کیا قصور۔“ دیورانی کو انہوں نے سمجھایا تو اثبات میں سر ہلا گئی اب جانے دل میں کیا ہو بہرحال دوبارہ اس نے کہا کچھ نہیں۔ تابندہ کے اپنے سسرالی ہی مذاق اڑاتے۔

”رقیہ نے تو منہ دکھائی میں تمہیں یہ بچہ ہی دے دیا‘ پہلے ہی دن گود بھردی بہو کی۔“ اماں بے چاری زمین میں گڑ جاتیں آنکھیں لبالب بھر جاتیں...... تب وہی اماں کو سمجھاتی۔

”اماں آپ کیوں محسوس کرتی ہیں یہ باتیں‘ اللہ معاف کرے یہ لوگ تو یوں بکواس کرتے ہیں جیسے اولاد پیدا کرنا ہمارے اپنے بس کی ہے‘ اس کی رضا نہ ہو تو وہ اسی اولاد کو ترسا دیتا ہے آپ بالکل بھی نہ سوچا کریں۔“ اماں نے محبت پاش نظروں سے بڑی بہو کو دیکھا۔

”جگ جگ جیو میری بچی۔“

”اور صہیب کی فکر بھی چھوڑ دیں‘ نگہت چلی گئی تو کیا ہوا میں ہوں ناں‘ یہ سمجھیں اب میرا بیٹا ہے۔“ تابندہ نے جو کہا پھر قدم قدم پر ثابت بھی کیا‘ اللہ پاک نے ایک سال میں ہی اسے بھی بیٹا دیا جس کا نام ابا جی نے احمر رکھا...... احمر میں اور صہیب میں ڈیڑھ سال کا فرق تھا‘ سعدیہ کے

ہاں بھی بیٹا ہوا جس کا نام حیدر رکھا گیا' تابندہ نے احمر کی پیدائش کے بعد بھی صہیب پر توجہ کم نہ ہونے دی تھی' احمر چھ ماہ کا تھا جب دیور کی شادی انہوں نے پوری ذمہ داری سے کی' اماں بہوؤں کو دیکھ کر جیتی تھیں' جنہوں نے ان کے گھر کو جنت بنادیا تھا' خاص کر تابندہ نے تیسرے بیٹے کو بیاہنا ہی شاید اباجی کی خواہش تھی کہ دو ماہ بعد ہی وہ دنیا چھوڑ گئے۔ بس اس کے بعد اماں جیسے بالکل ہار گئیں...... مگر بڑی بہو اور بیٹے کے حوصلے سے وہ دوبارہ جیسے جی اٹھی تھیں۔

وقت کی رفتار تو جیسے ہوا کی مانند تھی احمر کے بعد تابندہ کی گود میں طلال' ہادی اور دانیہ آ گئے' سعدیہ کے ہاں حیدر کے بعد عاشی اور مناہل آ ئیں' تیسری بہو سدرہ کے ہاں بہرام' الوینہ اور سفیان تین بچے تھے' نگہت کو اللہ پاک نے دو بیٹے حمزہ اور بلال دیئے جبکہ چھوٹی بیٹی زینب (زینی) اور تمام خاندان تابندہ کی تعریف کرتے نہ تھکتا تھا جس نے دیور کو بالکل بچوں کی طرح پالا تھا' حیدر اور احمر تو اس سے ڈیڑھ سال ہی چھوٹے تھے جبکہ طلال' حمزہ' بہرام تین سال چھوٹے تھے' مگر وہ سب کا اچھا دوست تھا' اماں بی کو جو اس سے چڑ ہوگئی تھی' اب کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔

سارے بچے اکٹھے ہی کھیل کود کے بڑے ہوئے تھے اسکول سے کالجز میں آ گئے...... صہیب کی طبیعت میں شوخی اور لاپروائی تھی جبکہ احمر بہت سنجیدہ مزاج تھا' حیدر بھی بہت موج مستی سے زندگی گزارنے والا بندہ تھا۔ طلال کا مزاج بالکل صہیب پر گیا تھا۔ ان کے پڑوس میں برسوں سے کیپٹن کاشف کی فیملی رہائش پذیر تھی۔ بہت اچھا آنا جانا تھا' کاشف اور ماہ نور دو بہن بھائی تھے' ان کے والد شہید ہوگئے تھے۔ امی تو اب خاصی بیمار رہنے لگی تھیں' کاشف نے اپنے بابا کی خواہش پر آرمی جوائن کی تھی' چھوٹی بہن ماہ نور جسے سب پیار سے مانو کہتے تھے اس کی بہت لاڈلی تھی' اس کا سارا دن علی بھائی کے گھر اور ان کے بچوں کے ساتھ گزرتا' بچپن تک بات ٹھیک تھی مگر اب جبکہ وہ فسٹ ائر کی اسٹوڈنٹ تھی بڑی ہوگئی تھی تب بھی چوبیس میں سے اٹھارہ گھنٹے وہ وہیں گزارتی' کاشف کی شادی دو سال قبل ہوئی تھی' شادی کے سال بعد امی بھی انہیں چھوڑ گئیں' خود وہ اکثر گھر سے دور ہوتا تھا' ایسے میں اسے سمیرا (بیوی) اور مانو کی بہت فکر رہتی تھی۔

''کاشف ہم ہیں ناں تم قطعی ان کی فکر نہ کیا کرو...... یہ دونوں بھی ہماری بچیوں کی طرح ہیں۔'' علی بھائی اور تابندہ بھابی کی تسلیوں پر اسے بھروسہ تھا کیونکہ ہمیشہ ہی اچھے پڑوسی سے بڑھ کر ساتھ دیا تھا بالکل اپنوں کی طرح۔

صہیب مانو سے چار سال بڑا تھا مگر مانو کو تو سدا سے وہ اتنا اچھا لگتا کہ حد نہیں اسے صہیب کے ساتھ کھیلنا بہت پسند تھا حالانکہ وہ اکثر ہی اسے مار کر بھاگ جاتا' تب عاشی اور مناہل اسے چپ کراتیں مگر اگلے پانچ منٹ میں ہی وہ بھول جاتی اور پھر سے صہیب کے ساتھ کھیل رہی ہوتی تھی...... وہ بچپن سے ہی پتنگیں اڑانے کا ہر درجہ شوقین تھا...... سرِشام ہی وہ چھت پر پہنچ جاتا بلکہ گرمیوں میں تو جب سب سو رہے ہوتے تھے وہ مانو کو بلالاتا اور ڈور اس بے چاری کو پکڑا دیتا خود مزے سے پتنگ اڑاتا' وہ گرمی سے بے حال ہوجاتی مگر مجال ہے جو منع کرتی' اور اب بھی وہ اکثر اپنے کام مانو سے کراتا اور پھر بے نیاز بن جاتا حالانکہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ بات ہر فرد کو پتہ چل گئی تھی کہ وہ صہیب کو کتنا چاہتی ہے...... اماں کو صہیب کی پتنگ اڑانے اور کرکٹ کھیلنے والی عادتیں زہر لگا کرتی تھیں۔

''جانے کس کم بخت نے ایجاد کی یہ موئی پتنگ میری اولاد تو نکمی کردی...... جاڑا گرمی برسات کوئی موسم ہو یہ چھت پر ٹنگا بس دھاگے ہلاتا رہے گا۔'' اماں کڑھتی' بڑبڑاتی رہتیں اور تابندہ سمجھاتی رہتی۔

''بچہ ہے اماں...... ذمہ داری پڑے گی تو سمجھ جائے گا۔''

''تابندہ ابھی بھی یہ بچہ ہے ہم نے علی کو اس عمر میں بیاہ دیا تھا اگلے ماہ بائیس کا ہوجائے گا آ گ لگے زمانے کو...... میں تو کہتی ہوں بیاہ دو اسے بھی کسی کام دھندے

لگے گا تو یہ ان دھاگوں میں الجھنا آپ ہی بھول جائے گا۔"

"اچھا اماں۔" وہ اماں سے بحث نہ کرتی تھیں انہیں تو خود یہی تھا کہ صہیب کی نوکری لگے اور وہ کاشف اور سمیرا سے ماہ نور کو مانگ لیں بچپن سے ان کے سامنے تھی دیکھی بھالی..... بہت پیاری بچی تھی۔

مگر اماں بھابی کی سوچوں اور پلاننگ سے بے نیاز وہ اپنی زندگی میں مست تھا اسے مانو کی فضول باتوں سے الجھن ہوتی تھی۔ اس کی باتیں بھی تو ایسی ہی ہوتیں تھیں۔ اب بھلا بتائے کوئی موسلا دھار بارش میں بھیگنا کوئی عقل مندی ہے اور محترمہ ماہ نور اشرف فرماتی تھیں۔

"اف کتنا رومینٹک موسم ہے..... چلو ناں صہیب بارش میں کرکٹ کھیلتے ہیں۔"

"لو بھلا بارش میں کرکٹ کھیل سکتے تو خوامخواہ امپائر میچ رکواتے۔"

"مجھے عشق ہے صہیب اس موسم سے۔"

"غضب خدا کا آدھے گھنٹے کے عشق سے پھر ہفتہ بھر ناک سے جو جھڑی لگتی وہ کیا.....؟ بکواس موسم سوں سوں کرتے پھرو..... ٹشو کا پورا ڈبہ جیب میں بھر لو اور پھر ناک رگڑ رگڑ کر الگ زخمی سرخ ٹماٹر جیسی۔" وہ کتراتا تھا بارش میں بھیگنے سے۔

"پتہ نہیں کیوں تم ایسے ہو..... ذرا بھی رومانٹک نہیں ہو..... چلو ناں پلیز آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔"

"ہائیں....." صہیب نے آنکھیں پھیلائیں دسمبر کے مڈ میں جب سردی عروج پر ہوتی تو اسے آئسکریم کی سوجھتی۔

"تم پاگل ہو لڑکی..... مجھے اتنی جلدی نہیں مرنا۔" اسے غش آنے لگتے۔

"ارے یار کافی پلا دینا مگر بے چاری کو لے تو جاؤ۔" حیدر اور طلال اس کے پیچھے پڑ جاتے۔

"معاف کرو مجھے مجھے مرنے کا شوق نہیں چرایا خود لے جاؤ۔"

"بصد شوق مگر کوئی ہمیں کہے بھی تو..... ہم تو عمر بھر آئس کریم کھانے کو تیار ہو جائیں۔" طلال تو بچپن سے ہی ایکٹر تھا غضب کی اداکاری کرتا۔

"ہٹو پرے..... مرو۔" مانو طلال کے دو تین لگا دیتی اور صہیب سے روٹھ کر چلی جاتی۔ مگر اگلے ہی دن پھر حاضر ہوتی۔ کیونکہ اسے پتہ تھا ناراض ہونے کا کوئی فائدہ نہیں اسے منانے والا کبھی نہ مناتا..... اسے پروا کب تھی۔

"ارے واہ..... نیو ہیئر اسٹائل غضب کی لگ رہی ہو۔" منال نے اسے دیکھتے ہی تعریف کی تھی۔

"واؤ یو آر لکنگ سو بیوٹی فل۔" طلال نے ہمیشہ کی طرح ہانکی وہ تھی بھی پیاری گندم سی سنہری دمکتی رنگت اور گھبرے سنہری بال جچتے تھے اس پر اور آج ہی اس نے کٹنگ کرائی تھی یہ ہیئر اسٹائل اس پر بہت سوٹ کر رہا تھا سب نے ہی سراہا مگر جس کے لیے وہ آئی تھی اسے کاغذ کے اڑتے ٹکڑوں سے ہی شغف تھا بس وہ بری طرح کلس کر رہ گئی۔

"کاش میں پتنگ ہوتی کم از کم توجہ تو دیتے تم۔" وہ منہ پھیلا کر کہتی صہیب نے بس پل بھر کو دیدے گھما کر سنہری چہرے کو دیکھا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔" وہ جانتی تھی یہ صرف ایویں ہی ہے کڑھ کر دو تین دھموکے لگائے تو اس کی پتنگ کٹ گئی۔

"یہ کیا کیا.....؟" وہ بری طرح تپ جاتا۔

"بہت اچھا ہوا۔" سیاہ کٹورے پانیوں سے لبالب بھر جاتے اور صہیب اسے گھور کر رہ جاتا۔

"لو بھلا نقصان بھی میرا اور اب رونے خود لگ گئی۔"

"بہت برے ہو تم۔" وہ اپنی آنکھیں رگڑتی تو وہ بتیسی نکال دیتا۔

"اطلاع کا شکریہ۔" وہ اس کے سنہری بالوں کو کھینچ کر فرار ہو جاتا مانو چیختی رہ جاتی۔

پھر اس کی شوخیوں میں ٹھہراؤ آ گیا اس کی نوکری لگ

گئی اس کی من پسند جاب وہ خوش تھا اور اس سے زیادہ خوش اماں اور بھابی۔

"بہت بہت مبارک ہو صہیب احمد۔" شام میں اس نے خود کیک بنایا تھا اس کے لیے اور پہلی دفعہ صہیب نے بنا کسی چھیڑ چھاڑ کے خوش دلی سے کیک کھایا اور مانو کو شکریہ کہا۔ اماں کو تو بس اس کی شادی کی فکر دن رات ستانے لگی تھی۔

"اماں میرا بڑا دل ہے اگر مانو ہمارے صہیب کی دلہن بنے۔"

"ہاں تو انکار کسے ہے۔" اماں کی تو باچھیں کھل گئیں۔

"بس اماں پھر مانو کے ایگزام ہو جائیں اس بار کاشف سے اس کا ہاتھ مانگ لیتے ہیں۔" بڑوں کی باتوں سے انجان وہ سب صہیب سے ٹریٹ لینے کے چکر میں تھے۔

"یار تمہاری تنخواہ پر پہلا حق ہمارا ہے۔" احمر اور حیدر نے حق جتایا۔

"نہیں...... چاچو کی پے پر پہلا حق تو صرف محترمہ ماہ نور اشرف کا ہوسکتا ہے۔" طلال اکثر ہی انہیں چھیڑتا رہتا تھا۔

"تیری بکواس کبھی بند نہیں ہوسکتی۔" صہیب نے گھر کا۔

"ارے اچھا چلو مانو سے پوچھ تو لو ناں کہ کیا کھانا چاہئے' یہ سچ ہے کہ تمہارے لیے سب سے زیادہ دعائیں اس نے کی ہوں گی۔" حیدر نے کہا۔

"ہاں تو محترمہ ماہ نور اشرف کیا کھانا پسند فرمائیں گی آپ۔" ان سب کے کہنے پر صہیب نے باادب انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرادی۔

"میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم نے پوچھا...... تمہاری مرضی جو تم خوشی سے کھلا دو گے ہم کھالیں گے۔"

"زہر کھلا دوں۔" صہیب نے دیدے نکالے۔

"بصد شوق اگر تم اپنے ہاتھ سے کھلاؤ تو۔" صہیب نے سر پیٹ لیا۔

"تم نہیں سدھرو گی۔"

"تم کبھی سمجھو گے نہیں صہیب احمد۔" دوبدو جواب دیا...... وہ ان سب کو باہر لے گیا اور واپسی پر سب نے ارادتاً ان دونوں کو اکیلا چھوڑ دیا تھا۔

"تمہارے تو فائنل ایگزام ہیں ناں۔"

"ختم ہوگئے۔" مانو نے پُرشکوہ نگاہ سے اسے دیکھا۔

"تمہیں واقعی میں بہت بری لگتی ہوں۔"

"اب میں نے کیا کہہ دیا۔"

"تمہیں میری قطعی پروانہیں ہے صہیب......"

"تم نا سمجھ بچی ہو جو پرواہ کروں...... تم خود اپنی پروا کرسکتی ہو۔"

"کیا واقعی تم اتنے انجان ہو۔" اس نے آس سے صہیب کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیا مطلب؟" قطعی انجان انداز مانو کے ارمانوں پر اوس ڈال گیا' اس دن کے بعد اس نے صہیب سے پوچھنا ہی چھوڑ دیا...... ویسے بھی اب پہلے والی بات نہیں رہی تھی...... وہ شام میں آتا تھا' پھر بس کچھ دیر ہی سب کے ساتھ بیٹھتا تھا اور باہر نکل جاتا۔

"اب کی بار کاشف آئے گا تو ہم مانو کا ہاتھ مانگ لیں گے صہیب تمہیں اعتراض تو نہیں۔"

"بھابی......!" وہ حیران ہوا۔

"وہ کم عقل لڑکی ہے جذباتی سی آپ لوگ بھی اس کے ساتھ سیریس ہوگئے......"

"مطلب تمہیں مانو پسند نہیں......"

"بھابی میں نے کبھی اس طرح سوچا ہی نہیں۔" بھابی اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر چپ ہوگئیں۔

کاشف آیا تو پتہ چلا اس بار وہ فیملی کو ساتھ لے کر جارہا ہے' اماں تو بولائی پھرتیں کہ مانو کی بات کیسے کریں بھابی نے چپ سادھ لی کہ جب صہیب کی ہی مرضی نہیں ہے تو کیا فائدہ۔

"ہم کل جارہے ہیں صہیب۔" وہ بہت اداس تھی اس

امید پر آئی تھی کہ شاید کوئی جگنو مل جائے آس بھرا......
صہیب نے موبائل سے لمحے بھر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا...... مگر آج وہ ہمیشہ کی طرح اگلے پل نگاہ موڑ نہ سکا...... اس کے چہرے پر اداسی کا ڈیرہ تھا...... حسن و مایوسی کا امتزاج بلا کا تھا۔

''بھیا کہتے ہیں ہم اب یہاں نہیں آئیں گے وہیں رہیں گے بھیا کا ٹرانسفر ہوگیا ہے مستقل۔''

''اچھا ہے انہیں اکیلے رہنا پڑتا تھا۔'' مانو نے اس کے جواب پر کتنی دیر تک اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

''ہم نے بچپن ساتھ گزارا ہے' تمہیں ذرا بھی دکھ نہیں ہے صہیب میرے جانے کا۔ شاید میں ہی احمق ہوں جو ہمیشہ تم سے امیدیں باندھ لیتی ہوں' ورنہ تم نے تو کبھی مجھے اچھا سمجھا ہی نہیں ناں۔'' اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

''میں غلط تھی...... میری دیوانگی غلط تھی صہیب...... پتہ نہیں تم واقعی انجان ہو یا بنتے ہو...... مگر اچھا ہی ہے میں کم از کم آج سے خوش فہمیوں میں سفر نہیں کروں گی۔'' وہ روتے ہوئے چلی گئی اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اگلے دن وہ آئی نہیں اور وہ اس کا انتظار کرتا رہ گیا تھا۔

٭......☆......٭
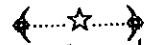
پرانی یادوں میں الجھتے جانے کب اسے نیند آئی تھی مگر جب فجر کی پہلی اذان ہوئی تو وہ پھر اٹھ گیا صہیب بھی وضو کرکے شاید نماز کے لیے جارہا تھا...... اماں بی کتنا کڑھتی تھیں ہمہ وقت انہیں صہیب کی لاپروائی کھلتی تھی مگر مجال ہے جو اس کے کان پر جوں بھی رینگتی ہو...... اور اب جب وہ دیکھنے کو رہی ہی نہ تھیں تب صہیب احمان کی پسند کے خاکے میں ڈھل گیا تھا۔

نماز روزے کی پیچھے کتنا بولتی تھیں وہ مگر انہیں تو صہیب کی طرف سے کبھی سکھ جیسے ملا ہی نہیں اور اب صہیب کو یہی بات بے کل رکھتی تھی اماں اس سے ناراض ہی چلی گئیں۔ نماز کے بعد وہ اکثر واک کے لیے نکل جاتا تھا اور احمر اور صہیب پھر اکٹھے ہی گھر آتے ناشتہ کرتے تیار ہوکر آفس نکل جاتے مگر آج چونکہ سنڈے تھا احمر کا جلد اٹھنا ممکن نہ تھا سو وہ اکیلا جب واک کرکے واپس آیا تب بھی گھر میں ہو کا عالم تھا' ساری مخلوق سنڈے منا رہی تھی' کتنے عرصے بعد آج اس کا دل چھت پر جانے کو چاہا تھا ورنہ اماں کے بعد اس نے اوپر جانا ہی ترک کردیا تھا۔

خوب صورت اور حسین سویرا تھا' آسمان پر ہلکی ہلکی سرخی غمازی کررہی تھی کہ آفتاب کی آمد ہے اور بیٹھی بیٹھی سی مہک اور ہلکی ہلکی ہوا بہت بھلی معلوم ہورہی تھی' وہ چاروں طرف دیکھنے لگا کبھی یہ چھت ان کی آوازوں سے گونجا کرتی تھی۔

''خوب صورت پل کتنے مختصر ہوتے ہیں' ایسے گزر جاتے ہیں جیسے ہوا کے جھونکے تیزی سے انسان کو چھوکر آگے گزر جاتے ہیں' بس فضا میں اپنی مہک چھوڑ جاتے ہیں اس کی زندگی کے وہ پل بھی اپنی مہک اتنی گہرائی سے چھوڑ گئے تھے کہ من بستی میں نقش ہی ہوگئے۔'' مانو سے جڑی ہر بات اسے آج چھت پر آ کر کتنی شدت سے یاد آئی تھی' اس کا لہراتا آنچل' چہرے کو چھوتی آوارہ بالوں کی لٹیں اور ہنسی کی جھنکار' جسے کبھی وہ کھی کھی' کہہ کر سخت چڑتا تھا۔

''کچھ لوگ پھولوں کی مانند ہوتے ہیں ناں صہیب' جو خود دور بھی چلے جائیں مگر اپنی خوشبو کا حصار ہمارے چاروں طرف چھوڑ جاتے ہیں۔'' احمر کی آواز پر وہ بری طرح چونکا۔

''تم اٹھ گئے۔'' پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کا خاصہ ہی بن گئی تھی۔

''مانو یاد آتی ہے ناں صہیب......'' وہ اسے چاچو نہیں کہتا تھا ساتھ کھیلے تھے نام لیتا تھا شروع سے۔

''پتہ نہیں۔'' وہ پھر رخ موڑ کر کاشف بھائی کی چھت کو خالی نگاہوں سے تکنے لگا۔

''کم از کم خود سے سچ بولنا سیکھ لے یار...... گھر کا ہر فرد جانتا ہے تم کیسے بے کل گھومتے ہو...... مگر یہ تو طے ہے ناں اپنا یہ نقصان تم نے خود کیا ہے' مما نے تو تم سے پوچھا تھا' کیونکہ اماں اور مما کی خواہش تھی کہ مانو تمہاری دلہن

بنے۔" وہ لب بھینچے احمر کی باتیں سن رہا تھا۔

"ضروری نہیں ہے صہیب محبت مہندی کے رنگ کی طرح تیزی سے نمایاں ہوجائے...... محبت کے رنگ دھیمے دھیمے اپنا اثر چھوڑتے ہیں مگر وہ رنگ پھر ان مٹ ہوتا ہے کبھی پھیکا نہیں پڑتا' تمہیں ادراک دیر سے ہوا مگر تمہارے اندر محبت کا رنگ اپنا اثر چھوڑ گیا تھا گہرا ہونے سے پہلے مانو ہار مان کر چلی گئی۔"

"اب ان تمام باتوں کا کیا مطلب؟ بے معنی ہیں یہ سچائیاں بھی۔" آخر کار وہ اقرار کر گیا۔

"بے معنی نہیں ہیں صہیب محبت وہ جذبہ ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے خالق سے کر کے اسے پالیتا ہے' تم کیسے ہار مان کر بیٹھ سکتے ہو۔" انتہائی سنجیدہ اور روڈ رہنے والے احمر کی باتیں اسے تحیر میں مبتلا کر گئیں...... ہار تو وہ کبھی نہیں مان رہا تھا' وہ اپنی تمام تر دعاؤں میں اسے یاد رکھتا تھا اور اسے یقین کامل تھا کہ وہ ایک دن اسے تلاش کرلے گا' سو اس نے ہمیشہ کی طرح اپنی یادیں کوزے میں بند کیں اور لمحہ بھر میں اس حصار سے باہر آ گیا۔

"امیزنگ یار...... تم جیسے پریکٹیکل بندے کے منہ سے صبح سویرے محبت پر لیکچر وہ بھی بنا ناشتے کے' ہضم نہیں ہورہا۔ بائی دی وے میں مان لوں کہ مناہل صرف بھابی کی خواہش نہیں ہے۔" صہیب نے شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا' احمر زیر لب مسکرا دیا۔

"جس طرح عورت کی خاموشی میں اقرار چھپا ہوتا ہے تو مرد کی مسکراہٹ میں سچ اور اقرار پوشیدہ ہوتا ہے بھانجے۔ مگر ایک بات بتاؤ' اگر وہ واقعی یہ سچ ہے تو تم ہر وقت میری بھتیجی کو ہٹلر کی طرح ڈرا دھمکا کر کیوں رکھتے ہو۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں صرف اس کی بے تکی اور ناسمجھ باتوں پر ڈانٹتا ہوں کیونکہ میں اسے پرفیکٹ دیکھنا چاہتا ہوں' تبھی اس کی خامیاں اس کی غلطیاں سدھارنے کے لیے اسے ٹوکتا ہوں۔"

"اتنی سمجھدار ہے وہ...... گھر کی تمام لڑکیوں سے زیادہ' ہر کام میں پرفیکٹ ہے اتنی سوفٹ نیچر ہے...... پیارا سا دل ہے۔"

"مجھے اس کی تمام خوبیوں کا علم ہے تم میری نالج میں اضافہ نہ کرو...... میں جیسا ہوں ویسا رہنے دو...... ضروری نہیں محبت کا ٹھیکہ تم نے اور طلال نے ہی اٹھا رکھا ہے۔"

وہ سیڑھیاں اترتا...... اسے جتانا نہ بھولا تھا۔

☆

"مناہل پلیز مجھے آملیٹ بنادو مجھے دیر ہورہی ہے۔" طلال اس کے سر پر کھڑا تھا۔

"او کے پانچ منٹ ویٹ کرلو......" مناہل احمر کے لیے پراٹھا بیل رہی تھی...... طلال لیٹ ہورہا تھا۔

"ہونے والے مجازی خدا کی اتنی فکر ہے' دیور کا احساس نہیں ہے تمہیں۔ یار وہ تو لیٹ جاتا ہے پلیز پہلے میرے لیے پکادو۔"

"خود پکالو۔" ٹکا سا جواب ملا تو منہ بنا کر جانے لگا...... احمر ابھی آیا تھا مگر طلال کی بات سن لی تھی اس نے۔

"مناہل تم اسے پہلے آملیٹ فرائی کردو' بھوکا جارہا ہے۔"

"ہوں...... اب اوپر سے آرڈر ہوا ہے ناں اب دیکھو کیسے ہاتھ چلے۔" احمر کی بات پر مناہل نے اثبات میں سر ہلایا اور طلال کے لیے آملیٹ فرائی کرنے لگی' تبھی بڑی ممابھی آ گئیں' ان کے پیچھے ہی حیدر تھا۔

"مناہل میری چائے۔" وہ اکیلی تھی دو ہاتھ مگر صبح صبح کی افتاد اسے زچ کردیتی تھی۔ مجال ہے جو عاشی یا دانیہ ذرا بھی ہاتھ ہلاتی ہوں' ابھی الوینہ اور سفیان نازل ہوجائیں گے انہیں یونیورسٹی جانا ہوتا تھا' سفیان نے اسکول جانا ہوتا۔

"آپی میرے لیے جوس بنادیں ناں۔"

"فریج میں رکھا ہے پی لو۔" برداشت کی آخری حد تھی اس کا چہرہ صاف غمازی کررہا تھا طلال کے سامنے اس نے آملیٹ کی پلیٹ جس طرح رکھی تھی احمر بمشکل اپنی

مسکراہٹ چھپا پایا۔ کبھی کبھی وہ اس کے ساتھ واقعی زیادتی کر دیتا تھا' ناشتے کی یہ سخت ڈیوٹی بھی اس نے لگائی تھی اس کی کہ بڑی مما اور چھوٹی مما کو صبح میں کتنی پریڈ کرنی پڑتی ہے' تم ان کے ساتھ ہیلپ کروگی' مما کی طبیعت کل سے خراب تھی۔ چاچی کو کئی دن سے الرجی تھی سو بڑی مما کے ساتھ وہ اکیلی خوار ہو رہی تھی۔ صبح میں ہر کسی کو صرف اپنی پڑی ہوتی ہے۔ ایسی بھگدڑ مچتی ہے کہ اللہ معافی۔ ابھی تو آدھی عوام اپنی تیاری میں لگی ہوئی تھی ورنہ اب تک ٹیبل بجنا شروع ہو جاتا۔ طلال اور الوینہ کو ناشتہ دے کر اس نے سفیان اور حیدر کی فرمائشی لسٹ پوری کی تھی۔ تب تک بہرام اور ہادی بھی آموجود ہوئے۔

''آج میری میٹنگ ہے یار مناہل ذرا جلدی کر دو۔'' بہرام نے آتے ہی جلدی مچائی وہ کلس کر رہ گئی اگر یہاں احمر نہ ہوتا تو وہ سب کی طبیعت صاف کر دیتی جان بوجھ کر فائدے اٹھاتے ہیں سارے کہ اس کے سامنے وہ بول نہیں سکتی تھی۔

''میں کیا کروں' دس منٹ لگ جائیں گے۔'' اس نے توے سے پراٹھا اتار کر احمر کے آگے رکھا' مگر بہرام نے فوراً اپنی طرف کھسکا لیا۔

''یہ کیا جہالت ہے۔ میں لا رہی ہوں ناں۔''

''یار تم تو لیٹ جاتے ہو پلیز۔'' بہرام نے التجا کی احمر نے مان لی' ہادی ازل کا بے صبرا تھا وہ بہرام کے ساتھ ہی لگ گیا۔ مناہل کو جلدی جلدی ہاتھ چلانے پڑے۔

''چائے میں شوگر کم ہے یار۔'' حیدر نے صدا لگائی۔

''وہی تو میں زہر مار کر رہا ہوں' اب کیا کریں ہونے والی بھابی ہے۔'' طلال کو موقع در کار تھا اور یہیں تک مناہل کی برداشت کی حد تھی اس نے چمٹا دور پھینکا اور طلال کے سر پر پہنچ گئے۔

''میں کب سے پاگلوں کی طرح تم سب بدتمیزوں کی لسٹ پوری کر رہی ہوں اور تم......'' بڑی مما جانتی تھیں کہ ارادتاً اسے تنگ کیا جا رہا ہے تبھی وہ مناہل کی فیور میں تھیں۔

''مرو سب بھاڑ میں جاؤ اب کسی کو کچھ نہیں ملنے والا۔'' اس نے دھپ کر کے کرسی سنبھالی تو سب کو فکر لاحق ہوئی' اگر واقعی وہ ضد پر آ گئی تو سب لیٹ ہو جائیں گے۔

''ارے یار لعنت بھیجو ان پر' ہمیں کیوں سزا دے رہی ہو...... پلیز پیاری بہنا۔'' ہادی نے مکھن لگایا مگر اثر ندارد تھا۔ مما ہی نے سب کو ناشتہ دیا۔

''قریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل میں نے تم سے پراٹھے کا کہا تھا شاید۔'' حالانکہ احمر کو اس سے ہمدردی تھی مگر اس نے قطعاً لہجے سے ظاہر نہیں کی' وہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی اٹھی۔ تبھی بڑے پاپا آ گئے۔

''مناہل بچے میرا ناشتہ کمرے میں لے آؤ۔''

''جی بابا۔'' اس نے سر ہلایا مگر ڈر یہ تھا کہ احمر نہ شروع ہو جائے کہ واقعی وہ سب سے پہلے آیا تھا' مگر اس نے جب احمر کی طرف دیکھا تو وہ سہولت سے بولا۔

''پہلے بابا کو ناشتہ دے آؤ۔'' بابا تو بس سلائس لیتے تھے اور دودھ اس نے ان کے لیے ٹرے میں ناشتہ رکھا تو عاشی آ گئی۔

''عاشی تم نے ٹائم دیکھا ہے...... کم از کم صبح میں جلدی اٹھ کر مما اور مناہل کے ساتھ ہیلپ کرا دیا کرو' حد کر دیتی ہو اب یہ ناشتہ بابا کو دے آؤ۔'' احمر نے آتے ہی اس کی کلاس لی۔ مناہل نے جلدی سے اس کا ناشتہ بنا کر سامنے رکھا۔

''تم نے ناشتہ نہیں کرنا۔''

''ہاں' نہیں۔'' اس کے تو دیدے ہی پھیل گئے' احمر علی کو اس کی فکر......؟؟

''مزاج سخت ضرور ہے محترمہ مگر دل کا برا نہیں ہوں اندازہ ہے مجھے کہ تمہیں صبح میں کتنا خوار ہونا پڑتا ہے۔''

''شکر ہے اللہ کا۔'' اس نے دل میں سوچا' کیونکہ اس کے سامنے جواب دینے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔

''میں بڑی مما کے ساتھ کر لوں گی' مجھے مما کے لیے دلیہ پکانا ہے ابھی۔'' چائے کا مگ اس کے سامنے رکھ کر وہ

تیزی سے مڑی۔

"مما جب تک بابا نہیں جائیں گے اب نہیں آئیں گی چھوٹی مما ابھی سو رہی ہیں عاشی اور دانیہ اپنے لیے خود سب کرسکتی ہیں سو تم شرافت سے بیٹھ کر ناشتہ کرلو۔" لاچار چیئر گھسیٹ کر بیٹھنا پڑا...... احمر نے اس کے جھکے ہوئے سر پر نگاہ ڈالی اور گہری مسکراہٹ کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا۔

"ارے یار...... ٹھہرو میں ذرا دیکھ لوں کہ آج سورج مشرق سے نکلا ہے یا مغرب سے۔" صہیب کچن میں داخل ہوا تو ان دونوں کو دیکھ کر بنا بولے نہیں رہ سکا۔

"اسے نکلے بہت دیر ہوگئی ہے تم اندازہ نہیں کرسکو گے۔ بہتر ہے ٹک کر بیٹھ جاؤ اور ہمیں دیکھ کر جلنے کے بجائے ناشتہ کرو۔" احمر سے ایسے جواب کی توقع باآسانی کی جاسکتی تھی۔

"چاچو میں آپ کے لیے کافی لاتی ہوں۔" وہ ناشتہ کے نام پر فقط کافی لیتا تھا۔

"مسٹر صہیب احمد...... زندگی کو کافی کی تلخی سے ختم کرنے سے بہتر ہے اس میں مٹھاس گھولو...... اور......"

"بس کردے میرے باپ صبح صبح تقریر......" جواباً صہیب نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تو وہ مزے سے اسے چڑاتا چائے پینے لگا۔

☆

آج کاشف بھیا کی دوسری برسی تھی۔ دو سال بیت گئے تھے انہیں جدا ہوئے مگر مانو کی نگاہوں میں ابھی بھی وہ منظر تازہ تھا جب اس کے شہید بھائی کی باڈی آئی تھی اور کیسے اس نے بھابی اور بچوں کو سنبھالا تھا۔ اس دن مانو نے بھیا کی باڈی کے سامنے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی بھابی اور بچوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ قرآن خوانی کے بعد جب تمام مہمان رخصت ہوگئے تو وہ بھابی کے پاس آئی بھابی نے اس کی نم آنکھیں دیکھ لیں تبھی خود سے لگالیا۔

"دو سال گزر گئے بھابی ہمیں لگتا تھا ہم ایک پل بھی بھیا کے بنا نہیں جی پائیں گے مگر کتنی بے وفا ہے ناں یہ دنیا...... یہ ناتے ہم ان تمام لوگوں کے بنا جی لیتے ہیں جن کو دیکھے بنا ہمیں پل بھر بھی سکون نہیں آتا تھا۔"

"یہی نظام کائنات ہے مانو۔" بھابی نے اس کی آنکھیں صاف کیں پھر کافی دیر اسے سمجھاتی رہیں۔

"عباس صاحب کیا کہہ رہے تھے بھابی؟" جب کچھ سنبھلی تو اس نے پوچھا...... بھابی نے گہری سانس خارج کی۔

"کچھ بھی نہیں۔" اسے لگا بھابی جھوٹ بول رہی ہیں عباس صاحب نے ضرور کوئی بات کی ہے بھابی کے چہرے سے پریشانی نمایاں ہورہی تھی۔

"چھپا رہی ہیں ناں......؟" اس نے بھابی کا چہرہ دیکھا۔

"بتا کر بھی کیا فائدہ۔"

"پلیز بتائیں ناں کرایہ بڑھانے کا کہہ رہے ہوں گے۔"

"نہیں...... انہوں نے گھر سیل کرنا ہے کہہ رہے تھے اپنا بندوبست کرلیں دو ماہ دیے ہیں۔"

"دو ماہ بھابی دو ماہ میں گھر کہاں ملے گا اتنی مشکل سے تو یہ ملا تھا کم از کم چار پانچ ماہ دینے چاہیں انہیں۔" اسے فکر لاحق ہوئی بھیا کے بعد تقریباً چھ ماہ تو وہ گورنمنٹ کی طرف سے ملے گھر میں رہے تھے پھر رینٹ پر گھر لے لیا اور اب؟

"کاش میرے پاس اتنے پیسے ہوتے تو ہم ہی خرید لیتے یہ گھر...... اپنا گھر تو ہوتا۔"

"اپنا گھر تو ہے مانو...... وہ گھر جو تمہارے امی ابو کی نشانی ہے تمہارے بھیا کو کتنی محبت تھی اس گھر سے...... وہ ویران پڑا ہے چار سال سے۔" بھابی نے ایک بار کوشش کی تھی کہ شاید اب مانو مان جائے وہاں واپس لوٹنے کو لیکن وہ اب بھی چپ تھی۔

"میں دیکھتی ہوں کسی پراپرٹی ڈیلر سے کہتی ہوں ان شاء اللہ ہمیں جلد مل جائے گا گھر۔" اس کے جواب نے

واضح کردیا تھا کہ وہ وہاں جانے کو اب بھی راضی نہیں۔

"جب تم کہتی ہو کہ تمہیں اس سے کوئی امید نہیں تم نے سب کچھ بھلا دیا ہے پھر کیوں جانا نہیں چاہتیں وہاں؟"

"چار سال لگے بھابی خود کو سمجھانے میں' کیونکہ وہ شخص میرے سامنے نہیں تھا...... مگر میں جانتی ہوں اگر وہ میرے سامنے آ گیا تو میں پھر سے...... پلیز بھابی...... مجھ میں شاید ہمت نہیں رہی میں نہیں فیس کر پاؤں گی اگر وہ کسی اور کا ہوگیا تو......" وہ جانتیں تھیں اس کی دیوانگی...... صہیب احمد کی محبت آج بھی اس کے رگ و پے میں تھی مگر وہ کمزور نہ پڑ جائے اس لیے جانا نہیں چاہتی تھی۔

"اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی ہم کرائے کے مکان کے لیے دھکے کھا رہے ہیں۔"

"ہم وہ گھر سیل کر کے یہیں اپنا گھر لے لیتے ہیں۔" مانو کی بات پر ان کے دل کو کچھ ہوا۔

"نہیں مانو میں وہ گھر کبھی نہیں بیچ سکتی...... میری تو ہر یاد اس گھر سے جڑی ہے میرے شوہر کو اپنے گھر سے محبت تھی' میں ان کی محبت ان کی نشانی کسی صورت نہیں بیچ سکتی۔" وہ دونوں ہی اپنے موقف پر اڑی ہوئی تھیں۔

☆

"اگلے اتوار کو احمر اور مناہل کی شادی طے کرنی ہے۔"

"مما سب کچھ تو طے ہے اب کیا کرنا ہے۔" طلال نے بیچ میں بولا۔

"تیری زبان میں لازماً کھجلی ہوتی ہے۔ پہلے ان کی سن تو لیا کرو۔" صہیب نے لتاڑا۔

"بڑی بھابی صرف احمر کی' حیدر کی نہیں؟"

"نہیں حیدر نے سی ایس ایس مکمل کرنا ہے۔"

"احمر...... کاش مجھے آفر ملتی۔" طلال پھر بڑبڑایا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" چھوٹی مما نے شاید سن لیا تھا۔

"تھنک مما...... میں چاچو کے لیے اداس ہوں۔"

"مجھے کیا ہوا ہے؟" صہیب نے آنکھیں پھیلائیں۔

"یار صہیب تجھے اندازہ نہیں ہوا لوگ اپنے دل کے درد کو زبان دے رہے ہیں نام تمہارا لگا رہے ہیں۔" حیدر نے لمحے بھر میں عزت افزائی کردی۔

"ارے ہاں یار چاچو سے یاد آیا...... کل میں نے کاشف بھائی کا گیٹ کھلا ہوا دیکھا تھا۔" ہادی نے کل صبح کا منظر یاد کرتے ہوئے کہا۔

"میرا اس سے کیا تعلق؟"

"تعلق تو بہت گہرا تھا سجن
تم نے ہی نہ نبھایا سجن
بے تکی شاعری میں کمال حاصل تھا طلال علی کو تبھی تو حوصلہ افزائی کے طور پر زور کا جھانپڑ کان کے نیچے لگایا تھا۔

"ہر وقت بے تکی ہانکتا رہتا ہے...... یار کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کر۔" صہیب نے سنجیدگی سے کہا' طلال کی بکواس تبھی پیشانی پر سلوٹیں نمایاں ہوگئیں۔

"ایم سوری یار چاچا آپ کو برا لگا؟" جواباً صہیب نے کچھ نہ کہا' حیدر جانتا تھا کہ وہ پہلے ہی کافی اپ سیٹ ہے ذہنی طور پر...... کیونکہ رات ہی تو بڑے بابا نے اس کی اچھی خاصی انسلٹ کردی تھی' وہ چاہتے تھے احمر کے ساتھ ہی صہیب کا فرض بھی ادا ہو جائے' مگر وہ مسلسل انکاری تھا...... احمر اور حیدر کو بہت محسوس ہوا تھا جب بابا نے صہیب کو ڈانٹا تھا' ظاہر ہے وہ تقریباً ہم عمر تھے پھر ان میں اچھی دوستی تھی' یہ سچ تھا کہ صہیب نے نادانی کی تھی۔ مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ نافرمان تھا۔

"چل صہیب باہر چلتے ہیں؟"

"نہیں میں آپی کی طرف جا رہا ہوں...... مے بی رات کو نہ آؤں۔" اس کی بات پر ہال روم میں موجود ہر فرد نے حیران ہو کر دیکھا...... اول تو وہ بہت کم نگہت کی طرف جاتا تھا' رات کو رکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا...... تابندہ نے دکھ سے اس کا اترا چہرہ دیکھا پھر حیدر کو کیونکہ

انہیں امید تھی حیدر اور احمر ہی اسے سمجھا سکتے تھے۔

"ہاں تو میں بھی چلتا ہوں ناں کافی دن سے پھوپو سے ملا بھی نہیں۔" وہ بھی صہیب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

صہیب نے باہر آ کر گاڑی نکالی۔

"کیا ہوا؟" صہیب نے گاڑی ایک قریبی پارک میں روکی تھی۔

"پھوپو کی طرف نہیں جانا؟"

"نہیں......" گاڑی لاک کر کے وہ چلا تو حیدر نے بھی قدم بڑھا دیے۔

"اپ سیٹ ہے ناں۔"

"یار میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ میں بھیا اور بھابی کی ہر بات مانوں اور میں نے مانی بھی ہے جیسے بھیا کہتے ہیں میں کرتا ہوں' صرف میری ایک یہ خواہش جسے انہوں نے میری ضد کہا ہے مجھے اعتراف ہے حیدر کہ میں نے اپنی غلطی کے باعث کھویا ہے اسے۔ کم از کم مجھے کچھ وقت تو دیں اگر وہ میرا نصیب ہے تو میں اسے ڈھونڈ لوں گا' وگرنہ خود آ کر کہہ دوں گا کہ اب بھیا جہاں چاہیں میری شادی کر دیں بٹ...... کچھ وقت تو دیں ناں مجھے۔" حیدر کو جو اندازہ تھا صد فی صد درست تھا' صہیب کی بھڑاس نکلی تھی۔

"میری غیر ذمہ داری اور لاپروائی کہہ لو یا کم عمری...... اماں کی آخری خواہش پوری نہ ہو سکی' مگر حیدر بخدا میں نے کبھی ارادتاً اماں کی نافرمانی نہیں کی...... شاید انہیں مجھ سے بہت ساری امیدیں تھیں اور میری بدنصیبی کہ میں ان کی امیدوں پر پورا نہ اتر سکا۔ اب کیا مجھے قدم قدم پر یہ احساس دلانا ضروری ہے کہ میری ماں میرے باعث اس دنیا سے گئی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے یار...... اماں بی چاہتی تھیں تمہاری خوشیاں دیکھیں...... مگر یہ تو اللہ رب العزت کی رضا تھی' اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں...... تم کیوں اس طرح سوچ رہے ہو۔" حیدر نے اس کے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا۔

"میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہا حیدر...... رات تمہارے سامنے بھیا نے یہ الفاظ کہے ہیں' حیدر یار اب مجھ سے روز روز یہ بحث برداشت نہیں ہوتی میں مزید یہاں رہا تو... شاید بھیا سے بدتمیزی کر بیٹھوں اور ایسا میں نہیں چاہتا' وہ میرے محسن ہیں' میرے لیے ابو کی جگہ پر ہیں۔" صہیب نے رات کی باتوں کو ضرورت سے زیادہ دل پر لیا تھا۔

"مجھے کم از کم تم سے یہ امید نہیں تھی صہیب تمہیں پتہ ہے بڑے بابا نے ہائپر ہونا ہوتا ہے محض دس منٹ بعد وہ اپنی کہی ہر بات بھول جاتے ہیں۔"

"ہاں مگر ضروری نہیں کہ ان کی کہی باتیں دوسرے بھی بھول جائیں' ٹین ایج میں ہر انسان غلطیاں کرتا ہے میں نے بھی کیں اور ایسا میں نے کیا ہی کیا ہے؟ صرف یہی کہ بڑی بھابی کے لاڈ پیار نے مجھے ضرورت سے زیادہ لاپروا بنا دیا تھا' میرے اندر کا بچپنا دیر سے گیا' میں احمر کی طرح سنجیدہ مزاج نہیں تمہاری طرح ذمے دار نہیں' ہر انسان کا مزاج اس کی نیچر مختلف ہوتی ہے حیدر...... اور اب میں نے کتنی کوشش تو کی ہے خود کو بدلنے کی۔"

"اوکے پلیز کول ڈاؤن......" حیدر نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔ "صہیب تم یہ کیوں سوچتے ہو کہ تم احمر یا میری طرح نہیں ہو تم جیسے بھی ہو ناں بہت اچھے ہو تمہاری اپنی شخصیت ہے...... اپنا مزاج ہے' فار گاڈ سیک بابا کی باتوں کو ذہن پر اتنا سوار مت کیا کرو حالانکہ تمہیں علم ہے کہ جب انہیں مجھ پر یا احمر' طلال' ہادی کسی پر بھی غصہ آتا ہے وہ ایسے ہی ری ایکٹ کرتے ہیں۔"

"آئی نو کہ وہ سب پر ہائپر ہوتے ہیں' مجھے ان کے ڈانٹنے کا برا نہیں لگتا حیدر...... مگر وہ ہر بار مجھے یہ باور کراتے ہیں کہ اماں میری عادتوں کی وجہ سے بیمار تھیں اور میری نافرمانی کی وجہ سے اس دنیا سے گئیں...... وہ کون سی اولاد ہوگی جو یہ چاہے گی کہ اس کے سر پر ماں کا سایہ نہ رہے...... بدنصیبی ہے میری کہ میں نے ان کی خواہش ان کی زندگی میں پوری نہ کی...... مگر میرا وعدہ ہے اماں سے میں اب ماہ نور کو ڈھونڈ دوں گا۔" وہ جیسے ضد پر اڑ گیا۔

"اوکے فائن، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن پلیز اب غصہ تھوک دو گھر چلتے ہیں۔ تمہیں پتہ ہے ناں صہیب بڑی مما کی کیا حالت ہوگی...... رات سے اگر تمہیں سکون نہیں ہے تو وہ بھی بے کل ہیں۔ تمہاری ذرا سی تکلیف پر وہ کتنا پریشان ہوجاتی ہیں اور تم جانتے ہو کہ اب وہ شوگر کی پیشنٹ ہیں ذرا سی دیر میں ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ چلو ناں گھر چلتے ہیں۔"

"قسم سے حیدر کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے میں گھر کیا یہ شہر ہی چھوڑ دوں۔ بھیا کی باتیں سن کر...... مگر ہر بار بڑی بھابی کی محبت میرے ارادے بدل دیتی ہے۔" اس کا غصہ یک دم ہی بھابی کے نام پر سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ حیدر نے اس کا پھولا ہوا منہ دیکھا پھر شرارت سوجھی۔

"ایسے بھتیجے تمہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملنے والے۔"

"اور ایسا چچا بھی نایاب ہے دنیا میں...... یاد رکھنا۔" حیدر کو توقع کے مطابق جواب ملا تھا، وہ واپسی کے لیے مڑے ہی تھے کہ احمر کا فون آ گیا۔

"لو ایک اور نایاب بھتیجا تمہارا، یقیناً مما نے اسے بتا دیا ہوگا اور اب وہ جلے پیر کی بلی بنا ہوا ہوگا۔"

"بننے دے...... ہم ڈنر کرکے پھر جائیں گے بس۔"

"یعنی ثابت کرنا بھی ضروری تھا کہ وہ خفا ہے......"

حیدر نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

"مانو میں نے تمہیں منع کیا تھا ناں کہ ہم نے گھر سیل نہیں کرنا...... اور تو نے پھر بھی وہاں اکرام بھائی کو فون کردیا۔" وہ ابھی آفس سے آ کر ہی بیٹھی تھی کہ بھابی نے غصے سے پوچھا۔

"کس نے کہا آپ سے کہ میں گھر سیل کررہی ہوں وہ بھی بنا آپ سے پوچھے۔ بھابی میرے لیے اب سب کچھ آپ ہیں میرے والدین، بھائی ہر رشتہ آپ پر ہی ختم ہوتا ہے میں بنا آپ کی مرضی کے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا سکتی ہوں؟"

"اکرام بھائی کو فون کرنے کا مقصد؟"

"آپ خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ گھر ویران پڑا ہے، اکرام بھائی سے کہا تھا کہ صفائی وغیرہ کرادیں اور پھر رینٹ کے لیے دے دیں...... چلیں کچھ ان کم پلس ہی ہوجائے گی۔"

"تم بھی ناں مانو بس دو اور دو چار کرنے میں لگ گئی ہو۔"

"صرف میں کیا بھابی ہماری ساری قوم اسی کام پر لگی ہوئی ہے۔" اس نے مذاقاً کہا۔ "اچھا کھانے میں کیا پکایا ہے سچ اتنی بھوک لگی ہے آج لنچ کا بھی ٹائم نہیں ملا۔" اس نے پاؤں اوپر کیے اور صوفے پر ہی دراز ہوگئی۔

"لنچ کیوں نہیں کیا؟"

"کام جلد ختم کرکے گھر کے لیے پراپرٹی ڈیلر سے ملنا تھا۔ دو تین گھر دیکھ کر آئی ہوں، جو پسند آتا ہے وہ اپنی رینج میں نہیں اور جو رینج میں ہے وہ اچھا نہیں لگا۔"

"ہم نے کون سا عمر بھر رہنا ہے میں نے اپنے شہر کے لیے ٹرانسفر کی درخواست دے دی ہے ان شاء اللہ جلد ہی امید ہے ایکسیپٹ ہوجائے گی۔" مانو بھابی کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

"اور میری جاب؟"

"تمہاری کون سی گورنمنٹ جاب ہے اور میں نے کون سا تم سے عمر بھر جاب کرانی ہے۔ جیسے ہی کوئی اچھا رشتہ ملتا ہے فرض ادا کردوں گی۔"

"تنگ جو آ گئی ہیں ناں مجھ سے...... بری لگنے لگی ہوں آپ کو۔" وہ دھپ دھپ کرتی اٹھ کر کمرے میں چلی گئی۔ سمیرا کافی دیر منتظر رہیں کہ وہ باہر آئے گی مگر وہ نہیں نکلی تب انہیں کھانا ٹرے میں رکھ کر کمرے میں لانا پڑا جہاں محترمہ رونے کا شغل فرما رہی تھیں۔

"مانو اٹھو کھانا کھالو۔"

"نہیں کھانا مجھے کچھ بھی۔"

"ارے کھانے سے کیا ناراضگی...... مجھ سے خفا ہو

ناں.....رزق سے نہیں خفا ہوتے۔"

"میں کیوں خفا ہوں کسی سے..... مجھے تو خود پر اور اپنی قسمت پر غصہ ہے بس۔"

"احمق ہو تم مانو۔" انہوں نے کھانے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر دھری اور اسے پیار سے اٹھایا۔

"تمام عمر ایسے نہیں گزرتی مانو..... اور لڑکیوں کے رشتے بھی ایک عمر تک ہی آتے ہیں' میں کس بنیاد پر ہر رشتے سے منکر ہوتی رہوں' مانو تم میری ذمہ داری ہو' یہ سب جانتے ہیں' تم کیا چاہتی ہو خاندان کے لوگ' رشتہ دار تمہاری بھابی پر باتیں بنائیں کہ نند کی کمائی کی خاطر اس کی شادی نہیں کرتی' میرے لیے تم عفان اور ریان کی طرح ہو..... مگر میں دنیا سے بھی ڈرتی ہوں اور آخرت کی اس پکڑ سے بھی..... جب مجھے جواب دہ ہونا ہوگا کہ میں نے اپنے فرض میں کوتاہی کی..... تم سمجھدار ہو مانو..... باشعور ہو' میری مجبوری کا ہر پہلو سمجھ سکتی ہو اور پھر فرض کرو کہ میں تمہاری بات مان بھی لوں مگر کس امید پر..... تمہیں یقین ہے کہ صہیب تمہارا منتظر ہوگا..... جس شخص کو سامنے ہوتے ہوئے بھی تمہاری ذات' تمہاری چاہت کا احساس نہ ہوا' اب چار سالوں میں وہ تمہارا نام بھی بھول بیٹھا ہوگا۔" اس نے تڑپ کر بھابی کو دیکھا' خوش فہمیاں جیسے یک دم تلخ حقیقت بن کر سامنے آ گئیں۔ سچ ہی تو کہہ رہی تھیں بھابی جس نے آتے وقت امید کی کوئی کرن اس کے ہاتھ نہ تھمائی تھی' یہ تک نہ کہا تھا کہ یاد آ ؤ گی' وہ کیسے اس شخص سے کسی خوش فہمی کسی خوش گمانی کی آس رکھ سکتی تھی۔

"میں کیا کروں بھابی' شاید مجھے خود پر ذرا بھی اختیار نہیں' وہ شخص میرے دل سے نہیں نکلتا۔"

"وہ انسان ہے کوئی خیال نہیں جو دل سے نکل جائے اور انسان بھی وہ کہ جسے تم نے تمام تر دیوانگی سے چاہا ہو مانو..... آئی نو تم اسے بھول نہیں سکتیں اور جس طرح تم زندگی گزار رہی ہو ایسے تو تم اسے بھلا بھی نہیں سکتیں۔ ہوسکتا ہے زندگی میں کسی اور کو شامل کرنے سے تم اسے بھلانے میں کامیاب ہو جاؤ' نکلو مانو ان یادوں سے آزاد کرلو خود کو..... کب تک خار بھری ان راہوں پر تنہا سفر کرو گی..... ہم سفر ساتھ ہو تو کانٹوں بھرے رستے بھی آسانی سے طے ہو جاتے ہیں' زیست کے..... مگر تنہا انسان تو پھولوں کی پگڈنڈی بھی نہیں پار کرسکتا۔" بھابی تادیر اسے سمجھاتی رہیں۔

"ہزار رستہ بدل دیکھ لیا ہے مگر مجھے تو ہر موڑ پر صہیب احمد ہی کا چہرہ نظر آتا ہے..... وہ پل' وہ یادیں جو میں نے اس گھر میں گزاریں' اتنی محبتیں میرے اطراف تھیں مگر میری طلب صرف ایک نگاہ اس بے مروت شخص کی' جو بھی نہ ملی۔ نہیں بھول پاتی میں وہ ماہ وسال بھابی' جہاں میرا بچپن گزرا' میرے حسین لمحات زندگی کے گزرے' مجھے تو وہ تمام لوگ ہی بہت یاد آتے ہیں' بڑی بھابی کی چاہت' اماں کا التفات' وہ سارے دوست۔" وہ پھر سے سسک اٹھی' بھابی نے اسے خود میں سمولیا۔ واقعی بھولنا بہت تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔ وہ خود بھی تو اسی تکلیف دہ عمل سے روز گزرتی اور پھر ہار جاتی تھیں۔

☆

"میں تسلیم کرتا ہوں مما کہ وہ صہیب کی محبت میں ہی کہہ رہے ہوں گے مگر ان کے سخت الفاظ تو میرے دل پر نقش ہوگئے تھے' صہیب کا ڈس ہارٹ ہونا تو فطری عمل ہے اور کم از کم آپ تو انہیں سمجھا سکتی ہیں' وہ اماں کے بعد ہر بات کو بہت شدت سے محسوس کرتا ہے' بہت حساس ہوگیا ہے' بابا' بار ہا اسے ان غلطیوں کی نشان دہی کر کے اسے احساس جرم میں مبتلا کر رہے ہیں..... وہ اماں کی نیچرل موت کا ذمہ دار بھی خود کو سمجھنے لگا ہے۔" بظاہر صہیب کا موڈ ٹھیک ہوگیا تھا مگر اب وہ پہلے سے زیادہ سب سے دور رہنے لگا تھا اور احمر نے یہ بات شدت سے نوٹس کی تھی' تب ہی آج وہ مما سے بات کرنے آیا تھا..... جنہیں خود صہیب کا انداز اندر ہی اندر کاٹ کھا رہا تھا۔

"میں کوشش کروں گی ان سے بات کرنے کی۔" وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

"مما...... پھوپو آئی ہیں۔" دانیہ نے دروازے سے جھانک کر اطلاع دی احمر کو بات سمیٹنی پڑی وہ بھی مما کے ساتھ ہی باہر آ گیا' پھوپو اپنی فیملی سمیت آئی تھیں اور ظاہر ہے بچے یہ دیکھ کر ہی خوش ہو گئے تھے۔

"السلام علیکم پھوپو......" احمر نے انہیں سلام کیا پھوپو نے اسے خود سے لگالیا پیشانی چومی۔

"وعلیکم السلام...... جیتا رہے میرا بچہ۔" جس طرح ان سب کو اکلوتی پھوپو سے پیار تھا...... پھوپو بھی ان پر جان دیتی تھیں' حمزہ اور بلال سے گلے مل کر اس نے زینی کا سر تھپکا۔

"بڑے دن بعد شکل دکھائی چڑیل نے۔"

"آپ کون سا پوچھنے آ گئے' پندرہ دن ٹائیفائیڈ میں پڑی رہی ہوں مجال ہے جو کسی نے خبر بھی لی ہو۔"

"امپاسبل...... خبر تو کسی نے دن رات لی ہوگی زینی اب تم جھوٹ بول رہی ہو۔" احمر کے کچھ کہنے سے قبل ہی حیدر بول پڑا۔ وہ بے چاری جھینپ گئی۔

"میں آپ سب کی بات کر رہی ہوں...... آپ لوگوں کی بھی کچھ لگتی ہوں میں۔"

"ہمیں اطلاع نہیں ملی جناب کہ آپ بیمار تھیں۔ انہوں نے نہیں بتایا۔"

'اب یہ تو فرض بنتا تھا ناں کسی کا کہ ہمیں مطلع کر دیتا ہم بھی عیادت کر آتے خود تو موصوف دن رات قدموں میں بیٹھے رہے ہوں گے۔" حیدر بھی کبھی کبھی حد کر دیتا تھا۔

"تمہیں میرا بھائی ایسا لگتا ہے۔" احمر نے گھر کا۔

"بہت بڑی فلم ہے تمہارا بھائی۔" حیدر نے فٹ سے کہا۔

"تم حیدر بھائی کی باتیں رہنے دو' میرے ساتھ آؤ کچن میں۔" منااہل جانتی تھی کہ بے چاری زینی بری طرح زچ ہو رہی تھی۔ طلال زینی کو چاہتا تھا یہ بات تمام نئی نسل کو پتہ تھی بلکہ...... کچھ بارسوخ سورسز نے یہ بات آگے بھی پہنچادی تھی...... اور مما کا پکا ارادہ تھا کہ احمر کی شادی کے بعد طلال کے لیے پھوپو سے بات کریں گی۔

"بہت ویک ہوگئی ہو زینی...... قسم سے ہمیں واقعی تمہاری طبیعت کا نہیں پتہ تھا۔" دانیہ اور عاشی بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھیں۔

"حالانکہ طلال کے علاوہ چھوٹے ماموں کو بھی پتہ تھا۔" زینی نے بتایا۔

"صہیب چاچو آج کل کسی سے بات نہیں کرتے زیادہ' بہت چپ چپ رہنے لگے ہیں۔"

"ہاں ماموں گھر آئے تھے ناں تب ماما کے پاس ہی بیٹھے تھے پتہ نہیں کیوں وہ روہانسے ہو رہے تھے۔"

"بس یونہی رہتے ہیں' مما کہہ رہی تھیں کہ انہیں اماں یاد آ رہی ہیں مگر میں نے احمر بھیا کی باتیں سنی تھیں وہ حیدر بھیا کو بتا رہے تھے کہ بابا نے بہت ڈانٹا تھا چاچو کو۔"

"بڑے ماموں کو غصہ بھی تو بہت آتا ہے۔"

"ہاں اور صہیب چاچو بہت حساس ہو گئے ہیں۔"

"بانو کے بعد کتنا بدل گئے ہیں ناں ماموں' حالانکہ جب وہ تھی تو ماموں ہر وقت اسے برا بھلا کہتے تھے۔"

"کون سی خفیہ میٹنگ ہو رہی ہے؟" اپنے پیچھے صہیب کی آواز پر انہیں چپ لگ گئی۔

"السلام علیکم ماموں۔" وہ حسب عادت فوراً ہی صہیب کی طرف آئی...... صہیب نے بھی اسے بانہوں میں سمولیا۔ زینی اس کی لاڈلی بھانجی تھی بلکہ اکلوتی بھانجی تھی تب ہی بہت پیاری تھی اسے۔

"بخار اترا۔" اس نے زینی کی کلائی اور پیشانی چیک کی۔

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں' آپ نے بھی پھر فون تک نہیں کیا۔"

"ایم سوری بچے یاد نہیں رہا۔"

"چلیں معاف کیا۔"

"منااہل بچے اسٹرونگ سی......"

"کافی ضرور مل جائے گی ابھی بناتی ہوں۔" اسے پتہ تھا کہ چاچو کو کافی کی طلب ہی کچن میں لائی ہوگی۔ وہ

مسکراتا ہوا ہال روم میں آ گیا جہاں سب باتوں میں بزی تھے۔

احمر جتنا سخت مزاج تھا اتنا ہی ضدی بھی اور یہ بات اس کے بچپن سے سب کو پتہ تھی' اس نے اگر ایک بات کہہ دی تو پھر کچھ بھی ہو جائے وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹتا تھا' سب کہتے تھے کہ اس کی یہ عادت دادا پر گئی ہے' صہیب اکثر اس کی ضد دیکھ کر بھابی سے پوچھتا تھا۔

"بڑی بھابی کیا واقعی ابا جی ضدی تھے؟"

"میرے آنے سے قبل ہوتے ہوں گے بچے' مگر میں نے تو ان کی نیچر کو بہت سوفٹ پایا' اللہ جانے احمر کا مزاج کس پر گیا ہے۔"

انہیں خود احمر کی ضد سے سخت چڑ تھی..... مگر احمر نے کبھی بھی اپنی اس عادت کو بدلنے کی سعی نہیں کی تھی.....

مناہل سے نکاح بھی اس کی ضد تھی حالانکہ اس کے مزاج کی سختی کو مدنظر رکھتے ہوئے خود مما بھی یہی چاہتی تھیں کہ مناہل جیسی نرم اور نازک مزاج بچی کا بناہ کیسے ہوگا مگر وہ جب اڑا تو انہیں ماننا ہی پڑی حالانکہ یہ بات صرف مما اور بابا کو پتہ تھی کہ مناہل اس کی زندگی میں صرف اس کی مرضی سے شامل ہوئی وگرنہ اس نے اپنے رویے کے کسی پہلو سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ مناہل اس کی پسند ہے۔

اب جبکہ گھر کے بڑے اس کی رخصتی کے لیے مکمل راضی تھے تب پھر وہ اڑ گیا تھا۔

"میری شادی تب ہوگی جب صہیب اور حیدر کی ہوگی۔"

"لو بھلا کیا ضد ہوئی..... دو لڑکیاں اتنی ایمرجنسی میں کہاں سے ملیں گی۔"

"مجھے جلدی ہے بھی نہیں جب مل جائیں گی..... کر لیں گے..... مگر ماما پلیز بابا سے کہیں صہیب کو پریشرائز نہ کریں۔" عجیب منطق تھی لڑکے کی' ایک طرف ضد کہ شادی اکٹھی کرنی ہے دوسری طرف صہیب پر دباؤ بھی نہ ڈالیں..... مما نے تو اس کی بات سن لی تھی' مگر بابا کو علم ہوا تو ان کا تو فشار خون کا دباؤ بڑھ گیا۔

"تابندہ بیگم گھر میں ہماری کوئی حیثیت رہ گئی ہے یا نہیں' اب بچے ہمیں فیصلے سنائیں گے اور ہم مانیں گے۔" وہ کیا کہتیں..... احمر تو شروع سے ہی ایسا تھا۔

"مجھے بتاؤ میں منیب اور عاقب سے کیسے بات کروں؟"

"میں کیا کہوں آپ جانتے تو ہیں احمر....."

"احمر..... احمر..... بڑی اولاد ہے تو بزرگ نہیں بن گیا ہمارا..... پہلے ضد تھی کہ منگنی نہیں نکاح کریں تم جانتی ہو ناں منیب کو اعتراض تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا ابھی صرف بات طے کر دیں مگر تمہارے صاحب زادے نے اڑی لگا لی اور اب جبکہ ہم رخصتی کا فرض بھی ادا کرنا چاہتے ہیں تو صاحب زادے نے نئی ضد لگا لی..... صہیب کم تھا میرے بی پی کو ہائی کرنے کے لیے....."

"صہیب نے کبھی آپ کی بات نہیں ٹالی..... وہ ضدی نہیں ہے۔" ہمیشہ کی طرح وہ صہیب کے معاملے میں چپ نہ رہ سکیں۔

"تابندہ تمہاری یہی فیور صہیب کو..... خیر ابھی یہ چھوڑو تم اپنے سپوت کو بلاؤ۔"

"دیکھیں جی آپ پہلے غصہ کنٹرول کر لیں..... طبیعت خراب ہو جائے گی آپ کی۔"

"بیگم صاحبہ آپ کو میری طبیعت کی فکر ہے' میری زبان کی نہیں۔" بھائی چھوٹے تھے' ان کی ہر بات مان لیتے تھے مگر وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے وہ یہ سوچیں کہ بڑا بھائی ان سے ناجائز بات منواتا ہے۔ لیکن اب اس مسئلے کا حل تو نکالنا تھا ناں' انہوں نے منیب اور سعدیہ کو بلایا تھا..... جھجکتے ہوئے بات کی تھی۔

"مجھے علم ہے بھائی صاحب' دراصل ہم خود یہی چاہ رہے تھے کہ پہلے حیدر کی بات کہیں طے ہو جائے..... مگر ہم آپ کو منع نہیں کر سکے..... اور اب جبکہ احمر نے خود ہی یہ بات کر دی ہے تو مجھے لگتا ہے مناسب یہی ہے کہ ہم ابھی رک جائیں۔"

www.urdusoftbooks.com

"اچھا بھی نہیں لگے گا کہ چچا ابھی غیر شادی شدہ ہو اور ہم اپنے بچوں کی شادیاں کر دیں۔"

"اب وہ خود نہیں مانتا تو ہم کیا کریں منیب، ہم تو چاہتے ہیں کہ پہلے اس کا فرض ادا ہو۔"

"بھابی ہی صہیب کو سمجھا سکتی ہیں باقی کسی سے وہ اتنا اٹیچ ہے نہیں۔" سعدیہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہاں اور حیدر کے لیے جب ہم لڑکی تلاش کریں گے تو صہیب کے لیے بھی دیکھ لیں گے، ہم عمر تو ہیں دونوں اور ماشاء اللہ ہمارا صہیب لاکھوں میں ایک ہے۔ اچھی جاب ہے اور کیا چاہیے۔"

"سعدیہ کمی کوئی نہیں ہے مگر موصوف حامی تو بھریں...... ہم تو ہزار بار کوشش کر چکے ہیں۔" بڑے بھیا اس سے واقعی بہت نالاں تھے۔ تابندہ ان کا رویہ دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتی تھیں۔

"بھائی صاحب ٹینشن نہ لیں کوئی حل نکالتے ہیں اس کا بھی۔" منیب نے بھائی کو مطمئن کیا۔

☆

شام میں کبھی کبھار جب وہ سب اکٹھے ہوتے تو بیڈ مینٹن کھیل لیتے تھے اکثر ہی ایسے آئیڈیاز منائل دیتی تھی...... آج بھی وہ سب اکٹھے تھے، بلال اور زینی بھی آئے ہوئے تھے تو ان سب نے کھیلنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

"جو جیتے گا اسے کیا ملے گا؟" طلال نے پہلے ہی طے کرنا چاہا۔

"جو ہارے گا وہ سب کو آئس کریم کھلائے گا۔"

"یار چاچو یہ مہنگا سودا ہے، یو نو منائل کتنا اچھا کھیلتی ہے۔" طلال کو فکر ہوئی۔

"تم کھیلنے سے پہلے ہی ہار مان لو۔" صہیب نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو وہ چپ ہو گیا، کھیل شروع ہوا اور توقع کے عین مطابق منائل بہت اچھا کھیل رہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ اس نے میچ جیت لیا تھا مگر اس کی ساری خوشی کافور ہو گئی جب عین ٹائم پر احمر آ گیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" آج کل اس موڈ آف ہی رہتا تھا، منائل نے جلدی سے سب چھوڑ کر دوپٹہ ٹھیک کیا۔

"ہائے احمر بھیا، آپ بھی ہمارے ساتھ کھیلیں ناں۔" زینی نے اسے بھی آفر کی جسے اس نے سہولت سے منع کر دیا۔

"تم کب تک یہ بچوں والی حرکتیں کرو گی منائل؟" کسی کو بھی توقع نہیں تھی کہ اسے اس بات پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے۔

"کیا ہو گیا یار، بچے ہیں اکٹھے ہوئے تو انجوائے کر لیا اس میں کیا برائی ہے؟" صہیب نے فوراً ہی سائیڈ لی تو احمر نے سخت نگاہ منائل پر ڈالی۔

"مگر مجھے یہ پسند نہیں ہے، بچپن تک یہ سب ٹھیک تھا لیکن اب...... نہیں۔"

"پسند تو میں بھی نہیں ہوں آپ کو۔" پتہ نہیں کیسے اس کے لبوں سے یہ لفظ ادا ہوئے تھے، اسے خود بھی پتہ نہ چلا تھا مگر جب احمر کی پتھروں جیسی آواز سماعت سے ٹکرائی تو اندازہ ہوا۔

"شٹ اپ یہ بکواس میرے سامنے کرنے کی قطعی ضرورت نہیں...... آئندہ ذرا زبان کو سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ورنہ......" منائل کے تو جیسے قدموں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر نہیں کہا تھا بس سوچوں کو زبان مل گئی تھی اور اس کی بڑبڑاہٹ بلند ہو گئی...... چاچو اسے اندر تو لے گئے تھے مگر منائل کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے، سب لوگ جتنا خوش تھے اب اتنے ہی سوگوار اور منائل کو چپ کرانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔

"آئی ڈونٹ نو کہ وہ آخر چاہتا کیا ہے، روز نیا آرڈر...... اتنا تو مجھے مما بابا نے کبھی نہیں ڈانٹا...... اور میں ہر کام تو کر دیتی ہوں، جیسا کہتا ہے مان لیتی ہوں، جانے اور کیا کروں؟ اپنا مزاج، اپنا شوق سب کچھ قربان کر دیا مگر میں بھی تو انسان ہوں یار، میرا بھی دل کرتا ہے اپنی مرضی سے جینے کو...... اس ایک سال میں میری زندگی کی اپنی خواہشیں تو جیسے مر ہی گئیں۔" آج منائل کے ضبط کی بھی

انتہا ہوگئی تھی۔ اس کے نکاح کو سال ہوگیا تھا اور اس ایک سال میں اس نے احمر کے لیے خود کو کتنا بدل لیا تھا' لیکن وہ پھر بھی۔

"میں نہیں ڈھل سکتی ان کی پسند میں' انہیں چاہیے تھا اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ لیتے۔"

"پاگل ہوگئی ہو' اگر احمر بھائی کو تم پسند نہ ہوتیں تو وہ کبھی نکاح کے لیے راضی نہ ہوتے۔"

"مجھے پتہ ہے یہ بڑے بابا کی خواہش تھی ورنہ انہیں مجھ میں سارے جہاں کی خامیاں ہی نظر آتی ہیں۔"

"ابھی بھی وقت ہے میں مما سے کہہ دوں گی کہ موصوف کو کہہ دیں پھر سوچ لیں۔"

"منال تم پاگل تو نہیں ہوگئیں' کیا بکواس کر رہی ہو...... اندازہ ہے تمہیں' ٹھیک ہے احمر غصے کا تیز ہے لیکن ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو۔"

"تمہارا بھائی جو ہے اس کی سائیڈ تو لو گے تم۔" اس نے طلال کو گھورا۔

"تم بھی پہلے میری بہن ہی ہو' بھابی بعد میں ہو' تمہارا اور احمر کا نکاح ہو چکا ہے' غالباً تم یہ بات بھول رہی ہو۔"

"طلال جس طرح وہ میری انسلٹ کرتا ہے ناں اگر تمہیں سہنی پڑے ناں تو تم بھی یہی کہو گے' اگر اتنی نفرت تھی مجھ سے تو تب ہی منع کر دیتے جب بڑوں نے یہ رشتہ طے کیا تھا' مجھ پر کیوں غصہ نکالتے ہیں۔" آج وہ بری طرح ہرٹ ہوئی تھی' اسے کتنا فخر تھا کہ خاندان کا سب سے ڈیشنگ بندہ اس کا ہزبینڈ ہے' مگر خود پر اتنا غرور بھی اچھا نہیں ہوتا جتنا احمر کو تھا...... اس کی بھی عزت نفس تھی مگر وہ کب خیال کرتا تھا اس کا۔

☆

حیدر کو شہر سے باہر جانا تھا مما نے رات ہی منال سے کہہ دیا تھا کہ صبح جلدی اٹھ جائے' وہ احمر کے رویے کی وجہ سے رات بھر سو بھی نہیں پائی تھی اور فجر کی نماز کے بعد کچن میں تھی' حیدر بھی نماز کے بعد سیدھا کچن میں ہی آیا تھا۔

"تھینک یو سوچ میری پیاری بہن تم اٹھ گئیں۔ میں بس ابھی تیار ہو کر آتا ہوں۔" منال نے کوئی جواب نہیں دیا جاگنے اور مسلسل رونے سے اب اس کے سر میں شدید درد تھا مگر بھائی کی وجہ سے وہ اٹھ گئی تھی۔

"یار احمر تم پلیز مجھے ذرا سا اسٹاپ تک چھوڑ آؤ گے۔" احمر اور صہیب فجر کے بعد واک کے لیے جاتے تھے ابھی لوٹے تھے۔

"چھوڑ دوں گا نو پرابلم۔"

"میں بس ناشتہ کرلوں۔"

"اوکے......" وہ بھی حیدر کے ساتھ کچن میں آیا تھا...... رات کا غصہ اب مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا' منال نے حیدر کو ناشتہ دیا۔

"مجھے چائے دے دو۔"

"جی......" کہہ کر وہ مڑی مگر احمر نے اس کی سوجھی ہوئی آنکھیں دیکھ لی تھیں' پتہ نہیں اسے غصہ کیوں آیا تھا...... بس اب افسوس ہو رہا تھا۔ منال نے اسے اور حیدر کو چائے دی اور چاچو کے لیے کافی بنا کر لے گئی۔

"چاچو آپ کی کافی۔"

"تھینکس بھتیجی' مگر آج تم جلدی اٹھ گئیں۔"

"حیدر نے شہر سے باہر جانا ہے ناں اس کے لیے ناشتہ بنانا تھا' صہیب نے اس کا اترا چہرہ تو رات ہی دیکھ لیا تھا مگر اب تو اس کی آنکھیں رونے کی گواہی دے رہی تھیں۔

"بیٹھو منال۔" چاچو کے کہنے پر وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ "تمہیں احمر کی باتیں بری لگیں۔"

"مجھے تو اس کی صرف باتیں بری لگتی ہیں' اسے تو میں ہی بری لگتی ہوں۔ پتہ نہیں چاچو ماما بابا نے کیوں یہ رشتہ کیا...... مجھے زبردستی کسی پر مسلط نہیں ہونا' جب اسے میری شکل اتنی بری لگتی ہے تو کیسے زندگی بھر برداشت کرے گا۔"

"احمق ہو تم...... تمہیں کس نے کہا کہ تمہیں زبردستی مسلط کیا ہے ہم نے اس پر......"

"کہنے کی کیا ضرورت ہے مجھے نظر آتا ہے چاچو۔" وہ پھر سے رونے لگی۔

"مناہل بچے ایسا کچھ نہیں ہے ہوسکتا ہے وہ تمہیں اتنا چاہتا ہو کہ تمہیں پرفیکٹ دیکھنا اس کی خواہش ہو۔"

"اتنی پاگل نہیں ہوں کہ آپ کی اس بات پر یقین کرلوں مجھے اب پکا یقین ہوگیا ہے کہ صرف بڑے بابا اور ماما نے اسے زبردستی منایا ہوگا..... لیکن اس میں میرا قصور نہیں تھا مجھ پر کس بات کا غصہ نکالتا ہے وہ۔"

"تم سے بڑا ہے ناں..... اور پھر تمہارا جو رشتہ ہے اس سے..... اس کے بعد تم پر اس کا احترام لازم ہے ناں..... دوبارہ تم احمر کے لیے ایسے لہجے اور تخاطب کو استعمال نہیں کروگی۔"

"ہر چیز صرف عورت پر لازم ہے عورت پر فرض ہے..... اور وہ جیسے چاہیں جب چاہیں میری انسلٹ کردیں کتنے لوگوں کے درمیان کل صرف تھپڑ مارنے کی کسر ہی رہ گئی تھی چاچو ورنہ تو کیا سوچتے ہوں گے سب میرے بارے میں۔" اس نے آنسو دوپٹے کے پلو سے رگڑے۔

صہیب مانتا تھا کہ زیادتی احمر کی ہے ورنہ مناہل نے ہمیشہ ہی بہت اچھے سے اس رشتے کو قبول کیا تھا۔

"میں اسے سمجھاؤں گا اوکے۔"

"اور میں جانتی ہوں کہ انہیں سمجھانا قطعاً بے سود ہوگا۔" وہ احمر سے بدگمان تھی تب ہی تلخ ہورہی تھی چاچو کے پاس سے اٹھ کر وہ اپنے کمرے میں جارہی تھی جب احمر نے اس کی کلائی پکڑ کر روکا اور اپنے سامنے کیا لحہ بھر کو وہ چکرائی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ شاید اپنی عادت سے مجبور تھا ابھی بھی وہ لہجہ نرم نہ کرسکا۔

"کچھ نہیں۔" مناہل نے رخ دوسری طرف کرلیا تھا۔

"تمہارا چہرہ تو کچھ اور بیان کررہا ہے۔"

"میرے سر میں درد ہے۔" پیچھے وہ چاہے جتنا مرضی بول لیتی تھی مگر اس کے سامنے مناہل کی زبان کو تالے پڑ جاتے تھے۔

"آئی ایم سوری..... میں نے کل بہت زیادتی کی۔" احمر نے بہت نرم لہجے میں کہا..... مگر کوئی اس پل مناہل منیب احمد کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا سماعتوں پر یقین تو تھا ہی نہیں..... مگر اسے لگا وہ ابھی بے ہوش ہوکر گر جائے گی وہ ہونقوں کی طرح بے یقینی سے احمر کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے نرمی سے اس کا بازو چھوڑا اور اس کی حیرت بے یقینی کو دور کیے بنا چلا گیا تھا۔

"اللہ میاں جی یہ کتنا عجیب وغریب انسان دے دیا آپ نے مجھے میری تو ساری زندگی اس کے مزاج کے موسموں کو سمجھتے ہی گزر جائے گی۔"

☆
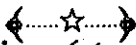
مانو کو یقین تھا آج اسے کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا اور وہ اپنی مرضی سے سو کر اٹھے گی مگر جب صبح صبح ہی کھٹ پٹ شروع ہوئی تو اسے اٹھنا پڑا کمرے سے باہر آکر دیکھا بھابی نے ہفتہ صفائی پروگرام شروع کر رکھا تھا۔

"بھابی آج سنڈے ہے۔"

"پتہ ہے مجھے۔"

"پھر بھی صبح ہی صبح آپ شروع ہوگئیں ریسٹ کریں دن بھر گھر پر ہی تو ہونا ہے آج۔"

"پتا ہے مگر آج کچھ گیسٹ آرہے ہیں لنچ پر اس لیے مجھے صفائی بھی جلدی کرنی ہے اور پھر لنچ بھی اسپیشل بنانا ہے۔"

"اوگاڈ..... کوئی خاص ہیں کیا؟"

"ہوں۔" انہوں نے مصروف انداز میں جواب دیا مانو نے دوبارہ لیٹنے کا ارادہ ملتوی کیا اور بھابی کو صفائی میں مصروف دیکھ کر خود منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ بنانے لگی..... عام دنوں میں بچوں کو زبردستی اٹھانا پڑتا تھا مگر سنڈے کو وہ صبح صبح خود جاگ جاتے خوب اودھم مچاتے تینوں صحن میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔

مانو نے ناشتہ تیار کرکے انہیں بلایا بھابی بھی تمام کام

سمیٹ کر آ گئیں سب نے اکٹھے ناشتہ کیا' بھابی لنچ کے لیے لسٹ بنانے لگیں جبکہ وہ کچن کو صاف کر کے برتن وغیرہ دھو کر بچوں کے ساتھ کارٹون دیکھنے بیٹھ گئی تھی۔

"اللہ جانے ایسے کون سے خاص مہمان ہیں کہ بھابی اتنی بزی ہیں۔" اس نے ایک نظر بھابی پر ڈالی..... جو لسٹ بنا کر شاید مارکیٹ جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"عفان چلو بیٹا میرے ساتھ کچھ سامان لانا ہے۔"

"اوکے ماما۔"

"میں بھی چلوں بھابی۔"

"نہیں..... تم پلیز جب تک میں آؤں شامی کباب کے لیے مصالحہ تیار کر دو۔"

"ماما کیا کیا پکائیں گی آج۔" سنڈے کو بھابی ہر بار ہی بچوں کے لیے اسپیشل کچھ بناتی تھیں اور آج تو مہمان بھی تھے۔

"آ کر بتاتی ہوں۔" انہوں نے ریان کو پیار سے کہا اور چادر لیتی عفان کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ مانو نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' ساڑھے دس بج چکے تھے' وہ بھابی کے کہنے کے مطابق کچن میں آئی اور جب تک بھابی آئیں اس نے سب کچھ ریڈی کر دیا تھا۔

"تم ذرا اپنا حلیہ ہی درست کر لو..... کتنا رف ہو رہا ہے۔ یہ سب میں کر لوں گی۔"

"آج بھی بندہ اپنی مرضی سے جی نہیں سکتا۔" اس نے منہ بنایا اور کمرے میں آ گئی چینج کرنے کا قطعی موڈ نہ تھا بیڈ پر لیٹی تو سستی سے پھر سو گئی ایک بجے بھابی نے ہی آ کر اٹھایا۔

"مانو حد ہو گئی میں نے تمہیں حلیہ درست کرنے کا کہا تھا تم خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہو..... فٹافٹ فریش ہو کر باہر آؤ۔" وہ سختی سے تاکید کرتیں باہر چلی گئیں مانو کو ناچار اٹھ کر ان کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی' باہر آئی تو شاید گیسٹ آ چکے تھے اس نے مودب انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" بہت پُرجوش انداز میں اس کے سلام کا جواب دیا گیا' یہ تو فرحت آپی تھیں' بھابی کی کولیگ' انہوں نے محبت سے مانو کو ساتھ لگایا' لیکن آج وہ اکیلی نہیں تھیں ان کے ساتھ ان کی سسٹر اور برادر بھی تھے۔ بھابی نے سب کا تعارف کرایا۔

"بیٹھو ماہ نور کیسی ہو تم؟" وہ فرحت آپی کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی اور ان کے سوالوں کے جواب دینے لگی۔

"یہ میری چھوٹی سسٹر ہیں مدحت' ابھی حال ہی میں ایم ایس سی کیا ہے اس نے اور یہ میرا پیارا بھائی سمیر احمد..... انجینئر ہے۔" اس نے لب پھیلا کر انہیں ہائے کہا..... آپی کی بہن نے تو سوالات کی جیسے بوچھاڑ شروع کر دی تھی۔ اس کا پورا بائیو ڈیٹا ہی لے لیا۔ فرحت آپی اور بھابی اپنی باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

"شام میں کیا کرتی ہو جاب سے آ کر۔"

"کچھ ٹائم بچوں کے ساتھ گزارتی ہوں اور پھر بس ریسٹ۔"

"کوئی مصروفیت نہیں ہے..... دوستوں کے ساتھ چیٹنگ' وغیرہ۔"

"ان فیکٹ میری کوئی دوست ہی نہیں ہے۔"

"کیا؟" ان دونوں بہن بھائی کو جھٹکا لگا تھا۔

"امپاسبل یار آج کل لڑکیاں سینکڑوں فرینڈز بنا لیتی ہیں اور تم کہہ رہی ہو کہ تمہاری کوئی دوست ہی نہیں۔"

"میرے خیال سے انسان خود اپنا بہترین دوست ہے' میری فیملی ہی میرے لیے سب کچھ ہے' مجھے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔"

"فائن..... مگر بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو انسان فیملی ممبرز کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتا..... اپنے دوستوں سے کہہ سکتا ہے۔"

"میرے لیے میری بھابی ہی سب سے اچھی دوست ہیں..... اول تو میری لائف میں ایسا کچھ ہے نہیں کہ جو فیملی سے شیئر نہ ہو..... دوسرا مجھے ہر قدم پر جب بھی مشکل آئی میری بھابی ہی میرے لیے اچھی دوست

ثابت ہوئیں اور الحمدللہ میں بہت مطمئن ہوں اپنی اس لائف سے۔" اس نے سمیر کی بات کا جواب بہت مطمئن انداز میں دیا تھا۔ وہ چپ سادھ گیا۔

"آجاؤ بچو لنچ کرلو۔" بھابی نے آواز لگائی تو مانو انہیں ساتھ لیے ڈائننگ ٹیبل پر آ گئی مگر اس کے چہرے کے تاثرات مبہم تھے۔

☆

وہ اور احمر چھت پر بیٹھے شام کے حسین مناظر انجوائے کررہے تھے آج احمر کا موڈ بہت اچھا تھا۔

"حیدر کل تک واپس آجائے گا۔" وہ صہیب کو انفارم کررہا تھا۔

"سنا ہے چھوٹی مما نے اس کے لیے کوئی لڑکی پسند کی ہے۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے احمر...... وہ بھابی کی پسند کی لڑکی کو اوکے کردے گا؟" صہیب نے آسمان پر اڑتے کبوتروں کے جھنڈ پر نظر جماتے ہوئے پوچھا۔

"ہے بی...... اگر وہ فیس بک والی لڑکی کا بھوت اس کے سر سے اتر گیا ہو تو......" احمر نے مسکرا کر اسے دیکھا صہیب بھی ہنس دیا۔

"مجھے تو لگتا ہی نہیں کہ وہ لڑکی ہوگی بھی آج کل کتنی فیک آئی ڈیز بنا کر لڑکے ایسے ہی دوسروں کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔"

"اور حیدر جیسے احمق بن بھی رہے ہیں۔" احمر نے تاسف سے سر ہلایا۔

حیدر کو دو ماہ پہلے ایک لڑکی کی فرینڈ ریکوسٹ آئی تھی' جو اس نے ایکسپٹ بھی کی تھی اور چند ہی دنوں میں اس لڑکی سے بہت اچھی دوستی بھی ہوگئی تھی' دن رات کی چیٹنگ اور اب تو فون پر بھی رابطہ تھا' اس لڑکی کا تعلق کراچی سے تھا۔

"صہیب......" جانے احمر کے ذہن میں کیا کلک ہوا کہ وہ بری طرح چونکا۔

"حیدر کراچی گیا ہے ناں۔"

"ہاں مگر......" یک دم صہیب کو بھی سمجھ آ گئی۔

"او گاڈ مطلب کہ......" ان دونوں نے سر تھام لیا۔

"حیدر اتنا پاگل ہے۔"

"چاچو آپ کی کاپی۔" عاشی نے کہا تو دونوں ہی چپ ہوگئے۔

"بھیا آپ کے لیے جوس......" احمر کو جوس کا گلاس تھما کر وہ نیچے چلی گئی مگر جانے احمر کو کیوں محسوس ہوا وہ یک دم چپ سا ہوگیا...... اور شاید صہیب اس کی سوچ کو پا گیا تھا۔

"احمر...... منال کے دل میں بہت سی بدگمانیاں تمہارے رویے کو لے کر ہیں' تمہیں اتنی چپ اختیار نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی غلط فہمیوں کو ختم کرنا چاہیے وہ بہت حساس لڑکی ہے...... اس دن سے بہت ڈسٹرب ہے۔"

"وقت آنے پر کردوں گا اس کی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور۔" اس نے جوس کا سپ لے کر سنجیدگی سے کہا۔

"جس وقت کے تم منتظر ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تب تک تمہارے اور منال کے بیچ کے فاصلے طویل ہوجائیں' کچھ باتوں کو طول نہیں دینا چاہیے' احمر انہیں اسی وقت پر طے کرلینا ضروری ہوتا ہے۔" صہیب کے لہجے میں خدشات تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے یار...... وہ احمق ہے بس۔"

"مگر تم اسے یہ یقین دلاؤ گے کہ یہ رشتہ صرف بڑوں کی مرضی سے نہیں بلکہ تمہاری اپنی پسند سے طے ہوا ہے تو کیا قیامت آجائے گی۔ اس کے دل کے وسوسے نکل جائیں گے' تمہارا تعلق مزید مضبوط ہی ہوگا۔"

"یار صہیب ہر جذبہ اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے' تمہیں پتہ ہے مجھے یہ سب پسند نہیں...... ڈونٹ وری میں سب ٹھیک کرلوں گا۔" وہ کہاں اپنی بات سے ایک انچ بھی ہٹنے والا تھا۔

"تمام تر حالات تمہارے سامنے ہیں' اس دن بھی

میں نے اور طلال نے اسے سمجھایا ورنہ وہ بضد تھی کہ ماما اور بابا سے بات کرنی ہے..... تمہارے رویے کی سختی کو لے کر پہلے ہی سب گھر والے خدشات کا شکار تھے کہ مناہل اور تیرے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اب اگر مناہل نے کوئی بات کی تو......"

"مجھے ہر بات کا اندازہ تھا ڈیئر صہیب احمد تبھی میں نے ضد کر کے نکاح کے لیے کہا تھا..... تاکہ یہ تعلق مضبوط ہو جائے۔"

"اور تم اپنی من مانی کر سکو..... یار وہ میری بھتیجی ہے مجھے دکھ ہوتا ہے اس کا اترا چہرہ دیکھ کر۔"

"مت بھولو..... میرا بھی وہی رشتہ ہے تم سے...... صرف وہی تمہاری بھتیجی نہیں ہے۔"

"پھر کم از کم خود کو تھوڑا بہت چینج تو کرو..... صرف مناہل کا ہی فرض نہیں ہے کہ وہ خود کو بدلے ایک سال میں کتنا بدل لیا ہے اس نے..... ماما بابا نے اتنی سختیاں پابندیاں نہیں لگائیں جتنی تم نے اس معصوم پر لگا دی ہیں۔ بے چاری ہنسنا تک بھول گئی تمہارے ڈر سے یہ کیسی محبت ہے جو خوف بن کر اس کے دل میں پختہ ہوتی جا رہی ہے۔" صہیب نے بھڑاس نکالی۔

"ٹینشن مت لو یار..... تم دونوں کی تمام غلط فہمیاں گلے شکوے دور کر دوں گا' جسٹ ویٹ۔"

"پتہ نہیں کس پر چلے گئے ہو تم ہمارے گھر میں تو کوئی بھی ایسا نہیں' اتنا پتھر دل۔"

"اتنا برا نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو' معذرت کر لی تھی میں نے تمہاری لاڈلی سے۔"

"دیکھا تھا میں نے کیسے لٹھ مار انداز میں تم نے معذرت کی تھی۔"

"ہم تو ایسے ہی ہیں بھیا۔" اس نے شرارت سے مسکرا کر کہا۔

"اچھے خاصے برے ہو تم۔"

"نوازش ہے جناب..... اور کچھ۔"

"احمر تم میری بات کو قطعی سنجیدہ نہیں لے رہے یار..... تمہیں واقعی ایک بار مناہل سے بات کرنی چاہیے۔"

"اب کیا کروں قدموں میں سر رکھ کر معافی مانگوں محترمہ سے..... بس مجھے نہیں پسند ہے لڑکیوں کا یہ بچپنا' اس کی ان میچورٹی مجھے غصہ دلا دیتی ہے۔ میں جتنا اسے ذمہ دار اور سنجیدہ دیکھنا چاہتا ہوں وہ اتنی ہی الٹی حرکتیں کرتی ہے۔"

"پھر اپنے جیسی ہی لڑکی کا انتخاب کرنا تھا' اس معصوم کی شخصیت کو کیوں مسمار کر رہے ہو۔" صہیب تپ گیا۔

"یار تم بھی....." احمر نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"میں ہی غلط تھا جو یہ سمجھتا رہا کہ کم از کم تمہیں مجھ پر بھروسہ ہوگا..... کیونکہ ماما بابا کے بعد تم واحد شخص ہو جو یہ جانتا ہے کہ مناہل خالصتاً میری مرضی اور پسند سے میری زندگی میں داخل ہوئی ہے' میرے مزاج کا تمہیں پتہ ہے میں اس پر پابندیاں لگانے کی خواہش نہیں رکھتا' بس میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ میری ہے..... اور..... مجھے اچھا نہیں لگتا جب وہ کوئی ایسا کام کرے جو مجھے ناپسند ہو۔"

"یہی بات تم اسے پیار سے بھی سمجھا سکتے ہو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا..... جذبات و احساسات کو اگر شرعی حیثیت اور وقت پر اجاگر کیا جائے تب ہی وہ کامیاب ہوتے ہیں' اس سے پہلے میں نہ اس کی کوئی غلط فہمی دور کروں گا نہ بدگمانی' جو سوچتی ہے سوچتی رہے۔" عجیب منطق تھی اس کی..... منکوحہ تھی اس کی کوئی غیر نہیں تھی دو میٹھے بول بولنے میں کیا حرج تھا..... کم از کم دوسرے کے دل پر ضرب تو نہیں لگتی۔

☆

سمیرا نے جب اسے فرحت کے آنے کا ریزن بتایا تو اس کا ری ایکشن توقع کے عین مطابق تھا۔

"مطلب میں واقعی بوجھ بن گئی ہوں آپ پر۔ آپ کو دنیا کی فکر ہے ان کی باتوں کا ڈر ہے مگر میرے احساسات کا خیال نہیں..... اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں صرف صہیب احمد کے باعث شادی نہیں کرنا چاہتی تو ایسا بالکل بھی

نہیں...... جب تک بھیا زندہ تھے میرے لیے شاید یہ وجہ اہم تھی...... مگر اب نہیں اب مجھے صرف آپ کی اور بچوں کی فکر ہے اور میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانے والی۔"

"تمہیں پتہ ہے یمیر وقار کا مستقبل کتنا شاندار ہے۔" بھابی نے بولنا چاہا۔

"تو بھابی، میں اپنے مستقبل کے لیے اتنی خودغرض ہو جاؤں کہ اپنے بھیا کے بچوں کو تنہا چھوڑ دوں...... مجھے عفان کے مستقبل کی زیادہ فکر ہے اپنے مستقبل سے زیادہ...... آپ کو پتہ ہے بھابی وہ بڑا ہو رہا ہے...... ہر بات کو کتنی شدت سے محسوس کرتا ہے، میں نے انہیں اچھا فیوچر دینا ہے بس چاہے مجھے اپنے فیوچر کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔" بھابی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"اللہ کے لیے مانو کیوں میرے دل کا بوجھ بڑھا رہی ہو، مجھے ڈر لگتا ہے اگر روز قیامت تمہارے بھیا نے مجھ سے سوال کیا کہ میں نے اپنی بہن کی ذمہ داری تمہیں سونپی تھی اور تم نے اپنے فائدے کے لیے میری بہن کو استعمال کیا، مجھے اپنے شہید شوہر کی نگاہوں میں سرخرو ہونا ہے مانو اللہ کے لیے یہ ضد چھوڑ دو۔" انہیں روتا دیکھ کر وہ ان سے پہلے رونے لگی۔

"کیا ہو جاتا اگر بھیا اتنی جلدی نہ جاتے۔"

"ایسے مت کہا کرو بچے ہم اس رب کی رضا میں راضی ہیں...... جو ہمیں ستر ماؤں سے بڑھ کر چاہتا ہے۔" انہوں نے مانو کو خود سے لگا لیا۔

"مدحت کا فون آیا تھا تمہارے لیے۔" کتنی دیر بعد جب وہ بولنے کے قابل ہوئی تو بھابی نے بتایا۔

"بھابی مجھے اس سے دوستی نہیں کرنی۔"

"کیوں اچھی لڑکی تو ہے۔"

"ہوں...... مگر میں اتنی سوشل نہیں بن سکتی، اس کا سارا دن سوشل نیٹ ورک پر گزرتا ہے ہزاروں لوگوں سے فرینڈ شپ ہے...... اور آپ کو علم ہے کہ مجھے یہ سب پسند نہیں۔"

"مگر تم ہیلو ہائے تو رکھ سکتی ہو اس سے۔"

"اس کی باتیں میرے دماغ کی چولیں ہلا دیتی ہیں، کل اس نے مجھے آفس سے پک کیا اور اپنے ساتھ کیفے لے گئی، بلیومی بھابی اتنا بولتی ہے کہ بس...... محترمہ مجھے اپنے افیئر ز کے قصے سنا رہی تھیں۔"

"کیا......! ایسی لڑکی ہے وہ؟"

"جی...... موصوف کا آج کل کسی لڑکے کے ساتھ افیئر ہے اور بے چارہ اس کی باتوں کے جال میں پھنس گیا اور سنجیدہ ہو گیا، کل اسے ملنے آیا ہوا تھا اور آپ کو پتہ ہے وہ اس شہر سے بھی نہیں ہے۔"

"تم بس سلام دعا ہی رکھو۔" وہ تو بری طرح ہراساں ہو گئیں، فرحت ان کی کولیگ تھی اچھی فیملی سے تھی مگر شاید انٹرنیٹ کی لت نے تو تمام بچوں کو ہی بگاڑ دیا تھا۔

"جی بھابی۔"

"تمہیں تو نہیں ملوایا اس لڑکے سے؟"

"کہہ رہی تھی مگر میں بہانہ کر کے نکل آئی تھی۔"

"اچھا کیا۔" بھابی نے اس کے چہرے کو پیار سے چھوا۔

☆

وہ تو لڑکی فائنل کر کے بیٹھی تھیں صد شکر کہ انہوں نے بات پکی نہیں کی تھی، حیدر نے بنا لڑکی کو دیکھے ہی صاف منع کر دیا تھا۔ سعدیہ تو چکرا کر رہ گئیں مگر بڑی اولاد تھی زور زبردستی بھی نہیں کر سکتی تھیں...... تابندہ بھابی سے بات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ حیدر سے پوچھ لو شاید اس کی کوئی پسند ہو۔

"مگر بھابی ہم بنا دیکھے بنا جانے اس کی پسند کی لڑکی تو نہیں اپنا سکتے۔"

"ارے تم پوچھو تو...... دیکھو سعدیہ زندگی بچوں نے گزارنی ہے، اگر واقعی حیدر کی کوئی پسند ہے تو وہ یقیناً اسے جانتا بھی ہو گا اچھے سے، خاندان کیسا ہے، رہن سہن ہم دیکھ لیں گے، بات اتنی سی ہے سعدیہ یہ زمانہ بہت خراب چل رہا ہے، آج کل اولاد کی نہ مانیں تو وہ کل کو ہمارے

www.urdusoftbooks.com

منہ پر آ کے زبان چلائیں گے نافرمانی کریں گے پھر یہ تو شریعت میں ہے کہ بچوں کی مرضی اور پسند کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔" بڑی بھابی کی بات سے وہ متفق تو تھی مگر ڈر یہ تھا کہ اگر حیدر نے واقعی کوئی لڑکی پسند کر رکھی ہو تو جانے وہ کیسی ہو؟

ادھر احمر اور صہیب اس کم عقل انسان کو سمجھانے کی تگ ودو میں تھے۔

"اللہ کی قسم مجھے ذرا بھی شبہ ہو جاتا ناں کہ تم کیوں کراچی جا رہے ہو تو میں کبھی تمہیں جانے نہ دیتا۔"

"مجھے اس سے ملنا تھا اور آئی ایم سو پی وہ توقع سے زیادہ اچھی ہے...... اچھی فیملی سے ہے۔"

"اس کے اچھے ہونے کا اندازہ تو ہم لگا سکتے ہیں اچھی لڑکیاں وہ بھی اچھے گھرانے کی یوں فون پر لڑکوں سے دوستیاں نہیں کرتیں۔" احمر کو تو ایسی لڑکیاں زہر لگتی تھیں۔

"احمر تمہاری سوچ بابا آدم کے زمانے کی ہے اب زمانہ بدل گیا ہے ضروری نہیں ہے کہ اگر کوئی لڑکی آپ کو فون یا نیٹ پر ملی ہو وہ کریکٹر کی اچھی نہیں ہوگی' کتنے لوگوں کی شادیاں صرف ایف بی پر دوستی سے ہوئیں' نیا زمانہ ہے یار' دنیا ترقی کر گئی اور ہم اب تک لوگوں کے کردار کو ناپنے کے پیمانے پر ہی اٹکے ہوئے ہیں۔ میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ میں نے شادی کرنی ہے تو صرف مدحت سے۔" احمر نے مایوسی سے صہیب کو دیکھا' جو احمر سے سو فیصد متفق تھا مگر اب مزید بول کر بھتیجے کے سامنے لفظ بے مول کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"او کے فائن تو کرو فون اپنی شہزادی کو اور اسے کہو کہ تم اپنے پیرنٹس کو بھیج رہے ہو رشتے کے لیے۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوگا بابا اور ماما......"

"تم ٹینشن نہ لو یہ ہمارا ہیڈک ہے تم صرف اسے انفارم کرو صرف ماما بابا ہی نہیں ہم دونوں بھی جائیں گے آئی پرامس۔"

"دیکھ لو یار صہیب......"

"بلیوی میں خود بھیا بھابی کو مناؤں گا۔" حیدر کی خوشی سے بھانچھیں کھل گئیں۔

"زمانہ کتنا ہی ترقی کر لے مگر انسانی تہذیب' رسم ورواج' شرم وحیا' ہمارے اقدار کسی دور میں نہیں بدل سکتے' ہماری تنزلی کی سب سے بڑی وجہ ہماری اندھی تقلید ہے جو ہم مغربی معاشرے کی کر رہے ہیں' ایسے ہی ہماری نئی نسل برباد نہیں ہو رہی ہے صہیب' یہ سازش ہے' یہ سوشل نیٹ ورکس اور ان کا غلط استعمال' سائنس کی ترقی انسان کی آسانی اور بھلائی کے لیے ہے مگر آج کا انسان ان سہولیات کا غلط استعمال کر کے صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ اپنی آنے والی نسل کے لیے بھی پریشانیاں پیدا کر رہا ہے...... اور مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ حیدر منیب جیسا باشعور انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آ رہی۔"

"آ جائے گی تم فکر نہ کرو۔" صہیب نے اسے تسلی دی۔

☆

پورے گھر میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ حیدر منیب احمد جس لڑکی کو پسند کرتا ہے وہ کراچی میں رہتی ہے۔ گھر کے تین بڑے بچے اور تینوں نے ہی بزرگوں کو مایوس کیا' پہلے صہیب' پھر احمر اور اب حیدر...... منیب احمد اور احمر علی اگر اڑنا چاہتے تو بچوں کی امائیں روتی بسورتی منتیں کرنے لگتیں کہ جوان بچے ہیں کہیں غصے اور ضد میں آ کر غلط قدم نہ اٹھا لیں۔

"مطلب یہ تو سیدھی سی بلیک میلنگ ہوئی ناں۔"

"پھر کیا کریں آخر؟"

"میں تو صہیب کو ہی برا کہتا رہا یہاں ہماری اپنی اولاد ہمیں شرمندہ کرنے پر کمربستہ ہے۔ اللہ جانے کون ہے خاندان کیسا ہے' بس برخوردار کو پسند ہے تو منہ اٹھا کر کراچی نکل جاؤ۔"

"ارے اس ناہنجار کو تو کوئی سمجھاؤ۔" ہمیشہ کی طرح احمر علی نے بی پی ہائی کر لیا۔

"صہیب اور احمر نے بہت سمجھایا ہے۔"

"خاک سمجھایا ہوگا اس چغد کو..... وہ تو خود پہلے سے سب جانتے ہوں گے ارے ہمیں احمق بنا رہے ہیں مل کر..... جانے کیا دبا پھیلی ہے یہ زمانے میں ایف بی اور انٹرنیٹ کی اب شادیاں بھی نیٹ پر ہوں گی کیا؟"

"ہمارے زمانے میں گھر بار دیکھا جاتا تھا خاندان اور پس منظر کی بنیاد پر رشتے طے ہوتے تھے یہاں ہماری اولاد نیٹ پر تصویر دیکھی چند باتیں کیں اور فیصلہ کرلیا کہ شادی کرنی ہے۔"

"منیب احمد تم سوچ لو بھائی مگر فیصلہ اٹل ہے میں قطعی اس طرح کے رشتوں کے حق میں نہیں ہوں اور نہ اجازت دوں گا لیکن تم چاہو تو اپنے بیٹے کے لیے....."

"ہم آپ سے الگ نہیں ہیں بھائی صاحب جو بھی فیصلہ ہوگا سب کی مرضی اور خوشی سے ہوگا اور حیدر کو ماننا پڑے گا۔" منیب احمد کبھی بڑے بھائی سے ہٹ کر سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔

سو طے پایا کہ ابھی صرف خاموشی اختیار کی جائے مگر حیدر مدحت کو مستقل شادی کے لیے منا رہا تھا جو ابھی شادی کے حق میں نہیں تھی۔

"میں کون سا آج ہی نکاح کرنے کا کہہ رہا ہوں۔"

وہ بضد ہوا۔

"دلسن حیدر..... ہم اچھے دوست ہیں مجھے تم سے پیار ہے مگر ضروری تو نہیں کہ ہم اچھے میاں بیوی بھی ثابت ہوں..... میں نے تو ابھی شادی کو اپنے فیوچر کے گولز میں شامل ہی نہیں کیا..... میں تم سے شادی کیسے کرلوں.....؟"

"اگر یہ مذاق ہے تو بہت بھونڈا ہے مدحت۔"

"یہ حقیقت ہے مسٹر حیدر وی آر جسٹ اے فرینڈز..... اس سے زیادہ کوئی ریلیشن نہیں ہوسکتا ہمارا۔"

"واٹ.....! مدحت آر یو میڈ..... تمہیں ہوا کیا ہے آج؟"

"یو آر میڈ مسٹر حیدر..... تم نے میری فرینڈ شپ کو غلط معنی دیئے میری تو تم جیسے کتنے لڑکوں سے دوستی ہے تو کیا میں ہر کسی کا پروپوزل ایکسپیٹ کرلوں۔" مدحت کا چہرہ کھل کر سامنے آنے لگا مگر وہ بے یقین تھا۔

"مدحت ہم صرف دوست نہیں ہیں اور یہ بات تم جانتی ہو۔"

"اوکے فائن..... آج کے بعد ہم دوست بھی نہیں ہیں۔" یہ آخری بات تھی جو اس نے کی اور پھر کال کاٹ دی۔

حیدر منیب بے یقینی کی اتھاہ گہرائی میں ڈوب رہا تھا ایسے کیسے ہوسکتا ہے جس لڑکی نے زندگی بھر ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہو محبت کے سفر میں قدم بہ قدم چلی ہو وہ کیسے انکاری ہوسکتی تھی؟ اس نے مدحت سے دوبارہ کانٹیکٹ کرنے کی سعی کی تو اس نے نمبر سوئچ آف کردیا ایف بی..... پر اسے بلاک کردیا۔ حیدر کی حالت ان دنوں پاگلوں کی سی تھی..... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ مدحت نے اس کے ساتھ فریب کیا ہے۔

"یار تم کوئی ٹین ایج نا سمجھ بچے ہو جو یوں ری ایکٹ کررہے ہو..... دفعہ کرو بھول جاؤ۔"

"بھولنا اتنا آسان عمل نہیں ہے احمر..... یہ درد یہ تکلیف میرے لیے سہنا کٹھن ہے کہ میں اسے پہچاننے میں اتنی بڑی غلطی کرگیا ایک بالشت بھر کی لڑکی مجھے کیسے احمق بنا گئی۔"

"جسٹ ریلیکس..... تم یہ سوچنا ہی چھوڑ دو برا خواب سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرو۔"

"اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے احمر اسے بھولنا قطعی کٹھن نہیں ہے مگر میں نے محبت کی تھی اس سے اپنے تمام تر احساسات اور جذبات پوری سچائی کے ساتھ اسے سونپے تھے میرے لیے یہ سب فراموش کرنا آسان نہیں..... میرے درد کا اندازہ نہیں لگا سکتے تم..... کبھی نہیں۔" حیدر اس وقت حقیقتاً بہت بکھرا ہوا تھا احمر نے اسے اپنے سامنے کیا اس کا چہرہ ضبط کا گواہ تھا سرخی مائل آنکھوں میں شکست شدت سے نظر آرہی تھی۔ احمر نے کندھوں سے تھام کر اسے گلے سے لگایا۔

"ایسا نہیں ہے حیدر مجھے تمہاری تکلیف کا احساس نہ ہو...... مگر میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کی وجہ سے خود کو یہ اذیت نہ دو...... وہ اس قابل نہیں تھی کہ اسے حیدر منیب احمد جیسا اعلیٰ انسان نصیب ہوتا۔ غلطی تمہاری نہیں ہے بدنصیبی تو اس کی ہے ناں جو تمہاری محبت کو نہ سمجھ سکی...... یقیناً وقت ایسے لوگوں کو بڑی ٹھوکر لگاتا ہے۔"

اسے گلے لگائے احمر اسے کافی دیر سمجھاتا رہا تھا۔

مگر اس کا درد کم نہ ہو سکا' وقت کا مرہم زخم دھیرے دھیرے بھرے گا تو بھرے گا ابھی تو حیدر منیب احمد کے تن کی چبھن اتنی تھی کہ اسے خود اپنی سانسیں اٹکتی محسوس ہوتی تھیں۔

☆
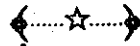
"دو ماہ مکمل ہو چکے ہیں بھابی جی! مجھے پندرہ تاریخ کو گھر خالی چاہیے' میں بیانہ لے چکا ہوں گھر کا' ان سے وعدہ ہے کہ پندرہ کو انہیں گھر کی چابی دے دوں گا۔"

"ایسے کیسے عباس بھائی آپ ہمیں نکال دیں گے' ہمیں گھر ملے گا تو ہم خالی کریں گے ناں۔" وہ آج گھر پر ہی تھی بھابی سے پہلے خود ہی شروع ہو گئی۔

"یہ میرا درد سر نہیں۔" وہ بنا بحث کیے اپنا فیصلہ سنا کر چلتے بنے۔

بھلا اتنا آسان تھا اتنے بڑے شہر میں کرائے کے لیے گھر ڈھونڈنا' وہ بھی ان تن تنہا عورتوں کے لیے' محلہ' لوگ ہر چیز ہی مدنظر رکھنی پڑتی تھی۔ بھابی تو اس خواری سے اچھا خاصا تنگ آ گئی تھیں۔

"میں نے طے کر لیا ہے مانو میں واپس ملتان جا رہی ہوں۔" آج عباس نے بھی جب فیصلہ صادر کر دیا تو وہ بہت مایوس ہو گئی تھیں۔

"گورنمنٹ جاب ہے آپ کی' ایسے کیسے چھوڑ سکتی ہیں آپ؟"

"پھر بچوں کی اسکولنگ میری جاب...... مت بھولیے بھابی ہم دونوں مل کر ہی گھر چلا رہے ہیں وہاں جا کر صرف گھر اپنا ہوگا' مگر جاب لیس ہو جائیں گے۔"

"دو تین ماہ ہی مشکل سے گزریں گے ناں...... اللہ مالک ہے مشکل کے بعد آسانی بھی عطا کرے گا' عفان کے ایٹھ کلاس کے ایگزام ہو چکے ہیں' سرٹیفکیٹ مل جائے گا ریان اور ہبہ کے لیے اتنا زیادہ پرابلم نہیں ہوگی ہمیں...... اپنا شہر ہے ہم نے زندگی کا بڑا حصہ وہاں گزارا ہے' ان شاء اللہ سب سیٹل ہو جائے گا۔" بھابی پُر امید تھیں مگر مانو اپ سیٹ' اچھی خاصی سیٹ زندگی تھی پھر سے اسٹارٹ لینا پڑے گا۔

"اچھا ہتھیلی پر سرسوں تو نہ جمائیں ان پندرہ دن میں جانا مشکل ہے' فی الوقت تو کوئی حل نکالیں پھر دیکھیں گے۔" ہمیشہ کی طرح وہ ٹال مٹول کرنے لگی مگر اس بار سمیرا کا فیصلہ اٹل تھا۔ اب وہ اپنے آبائی گھر جانا چاہتی تھیں' مگر خواہش تھی کہ جاب بھی نہ جائے ایسے میں انہیں مانو کی بات غنیمت لگی تھی...... انہوں نے اپنی کولیگ فرحت سے بات کی۔

"لو اتنی سی بات' میری امی کے اوپر والے پورشن میں شفٹ ہو جاؤ' انہیں بھی اچھے پڑوسی مل جائیں گے' تمہیں جب کوئی بہتر گھر مل جائے گا تم لوگ پھر چھوڑ دینا۔"

"مگر انہیں مشکل تو نہ ہوگی۔"

"نہیں امی' مدحت اور سمیر تین تو افراد ہیں ان کے لیے نیچے والا پورشن کافی ہے عرصے سے اوپر والا حصہ خالی ہے' جب سے بڑے بھائی لندن گئے ہیں۔"

"تم ان سے بات کر لینا' میں بھی مانو سے پوچھ لوں گی۔" سمیرا کا اپنا ذہن ماننے کو تیار نہ تھا' مگر مجبوری تھی' مانو نے تو کوئی اعتراض نہ کیا۔ فرحت نے اگلے دن ہی اسے فون کر دیا۔

"امی تو خوش ہیں کہ ان کے آس پاس رونق لگ جائے گی تم لوگ سنڈے کو شفٹ کر لو تمہاری اور مانو دونوں کی چھٹی ہوگی۔" سمیرا نے فون بند کر کے مانو کو دیکھا۔

"میرا دل مطمئن نہیں ہے مانو مگر مجبوری ہے صرف آٹھ دن باقی ہیں' فرحت کہہ رہی تھی کہ سنڈے کو شفٹ

کرلو۔"

"جیسے آپ کی مرضی، پلیز ٹینشن نہ لیں۔"

"مجھے مدحت کی ہابیز قطعی پسند نہیں ہیں۔"

"ڈونٹ وری میں اتنا شعور رکھتی ہوں کہ اچھا برا سمجھ سکوں۔" اسے پتہ تھا بھابی کو اس کی فکر ہے۔

"تم پہ بھروسہ ہے مجھے۔" اس کی طرف سے وہ مکمل طور پر مطمئن تھیں۔

"او کے پھر پیکنگ شروع کردیں سنڈے کو شفٹ کرلیں گے۔"

"بھابی ایک بار دیکھ تو آئیں۔" سمیرا نے سر تھاما' واقعی اس نے تو یہ سوچا ہی نہ تھا۔

"کل جاؤں گی فرحت کے ساتھ۔" انہوں نے اسے تسلی دی۔

☆
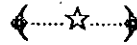
نہ گلہ کیا نہ خفا ہوئے
یوں ہی راستے میں جدا ہوئے
ذرا دیر کا کوئی خواب تھا
جو گزر گیا سو گزر گیا
وہ اداس دھوپ سمیٹ کر
کہیں وادیوں میں اتر گیا
اسے اب نہ دے میرے دل صدا
جو گزر گیا سو گزر گیا
یہ سفر بھی کتنا طویل ہے
یہاں وقت کتنا قلیل ہے
کہاں لوٹ کر کوئی آئے گا
جو گزر گیا سو گزر گیا......!!

کتنے دن کے بعد آج بھی دل نے یادوں کی گٹھڑی کھولی تھی کتنی یادیں سنہرے پل ہزاروں باتیں اس کے کمرے میں جیسے چار سو بکھر گئے تھے۔

"ماہ نور اشرف مانا کہ میں خطا کار ہوں...... مجھے محبت کا ادراک دیر سے ہوا مگر مجھے اتنی طویل سزا مت دو...... چار سال سے زیادہ گزر گئے۔ یہ عرصہ کم تو نہیں ہے...... پلیز لوٹ آؤ۔"

"اب تم میری قدر نہیں کرتے ناں...... اگر چلی گئی ناں پھر یاد کرتے رہنا میں نے بھی لوٹ کر نہیں آنا۔" اس کی بے توجہی پر وہ اکثر کلس کر کہتی تھی لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وہ حقیقتاً ایسا کر جائے گی' کاشف بھائی نے بھی مڑ کر خبر نہ لی۔

"اور اگر وہ کسی اور کی ہوگئی ہو تو......" کبھی کبھی یہ خدشہ اس کی روح لرزا دیتا تھا۔ "میری خطاؤں کی اتنی بڑی سزا نہ دینا میرے رب...... اسے میرا کردے...... میرا نصیب کردے۔" ونڈو سے ڈوبتے آفتاب پر نگاہ جمائے وہ دل ہی دل میں خالق کائنات سے مخاطب تھا۔

"سو رہے ہو......" حیدر کی آواز نے چونکایا...... حیدر آج کل صرف اس سے اور احمر سے بات کرتا تھا' ابھی بھی کچھ وقت وہ صہیب کے ساتھ گزارنے آیا تھا۔

"نہیں......"

"باہر چلتے ہیں کہیں۔" حیدر نے بے چینی سے کہا صہیب نے تیکھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"تمہیں اسموکنگ کرنی ہوگی۔ میں تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا حیدر...... مگر تم نے خود کو سمیٹنے کے لیے اس چیز کا سہارا لے کر خود کو کمزور ثابت کردیا۔"

"تقریر مت کرو یار...... چلو۔" اس نے زبردستی صہیب کا بازو پکڑ کر اٹھایا۔

"میں آج احمر کو بتادوں گا۔"

"مطلب میں تم پر بھی اعتبار نہ کروں؟" دروازے سے باہر نکلتے ہوئے پُر شکوہ نظروں سے اس نے صہیب کو دیکھا' وہ سر جھٹک گیا' حیدر نے بائیک نکالی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا...... حیدر نے اپنی پسندیدہ جگہ پر بائیک روکی تھی۔

"میرا دل کڑھتا ہے تمہیں یہ زہر پیتا دیکھ کر...... اللہ کے لیے حیدر کسی غیر کی خاطر تم اتنے سارے رشتوں کو سزا دے رہے ہو۔ پلیز چھوڑ دو یہ۔"

"چھوڑ دوں گا جب میرے دل کے زخم بھر جائیں

گے۔"

"جنہیں روز کریدا جائے وہ زخم کبھی نہیں بھرتے حیدر...... تم خود ہی تو اسے بھولنا نہیں چاہتے۔"

"مانو کو بھول پائے ہو تم۔" اس نے صہیب کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مانو کو تو اس لڑکی سے قطعی کمپئیر نہیں کرواؤ گے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"تمہیں سمجھایا تھا ہم نے...... مگر تمہیں ہم دشمن لگا کرتے تھے۔" حیدر نے سر جھٹکتے ہوئے سگریٹ کا دھواں خارج کیا تو صہیب کو رخ موڑنا پڑا۔

"تمہیں پتہ ہے صہیب میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں؟"

"کیوں......؟"

"تمہیں علم تو ہے ناں گھر میں کیا کھچڑی پک رہی ہے؟" حیدر نے صہیب کا چہرہ دیکھ کر سوال کیا۔

"کیا؟" وہ انجان بنا۔

"یہ ڈرامے مت کرو...... صہیب ابھی میں قطعی اس فیصلے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں اور تمہیں پتہ ہے ناں کہ کزن میرج کے میں خلاف ہوں اگر میری زندگی میں مدحت نہ آئی ہوتی تب بھی میں قطعی اس فیصلے کو نہ مانتا اور اب تو بالکل بھی نہیں، تم جانتے ہو میں احمر کے سامنے یہ بات نہیں کرسکتا...... صہیب پلیز ماما، بابا کو سمجھاؤ ناں کہ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی اور دانیہ سے تو ہرگز بھی نہیں...... ابھی تک میرے دل و دماغ سے مدحت کی باتیں اس کی بے وفائی ہی نہیں گئی...... فی الوقت میری زندگی میں کسی بھی لڑکی کی گنجائش نہیں، میں نہیں چاہتا کہ میری زندگی میں آ کر کوئی لڑکی اپنی قسمت کو کوسے۔"

"میں اس معاملے میں تمہاری کوئی ہیلپ نہیں کرسکتا، پہلے ہی بھیا نے ہمیں اتنا ڈانٹا تھا حالانکہ ہم نے تمہیں کتنا سمجھایا تھا کہ اس لڑکی کی باتوں میں نہ آؤ۔" صہیب نے ہاتھ کھڑے کردیے۔

"پھر میری ذمہ داری نہیں ہوگی، کل کو مجھے کوئی بلیم نہیں کرے گا میرا ارادہ یہ ٹھیک نہیں ہے، میں کسی بھی صورت دانیہ کو قبول نہیں کرپاؤں گا اور اس زبردستی کے رشتے کے ذمہ دار تم سب ہوگے۔" صہیب نے کان نہیں دھرے اس کے نزدیک یہ خوامخواہ کی دھمکیاں تھیں۔

"ایک بار تو اس نے غلط فیصلہ کیا تھا مگر اب دوسرے غلط فیصلے میں وہ ہرگز اس کا ساتھ نہیں دے گا۔"

سعدیہ بھابی نے اپنی خوشی سے دانیہ کو مانگا تھا، بڑے بھیا سے اور بھیا تو ہمیشہ ہی اپنے خاندان کو ایک دیکھ کر خوش تھے ان کے لیے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ان کی بیٹی ہمیشہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہے۔ لیکن حیدر کی منطق علیحدہ تھی وہ شروع سے کزن میرج کے خلاف تھا، احمر اور منال کی بار بھی وہ بولا تھا مگر ماما نے ایسی سنائی تھیں کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔ مگر اپنی باری میں وہ بولنے کا حق رکھتا تھا...... یہ اور بات تھی کہ مدحت کی وجہ سے اس نے یہ حق کھو دیا تھا اب تو گھر والے اس کی ایک بھی سننے کو تیار نہ تھے صہیب کی صورت میں جو امید کی آخری کرن تھی وہ بھی بجھ گئی تھی۔

"دیکھو حیدر تم اپنے ماں باپ کی بڑی اولاد ہو اور اکلوتے لڑکے ہو...... ان کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں، پلیز اس عمر میں انہیں مزید کسی دکھ سے دوچار مت کرنا...... منیب بھائی بھی ہارٹ پیشنٹ ہیں تمہیں پتہ ہے اور تمہاری ماما بھی بیمار رہتی ہیں...... دونوں بہنوں کی ہزاروں امیدیں تمہاری ذات سے منسوب ہیں، حیدر اللہ کے لیے ہوش کے ناخن لو اور یہ خرافات چھوڑ دو ماں باپ اولاد کے دشمن نہیں ہوتے انہوں نے یقیناً تیری بہتری سوچی ہے جو ابھی تمہیں سمجھ نہیں آرہی۔"

"میرے دل میں کسی لڑکی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اگر تم چاہتے ہو ماما بابا کی خواہش کے لیے میں مان جاؤں تو ٹھیک ہے...... مگر پلیز مجھ سے بہت سی توقعات نہ رکھنا۔" وہ احمر کی طرح ضدی نہیں تھا۔

مگر یہ بھی سچ تھا مدحت نے اس کے دل پر ضرب لگائی تھی اس کے بعد اس کے دل میں لڑکیوں کے لیے

نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ ابھی تو وہ خود کو ہی سمیٹنے میں مصروف تھا کہ گھر کے بڑوں نے نیا فیصلہ لے لیا۔

"تم سب کچھ اس کی ذات پر چھوڑ دو جو بگڑی کو سنوارنے والا ہے' مجھے یقین ہے وہ کبھی بھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑتا' وہ خود تمہارے لیے راہ بنا دے گا..... تم قدم تو بڑھاؤ۔" صہیب نے اسے بہت اچھے سے سمجھایا تھا' نجانے وہ سمجھ پایا تھا کہ نہیں۔ بہر حال وہ چپ چاپ اس کے ساتھ گھر آ گیا تھا۔

☆
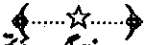
گھر میں آج خوب رونق لگی ہوئی تھی عاقب چاچو کے چھوٹے بیٹے سفیان کی سالگرہ تھی' کافی دنوں کے بعد تمام لوگ اچھے موڈ میں نظر آ رہے تھے..... سدرہ چاچی نے بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ گھر میں کوئی تقریب ہو اور ان کی اکلوتی پھوپو انوائیٹڈ نہ ہوں ایسا کیسے ممکن تھا' تبھی تو طلال کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں۔

"پھوپو آپ کو پتہ ہے میری برتھ ڈے کے لیے کیک منال آپی نے خود بنایا ہے اور عاشی آپی نے بریانی پکائی ہے۔" وہ لاڈلا تھا منال اور عاشی کا۔

"مطلب کہ آج ہمیں بھوکا ہی گھر جانا پڑے گا۔" بلال کی شرارت کی رگ پھڑکی۔

"ڈونٹ وری بلال بھائی ایسا کچھ نہیں ہونے والا' دراصل آپ کو ماہین کے ہاتھ کے کھانوں کی عادت ہوگئی ہے تبھی آپ کو ہر جگہ وہی ٹیسٹ محسوس ہوتا ہے۔" عاشی نے میٹھے انداز میں اس کی اچھی بے عزتی کر دی تھی کہ بلال بے چارہ منہ بنا کر رہ گیا۔

"بھئی کیک کب کٹے گا؟"

"چاچو اور احمر بھیا کے آنے پر۔" دانیہ نے جواب دیا۔

"تابندہ بھابی قسم سے دل کرتا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں' آپ نے میری اماں کے گھر کو جیسے سنبھالا پھر تمام بچوں خاص کر بچیوں کی تربیت اتنی اعلیٰ کی کہ دل خوش ہو جاتا ہے۔" گھر میں چار لڑکیاں تھیں الونیہ ابھی چھوٹی تھی مگر باقی تینوں نے نا صرف یہ کہ اچھی تعلیم حاصل کی بلکہ گھر کے ہر کام میں بھی ماہر تھیں۔ تابندہ مسکرا دیں۔

"نگہت میں نے جو کچھ اماں بی سے سیکھا آگے وہی پھیلایا' اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے انہوں نے بھی کبھی میرے ساتھ بہوؤں والا سلوک نہیں کیا ہمیشہ بیٹیوں کی طرح برتاؤ کیا۔"

"آپ نے بھی تو اس گھر کو جوڑ کر رکھا ہے ہمیشہ۔"

"اللہ پاک ہمارے گھرانے کو یوں ہی رکھے۔" انہوں نے دل سے دعا کی۔

تقریباً آٹھ بجے جب سب اکٹھے ہوئے تب سفیان نے کیک کاٹا۔ بہت اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا اور اسپیشل عاقب چاچو کی فرمائش پر سب کے لیے کافی بن رہی تھی۔

"دراصل سفیان کی سالگرہ تو بہانہ ہے مل بیٹھنے کا' ہم نے سب کے سامنے بہت اہم بات کرنی ہے۔" بڑے بابا نے گفتگو کا آغاز کیا' حیدر پہلو بدلنے لگا۔

"منیب احمد بتاؤ بھئی سب کو۔" حالانکہ گھر کے ہر فرد کو علم تھا مگر بس باقاعدہ اعلان کرنا تھا حیدر کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ جب سکون نہ آیا تو وہ اٹھا اور سیدھا کچن میں آ گیا۔

"تم میری بات سنو ابھی....." جانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا کہ اس نے سختی سے دانیہ کا بازو پکڑا۔

"منال تم سنبھال لینا ذرا۔" بہن کو حکم دیتا وہ دانیہ کو چھت پر لے آیا' وہ ہراساں سی اس کے ساتھ تھی' حیدر نے چھت پر پہنچ کر اس کی کلائی اپنی سخت گرفت سے آزاد کی۔

"یہ کیا بچپنا ہے حیدر اور تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"ڈونٹ وری کھاؤں گا نہیں تمہیں..... صرف بات کرنی ہے۔" ملگجے اندھیرے میں بھی حیدر کی پیشانی کے بل نمایاں تھے۔

"آئی نو..... تمہاری تربیت بہت اچھے ہاتھوں میں

ہوئی ہے۔" دانیہ کے جواب نے جیسے اس کے غصے کو مزید بھڑکا دیا تھا۔

"مطلب؟ میں خود نا قابل اعتبار ہوں۔"

"میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا تم خوامخواہ بات کو بڑھا رہے ہو...... یہ بتاؤ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ فیصلہ اب تمہارے ہاتھ میں ہوگا...... یو نو ویری ویل کہ میری لائف میں مدحت کے بعد کسی بھی لڑکی کی گنجائش نہیں۔"

"آئی نو۔" اس کے دھواں دھار عشق اور پھر ناکامی سے تو گھر کا بچہ بچہ واقف تھا۔ دانیہ نے بہت مضبوط لہجے میں کہہ تو دیا تھا ورنہ یہ حقیقت تھی کہ اس کے دل میں بہت کچھ تھا۔

"پھر بھی تمہیں اس رشتے پر اعتراض نہیں ہے یہ جانتے ہوئے بھی گھر والے جس کے ساتھ تمہارا مستقبل جوڑ رہے ہیں وہ تمہارا کبھی نہیں ہوسکتا...... وہ کبھی تمہیں کوئی خوشی نہیں دے سکتا...... دیکھو دانیہ ہم کزنز ہیں' مگر جو رشتہ گھر والے ہمارا جوڑ رہے ہیں میں دل و دماغ دونوں سے اسے قبول نہیں کرتا...... مگر میں انکار بھی نہیں کرسکتا...... لیکن تم تو منع کرسکتی ہو...... سب کچھ جاننے کے بعد اپنی زندگی مت خراب کرو۔"

"تم مرد ہو کر منع نہیں کرسکتے تو میں لڑکی ہو کر کیسے انکار کردوں' میرے کندھے پر رکھ کر بندوق مت چلاؤ...... اعتراض تمہیں ہے تو سب کے سامنے منع بھی خود کرو...... میرے سامنے میرے بابا کی عزت ان کا مان ہی سب کچھ ہے جو میں کسی صورت نہیں توڑوں گی۔"

عجیب مخلوق بنائی ہے اللہ پاک نے یہ عورت بھی' ریزہ ریزہ ہوکر لہجہ چٹان جیسا تھا۔ حالانکہ کس لڑکی کی خواہش ہوگی کہ اس کی زندگی میں جو مرد آئے وہ پہلے ہی اپنے تمام تر جذبات واحساسات اپنے التفات اپنی محبت کی شدتیں کسی اور پر نچھاور کرچکا ہو' جو دم ہی کسی اور کا بھرتا ہو مگر ہائے رے مجبوری......! مجبوری صرف یہ نہیں تھی کہ اس کے ماما بابا نے یہ رشتہ طے کیا تھا...... بعض دفعہ دل کی بھی تو مجبوریاں ہوتی ہیں' ہمیں کوئی شخص اپنی تمام تر بے رخی کج ادائی کے ساتھ بھی عزیز تر ہوتا ہے۔ اس شخص کو تو صدا اس نے دعاؤں میں مانگا تھا۔ شاید اس کی دعاؤں کا ہی تو ثمر تھا کہ جب وہ مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں اترنے لگی تو دعائیں مستجاب ہوگئیں...... اسے وہ شخص رب کی رضا سے مل رہا تھا ہاں لیکن ادھورا...... کسی اور کی محبت میں چور' کسی کی بے وفائی کا داغ دل پر لیے لیکن دانیہ کو ہر حال میں قبول تھا۔

"پھر یاد رکھنا دانیہ احمر علی' مجھ سے کوئی توقعات وابستہ نہ کرنا' میری ذات سے سوائے مایوسی اور درد کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہو تو لکھ کر دے دوں۔" پینٹ کی پاکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے اس نے سلگتے لفظوں سے معصوم دانیہ کے تمام جذبات کو دھواں دھواں کرڈالا تھا' سفا کی کی انتہا تھی۔ اس نے بے بسی سے اس شخص کا تنا ہوا چہرہ دیکھا...... وہ چہرہ جو اسے تمام جہان میں محبوب تھا...... بہت سا سیال مادہ پلکوں کی باڑھ توڑ کر بہنے کو تیار تھا' مگر نہیں...... کم از کم آج نہیں' اگر آج ہی اس شخص کے سامنے کمزور پڑ گئی تو ساری عمر کیسے گزار پاؤں گی...... اتنا تو یقین وہ بخش چکا تھا اسے کہ آنے والی زندگی میں ہزاروں صبر کے امتحانات تھے جو دانیہ نے پاس کرنے تھے۔

"توقعات اگر انسانوں سے وابستہ کرلی جائیں تو حیدر منیب صرف دکھ ہی مل سکتے ہیں جو تم اپنی جھولی میں بھر چکے ہو' میری توقعات کا محور وہ ذات باری تعالیٰ ہے جو کسی کو مایوس نہیں کرتا...... مجھے نہیں پتہ میرے نصیب میں کیا ہے مگر وہ جانتا ہے اور میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔" کتنا پُراطمینان لہجہ تھا' کتنا مکمل جواب تھا...... حیدر اندر تک سلگ گیا۔

"ہزاروں برائیاں مجھ میں ہیں دانیہ احمد' کیسے برداشت کروگی۔"

"برائیاں ہر انسان میں ہیں' بے عیب صرف اللہ کی ذات ہے۔"

"بہت پچھتاؤ گی دانیہ تم...... ابھی بھی وقت ہے۔" وہ غرایا...... مگر دانیہ نے خود کو مضبوطی سے کمپوز کر لیا تھا...... تبھی اس کی بات پر صرف مسکرائی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا اس قدر بے وقوف لڑکی ہو تمام حقیقت جان کر بھی مطمئن ہو۔" حیدر کو اپنی شکست صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ پیچھ موڑے سگریٹ کا زہر اندر اتار رہا تھا۔ دانیہ نے گہری سانس خارج کی اس کی پیٹھ پر نگاہ ڈالی اور سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"دانیہ اپنی زندگی برباد مت کرو...... ابھی بھی سوچ لو۔" اپنے پیچھے حیدر کا آخری جملہ اسے سنائی دیا مگر وہ اسی طرح سیڑھیاں اترتی رہی نیچے مٹھائی تقسیم ہو رہی تھی ہر فرد کتنا خوش تھا اور جن کی خوشی تھی ان کے دل ماتم کدہ بنے ہوئے تھے...... وہ بے جان قدموں سے کچن تک آئی تھی۔

"کہاں رہ گئی تھیں...... سب پوچھ رہے تھے تمہارا...... اور حیدر کہاں ہے؟" مناہل شاید اس کی ہی منتظر تھی۔

"چھت پر۔" اس نے منال کو جواب دیا مگر جانے کیوں اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو دانیہ...... کیا کہہ رہا تھا حیدر۔" بس یہ صبر کی انتہا تھی انسان سب کے سامنے کتنا بھی مضبوط بن جائے مگر اپنے دوستوں کے سامنے بکھر جاتا ہے' منال حیدر کی بہن تھی مگر وہ اس کی بہت اچھی دوست بھی تھی جبھی تو وہ منال سے لپٹ کر بری طرح رو دی تھی۔

"ہوا کیا ہے؟" اسے اندازہ تھا کیونکہ حیدر کی ذہنی حالت بہت ابتر تھی ان دنوں...... جب سے وہ منحوس لڑکی اس کی زندگی میں آئی تھی...... لیکن آخر اس نے ایسا کیا کہا تھا دانیہ کو کہ وہ یوں بکھر رہی تھی۔

"دانیہ بتاؤ تو سہی' کیا ہوا ہے؟" اس نے دانیہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر پوچھا' دانیہ کے دل کا بوجھ آنسوؤں میں کسی حد تک بہہ چکا تھا' سو اس نے خود کو سنبھالا۔

"بس یار...... مجھے لگا میں ماما بابا سے آج دور ہو گئی ہوں۔"

"اف توبہ...... میری جان نکال دی۔" منال نے گھورا تو وہ مسکرا دی۔

☆☆☆......☆☆☆

مانو پر تو انہیں اعتماد تھا پھر وہ عمر کے اس حصے سے نکل چکی تھی جس میں انسان دوسروں کے ماحول کو ایڈوپٹ کرتا ہے مگر اس گھر میں محض ایک ہفتے کے بعد انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے غلطی کر دی...... کیونکہ وہ بھول گئی تھیں کہ ان کا اپنا بیٹا عمر کے جس حصے میں تھا وہ ایسی چیزیں بہت جلدی پک کرتے ہیں...... عفان میں دنوں میں آنے والی تبدیلی نے انہیں بہت ہراساں کر ڈالا تھا جب دس دن گزرنے کے بعد ہی عفان نے ان سے فرمائش کی۔

"مجھے لیپ ٹاپ لینا ہے۔" تو وہ اور مانو تو کئی لمحے صدمے سے بول ہی نہ پائے۔

"کیا کرنا ہے تمہیں لیپ ٹاپ کا؟"

"پھوپو...... مدحت آپی نے مجھے کہا ہے کہ تم اپنا ایف بی اکاؤنٹ بناؤ' ہم چیٹنگ کیا کریں گے' ہائے پھوپو ان کے اتنے سارے دوست ہیں صرف پاکستان سے نہیں کوئی چائنا سے ہے تو کوئی لندن اور امریکہ جانے کہاں کہاں سے۔"

"عفان تم ابھی چھوٹے ہو بچے۔"

"چودہ سال کا ہو جاؤں گا میں نیکسٹ منتھ اور آپ کو پتہ ہے مدحت آپی کی بھتیجی صرف بارہ سال کی ہے اور وہ امریکہ سے دن رات ان سے چیٹنگ کرتی ہے......" وہ بحث کر رہا تھا...... مانو کو مدحت پر بہت غصہ آیا جس نے بچے کے ذہن کو خراب کر دیا تھا۔

"او کے میں تمہیں لے دوں گی مگر کچھ عرصہ بعد' تم اتنے سمجھدار تو ہو ناں عفان کہ گھر کے تمام حالات سمجھ سکو۔" وہ چاہتی تو اگلے ماہ کا وعدہ کر لیتی مگر نہیں اس نے عفان کو ٹالا تھا...... اور وہ سمجھ بھی گیا تھا...... مگر بھابی رات

میں اس کے پاس آئیں تو رو پڑیں۔

"جانے کیوں مانو میرا دل بہت ڈر گیا ہے کل کو اگر عفان نے موبائل کی فرمائش کی تو...... ہم اسے ٹال بھی نہیں سکیں گے۔"

"ڈونٹ وری بھابی...... میں مدحت سے بات کروں گی۔" اس نے انہیں تسلی دی اگلے دن ہی وہ مدحت کے پاس موجود تھی جو ہمیشہ کی طرح لیپ ٹاپ آن کیے بیٹھی تھی۔

"یونو مانو دو تین ماہ پہلے جس لڑکے کو میں تم سے ملوانے کا کہہ رہی تھی ناں اف قسم سے وہ تو سیریس ہوگیا تھا گلے کی ہڈی بن گیا تھا بڑی مشکل سے پیچھا چھڑایا۔" لڑکوں کا سنا تھا اب تک کہ وہ لڑکیوں کو دھوکہ دیتے فلرٹ کرتے ہیں مگر وہ تو شاید بہت پرانے زمانے میں جی رہی تھی نئے زمانے میں تو لڑکیاں خود لڑکوں کو دھوکہ دے رہی ہیں اس نے سر جھٹکا وہ یہاں یہ بات کرنے نہیں آئی تھی۔

"مدحت میں تم سے یہ کہنے آئی تھی کہ عفان ابھی کم عمر اور ناسمجھ ہے اس کے سامنے یہ اپنے فرینڈز وغیرہ چیٹنگ کی باتیں مت کیا کرو۔"

"ارے مانو...... اب تو دس دس سال کے بچوں کے پاس کمپیوٹرز اور لیپ ٹاپ ہیں اور وہ نیٹ یوز کرتے ہیں۔ عفان تو ماشاء اللہ چودہ سال کا ہوگیا ہے اسے تم لوگ ایسے کیوں ٹریٹ کرتے ہو۔ وقت بدل گیا ہے اب ہم بچوں کو یوں باندھ کر نہیں بٹھا سکتے...... اسے لوگوں کو فیس کرنا آنا چاہیے چیٹنگ فرینڈ شپ سے اس کا کانفیڈنس لیول امپروو ہوگا۔"

"مدحت ہمارے گھر کا ماحول ایسا نہیں ہے پلیز تم اسے اچھے سے گائیڈ کردو کہ ابھی اس کی عمر نہیں ہے میں نے بہت مشکل سے اسے سمجھایا ہے۔" مدحت کا منہ تو بنا مگر پروا کسے تھی ہاں یہ ضرور تھا کہ اب وہ عفان کو نیچے کم ہی جانے دیتی تھیں۔

"پھوپو میری برتھ ڈے پر مجھے کیا گفٹ دیں گی آپ؟" عفان نے سوال کیا۔

"کیا لوگے تم؟"

"اچھا سا سیل فون۔"

"کیا...... تمہاری عمر ہے فون یوز کرنے کی؟" بھابی بری طرح چونکیں نہایت غصے سے بولیں۔

"آپ لوگوں کو ہر چیز میں بس میری ایج کو ایشو بنانا ہوتا ہے مدحت آپی کہتی ہیں تمہاری ایج کے لڑکے ہر کام کرتے ہیں اور تم قیدیوں کی طرح گھر میں پڑے رہتے ہو۔"

"بکنے دو مدحت کو...... اور خبردار جو تم آئندہ اس لڑکی کے پاس مجھے کھڑے ہوئے بھی مل گئے تو ہڈیاں توڑ دوں گی تمہاری۔" بھابی بری طرح ہائپر ہوگئیں مانو نے انہیں سنبھالا جبکہ عفان روتا بسورتا کمرے میں چلا گیا۔

"کول ڈاؤن بھابی...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ مدحت اس کے کچے ذہن کو بگاڑ رہی ہے اوپر سے اگر ہم اس طرح ری ایکٹ کریں گے اسے ڈانٹیں گے تو وہ ہماری طرف سے بدظن ہوجائے گا...... اس وقت ہمیں غصے سے نہیں بلکہ پیار سے اسے گائیڈ کرنا ہوگا۔"

"مجھ میں اتنی برداشت نہیں ہے مانو اگر یہ صورت حال رہی تو میرا تو دماغ پھٹ جائے گا...... میرے سر پر تو شوہر کا سایہ بھی نہیں ہے خدانخواستہ عفان بگڑ گیا تو کیا بنے گا میرا۔"

"اللہ توبہ بھابی آپ بھی ناں...... بھروسہ نہیں ہے اپنی تربیت پر آپ کو۔"

"مانو بی بی...... آج کل اچھی سی اچھی تربیت پر پانی پھرتا نظر آتا ہے اس کم بخت انٹرنیٹ نے بچے وقت سے پہلے بڑے کردیے ہیں...... اچھے برے چھوٹے بڑے کی تمیز ختم کردی ہے...... آج کل کے بچے تربیت سے زیادہ ماحول کا اثر قبول کرتے ہیں۔"

"پھر ٹینشن کیسی ہم نے کون سا عمر بھر یہاں رہنا ہے...... اللہ خیر کرے...... جلد ہی کسی گھر کا بندوبست ہوجائے گا۔"

"پتہ نہیں گھر کا بندوبست ہوگا یا میرے دنیا سے

جانے کا یہ لڑکی تو میری اولاد کو برباد کر کے رکھ دے گی...... مجھے دیر سویر ہو جاتی ہے آنے میں' تم بھی چھ بجے سے پہلے نہیں آتی..... اب بچے گھر میں اکیلے ہوتے ہیں' اللہ جانے وہ کیا کیا بچوں کو الٹا سیدھا سکھا دے..... نہیں مانو میں اپنے بچوں کو ایک دن بھی مزید اس گھر میں تنہا نہیں چھوڑ سکتی بس۔" بھابی بہت زیادہ ڈس ہارٹ ہو گئی تھیں۔

"او کے..... میں کچھ کرتی ہوں۔" اس نے انہیں حوصلہ دیا..... مگر سچ یہ تھا وہ خود بھی خاصی پریشان ہو گئی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ صبح آفس کے لیے تیار ہو کر آئی تو بھابی کو تیار نہ پا کر اچھنبے سے دیکھا۔

"میں نے ایک ہفتے کی چھٹی لے لی ہے..... بس ہمارے پاس یہ سات دن ہیں..... ان میں ہی ہم نے کچھ کرنا ہے۔" اس نے بھابی کو کوئی جواب نہ دیا بس سر ہلاتی باہر نکل گئی اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ بھابی کے ذہن میں کیا چل رہا ہے..... کوششیں تو وہ کئی ماہ سے کر رہی تھیں ٹرانسفر کی مگر شاید ٹھیک وقت پر ان کی کوشش رنگ لائی تھی..... انہیں ملتان میں ایک خاتون مل گئی تھیں جو کہ اپنا ٹرانسفر کراچی میں کرانا چاہتی تھیں..... وہ اکرام بھائی کی مشکور تھیں جنہوں نے ان کی ہیلپ کی تھی۔

لیٹر تو ایک بہانہ تھا کیونکہ اگر مانو کو سچ بتاتیں تو وہ ان سے اکھڑ جاتی کبھی واپس جانے پر نہ مانتی..... دراصل وہ آج کل انہی کاموں میں مصروف تھیں۔ پھر جب انہیں لیٹر ملا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی۔

"میں صبح سے پیکنگ شروع کر رہی ہوں بس۔" مانو نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"گھر مل گیا.....؟"

"ہمیں ضرورت نہیں ہے ہم اب اپنے گھر جائیں گے بہت گزار لی یہ بنجاروں والی زندگی' جب اللہ کا دیا ہمارا اپنا گھر ہے تو کیوں یہ خواری کاٹیں۔"

"جذباتی ہو کر مت سوچیں۔"

"یہ جذباتی فیصلہ نہیں ہے مانو..... مجھے میرے بچوں کا مستقبل بہت عزیز ہے اور میں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ غلط ماحول کا شکار ہو۔"

"وہ لڑکا ہے بھابی..... ہم اسے گھر میں قید نہیں کر سکتے..... وہ باہر جائے گا تبھی اعتماد پیدا ہوگا اس میں..... لوگوں کو فیس کر پائے گا اور ضروری ہے کہ وہاں اب تک ویسا ہی ماحول ہو..... پانچ سال میں بہت کچھ بدل گیا ہے بھابی۔"

"مجھے پتہ ہے مگر اتنا اطمینان تو ہوگا ناں کہ وہاں مدحت جیسی کوئی لڑکی نہیں ہوگی۔"

"اچھے برے لوگ ہر جگہ پائے جاتے ہیں..... اگر وہاں بھی کوئی مدحت مل گئی پھر کیا کریں گے..... اور پھر آپ اس کا بورڈ کا سال ہے۔"

"وہ سب میں طے کر چکی ہوں اکرام بھائی سے بات بھی ہو گئی ہے عفان کو وہاں اچھے اسکول میں ایڈمیشن مل جائے گا ریان اور بینا کا بھی کوئی مسئلہ نہیں۔"

"اور آپ کی جاب۔" اس نے آخری پتا پھینکا مگر یہاں بھی ہار گئی بھابی نے لیٹر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"مگر میری جاب۔" وہ جھجکی اس کے پاس کوئی راہ فرار باقی نہ رہی تھی۔

"تمہاری کمپنی کی برانچیز تو ہر شہر میں ہیں۔ تم ان سے بات کر لو اگر ممکن ہو تو..... ورنہ اللہ مالک ہے..... وہیں جاب دیکھ لینا۔"

"ناشکرے بندے یوں لگی لگائی روزی پر ٹھوکر مارتے ہیں..... اتنی اچھی جاب ہے پے ہے۔"

"ہمارے نصیب میں جتنا ہوگا وہی ملے گا..... امید اچھی رکھنی چاہیے اب تم خود کو ذہنی طور پر تیار کر لو..... اور پیکنگ شروع کرا دو میرے ساتھ۔" بھابی کے چہرے پر اس نے عرصہ بعد یہ سکون دیکھا تھا۔

اپنا گھر اپنا ہوتا ہے' بھیا کے بعد وہ یہاں کبھی بھی مطمئن نہ رہیں وہ اپنا شہر تھا اور پھر تمام رشتہ دار وہاں تھے اور یہاں وہ تنہا تھیں تنہا دو عورتیں۔ اس کے پاس ہتھیار

ڈالنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

"محبتوں میں آزمائش آتی ہے مانو...... امید تو اچھی باندھنی چاہیے ناں...... اگر وہ تمہارا نصیب ہے تو کوئی اسے تم سے نہیں چھین سکتا...... اور اگر وہ تمہارے مقدر میں نہیں ہوگا تو تم کچھ بھی کرلو...... تم اسے نہیں پاسکتیں۔"

اس نے ٹھنڈی آہ بھری...... نصیبوں کے لکھے تو وہ رب واحد ہی جانتا ہے انسان بھلا کیا جان پائے گا۔

اور کیا فرق پڑتا ہے...... کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے جب زندگی کا مقصد ہی بدل گیا ہو...... اس نے کبھی صہیب احمد کے سنگ جینے کے خواب دیکھے تھے مگر اب اس کا مرکز و محور صرف بھابی اور بچے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

پھوپو نے حمزہ اور بلال دونوں کی شادی فکس کردی تھی اور ان کے یہاں تیاریاں زوروں پر تھیں اور وہ آج مناہل اور دانیہ دونوں کو لینے آئی تھیں۔

"بھیا بیس بائیس دن باقی ہیں اور کام کے انبار ہیں' بچیاں میرے ساتھ کام سمیٹ دیں گی پلیز منع مت کیجیے گا۔" پھوپو کا بھی جوائنٹ فیملی سسٹم تھا ان کے دو دیور اور جیٹھ سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے ان کے پورشن علیحدہ ضرور تھے مگر گھر میں دیواریں نہیں تھیں' محبتیں بھی ماشاء اللہ مثالی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کے بھیا بچیوں کو بہت کم ہی ان کے ہاں رکنے دیتے ہیں مگر چونکہ شادی کا موقع تھا سو وہ مان گئے' بہن کے گھر پہلی خوشی جو تھی۔

"جیسے تمہاری خوشی۔" نگہت بالآخر بول پڑیں۔

"نگہت مناہل کے بنا تو ہمارا گھر بھی نہیں چلتا...... تم عاشی اور دانیہ کو لے جاؤ۔" حالانکہ سچ یہ تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ احمر کو پتہ چلے گا تو خوامخواہ ہی وہ بھڑک جائے گا......

منا ہل کے ارمانوں پر اوس پڑگئی...... اسے کیا زندگی اپنی مرضی سے جینے کا ذرا بھی حق نہیں تھا وہ جانتی تھی کہ بڑی ماما نے صرف اپنے بیٹے کی وجہ سے یہ کہا ہے اور اسے تو جانے کیوں ضد سی ہوگئی تھی اب کہ وہ سب کرے گی جس سے احمر چڑتا ہے۔

"ماما پلیز مجھے بھی جانا ہے ہمارے خاندان کی پہلی خوشی ہے۔" وہ سب کے سامنے ہی بول پڑی۔

"تم سنڈے کو چلی جانا میں خود تمہیں لے کر جاؤں گی۔" انہوں نے کہا تو مناہل چپ کر گئی۔

شام کو وہ اپنی ماما کی گود میں سر رکھے رو رہی تھی۔

"آپ لوگوں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے...... صرف ایک شخص کی وجہ سے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی...... اور ابھی تو آپ لوگ اپنی مرضی کر سکتے ہیں پلیز مما مجھے بھی جانا ہے۔" یہی تو دن ہوتے ہیں جو بچیاں اپنی مرضی سے جی لیتیں ہیں شادی کے بعد تو ہزاروں ذمہ داریاں سینکڑوں پابندیاں اور اگر شوہر احمر جیسا ہو تو پھر تو عورت قید ہی ہو جائے۔ ان کی بیٹی کیسے ہر چیز میں دل مسوس کر رہ جاتی تھی ابھی تو رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ تب بھی وہ صرف احمر کے حکم کی تعمیل میں اپنی ہر خوشی کو قربان کر دیتی تھی۔

"میں تمہارے بابا سے بات کرتی ہوں۔" انہوں نے بیٹی کے آنسو پونچھے اتوار والے دن بابا نے ناشتے کے بعد سب کی موجودگی میں حیدر کو حکم دیا تھا۔

"مناہل کو اپنی پھوپو کی طرف چھوڑ آؤ...... شادی کے دن ہیں ہزاروں کام ہوتے ہیں بچیاں مل کر کر لیں گی نگہت کو بھی سہارا مل جائے گا۔"

"جی بابا۔" بابا اور چھوٹے بابا کے جاتے ہی احمر بولا۔

"دانیہ اور عاشی گئی ہوئی ہیں...... مناہل کا جانا ضروری تو نہیں۔"

"عاشی کو کہاں ابھی اتنا سلیقہ ہے...... مناہل اور دانیہ سمجھ دار ہیں...... نگہت کو سکھ تو ملے گا کچھ۔" سعدیہ نے سلیقے سے بات سنبھالی۔

"گھر کا کیا ہوگا...... آپ کچن کا کام نہیں کر سکتیں...... ماما کا شوگر بیٹھے بٹھائے ہائی ہو جاتا ہے سدرہ چاچی پر پورا گھر تو نہیں چھوڑ سکتے...... وہ اکیلے کیسے سب کریں گی الونیہ ابھی چھوٹی ہے۔" وہ بہانے تراش رہا تھا...... مناہل تیار ہو کر آ گئی۔

"چلو حیدر بھیا۔" احمر سلگ کر رہ گیا۔

"پندرہ دن باقی ہیں ابھی...... تم اتنے دن پہلے جا کر کیا کرو گی وہاں۔" وہ اب ڈائریکٹ اس سے مخاطب ہوا۔

"یار احمر...... پھوپو کے گھر پہلی خوشی ہے اگر ہم ہی نہیں جائیں گے تو وہ کیا سوچیں گی انہیں ہم ایک فون بھی کر دیں تو وہ فوراً آ جاتی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں تم بھی چلو سنڈے تو ہے...... پھوپو خوش ہو جائیں گی۔"

"گڈ آئیڈیا۔" صہیب کو بھی پسند آیا وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر مناہل کی وجہ سے اسے ماننا پڑا۔

"میں مناہل کو لے کر آتا ہوں۔" اس نے حیدر سے بائیک کی چابی لی...... حیدر اور صہیب دوسری بائیک پر چلے گئے تھے مناہل کو لاچار اس کے ساتھ جانا پڑا۔

"شام میں تم ہمارے ساتھ واپس آ جاؤ گی۔"

"میں نے بابا سے پرمیشن لے لی ہے۔" لہجے میں بغاوت نہیں تھی مگر پہلے سا خوف بھی نہیں تھا...... احمر نے اسے گھورا۔

"مگر میں تمہیں منع کر رہا ہوں۔" مناہل نے کوئی جواب نہیں دیا مگر فیصلہ اٹل تھا کہ اب اس نے احمر علی کی کوئی بات نہیں ماننی...... بہت سی بدگمانیاں اس کے دل کے دریچوں میں آن ٹھہریں تھیں جنہیں احمر کا رویہ بڑھاوا دے رہا تھا۔

پھوپو واقعی انہیں دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں ان کے گھر میں شادی کا ماحول تھا چونکہ بلال کی شادی تایا زاد ماہین سے تھی تو پورا گھر ہی جیسے روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ سارا دن بہت اچھا گزرا۔ دوپہر میں تابندہ اور سعدیہ بھی آ گئی تھیں۔ نگہت کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا...... مناہل اور دانیہ دونوں ہی سلائی میں ایکسپرٹ تھیں سو پھوپو نے انہیں اسی کام پر لگا دیا تھا...... عاشی زینی کے ساتھ کچن میں ہیلپ کر رہی تھی...... نگہت نے سب کو رات کے کھانے پر روک لیا تھا۔ کھانے کے بعد جب سب گھر کے لیے اٹھنے لگے تو احمر اس کے پاس آیا۔

"چلو سب تیار کھڑے ہیں۔"

"احمر بھیا...... پلیز ہم نے مناہل کو نہیں بھیجنا...... میں نے ماموں سے پرمیشن لے لی ہے۔" زینی نے کہا۔

احمر نے مناحل کا چہرہ دیکھا...... جہاں انکار اسے واضح دکھائی دے رہا تھا وہ جبڑے بھینچتا تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

"تمہارے تھوبڑے کو کیا ہوا؟" واپسی پر صہیب نے پہلا سوال کیا اور وہ فوراً پھٹ پڑا۔

"تم کہتے ہو میں خوامخواہ اسے ڈانٹتا ہوں' میں نے صبح ہی اسے کہہ دیا تھا کہ اس نے وہاں نہیں رکنا اور......"

"اپنی بات منوانے کا اور سمجھانے کا طریقہ ہوتا ہے جس سے تم نابلد ہو' میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم نے اپنے رویے سے مناہل کے دل میں بہت ساری غلط فہمیاں پیدا کردی ہیں' انہیں دور کرنا' آپس میں اعتماد قائم رکھنا تمہارا فرض تھا...... مگر تمہیں لگتا ہے یہ قبل از وقت ہے تو پھر اب چپ کر کے صحیح وقت کا انتظار کرو۔"

"عورتوں کی طرح طعنے دینے کی ضرورت نہیں۔" وہ چڑ کر بولا۔

"احمر محبت میں غلط فہمیاں جنم لے لیں تو فاصلے بڑھتے چلے جاتے ہیں...... ہماری زبان کے دو میٹھے بول بہت سی تلخیوں کو ختم کر سکتے ہیں...... تم صرف اسے اتنا تو بتا سکتے ہو ناں کہ وہ تم پر زبردستی مسلط نہیں کی گئی' تمہاری مرضی سے شامل ہوئی ہے تمہاری زندگی میں۔" احمر نے اسے گھورا۔

"محترمہ کا مزاج دیکھا ہے تم نے...... کہتی ہے میں نے بابا سے پرمیشن لے لی ہے۔ مطلب میری بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے...... ٹھیک ہے پھر دیکھتے ہیں کب تک بابا کی لاڈلی...... بابا کی مرضی سے جیے گی۔ ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔"

"تم غلط کررہے ہو احمر...... ایسے بات بڑھے گی' تم پیار سے سمجھاؤ گے تو وہ اب بھی مان جائے گی۔"

"اور وہ میں کروں گا نہیں۔" اٹل لہجے میں کہہ کر اس نے بائیک اسٹارٹ کی۔

☆☆☆......☆☆☆

محبت پھر محبت ہے کبھی دل سے نہیں جاتی
ہزاروں رنگ ہیں اس کے
عجب ہی ڈھنگ ہیں اس کے
کبھی صحرا' کبھی دریا
کبھی جگنو' کبھی آنسو
ہزاروں روپ رکھتی ہے
بدن جھلسا کر جو رکھ دے
کبھی وہ دھوپ دکھتی ہے
کبھی بن کر یہ اک جگنو
شب غم کے اندھیروں میں دلوں کو آس دیتی ہے
کبھی منزل کنارے پر پیاسا مار دیتی ہے
اذیت ہی اذیت ہے......
مگر یہ بھی حقیقت ہے......
محبت پھر محبت ہے......!!

اور یہ محبت دل سے گئی کب تھی ہزاروں پہرے بٹھا کر جی کر دیکھ لیا تھا...... مگر آج بھی اس کا ذکر دھڑکنیں بے ترتیب کر دیتا تھا...... وہ کہتی تھی کہ اس نے اب زندگی کا مقصد بدل دیا' مگر پھر یہ کیا تھا؟ وہ بکنگ کروانے گئی اور سیٹ کنفرم ہوئی تو جانے کیوں اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔ جب اس سے تعلق ہی نہیں رکھنا تھا پھر یہ کیا تھا......؟ اس کی چپ اتنی جاندار تھی کہ سمیرا کا دل ہولنے لگا۔

"بانو تو مجھ سے ناراض تو نہیں' میرے فیصلے پر...... میں خود غرض ہوگئی تھی اپنے بچوں کی خاطر تیری خوشی' تیرا سکون نہ دیکھا میں نے۔" انہیں لگا بانو کی چپ کے پیچھے ضرور یہ دکھ ہے...... اس نے صہیب احمد کو واقعی شدتوں سے چاہا تھا' اس کے دل کا ڈر اگر واقعی سچ ہوگیا...... بانو پھر سے ٹوٹ جائے گی...... بے شک اسے کوئی امید کوئی آس نہیں ملی تھی مگر اس کے احساسات تو خالص تھے۔

"ایسا نہیں بھابی...... بس دل عجیب سا ہو رہا ہے...... کل پھر ہم وہیں جارہے ہیں جہاں سے جب چلی تھی

ہاتھ خالی تھے، کسی کی چاہت کی کوئی امید نہ تھی میرے دامن میں..... مگر بھابی مجھے امید اپنے رب سے تھی..... جو آج بھی قائم ہے..... بس انسان ہوں ناں..... دل ڈول رہا ہے کہ اگر امیدیں ٹوٹ گئیں تو.....؟" وہ اپنا سامان بیگ میں رکھتے ہوئے بہت کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی۔ بھابی کے پاس اسے تسلی دینے کو الفاظ نہ تھے۔

"پھر کیا کہا تمہارے باس نے.....؟"

"ہوسکتا ہے ممکن ہوجائے..... مگر وہ خود بھی زیادہ پُریقین نہیں ہیں۔ چلیں رب کی رضا۔" اس نے بیگ کی زپ بند کی۔

"پھوپو کتنا مزا آئے گا ٹرین کا اتنا لمبا سفر ہوگا..... بس آپ نے ڈھیر سارے شامی کباب بنانے ہیں۔"

"ضرور بنادوں گی۔" عفان ایکسائیٹڈ تھا ٹرین کے سفر کو لے کر۔

"ہم اپنے گھر جائیں گے..... مما اب ہم وہیں رہیں گے ناں۔"

"ہوں۔"

"واؤ..... ہمارا گھر بہت بڑا ہے ریان..... تمہیں تو یاد بھی نہیں ہوگا ناں مگر مجھے اچھے سے یاد ہے۔" اب وہ چھوٹے بھائی سے مخاطب تھا..... شکر تھا کہ عفان نے پوزیٹوری ایکٹ کیا تھا..... ورنہ وہ دونوں پریشان تھیں جانے عفان مزید ان سے بدظن نہ ہوجائے..... مدحت نے اس کے معصوم ذہن کو بری طرح سے متاثر کیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

حیدر اور صہیب روز شام میں نگہت کی طرف آجاتے تھے اور تمام بچے مل کر خوب ہلہ گلہ کرتے..... حسب معمول وہ آج بھی بائیک لے کر باہر نکلے تو انہوں نے کاشف بھائی کے گھر کو ان لاک دیکھا حتیٰ کہ لائٹس بھی آن تھیں۔

"حیدر، کہیں میری دعائیں قبول تو نہیں ہوگئیں۔" اس کے دل میں کتنے ہی دیپ جلے تھے..... مگر جبھی انہوں نے اکرام بھائی کو باہر آتے دیکھا تھا (اکرام بھائی سمیرا بھابی کے فرسٹ کزن تھے) انہوں نے گیٹ کو تالا لگایا حیدر اور صہیب کھڑے رہے پھر دونوں نے ان سے سلام دعا کی۔

"ہم سمجھے کہ شاید کاشف بھائی فیملی کو لے کر واپس آگئے۔" حیدر کی بات پر اکرام کے چہرے پر اداس سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"کاشف بھائی کی فیملی کو تو ان کے بنا رہنے کی عادت پڑ چکی ہے..... ان کی شہادت کو تو تقریباً تین سال ہونے والے ہیں۔"

"کیا.....!" یقیناً یہ خبر دونوں کے لیے شاکنگ تھی۔

"میں نے سمیرا کے کہنے پر وائٹ واش کردیا تھا گھر کو..... پھر صفائی وغیرہ مکمل کرائی تھی بس وہی دیکھنے آیا تھا۔" وہ شاید بہت زیادہ جلدی میں تھے اپنی بات ختم کرکے رکے ہی نہیں تھے، صہیب اور حیدر اب تک صدمے میں تھے۔

"کاشف بھائی کے بعد بھابی بچے..... اور ریانو....."

"کیسے رہ پاتے ہوں گے، پہلے یہ امید تو ہوتی تھی کہ چند ماہ بعد وہ چھٹی پر آئیں گے مگر اب.....؟ ان پر اتنا بڑا دکھ کا پہاڑ گر گیا اور ہم انجان رہے۔" وہ جانے کے بجائے واپس اندر آگئے۔

"کیا ہوا گئے نہیں.....؟"

"نہیں۔" صہیب خاموشی سے صوفے پر گرسا گیا جبکہ حیدر باہر سے ہی چھت پر چلا گیا تھا۔

"کیا ہوا.....؟ تمہاری شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں، ابھی تو اچھے خاصے گئے تھے۔" احمر نے ٹی وی ریموٹ سے آف کیا اور مکمل اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہوا تو کچھ بھی نہیں یار۔" اس نے سرد آہ بھری کتنا فریش تھا جب وہ باہر نکلا تھا اور اب یک دم مرجھا سا گیا تھا۔

"مما..... آپ پوچھیں اس سے۔" اس نے کچن سے آتی ماما کو مخاطب کیا، تابندہ نے صہیب کے چہرے پر

چھائی پژمردگی دیکھی لمحہ بھر کو وہ پریشان سی ہوئیں.....تب اس نے انہیں اکرام بھائی سے ہوئی بات بتادی۔ کتنے منٹ لاؤنج میں سکوت چھایا رہا۔

"سمیرا اور مانو نے جانے کیسے یہ صدمہ برداشت کیا ہوگا..... چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ اس معاشرے میں تنہا عورت کا زندگی گزارنا بھی کٹھن ہے.....سمیرا تن تنہا ہی گھر کو سنبھال رہی ہوں گی۔" سب کو یہ دکھ بھری بات پتہ چلی تو اگلی صبح تک گھر میں اداسی اور سوگواریت رہی جیسے آج ہی کاشف بھائی دنیا سے گئے ہوں۔

☆☆☆......☆☆☆

اکرام بھائی اسٹیشن سے انہیں اپنے گھر لے آئے تھے تا کہ وہ ریسٹ کرلیں اور پھر اپنے گھر جائیں.....تقریباً بارہ بجے تو وہ پہنچے تھے۔ کھانا کھا کر ذرا دیر کو تھکن اتارنے کے لیے لیٹے تھے مگر پھر شام میں ہی آنکھ کھلی تھی۔

"سمیرا صبح چلے جانا.....رات کو یہیں ہمارے پاس رک جاؤ۔" بھابی نے اصرار کیا۔

"ہاں اور صبح ہم دونوں تمہارے ساتھ جائیں گے.....گھر تو صاف ستھرا ہو گیا تھا مگر کچھ سامان وغیرہ لانا ہوا تو دیکھ لیں گے۔" اکرام بھائی نے بھی کہا' سمیرا نے مانو کو دیکھا تو اس نے کندھے اچکا دیئے گویا جو کرنا ہے کریں.....سمیرا کا بس چلتا تو ابھی اپنے گھر چل پڑتیں مگر بھائی بھابی کے اصرار پر وہ صبح تک رک گئیں۔

"کل مجھے حیدر اور صہیب ملے تھے..... کاشف بھائی کا پوچھ رہے تھے میں نے انہیں بتایا تو وہ شاکڈ رہ گئے.....انہیں کاشف بھائی کی شہادت کا علم نہیں تھا۔"

"اکرام بھائی ہم نے کسی سے رابطہ رکھا ہی نہیں تھا سوائے آپ کے۔" سمیرا نے اداسی سے کہا۔

"لیکن سمیرا ان لوگوں نے تو پڑوسی سے بڑھ کر سگے رشتوں کی طرح تمہارا ساتھ نبھایا تھا..... مجھے تو بہت دکھ ہوا ان دونوں کے چہرے دیکھ کر میں اتنا پشیمان سا ہوا کہ فوراً آ گیا.....کیا سوچتے ہوں گے کہ میں نے بھی انہیں خبر نہ دی۔" سمیرا اور مانو سر جھکا گئیں۔

صبح ناشتے کے بعد اکرام بھائی انہیں لے کر گھر آئے تھے..... کتنے پل تو وہ بیرونی گیٹ کو ہی دیکھتے رہے..... باہر سے گھر کے درو دیوار جیسے انہیں ویلکم کہہ رہے تھے۔ سمیرا کی آنکھیں نم ہو گئیں..... گیٹ کھول کر جب اندر آئے یوں لگا درمیان میں پانچ سال جیسے آئے ہی نہ ہوں.....سب کچھ تو ویسا ہی تھا..... ہر چیز اپنی جگہ موجود تھی جیسے وہ چھوڑ کر گئیں تھیں..... گراسی صحن میں گھاس اب تک ہری بھری بوگن ویلیا کی بیل پر پھول اسی طرح بہار دکھا رہے تھے..... صحن کے بیچوں بیچ کھڑا امرود کا درخت جیسے انہیں دیکھ کر کھل اٹھا تھا.....راہداری کی سرخ اینٹوں پر ذرا بھی دھول نہ جمی تھی' برآمدے میں کرسیوں کی ترتیب تک ویسی تھی۔

"تھینک یو سو مچ اکرام بھائی آپ نے ہمارے گھر کا اتنا اچھا خیال رکھا' مجھے ذرا بھی یہ احساس نہیں ہو رہا کہ ہم اتنے عرصے بعد آئے ہیں۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اکرام بھائی نے سر تھپک کر تسلی دی۔

وہ اندر آئیں تو اندر کی بھی وہی پوزیشن تھی' لاؤنج اب تک ویسا ہی تھا' کیپٹن کاشف احمد کی دیوار گیر تصویر اب بھی وہیں موجود تھی ان کا مسکراتا چہرہ زندگی سے بھرپور آنکھیں انہیں رلا گئیں۔

"سب کچھ وہی ہے مانو..... ویسا ہی جیسا ہم چھوڑ گئے تھے یہاں کے تو درودیوار تک نہیں بدلے۔"

"مگر اس گھر کے مکینوں پر جو قیامت گزری ہے اس نے مکینوں کو تو سرتاپیر بدل دیا ہے ناں۔" پھیکی تلخ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

قسط نمبر 3

ریحانہ آفتاب

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شاہ زرشمعون شنائیہ کو گرتے دیکھ کر فوراً اس کے پاس آجاتا ہے اور اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے جس پر شنائیہ اس کی ہدایت کے مطابق گاڑی میں بیٹھ جاتی ہے شنائیہ اپنے پیر میں تکلیف محسوس کرتے شاہ زرشمعون کو اسپتال چلنے کا کہتی اسے مزید غصہ دلا جاتی ہے شاہ زرشمعون اس پر احسان جتاتا اسے فرسٹ ایڈ باکس تھما دیتا ہے۔ منزہ کو یحییٰ کے بغیر بیٹیوں کی پرورش کرنا مشکل لگتا ہے وہ ماورا کے یونیورسٹی والے معاملے کو لے کر پریشان ہوگئی تھی تب ہی ماورا ان سے معافی مانگتی آئندہ محتاط رہنے کا کہتی ماں کو منا لیتی ہے۔ سبحان آفندی عیشال جہانگیر کو آدھی رات کے وقت کچن میں دیکھ کر چونک جاتا ہے۔ عیشال جہانگیر اپنے لیے کھانا پکا رہی ہوتی ہے تب سبحان آفندی اسے کافی تیار کرنے کا کہتا ہے عیشال جہانگیر اسے کافی بنا کر دیتی کچن سے نکل کر کمرے میں جا رہی ہوتی ہے تب اسے چوہدری حشمت روک کر اس کے حلیہ کے حوالے سے بات کرتے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں تب سبحان آفندی ہی اسے چوہدری حشمت کے عتاب سے بچاتا ہے۔ ایشان جاہ ریس جیتنے کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ ساحل سمندر پر آجاتا ہے سب دوست اسے سراہ رہے ہوتے ہیں ایسے میں خرم اپنی ہار کا بدلہ لینے کی غرض سے ایشان جاہ کو اپنی گاڑی سے ہٹ کرتا گاڑی بھگا لے جاتا ہے ایسے میں سہیل خرم کی گاڑی پہچان کر باقی دوستوں کو بتاتا انشراح حیران کر دیتا ہے۔ چودھری جہانگیر اپنے زخمی بیٹے (ایشان) کو دیکھتا ہے اس کے دوستوں سے حادثے کے بارے میں تفتیش کرتا ہے اور خرم کا نام اور حلیہ جان کر وہ اپنے ماتحت سے اسے فوراً اپنے سامنے لانے کا کہتا اسپتال سے چلا جاتا ہے۔ شنائیہ شاہ زرشمعون کے ساتھ گھر پہنچ جاتی ہے چودھری بخت خوش دلی سے شاہ زرشمعون کا استقبال کرتے باقی حویلی والوں کا احوال دریافت کرتے ہیں' شاہ زرشمعون انہیں سب کے بارے میں بتاتا چودھری جہانگیر کے حوالے سے بات کرتا ہے۔ ماورا یحییٰ اور انوشہ گھر کی اشیا خورونوش لینے مارکیٹ آتی ہیں ایسے میں دونوں چودھری جہانگیر کو دیکھتے اپنے والد یحییٰ کا گمان کرتی ششدر رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

(☆)

عیشال جہانگیر کمرے کے بیچوں بیچ مجرموں کی طرح کھڑی تھی اس سے ذرا فاصلہ رکھ کر سبحان آفندی بھی مودب کھڑا تھا' لیکن چودھری حشمت کے کرسی کی طرف اشارہ کرنے پہ وہ ان کے بائیں طرف بیٹھ گیا۔ دائیں طرف لائن سے لگی کرسیوں میں سب سے پہلے زمرد بیگم' فائزہ اور پھر فریال براجمان تھیں۔ زمرد بیگم کی تو بات ہی کیا...... دونوں نے سلیقے سے دوپٹا سر پہ لے رکھا تھا' دونوں اطراف لائن سے لگی کرسیوں کے عین وسط میں چودھری حشمت اپنی مخصوص کرسی پر براجمان تھے۔ ان کی پگڑی آج سر کے بجائے میز پر رکھی ہوئی تھی' کمرے میں گمبھیر خاموشی طاری تھی'

سمہان آفندی تو اس 'پیشی' کی وجوہات سے آشنا تھا مگر پھر بھی متفکر عیشال جہانگیر کو دیکھ رہا تھا' جو کالج یونیفارم میں بے حد معصوم لگ رہی تھی' تینوں خواتین متجسس' کچھ فکر مندی بیٹھی ہوئی چودھری حشمت کے بولنے کی منتظر تھیں' عیشال جہانگیر کو مجرموں کی طرح کھڑا دیکھ کر انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ بات عیشال کے حوالے سے ہی ہے شاید..... تب ہی تو اسے کٹہرے میں کھڑا رکھا ہے۔ کمرے میں موجود اشخاص جتنے سہمے ہوئے تھے عیشال جہانگیر اس کے برعکس پُرسکون چہرہ لیے اپنے پیر کے انگوٹھے کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ سب کو یہاں اس لیے بلایا گیا ہے کہ آپ سب کو ایک بار پھر یہ باور کروایا جائے کہ حویلی میں رہنے والوں کے لیے کچھ اصول ہیں جن پہ چلنا اس حویلی کی عورتوں کے لیے لازم وملزوم ہے۔" چودھری حشمت نے بات شروع کی تو سب نے دم سادھ لیا۔ انہیں اس تمہید کی سمجھ نہیں آرہی تھی' کس نے گستاخی کی..... کیا ہوا تھا؟ ان تینوں کے ذہنوں میں سوال اٹھ رہے تھے' مگر وہ ایک دوسرے سے پوچھنے کی گستاخی نہیں کرسکتی تھیں' تب ہی چودھری حشمت کی طرف ہمہ تن گوش ہوئیں۔

"ہونہہ..... آگ لگے اس حویلی اور اس کے اصولوں کو۔" عیشال جہانگیر نے نفرت سے سر جھٹکا اور اس کی نفرت بھری سوچ کا عکس ایک لمحے کو اس کے حسین چہرے پر جھلملایا تو سمہان آفندی بے ساختہ پہلو بدل گیا کہ کہیں چودھری حشمت یہ رنگ دیکھ کر آپے سے باہر نہ ہوجائیں۔

"حویلی کی دہلیز سے باہر نکلنے والے قدموں کی نگرانی ہماری ذمہ داری ہے لیکن حویلی کے اندر کی ذمہ داری ہم نے آپ تینوں معزز خواتین پہ چھوڑ رکھی ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ آپ تینوں حویلی کی ہانڈی روٹی میں اس قدر الجھ گئی ہیں کہ اب یہ ذمہ داری بھی ہمیں اپنے سر لینے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔" چودھری حشمت کا سرد لہجہ ان تینوں کو کچھ بدحواس سا کر گیا' ان کی اٹھی تیز نظریں ان سب کو جزبز کر گئی تھیں۔

"ٹانگیں درد کرنے لگی ہیں اور دا جان کی تمہید ہی ختم نہیں ہورہی جو کہنا' سنانا ہے جلدی کہہ سن کر فارغ کریں۔" اس کے چہرے پہ بے زاری پھیل گئی تھی۔ سمہان آفندی لب بھینچے اس کے انداز اور تاثرات پہ نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

فکر و تردد کی ایک بھی لکیر اس کے چہرے پہ ڈھونڈنے سے نہیں مل رہی تھی۔ جس کے لیے عدالت لگی تھی وہی لاپروا اور بے نیاز نظر آرہی تھی۔ جب کہ باقی سب متفکر چودھری حشمت کی گفتگو کا لب لباب جاننے کی لیے بے چین تھیں۔

"ایسی کون سی کوتاہی ہوگئی ہم سے؟" زمرد بیگم نے دھیمی آواز میں دریافت کیا۔

"صائقہ کے جانے کے بعد عیشال کی ذمہ داری ہم نے آپ تینوں کو سونپی تھی مگر ہمیں اچھی طرح احساس ہوگیا کہ آپ سب نے اپنے فرائض بااحسن انجام نہیں دیے۔ عیشال کا جو رنگ روپ ہمارے سامنے ہے اس پہ ہم یہ سب کہنے پہ مجبور ہیں۔" سب کی نظریں بے ساختہ عیشال جہانگیر پہ ٹھہر گئی تھیں۔ وہ سب بھی اس کی گستاخانہ حرکات سے واقف تھیں۔ اکثر ہی سب پیار و محبت یا چودھری حشمت کے ڈراوے سے اسے باز رکھنے کی سعی کرتی تھیں مگر ان سب کی ذرا سی چوک پہ وہ پھر سے کچھ ایسا کر جاتی تھی کہ وہ سب سر پکڑ کر بیٹھ جاتیں۔ ان سب کی کوشش ہوتی تھی وہ خود ہی اسے سمجھالیں اور بات چودھری حشمت کے کانوں تک نا پہنچے لیکن جانے اب کے اس نے کیا کیا تھا کہ ان سے پہلے چودھری حشمت تک بات پہنچ گئی تھی اور انہوں نے یہ عدالت لگائی تھی۔

"کھانے کی میز پہ غیر حاضر رہنا' حویلی میں مغربی لباس پہن کر گھومنا' کیا یہ سب آپ تینوں کی نظروں میں نہیں

ہے؟ کب اور کہاں سے لیا گیا یہ لباس..... شاپنگ پہ تو آپ سب ساتھ ہی جاتی ہیں..... کیا آپ میں سے کسی کی نظر نہیں پڑی؟'' چودھری حشمت غیض وغضب سے ان تینوں سے مخاطب تھے۔ جسے مجرم بنا کر بیچ میں کھڑا کر رکھا تھا' اس سے تو کچھ پوچھنا گوارا نہیں کر رہے تھے۔ تینوں ہی پریشان نظر آنے لگیں۔

''داجان..... یہ ملبوسات میں نے اپنی دوست سے منگوائے تھے' اس کی امی کی بوتیک سے..... اس کا علم تو دی جان یا تائی جان کو بھی نہیں۔'' کافی دیر سے خاموش کھڑی عیشال جہانگیر نے لب کھولے تو چودھری حشمت اس کی آواز پہ یوں چونکے جیسے وہ اس کی موجودگی کو ہی فراموش کیے بیٹھے ہوں۔

''آپ میری تربیت کے لیے ان سب کو قصوروار نا ٹھہرائیں بلاشک وشبہ ان سب نے میرے لیے اپنی مقدور بھر کوشش کی لیکن تربیت سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہے جو لاکھ اچھی سیکھی ہوئی بات بھلا دیتا ہے اور وہ ہے خون..... میری رگوں میں چودھری جہانگیر کا خون گردش کر رہا ہے جو اپنی مرضی کرنے والے ہٹ دھرم انسان ہیں..... کسی کی نہیں سنتے..... مجھ سے بہتر تو آپ لوگ ان کی فطرت سے آشنا ہیں..... اثر تو مجھ میں بھی آئے گا ان کا انہی کا خون جو ہوں۔ جو کچھ کہنا ہے' مجھے کہیں' میری وجہ سے دی جان' تائی' چاچی کو باتیں نا سنائیں۔'' عیشال جہانگیر بے خوفی سے بولی..... تینوں خواتین آنکھیں پھاڑے اس کی جی داری کو ''ملاحظہ'' فرما رہی تھیں۔

چودھری حشمت کی پیشانی شکن آلود ہوئی تھی غصے سے عیشال کی طرف دیکھا۔ سمہان آفندی نے مٹھی بھینچ لی تھی' اس کا دل چاہا کہ اٹھ کر اس کے کرارے ہاتھ لگائے۔ سمجھا کر لانے کے باوجود بھی وہ اپنی سترا لمی' بقراطی ہانکنے سے باز نا آئی تھی۔

''چودھری جہانگیر اس حویلی کا مرد اور ہمارا بیٹا ہے۔ اب کیا تم حویلی کے مردوں اور اپنے باپ سے مقابلہ بازی کرو گی؟'' چودھری حشمت کا غصہ دو چند ہونے لگا پہلے ہی انہیں اس کی زبان درازی پہ غصہ تھا۔

''میں ان سے مقابلہ نہیں کر سکتی داجان..... کیونکہ مجھ میں ابھی احساس باقی ہے۔'' اس کا لہجہ طنزیہ ہوا۔

اس کی بے خوفی پہ تینوں خواتین جز بز ہوئیں۔ سمہان آفندی بائیں ہاتھ کی مٹھی کی اوک بنا کر بے ساختہ لبوں پہ رکھ گیا۔ وہ شروع سے ہی بنا سوچے سمجھے بولنے کی عادی رہی تھی لیکن وہ دیکھ رہا تھا رفتہ رفتہ اس کے لہجے کی کڑواہٹ بڑھتی جا رہی تھی' وہ بڑی بے خوف نظر آنے لگی تھی۔

''ہمیں تمہارے لہجے سے گستاخی اور بغاوت کی بو آ رہی ہے عیشال.....؟'' چودھری حشمت اس کے انداز دیکھ کر حیران ہوئے' اس کا انداز انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

''بچی بن ماں باپ کے پلی ہے' میں سمجھا دوں گی اسے۔'' زمرد بیگم کو عیشال سے خاص لگاؤ تھا' بھلے وہ عزیز بیٹے کی بیٹی تھی مگر اس کے حصے میں آئی محرومی پہ اکثر ہی اسے خاص رعایت مل جاتی تھی۔

''ابھی جاؤ' کالج کو دیر ہو رہی ہو گی..... ہم کچھ سوچتے ہیں' تمہارے بارے میں۔'' چودھری حشمت نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ وہاں سے نکل آئی..... باقی سب بھی اگلے حکم کا انتظار کرنے لگے کہ محفل برخاست ہوئی یا ابھی انہیں ایک بار پھر حویلی کے اصولوں پہ عمل پیرا ہونے کی نصیحت سننی ہے۔

عیشال کو کاریڈور میں ہی خبر مل گئی کہ ڈرائیور اس کا انتظار کر کے باقی سب کو کالج و یونیورسٹی کے لیے لے کر نکل گیا ہے اور اس کی چھٹی ہو گئی تھی۔ کالج یونیفارم کو اس نے بے زاری سے دیکھا اور چینج کرنے کے خیال سے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ سمہان آفندی ابھی تک محفل کا حصہ بنا ہوا تھا جہاں تینوں خواتین کو ان کے فرائض ایک بار پھر یاد دلائے جا رہے تھے۔ جبکہ سمہان آفندی کی سوئی چودھری حشمت کے جملے میں اٹک گئی تھی جو آخر میں انہوں نے

عیشال جہانگیر کے لیے کہے تھے۔
''ہم کچھ سوچتے ہیں تمہارے بارے میں۔''

(☆)

وہ دونوں بے حد الجھ گئی تھیں۔ سارا راستہ دونوں آٹو میں اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھی ہوئی تھیں...... جو کچھ آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا...... ذہن وہ کسی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ گردسری رکشے میں رکھے وہ دونوں گھر کی طرف گامزن تھیں۔

''السلام علیکم!'' رکشہ رکنے کی آواز سن کران کے دستک دینے سے پہلے ہی منزہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔ رکشے والے کو پیسے دے کر دونوں شاپر اٹھائے دہلیز سے اندر آ رہی تھیں۔

''والسلام! شکر ہے تم دونوں جلدی لوٹ آئیں۔ ورنہ دل ہولتا رہتا۔'' منزہ نے کچھ شاپر دونوں کے ہاتھوں سے لے کران کا بوجھ کم کرتے بے ساختہ کہا۔

ماورا اپنے پیچھے دروازہ بند کرتی پلنگ تک آئی تب تک انوشا بھی شاپرز رکھ کر سستی سے پیراوپر کر کے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''کیا ہوا' تم دونوں بہت نڈھال لگ رہی ہو؟ تھک گئی ہو شاید' کہا بھی تھا قریبی جنرل اسٹور سے راشن لے لوں گی لیکن تم دونوں مانتی نہیں ہو۔'' منزہ پانی کا گلاس اور جگ لے آئی تھیں' گلاس بھر کر انہوں نے ماورا کو تھمایا۔

''اماں...... بابا کی تصویر کہاں ہے؟'' گلاس تھامتے ماورا نے بے ساختہ منزہ سے استفسار کیا۔

''بابا کی تصویر......! کیوں کیا ہوا' خیریت؟'' منزہ اس اچانک سوال پہ بری طرح چونکیں۔ منزہ نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''ایسا کیا ہوا ہے کہ تم لوگ آتے ہی بابا کی تصویر کے متعلق پوچھ رہی ہو؟'' منزہ نے بول کر اپنی حیرت کو ان کی نظروں میں غیر اہم کرنا چاہا' ماورا نے ان کے ہاتھ سے جگ لے لیا اور وہ گلاس کو پانی سے بھرنے لگی۔

''اماں...... ہم سپر اسٹور میں بابا کے ہم شکل کو دیکھ کر حیران رہ گئے...... اگر جو ہمیں خبر نہ ہوتی کہ وہ انتقال فرما چکے ہیں تو کچھ بعید نا تھا کہ ہم ان سے جا کر بات بھی کر لیتے...... ایک لمحے کو انہیں چلتے پھرتے دیکھ کر ہم دونوں فراموش ہی کر گئے کہ ہمارے بابا اب اس دنیا میں نہیں ہیں...... ہم یتیم ہیں' ماورا تو انہیں بابا تک کہہ کر پکار بیٹھی...... مگر وہ کوئی اور تھے...... مگر اتنی مماثلت...... ہم دونوں متحیر رہ گئے۔'' انوشا کا سکتہ ٹوٹا تو وہ تیزی سے اپنی حیرت بھری داستان سنا گئی...... منزہ لڑکھڑا کر پلنگ پہ بیٹھ گئیں' ان کے چہرے پہ زردی پھیلنے لگی تھی۔

''مردے کب زندہ ہوتے ہیں۔'' وہ یاسیت سے بولیں۔

''اسی بات کی تو ہمیں حیرانگی ہے...... آپ دیکھتیں تو آپ بھی دنگ رہ جاتیں...... اتنی مماثلت...... اماں پلیز بابا کی تصویر دکھائیں۔'' ماورا حیرت کا اظہار کر کے بچوں کی طرح ضد کرنے لگی۔ کتنی ہی بار دونوں نے ضد کی تھی کہ وہ تصویر فریم کروا کر دیوار پہ لگوالیں تاکہ باپ کا چہرہ ہر دم تو نگاہوں کے سامنے رہے...... مگر منزہ کی دلیل کے آگے چپ کر جاتی تھیں کہ وہ گھر میں تصویریں لگانے کے حق میں نہیں تھیں اور ایک اکلوتی تصویر بھی جو خراب ہو جاتی تو دوسری وہ کہاں سے لاتیں۔ وہ دونوں بھی بڑی احتیاط سے اس تصویر کو کبھی کبھی دیکھتی تھیں کہ ایک آخری شبیہہ تھی ان کے بابا کی۔

''دیکھ لینا...... ایسی بھی کیا بے چینی...... ہو جاتی ہے مماثلت اداکاروں' سیاست دانوں تک کے ڈپلیکیٹ موجود

ہیں اس میں اتنی حیرانگی کیسی۔" منزہ نے بات کو نیا رخ دے کر ان کے ذہن سے اس خیال کو نکالنے کی سعی کی۔

"ہاں' کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں۔ وہ چودھری جہانگیر تھے اور ہمارے بابا کا نام تو حیدر سرفراز ہے' لیکن اماں آپ ساتھ ہوتیں تو آپ بھی دنگ رہ جاتیں۔" انوشا بولی اور منزہ کا دل دھک سے رہ گیا تھا نام سن کر...... ایک موہوم سی امید تھی کہ انہوں نے کسی اور کو دیکھا ہو مگر نام کے بعد شک کی گنجائش ہی باقی نا رہی...... انہوں نے ساتھ نا چلنے پہ بے ساختہ شکر ادا کیا۔

"تم لوگوں کو ایک اجنبی کا نام کیسے پتا چلا...... تم دونوں نے ان سے بات چیت کی؟" منزہ نے دھیمی آواز میں استفسار کیا۔

"قسم لے لیں اماں! ہم نے کوئی بات نہیں کی...... ہمیں آپ کی ہدایات یاد ہے...... وہ تو جب ماورا کے منہ سے بے اختیار بابا نکلا تو ساتھ کھڑی خاتون نے بتایا کہ یہ ایس ایس پی چودھری جہانگیر ہیں۔" انوشا نے جلدی سے پوزیشن کلیئر کی' مبادا یہ سمجھ کر انہوں نے کسی مرد سے بات کی ہے منزہ خفا نا ہو جائیں۔ انوشا کی صفائی پہ منزہ کو تھوڑی تسلی ہوئی۔

"اماں...... بابا کی موت حادثاتی ہوئی تھی' یہ کنفرم ہے ناں؟ کہیں ایسا تو نہیں وہ اس حادثے میں معجزانہ طور پر بچ گئے ہوں؟" ماورا پُر سوچ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی' اس کا ذہن ایک الگ ٹریک پہ ہی چل رہا تھا۔

"کیا بکواس ہے ماورا...... اب کیا میں تمہارے باپ کی ڈیتھ سرٹیفکیٹ اور قبر کی تختی کی تصویر لا کر دکھاؤں تب تمہیں ماں کی بات کا اعتبار آئے گا کہ تم یتیم ہو؟" منزہ بھڑک اٹھیں...... ماورا الجھی ہوئی تھی اسی وجہ سے یہ سوال ذہن کے ساتھ لبوں تک بھی آ گیا تھا...... سوال کرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ زیادہ بول گئی ہے۔ انوشا کو بھی اس کے سوال کی تک سمجھ نہیں آئی تھی مگر منزہ کا بھڑکنا اسے بھی بے جا نہیں لگا۔

"سوری اماں...... میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ہمارے بابا زندہ ہیں اور آپ نے ہم سے جھوٹ کہا' بس حیرت انگیز طور پر مماثلت دیکھ کر ذہن میں خیال آیا تو......" ماورا کو بھی اپنی حماقت کا اندازہ ہو گیا تھا' یقیناً اس کی بات سے منزہ کو تکلیف پہنچی تھی...... لیکن وہ بے خبر تھی کہ وہ انجانے میں وہ سب کہہ گئی تھی جس سے منزہ کا دل بے قابو ہونے لگا تھا۔

"ختم کرو اب یہ تکرار جا کر فریش ہو جاؤ دونوں...... میں چائے لاتی ہوں......" منزہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ درحقیقت وہ تنہائی چاہ رہی تھیں۔

"سوچ سمجھ کر تو بولا کرو...... جاسوسی کہانیاں پڑھ پڑھ کر تم خود کو زیرو زیرو سیون سمجھنے لگی ہو...... شکر کرو اماں نے سستے میں جان چھوڑ دی۔ ورنہ ٹھیک ٹھاک کلاس لگ جاتی تمہاری۔" ماورا کی کو چپت لگاتے انوشا پلنگ سے اٹھنے کے لیے کھسکتے اسے احساس دلا گئی۔

"ہاں واقعی' کہہ تو ٹھیک رہی ہو جانے کیوں میرے منہ سے بلا ارادہ نکل جاتا ہے الٹا سیدھا اور اماں ہر بار مجھ سے خفگی کا اظہار کر جاتی ہیں۔" ماورا نے منہ بسورتے جیسے خود پہ افسوس کیا۔

"چلو خیر ہے اب اتنی مماثلت دیکھ کر تو کوئی بھی دھوکا کھا سکتا ہے اور کسی کے بھی ذہن میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے جو تمہارے ذہن میں آیا۔" انوشا دبی زبان میں بولی' ماورا نے پُر سوچ انداز میں سر ہلایا۔

"انوشا...... تمہارا نیٹ پیکج ہے؟" ماورا کے ذہن میں اچانک ایک خیال سرعت سے آیا۔

"نہیں کیوں؟" انوشا کو بھی پہ مشرق سے اچانک مغرب تک جاتی گفتگو کی سمجھ نہیں آئی۔

''وہ خاتون کہہ رہی تھیں چودھری جہانگیر ان کاؤنٹر اسپیشلسٹ کی پہچان رکھتے ہیں' کافی مشہور ہیں میں ان کے بارے میں جاننا چاہ رہی ہوں...... کسی سے ان کے متعلق پوچھنے کی بجائے کیوں نا گوگل سے ان کے بارے میں پوچھیں' جب وہ اتنے مشہور ہیں تو گوگل سے تو ان کا کوئی نا کوئی سراغ مل ہی جائے گا۔'' ماورا کے آئیڈیے پہ ایک پل کو انوشا بھی عش عش کر اٹھی۔

''ہاں وہ خاتون بھی بتا رہی تھیں مشہور ہیں بہت...... اکثر ٹی وی چینل پہ انٹرویو بھی دے چکے ہیں لیکن ہم لوگ نا سیاست سے دلچسپی رکھتے ہیں نا سیاسی ٹاک شوز اور نیوز چینل دیکھتے ہیں۔'' انوشا نے بھی متفق ہو کر سر ہلایا۔

''لیکن ان کو سرچ کر کے تم نے کرنا کیا ہے؟ اماں کو خبر ہو گئی کہ ہم اپنے بابا کے ہم شکل کے متعلق جاسوسی کر رہے ہیں تو ہم دونوں کا سیکنڈ ہینڈ موبائل اٹھا کر چولہے پر رکھ دیں گی۔'' انوشا نے پوچھنے کے ساتھ منزہ کا ردعمل بھی ماورا کے سامنے رکھا۔

''افوہ...... اماں کو بتائے گا کون...... اور ہم کون سا کسی غلط نیت سے کسی مرد کو سرچ کریں گی...... باپ کی عمر کے ہیں وہ ہمارے۔'' ماورا نے انوشا کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

''ابھی تو سیل فون کا اکاؤنٹ صفر ہے' کل اسکول سے واپسی میں بیلنس ڈلواتی آؤں گی تب نیٹ پیکج کر کے سرچ کر لینا...... لیکن دیکھ کے بھئی...... اماں سے جوتے پڑے تو تم اکیلی ہی کھانا۔''

''او کے یاد سے کرواتی آنا۔'' ماورا نے یہ ذمہ داری بھی اس کے سر ڈال دی...... کیوں کہ وہ آج کل گھر پہ ہی ہوتی تھی۔ یہ خیال پہلے آ جاتا تو وہ بیلنس ڈلواتی ہی گھر آتیں...... وہ دونوں دبی زبان میں گفتگو کر رہی تھیں کہ کچن میں موجود منزہ تک ان کی آواز نہ پہنچے۔ چولہے پہ چائے کا پانی رکھتے منزہ نے ماچس کی تلاش میں ہاتھ مارا۔

''چودھری جہانگیر' تو تم میرے اتنے قریب ہو؟'' تیلی رگڑنے سے شعلہ بلند ہوا...... ان کی نظر رنگ بدلتی آگ پہ تھی۔

(☆)

شنائیہ ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ بیڈ پہ گرتے ہی ساری رات کی اکڑی کمر نے بیڈ کی نرماہٹ کو محسوس کیا تو ایک سکون جسم میں سرایت کرنے لگا' تاہم اس کے پیچھے ہی آئی تھی' وہ سفر کی روداد اور اس کے پیر کے زخم کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی جو سب کے سامنے تو اس نے سنسر کر کے سنا دیا تھا لیکن اب اپنا کارنامہ بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی تھی جس میں جھوٹ کی آمیزش بھی شامل تھی۔

''یہ کیا حماقت تھی شنائیہ...... اس طرح جنگل بیابان میں سیلفی کے چکر میں کوئی پاگل ہوتا کیا؟ حال ہی میں اسی سیلفی کے چکر میں ایک لڑکا شیر کے پنجرے میں گر کر اس کا نوالہ بن چکا ہے...... تم نئی نسل کے سر پہ سیلفی کا بھوت کچھ زیادہ ہی سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔'' چودھری بخت نے ناشتے کی میز پہ ہی اس کی کلاس لی تھی۔ شاہ زرشمعون بھی نکھرا ستھرا چاک و چوبند محسوس ہو رہا تھا۔ وہ منہ بسور کے رہ گئی تھی۔ شاہ زرشمعون نے اچٹتی نگاہ اس کے بسورتے چہرے پہ ڈالی اور اس کے سامنے ہوتی کلاس پہ شنائیہ مزید پشیمان ہو گئی۔

''سوری پپا...... لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ میں جس راستے سے آ رہی ہوں وہاں میرے ساتھ یہ حادثہ بھی ہو جائے گا مجھے تو لگا تھا پاکستان میں ہوں ایسے مناظر نہیں دیکھ سکتی لیکن جن راستوں سے ہو کر آئی ہوں' وہ افریقہ کے جنگلات سے کم نہیں لگے۔'' ایکسکیوز کرتے ہوئے بھی وہ در پردہ شاہ زرشمعون پہ چوٹ کر گئی کہ وہی اسے ان راستوں سے لایا تھا' وہ بھی اس کی چوٹ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ تب ہی ایک غصیلی نظر اس پر ڈال کر رہ گیا۔ چودھری بخت اور دیا کا

احساس نا ہوتا تو وہ اس کے چودہ طبق نا سہی سات آٹھ تو ضرور ہی روشن کر دیتا۔
اب بھی وہ کمرے میں آ کر تفصیلی احوال سنا رہی تھی اور ماہم کا ہنستے ہنستے برا حال تھا۔
''خوف ناک تو نا کہیں آپی...... اتنے تو ہینڈسم ہیں ویرے...... سچی میں جب اپنی دوستوں کو ویرے شاہ اور ویرے سبحان کی تصاویر دکھائی ہوں تو سب آہیں بھرتی ہیں...... نمبر مانگتی ہیں کہ ہماری سیٹنگ کرا دو......'' ماہم نے اختلاف کرتے ہوئے ''حالات'' سے آگاہ کیا۔
''او بھئی نا کرو۔ اس ہلاکو کی تصویریں کسی کو سینڈ...... پتا چل گیا تو طبل جنگ بجا دے گا...... سبحان کی تو پھر بھی خیر ہے۔'' شنائیہ نے جیسے وارننگ دی۔
''توبہ ہے آپی آپ تو بری طرح دشمن ہو گئی ہیں ویرے شاہ کی۔'' ماہم اس کے دلچسپ انداز پہ ہنس دی۔
''دشمن...... جانی دشمن کہو...... اس کی تو یہی آرزو تھی کہ میرا خون بہا کر میری لاش یہاں ڈلیور کرے۔ وہ تو میں ڈھیٹ ثابت ہوئی جو تمہارے سامنے زندہ بیٹھی سفر کی آپ بیتی سنا رہی ہوں...... ورنہ اس سڑیل کے پلان کے مطابق تو تم 'ایک تھی شنائیہ آپی' کہنے پہ مجبور ہو جاتیں۔'' اس کے ناک چڑھا کر بولنے پہ ماہم ''توبہ توبہ'' کرتی ہنس رہی تھی۔

''میری تو نسلوں کی توبہ جو میں کبھی اس سڑیل، بے مروت، بے رحم انسان کے ساتھ سفر کروں...... اللہ نے زندگی دی ہے مجھے...... میں تو صدقہ نکالوں گی اپنا......'' وہ نازک مزاج حسینہ اپنے زندہ لوٹ آنے پہ شکر ادا کر رہی تھی۔
''تو کس نے کہا تھا حویلی میں شور مچا کر شاہ کو تکلیف دینے کو...... میں نے کہہ بھی دیا تھا کہ ہم لینے آئیں گے مگر تم میں صبر و برداشت کا مادہ سرے سے ہے ہی نہیں۔'' اسی گھڑی دیا بھی کمرے میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے اس کی لن ترانیاں سن لی تھیں تب ہی ایسے سرزنش کرنا نہ بھولیں۔
''مما جانی آپ کو مس کر رہی تھی۔'' شنائیہ منہ بسورتی ہوئی بولی۔ دیا فرسٹ ایڈ باکس بھی ساتھ لیتی آئی تھیں۔
''کل کو سسرال بھی جانا ہے...... وہاں بھی مس کرو تو ایسے ہی شور شرابہ کر کے ملنے چلی آنا۔'' مسکراتی نظر اپنی پری چہرہ بیٹی پہ ڈال کر فرسٹ ایڈ باکس بیڈ پہ رکھ کر انہوں نے شنائیہ کو پیر آگے بڑھانے کا اشارہ کیا...... ناشتے کے بعد ان کا تسلی سے زخم دیکھنے کا ارادہ تھا تب ہی وہ آ گئی تھیں۔ سسرال کے ذکر پہ وہ ناک چڑھا کر رہ گئی۔
''شکر ہے کوئی تشویش کی بات نہیں۔'' اس کی بینڈیج کھول کر دیا نے ایڑی کا بغور معائنہ کر کے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ شنائیہ لمبی سانس لے کر رہ گئی۔
''ماہم میں جب تک بینڈیج کر رہی ہوں تم شیف کو لنچ پہ اہتمام کے لیے ڈشز بتا دو۔ ابھی تو شاہ آرام کرنے گیا ہے ہو سکتا ہے تھوڑی دیر میں وہ جہانگیر بھائی کی طرف جائے پتا نہیں لنچ وہاں کرے گا یا یہاں...... بہر حال اہتمام تو کروانا ہے۔'' ماہم کو ہدایات کرتیں دیا جیسے خود کلامی کر رہی تھیں۔
''ایک شخص کے لیے آپ اتنی کانشس کیوں ہو رہی ہیں مما جانی...... اگر موصوف نے چچا جہانگیر کی طرف لنچ کیا تو سارا اہتمام بے کار جائے گا۔ بہتر ہے آپ ان صاحب سے پوچھ لیں کہ وہ لنچ کرنا کہاں پسند فرمائیں گے۔'' شنائیہ چودھری نے حد ادب ملحوظ رکھتے شاہ زر شمعون کے لیے تکریم کے القاب استعمال کیے اگر جو دیا اس کے منہ سے سڑیل ہلاکو جیسے القاب سن لیتیں تو اس کے ٹھیک ٹھاک لتے لیتیں۔ اسے اس کی آؤ بھگت کبھی بھی اچھی نہیں لگی تھی۔
اب بھی منہ بنا کر کہہ گئی اور وہ کتنا فضول کہہ گئی تھی یہ دیا کی گھوری نے جتا دیا تھا۔
''اتنی بڑی ہو گئی ہو...... مگر تم میں عقل نامی چیز نام کو نہیں ہم تو اجنبی مہمانوں کے لیے بھی اہتمام کرتے ہیں۔ شاہ

تو پھر اپنا بچہ ہے۔ حویلی سے جڑا ہر شخص ہمارے لیے اہم ہے' یہ بات پلو سے باندھ لو سب کی عزت و احترام تم پہ فرض ہے پھر بھی اتنی سطحی بات کر کے میری پرورش کو شرمندہ مت کرنا.....'' دیا برامان کر دوٹوک لہجے میں وارننگ دے گئیں۔

''مما ٹھیک کہہ رہی ہیں.....ہم جب بھی حویلی جاتے ہیں بھلے جتنے دن رکیں.....دی جان' تائی' چاچی' دا جان سب ہر روز ناشتے' کھانے پہ اتنا اہتمام کرواتے ہیں کہ کیا ہی سالوں بعد آئے دل عزیز مہمان کی خاطر مدارت ہوتی ہو۔'' ماہم بھی ہمنوا ہوئی۔

دل سے معترف تو شنائیہ بھی تھی کہ چند دن اکیلی رہی تھی مگر ہر وقت ہی کچھ نا کچھ اس کے لیے پکوا کرا سے چکھانے کا کہہ کر ٹھیک ٹھاک کھلایا جاتا تھا اور وہ دہائی دیتی رہ جاتی تھی۔

''سوری مما جانی.....'' وہ اتنی تنگ دل نہیں تھی بس شاہ زرشمعون کی ناز برداری دیکھ کر زبان بے ساختہ پھسل گئی تھی۔

''میں ہاسپٹل جا رہی ہوں.....ایک سے دو گھنٹے لگیں گے۔ تمہارے پاپا گھر پہ ہوں گے.....شاہ اٹھ جائے تو اسے اسنیکس وغیرہ دے دینا' چائے کے ساتھ.....تب تک میں بھی آ جاؤں گی.....لنچ ساتھ کریں گے' خیال رکھنا تم دونوں.....یہ نہ ہو وہ جو بمشکل رکا ہے' اُسے کچھ گراں گزرے۔'' دیا مرہم پٹی سے فارغ ہو کر ہدایت دیتی اپنا فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر جانے لگیں۔

''میں تو اب سوؤں گی.....ساری رات اونگھتی رہی ہوں' سکڑ سمٹ کر سیٹ پہ ٹانگیں بھی جڑ سی گئی ہیں۔'' پیر سیدھے کرتے شنائیہ چودھری نے ماہم کو اپنا پلان بتایا۔

''اور مما نے جو ہدایت کی ہے؟'' ماہم کو خبر تھی وہ گھر کے کاموں میں کبھی دلچسپی نہیں لیتی' مگر اب پوچھنا لازم تھا۔

''یار وہ سڑیل مشین ہے' ساری رات جو بندہ دو مگ کافی پہ اپنے شہر سے یہاں تک آیا ہے.....اسے شاہی دستر خوان سے کیا مطلب ہوگا.....تم بھی آرام کرو' وہ حضرت پانی' کافی پہ چلنے والوں میں سے ہیں۔'' شنائیہ نے لاپروائی سے کہہ دیا کے نہ ہونے کا فائدہ اٹھاتی وہ ماہم کو بھی آرام کا کہہ گئی تھی۔

''آپ سو جائیں' میں دیکھ لوں گی سب کام اُٹھیں گے تو۔'' ماہم نے اسے تسلی دی کہ وہ آرام سے بے فکر ہو جائے اور وہ اس کی بات سننے سے پہلے ہی غافل ہو گئی تھی۔

◆.....(☆).....◆

چودھری حشمت کے کمرے میں لگی عدالت کا دورانیہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا۔ انہوں نے سختی سے جتا دیا تھا کہ وہ نئی نسل کی کسی بھی غلطی کو نہیں بخشیں گے.....وہ سب اپنے اصولوں کو ذرا سخت کر لیں.....عیشال جہانگیر کے بعد فائزہ اور فریال کو اس عدالت سے رہائی ملی تھی۔ وہاں سے نکلنے کے بعد فریال سیدھی عیشال جہانگیر کے پاس آئیں کہ وہ تمام مغربی لباس کو ضائع کر دے یا انہیں دے دے تا کہ وہ خود انہیں چودھری حشمت کی ہدایت پہ آگ لگا دیں۔

عیشال جہانگیر کو سن کر غصہ تو بہت آیا' فریال بھی سمجھتی تھیں کہ اگر آگ لگانے والی بات پہ عمل کیا گیا تو وقتی طور پر تو شاید عیشال جہانگیر چپ کر کے کپڑے دے دے لیکن یہ آگ لگی تو عیشال جہانگیر کی فطرت میں مزید بغاوت جنم لے گی۔ تب ہی فائزہ سے صلاح مشورہ کر کے انہوں نے محبت سے اسے تنبیہ کی۔ انہیں خبر تھی جوان بچوں سے زور زبردستی کرنا حویلی کا شیوہ ہے لیکن یہ ہی چیز بغاوت کو جنم دیتی ہے۔ اپنوں کو دشمن بناتی ہے' تب ہی وہ عیشال جہانگیر

سے پیار سے مخاطب تھیں۔ انہوں نے چودھری حشمت کا پیغام بھی سنا دیا تھا' کپڑوں کو آگ لگانے سے متعلق انہوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ کپڑے اب استعمال نا ہوں یا انہیں دے دے تاکہ وہ اپنے پاس رکھ لیں لیکن عیشال نے یقین دلایا تھا کہ اب وہ اس لباس میں کسی کو نظر نہیں آئے گی۔ فریال اسے محبت سے پچکارتی چلی گئیں۔ اس نے بھی سر جھٹکا تھا۔ کرنے کو تو وہ اب بھی اپنی سی کرنے کا اعلان کر دیتی لیکن اس کی وجہ سے جس طرح تینوں کو بھی کٹہرے میں لایا گیا تھا یہ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ اپنی ذات سے ان لوگوں کو باتیں نہیں سنوانا چاہتی تھی۔

سبہان آفندی کو فصل کی کٹائی کے لیے نکلنا تھا' چودھری حشمت نے اسے بھی جانے کی اجازت دے دی تھی۔ کمرے میں اب صرف زمرد بیگم باقی رہ گئی تھیں۔ جنہیں چودھری حشمت نے ضروری بات کا کہہ کر روک رکھا تھا۔ سبہان آفندی جانتا تھا' بات یقیناً عیشال جہانگیر کے متعلق ہی ہونی تھی تب ہی وہ چاہتا تھا سن کر اٹھے لیکن چودھری حشمت کے حکم پہ وہ ان کے کمرے سے نکل تو آیا تھا' لیکن اس کا دماغ ابھی بھی اس بند کمرے کے پیچھے ہی رہ گیا تھا۔ جو بات ہونی تھی وہ جلد یا بدیر سامنے تو آ ہی جاتی' فکر کرنے سے وقت کون سا جلدی کٹ جاتا۔ سر جھٹک کر وہ کھیتوں کے لیے نکلنے والا تھا تب ہی عیشال جہانگیر بے فکری آتی نظر آئی...... سبہان آفندی اسے آتا دیکھ کر رک گیا۔

''مل گیا سکون؟ تمہارے بھوسا بھرے دماغ میں میری بات نہیں سماتی؟ جب کہا تھا کہ داجان کے سامنے کچھ نا کہنا' معافی مانگ لینا' اس کے باوجود......'' عیشال جہانگیر جو اسے ان دیکھا کر کے آگے بڑھنے لگی تھی اس کا گریز دیکھ کر سبہان آفندی دو قدم آگے بڑھ کر اس کے راستے میں آ کھڑا ہوا...... اس کے تیور اور غصے کا عیشال جہانگیر پہ چنداں اثر ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

''کون سا گناہ عظیم سرزد ہو گیا مجھ سے' جو میں معافیاں مانگتی پھروں اس حویلی کے مکینوں سے......؟ گناہ تو حویلی والوں سے ہو گیا ہے' جو مجھے میری ماں کے ساتھ ہی دفن نہیں کیا انہوں نے' جب میری ماں چین سے نہیں جی سکی تو میں کہاں چین سے جیوں گی؟'' وہ حد درجہ استہزائیہ انداز میں اس سے گویا ہوئی۔

''یعنی تم یہ ساری حرکتیں جان بوجھ کر ہم سب کو پریشان کرنے کے لیے کرتی ہو؟'' سبہان آفندی آج اس راز سے پردہ اٹھا دینا ہی چاہتا تھا۔

''کہہ سکتے ہو۔'' وہ کمال لاپروائی سے بولی۔ کالج یونیفارم تبدیل کر کے اس نے آرام دہ شلوار سوٹ پہن لیا تھا...... نارنجی رنگ اس کے شعلہ جوالہ چہرے سے مسابقت رکھ رہا تھا۔ سبہان آفندی نے لب بھینچ لیے۔ وہ سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ کم عمر ہونے کے ساتھ وہ اسے بے حد جذباتی اور کسی قدر بے وقوف بھی لگ رہی تھی۔

''صائقہ تائی کے ساتھ جتنی زیادتی ہوئی اسے ہم سب دل سے مانتے ہیں لیکن کسی کو سزا' جزا دینا ہمارا کام نہیں......'' اس نے ہمیشہ کی طرح سمجھانا چاہا۔

''جو کچھ میری ماں کے ساتھ ہوا اگر یہ سب فریال چاچی کے ساتھ ہوتا تب میں دیکھتی تم کیسے مجھے سزا اور جزا کی کہانی سناتے۔'' وہ درشتی سے اس کی بات کاٹ کر جتا گئی۔ سبہان آفندی کے لب ایک ثانیے کو بھینچ گئے۔

''تم سے بحث کرنے کا ٹائم نہیں ہے میرے پاس' میں بس یہ چاہتا ہوں تم اپنے لیے مشکلات کھڑی مت کرو۔'' اسے سمجھ نہیں آتی تھی وہ اسے کیسے سمجھائے ساری دنیا پہ اس کی علمیت وذہانت کی دھاک جمی ہوئی تھی ایک [illegible] باتوں [illegible]

"پہلے کون سی آسانیاں ہیں میرے لیے حویلی میں؟" اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔
"خیر میں کچن کی طرف جا رہی ہوں' مجھے بھوک محسوس ہو رہی ہے' ٹینشن تھی جانے داجان کیا کہیں' اس چکر میں ٹھیک سے ناشتا بھی نہیں کیا..... اب جب کہ فیصلہ محفوظ ہے اور آنے میں چند دن لگیں گے تو تب تک کیوں نا میں کھاتی پیتی رہوں۔ تم بھی اپنا ٹائم ضائع نہ کرو..... جس بحث کا کوئی حاصل وصول نہیں اس کا ذکر کر کے کیا فائدہ...... جاؤ کھیتوں میں جا کے اپنا کام کرو..... تمہیں میرے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ اپنی بات کہتے آگے بڑھ گئی۔ سبحان آفندی کئی ثانیے لب بھینچے کھڑا رہا' اسے اندازہ نہیں تھا کہ فائدہ تو درکنار وہ اس انداز کے باعث مزید کتنا نقصان اٹھا سکتی ہے۔

چودھری حشمت کا لہجہ اسے آج بہت عجیب محسوس ہوا تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ کر چکے تھے..... وہ ان کے قریب رہتا تھا ان کے تمام انداز اسے ازبر تھے۔ کچھ معاملے کو بھانپ لینے کی اس کی حس بھی خاصی تیز تھی تب ہی وہ متفکر تھا اور جس کا مسئلہ تھا وہ بھوک مٹانے کچن کو چل دی تھی۔ وہ بھی سر جھٹک کر حویلی کے خارجی راستے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

(☆)
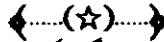
انہوں نے جس اہم بندے کو دن دہاڑے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اریسٹ کیا تھا اس نے تھوڑی سی مرمت کے بعد ہی منہ کھول کر بندے کا نام اور ٹھکانا بتا دیا تھا۔ چودھری جہانگیر کو چند گھنٹے لگے تھے اس اہم سیاسی رکن کو اریسٹ کرنے کا آرڈر لینے میں..... ان کا کیس اس قدر مضبوط تھا کہ اریسٹ وارنٹ کے لیے انہیں تگ و دو نہیں کرنی پڑی۔ اہم سیاسی رکن کے اریسٹ ہونے پہ راتوں رات کھلبلی مچ گئی تھی۔ فون کی گھنٹیاں جو بجنا شروع ہوئیں تو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں..... لیکن سب کو خبر تھی' کیس کس کے ہاتھ میں تھا..... مخالف پارٹی چودھری جہانگیر کی مدح سرائی میں لگی ہوئی تھی' تو متاثرہ پارٹی ان کے خلاف بیان بازی کر رہی تھی..... ان کو معطل کروانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ وہ آرام دہ انداز میں کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بےفکری سے سگریٹ کے کش پہ کش لگا رہے تھے۔ اسی لمحے اس کے نمبر پہ شاہ زرشمعون کی کال آئی۔

"کیسے ہو برخوردار؟" انہوں نے کال ریسیو کر کے حال پوچھا۔
"السلام علیکم! الحمدللہ آپ کی دعا ہے چچا جان۔" وہ آرام کر کے اٹھ چکا تھا۔ یوں بھی اجنبی ماحول میں اسے نیند نہیں آتی تھی اور خصوصاً دن میں تو بالکل نہیں' گو کہ کمرے میں پردے برابر کرنے کے بعد رات کا گماں ہو رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی آنکھ نہیں لگی تھی' ایک لمحے کے لیے بھی۔ چودھری بخت کے اصرار پہ وہ رک تو گیا تھا مگر وقت گزر نہیں رہا تھا۔

"بخت بھائی کا فون آیا تھا بتا رہے تھے تم آئے ہوئے ہو' میں بھی گھر جا رہا ہوں' آ جاؤ ساتھ لنچ کرتے ہیں۔"
چودھری جہانگیر جیسے اکھڑ' سرد مزاج جب اپنوں سے بات کرتے تھے تو ان کی ٹون ہی الگ ہوتی تھی۔ ان اپنوں میں بھی چند ایک کو ہی وہ قابل اعتنا گردانتے تھے ورنہ اکثریت کو ان کی سرد مہری اور لاتعلقی کا رونا تھا۔
"چچی جان نے یہاں لنچ پہ خاصا اہتمام کروالیا ہے' اس لیے شام کی چائے آپ کی طرف پیوں گا' آپ کے ساتھ..... آپ کے پاس وقت تو ہے ناں؟ کیونکہ ابھی نیوز چینل اور سوشل میڈیا پہ بس آپ کے ہی چرچے ہو رہے ہیں۔ پراؤڈ آف یو چچا جان' آپ جس طرح نڈر ہو کر کام کرتے ہیں مجھے بہت اٹریکٹ کرتا ہے آپ کا یہ روپ۔" شاہ زرشمعون دل سے سراہ رہا تھا' کچھ باتوں سے اختلاف کے باوجود سچ تھا کہ تمام لوگ چودھری جہانگیر کے مداح تھے۔

"نڈر تو تم بھی بہت ہو۔" چودھری جہانگیر مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔ شاہ زرشمعون بھی ہنس دیا۔
"جن کے بڑے آپ جیسے نڈر لوگ ہوں ان چھوٹوں کو تو عادتاً تقلید کرنا ہوتی ہے۔" وہ درپردہ ان کی بڑائی جتا گیا تو وہ اس کے انداز پہ مسکرادیے۔
"شام کو ملتے ہیں پھر ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔" چودھری جہانگیر نے کہا تو شاہ زرشمعون نے بھی الوداعی کلمات کہہ کر کال بند کردی۔
کانسٹیبل ٹفن کا ڈبا لیے منتظر کھڑا تھا کہ کب چودھری جہانگیر فری ہوں اور وہ مدعا بیان کرے۔
"سر یہ قدیر رانا کے لیے ان کے گھر سے کھانا آیا ہے۔"
"واپس کردو۔" ان کی فری ہوتے ہی کانسٹیبل نے ٹفن کی طرف اشارہ کرکے بتایا تھا۔ انہوں نے چھوٹتے ہی دو ٹوک انداز میں جو کہا اسے سن کر کانسٹیبل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔
"سر......" وہ منمنایا۔ اتنی اہم شخصیت کے لیے آیا کھانا واپس کرنا اس کے لیے اچنبھے کی بات تھی۔
"وہ سرکاری مہمان ہے اور اسے سرکاری کھانا ہی ملے گا اس کے لیے کوئی شاہی دسترخوان نہیں سجے گا۔" چودھری جہانگیر نے جتاتے ہوئے کہا تو کانسٹیبل مستعد ہوگیا۔
"جی سر۔"

"میں نکل رہا ہوں' کوئی بھی بات ہو تو مجھے اطلاع دے دینا۔" وہ اپنے ماتحت کو پیغام دیتے باہر نکل گئے۔ ان کے نکلتے ہی سب نے سکون کی سانس لی۔

(☆)

"ہم عیشال کے رنگ ڈھنگ سے پریشان ہوگئے ہیں زمرد بیگم' ہمیں اس کے انداز میں بغاوت کی بو آرہی ہے۔ ہر وہ کام کرنے لگی ہے جس کی حویلی میں اجازت نہیں۔" چودھری حشمت دونوں ہاتھ پیچھے کمر پہ باندھے ٹہل رہے تھے۔ زمرد بیگم کافی دیر سے ان کے اس انداز کو دیکھ رہی تھیں۔
برسوں کا ساتھ تھا' وہ انہیں بہت اچھی طرح جانتی تھیں' وہ جب بھی کسی پریشانی کا شکار ہوتے تو اسی طرح گھنٹوں کمرے میں ٹہلتے اور جب کسی نتیجے پہ پہنچ جاتے تو ٹہلنا بند کردیتے تھے چہرے پہ سنجیدگی کی لکیریں اس بات کی غمازی تھیں کہ وہ کسی گہری اور فیصلہ کن سوچ میں غرق ہیں۔ زمرد بیگم نے پریشانی کے متعلق استفسار کیا اور وہ بے ساختہ بول اٹھیں۔
"بچے جب محرومیوں کی کوکھ میں پلتے ہیں تو ان کی شخصیت کا شیرازہ اسی طرح بکھرا ہوا ہوتا ہے' چودھری جی عیشال چھوٹی عمر سے ہی سب دیکھتی آئی ہے ہم سب نے بھی تو اسے کوئی کہانی نہیں سنائی' اس نے جتنا تلخ ماحول دیکھا وہی تلخی اس کے اندر رچ بس گئی ہے۔ دیکھا جائے تو اس کے مزاج میں ضد اور بچپنا بھرا ہے' بس جذباتی اور غصیلی ہے' میں سمجھاؤں گی اسے' آپ فکر نہ کریں۔" زمرد بیگم نے عیشال کو گودوں میں کھلایا تھا' وہ اس کے مزاج سے واقف تھیں۔ عیشال جہانگیر کی مشکل بتا کر انہیں یقین بھی دلایا کہ وہ اس کی سرکشی کو سنبھال لیں گی۔
"ضد اور من مانی وہ پہلے بھی کرتی رہی ہے زمرد بیگم اور ہم بھی نرمی برتتے رہے کہ بچی ہے لیکن آج وہ جس سرکشی سے جہانگیر اور اس کا خون ہونے کا باور کروا رہی تھی' وہ فراموش نہیں کرسکتے ہم...... اس کے اندر کوئی لاوا پک رہا ہے' بہتر تو یہی ہے کہ یہ لاوا تیار نہ ہونے دیا جائے۔" چودھری حشمت کی عمیق نظریں بڑی باریکی سے ایک ایک رموز کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ زیرک نگاہ رکھتے تھے۔ یہ تو جیتی جاگتی گستاخ عیشال جہانگیر کا معاملہ تھا جو انہیں جتا گئی تھی

کہ اس کی رگوں میں کس کا خون ہے......وہ چین سے بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"عیشال کا مزاج بدلنے کے لیے پھر کیا حل ہے آپ کے پاس؟" زمرد بیگم نے جاننا چاہا۔

"جتنا ہم اسے جانتے ہیں وہ باتوں سے تو کبھی نہیں مانے گی اور جس دن اس کی بغاوت اور سرکشی بڑھی اس دن حویلی کی بنیادیں ہل جائیں گی اور اس بار ہم ایسا کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دیں گے......اس سے پہلے کہ حویلی کی بنیاد ایک بار پھر ہلے ہم جلد از جلد عیشال کی شادی کر دیں گے۔" چودھری حشمت آنے والے دنوں کو سوچ کر متفکر ہوئے تو انہوں نے فوراً حل پیش کر دیا۔

"عیشال کی شادی......! ابھی تو بی اے میں داخلہ لیا ہے اس نے......اور ہے بھی بہت چھوٹی۔" زمرد بیگم ان کا فیصلہ سن کر بے ساختہ بول اٹھیں۔ یہ اجازت بھی انہیں تنہائی میں حاصل تھی ورنہ سب کے سامنے انہیں بھی چودھری حشمت کے ہر فیصلے پہ سر جھکانے کی روز اول سے عادت تھی جب کہ تنہائی میں وہ حویلی کے سرپرست سے زیادہ شوہر بن کر زمرد بیگم سے صلاح و مشورہ کرتے تھے۔

"انیس سال کی ہوگئی ہے عیشال اور آپ اسے پھر بھی چھوٹی عمر کہہ رہی ہیں......ذرا اپنا وقت بھی یاد کریں گیار سال کی عمر میں آپ ہمارے نکاح میں آ گئی تھیں اور تیرہ سال کی عمر میں فیروز آپ کی گود میں کھیل رہا تھا۔" چودھری حشمت ٹہلنا ترک کر کے زمرد بیگم کو ان کا وقت یاد دلا رہے تھے۔ زمرد بیگم شرما سی گئیں۔

"وہ زمانہ اور تھا تب تو صرف شادی اور ہانڈی روٹی کی فکر ستاتی تھی جبکہ اب بچے اور بچیاں کریئر بنانا چاہتے ہیں۔ پڑھ لکھ کر ڈگری حاصل کر کے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔" زمرد بیگم نے دونوں ادوار کا موازنہ پیش کیا تھا۔

"حویلی کی عورتوں کے لیے زمانہ ایک جیسا ہی ہے زمرد بیگم ہاں آج اتنا فرق ہے کہ ہم نے بچیوں کی شادی جلدی نہیں کی لیکن اب اس کا بھی آغاز ہوا جاتا ہے۔ سب سے پہلے عیشال کی شادی کرنے کا سوچا ہے ہم نے۔" چودھری حشمت اپنے فیصلے پہ مہر ثبت کر چکے تھے۔

"حویلی میں عیشال سے بڑے بچے بھی ہیں......لڑکیوں میں ندا سب سے بڑی ہے......سب سے پہلے اس کی ہونی چاہیے۔" زمرد بیگم نے چودھری فیروز اور فائزہ کی بیٹی ندا کا نام لیا......جو حویلی کی لڑکیوں میں سب سے بڑی تھی جب کہ لڑکوں میں شاہ زرشمعون کا نمبر سرفہرست تھا۔ ندا شاہ زرشمعون سے تین سال چھوٹی تھی بنیادی طور پر لڑکے اور لڑکیوں میں بڑے بچے چودھری فیروز اور فائزہ کے ہی تھے۔ شاہ زرشمعون کو نئی نسل میں پہلوٹی کی اولاد کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔

"آپ کیا سوچ رہی ہیں اس بات کا ہمیں احساس ہے......ہم جلد ہی شہر جائیں گے......بچوں کے رشتے کے لیے ہم نے کچھ لوگوں سے ذکر کر رکھا ہے......انہوں نے بلاوا بھیجا ہے لیکن ہم پہلے عیشال کی شادی کریں گے۔" زمرد بیگم کو ایک نظر دیکھتے چودھری حشمت نے انہیں اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کیا اور زمرد بیگم انہیں حیرت سے دیکھتی رہیں۔

"عیشال کے لیے کوئی لڑکا ہے آپ کی نظر میں؟" زمرد بیگم نے انہیں اتنا مطمئن دیکھا تو سوال کیا۔

"ہاں......نظر میں کیا ہے سمجھو بات طے کر رکھی ہے ہم نے۔" چودھری حشمت نے جیسے بم پھوڑا۔

"ہم پہلے جہانگیر سے بات کرلیں پھر آپ سب کے سامنے ایک ساتھ اعلان کریں گے......" چودھری حشمت مطمئن تھے۔ زمرد بیگم نے لمبی سانس خارج کی انہیں اندازہ تھا اب یہ پنڈورا باکس اسی وقت کھلے گا جب چودھری حشمت چاہیں گے۔ کسی بھی قسم کا اصرار بے سود ہوتا وہ ایک بار فیصلہ کرتے تھے۔

''لیکن یہ بات ابھی اپنے تک ہی رکھیے گا' کسی سے ذکر نہ کیجیے گا...... یہ ہماری آپس کی بات ہے۔''

''برسوں بیت گئے ہیں آپ کی ہم سفری میں چودھری جی...... آپ کو آج بھی مجھے ایک ایک بات کی یاد دہانی کروانے کی ضرورت ہے۔'' زمرد بیگم ان کی تنبیہہ پہ جتا گئیں تو چودھری حشمت شریک سفر کے گلہ کرنے پہ ذرا سا مسکرائے۔

......(☆)......

ماورا سے کل تک کا انتظار نہیں ہو رہا تھا' تب ہی ٹیوشن پڑھنے کے لیے آئے بچے کو سو کا نوٹ پکڑا کر اس نے موبائل کارڈ منگوانے بھیج دیا تھا۔ ماورا نے انوشا سے سیل فون لے کر جلدی سے ریچارج کر کے سستا سا نیٹ پیکج کیا۔ انوشا بچوں سے فری ہو کر ماورا یحییٰ کے پاس چلی آئی۔

''زیرو زیرو سیون' کوئی کامیابی ملی؟'' انوشا نے دبی زبان میں چھیڑا۔ منزہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں اور وہ دونوں آرام سے اپنا کام کر رہی تھیں۔

''امیزنگ یار...... کیا بندہ ہے' یہ چودھری جہانگیر نام ڈالنے کی دیر تھی گوگل پہ...... جانے کتنے کارنامے سامنے آ گئے ان کے۔'' ماورا کی آواز میں حیرانی کے ساتھ جوش کا رنگ بھی نمایاں نظر آ رہا تھا۔

''یہاں تو ہر طرف محترم کا طوطی بول رہا ہے' جانے ہم کیوں اب تک ان سے انجان تھے...... ملک اور شہر میں کئی کارنامے انجام دیے ہیں محترم نے اور اب بھی قدیر رانا کو اریسٹ کر کے کسٹڈی میں رکھا ہوا ہے۔'' ماورا یحییٰ کی نظریں اسکرین پہ تھیں اور وہ انوشا کو تفصیلات بتا رہی تھی۔ انوشا بھی مارے اشتیاق کے قریب کھسک آئی اور اب دونوں چھوٹی سی اسکرین پہ جھکی ہوئی تھیں۔

''اف...... اس تصویر میں دیکھو...... پورے بابا لگ رہے ہیں۔'' ماورا یحییٰ نے سامنے نظر آتی ایک تصویر اسے دکھائی۔

''ہاں' واقعی لیکن ہمارے بابا تو گارمنٹ فیکٹری میں سپروائزر تھے اور یہ ٹھہرے گورنمنٹ کے بندے۔'' انوشا نے افسوس کا اظہار کیا' ماورا کا انگوٹھا اسکرین کو آگے پیچھے کرتے ایک لحظے کو ٹھٹکا۔

''کیا ہوا؟'' انوشا کو اس کے غور سے تصویر دیکھنے پہ حیرانی ہوئی۔

''میں نے اس بندے کو کہیں دیکھا ہے' لیکن یاد نہیں آ رہا' کہاں؟'' ماورا یحییٰ کی پُرسوچ آواز ابھری۔

چودھری جہانگیر کی مختلف جگہوں کی تصاویر موجود تھیں کسی سیمینار کی' سیکورٹی انتظامات کی' کسی تقریب کی' تصاویر میں مختلف لوگ تھے لیکن ایک تصویر میں کسی نے چودھری جہانگیر کو گلے لگا رکھا تھا۔ اس شخص کا سائیڈ پوز دیکھ کر ماورا یحییٰ اٹھکی تھی۔ دونوں جس محبت سے ایک دوسرے کو گلے لگائے کھڑے تھے وہ پروفیشنل نہیں پرسنل ریلیشن ظاہر کر رہا تھا' ایسے میں اس شخص کو دیکھ کر ماورا کا اپنا چونکنا بھی بے جا نہیں لگا۔

''پہلے ہم بابا کے ہم شکل کو ڈھونڈ رہے تھے اب تم ایک اور کہانی لے آؤ۔'' انوشا جیسے جھلائی۔

''نہیں یار مجھے پکا یقین ہے میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔'' ماورا یحییٰ بضد ہوئی۔

''دیکھا ہوگا...... آ جائے گا یاد بھی۔'' انوشا نے جیسے تسلی دی۔

''محترم چودھری صاحب پنجاب سے ہیں لیکن عرصہ دراز سے کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی کا ذکر کر رہے ہیں۔'' سرچ کرتے ہوئے چودھری جہانگیر کے انٹرویو کا لنک بھی سامنے آ گیا تھا' جس کے اہم پوائنٹس ماورا یحییٰ انوشا کو سنا رہی تھی۔

''مٹی ڈالو اس بندے پہ...... ہماری بلا سے تیر مارتا پھرے۔'' انوشا بےزار ہوئی جس دیس نہیں جانا اس کے کوس کیا گننا کے مترادف جب وہ ان کا کچھ لگتا ہی نہیں تھا تو اس کے بارے میں سرچ کر کے کیا فائدہ ہوتا' تب ہی وہ بےزاری کا اظہار کر گئی...... لیکن ماورا یحییٰ دلچسپی سے لگی ہوئی تھی۔

''ارے...... تمہارا تو انٹری ٹیسٹ کا رزلٹ بھی آنے والا تھا...... سرچ کر کے دیکھو...... کیا معلوم اپ لوڈ ہو چکا ہو رزلٹ۔'' انوشا کو بےساختہ یاد آیا تو وہ پُرجوش ہوئی۔

''ارے ہاں۔'' ماورا کو بھی جیسے یاد آ گیا...... وہ چودھری جہانگیر اور ان کے کارناموں کو ایک لمحے کے لیے بھول بھال کر رزلٹ سرچ کرنے لگی...... یوں تو اس کا جا کر دیکھنے کا موڈ تھا دیکھے تو ٹاپ آف دا لسٹ کون تھا لیکن جب آن لائن کی سہولت تھی تو جانے کی کیا ضرورت۔

''پچانوے فیصد او واؤ......!'' مارکس دیکھ کر اسے خود یقین نہیں آ رہا تھا' انوشا ایک بار پھر قریب کھسک آئی' جو بیزاری سے دور چلی گئی تھی۔

''لو جی' میرا خیال ہے تمہاری ٹاپ آف دی لسٹ والی دعا پوری ہو گئی۔'' انوشا نے سنتے ہوئے کہا۔

''ششش...... امی نے سن لیا تو......؟ میں تو اب بھول بھی گئی...... چھوڑو۔'' ماورا نے سر جھٹکا۔

''کچھ بھی کہو...... لیکن میرا نہیں خیال کہ اس سے زیادہ ہائی مارکس کسی نے لیے ہوں گے۔'' انوشا پُرامید تھی۔

ماورا یحییٰ کے دل کو بھی یہ بےچینی لگ گئی تھی کہ ٹاپ پہ کون ہے' لیکن وہ اس خیال کو خود پہ حاوی نہیں ہونے دے رہی تھی۔ یہ تو یونیورسٹی جا کر ہی خبر ہوتی کہ کون فرسٹ تھا اور کون سیکنڈ۔

(☆)

ایشان جاہ کے محل نما بنگلے میں انشراح اور باقی کے تینوں دوست بھی براجمان تھے۔ وہ سب بھی انٹری ٹیسٹ کا رزلٹ چیک کر رہے تھے۔ سب کے اچھے نمبر آئے تھے مگر ایشان جاہ کا منہ لٹک گیا تھا۔

''ارے کیا ہوا' کیوں اتنا فضول سا منہ بنا رکھا ہے۔ نوے فیصد مارکس لیے ہیں تو نے' عیش کر۔'' سعید نے اس کے کندھے پہ ہاتھ مارا...... وہ سب بےتکلفی سے ایشان جاہ کے روم میں براجمان تھے۔ سہیل ریوالنگ چیئر پہ بیٹھا جھول رہا تھا۔ سعید اور ایشان جاہ بیڈ پہ بےتکلفی سے براجمان تھے تو انشراح ذرا نزاکت سے ٹکی ہوئی تھی۔

''نوے فیصد کیوں' سو فیصد کیوں نہیں۔'' ایشان جاہ نے ضدی لہجے میں کہا۔

''ٹیسٹ چیک کرنے والے تیرے میرے ابا ہوتے تو ممکن تھا۔'' سہیل نے چڑایا۔

''بس کرو ایشان...... ٹاپ آف دی لسٹ تم ہی ہو گے' ہم سب کو ہی دیکھ لو پچاس فیصد سے ساٹھ فیصد پہ آئے۔ نوے فیصد تو پھر بھی بہت زیادہ ہے...... ڈونٹ وری کوئی اتنا جینئس نہیں ہو گا بیس ہزار اسٹوڈنٹس میں۔'' انشراح نے اس کا غم غلط کرنا چاہا۔

''اور جو کوئی ہوا تو؟'' ایشان جاہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''لڑکا ہو تو جان سے مار دینا...... اور لڑکی ہوئی تو آنکھ۔'' سعید ہنسا۔ باقی سب نے بھی قہقہہ لگایا۔

''شٹ اپ...... جب تک لسٹ نہیں دیکھ لوں' چین نہیں آئے گا۔'' ایشان جاہ نے انہیں ڈپٹ کر جیسے خود کلامی کی۔

''افسردہ ہونے کی بجائے خوشی مناؤ کہ ہم سب ساتھ ہیں اگر جو کوئی ایک بھی لسٹ سے آؤٹ ہوتا تو افسوس ہوتا۔'' عزیز نے اہم نکتے کی طرف دھیان دلایا۔

''ہاں واقعی اگر میں رہ جاتی تو اکیلی کیا کرتی اگر ٹیسٹ کلیئر نا ہوتا۔'' انشراح کو بھی جیسے ممکنہ صدمہ نا ملنے کی خوشی ہوئی' جس پہ وہ خوش تھی کہ ایک بار پھر وہ سب ساتھ ہوں گے۔

''او کے گائز...... بریکنگ نیوز سن لو...... جس منگنی کے لیے میں نے تم سب کو انوائٹ کیا تھا وہ کینسل ہو گئی ہے...... اگلی تاریخ کا اعلان ہوتے ہی تم سب کو مدعو کرلوں گا۔'' سعید نے ہاتھ اٹھا کر ایک سانس میں کہا۔ سب اس کے شستہ لہجے پہ ہائے وائے کرتے منگنی کینسل ہونے کی وجہ ہی فراموش کر بیٹھے۔ دیر تک ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے رہے۔

سب اپنے اپنے گھر جانے کے لیے اٹھے تو ایشان جاہ انہیں چھوڑنے پورچ تک آیا۔ انشراح ابھی رکنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ ایشان کے ساتھ کھڑی ان تینوں کو الوداع کر رہی تھی' ایشان جاہ پہلے ہی ملازم کو کمرے کی صفائی کا کہتا ہوا آیا تھا۔ ان سب کی گاڑیاں نکلی ہی تھیں اور ابھی چوکیدار گیٹ بند کرنے کی سوچ ہی رہا تھا جب تیز ہارن کے ساتھ شاہ زرشمعون کی لینڈ کروزر اندر داخل ہوئی۔

ایشان جاہ جو اندر پلٹنے لگا تھا تیز ہارن پہ اس کی نظریں بے ساختہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے شاہ زرشمعون پہ پڑی' انشراح بھی حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ شاہ زرشمعون گاڑی پارک کر کے سیدھا ایشان جاہ کی طرف آیا جو اندر داخل ہوتے وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔

''ہیلو برادر' سرپرائز دیا آپ نے تو......؟'' ایشان جاہ خوش دلی سے دو قدم آگے بڑھا۔ شاہ زرشمعون کو اچانک دیکھ کر اسے حیرانی ہو رہی تھی۔

نئی نسل خصوصاً ان لڑکوں کی آپس میں بڑی اچھی بنتی تھی' سب ہی اپنی اپنی جگہ سوا سیر تھے' مگر جب بھی ایک دوسرے سے ملتے تھے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی بجائے بڑائی تسلیم کرتے تھے۔

''اچھا نہیں لگا سرپرائز؟'' شاہ زرشمعون دل فریبی سے مسکراتے ایشان جاہ کے گلے لگ گیا۔

''بہت اچھا لگا...... اتنے دنوں بعد مل رہے ہیں ہم۔'' اس نے گرم جوشی سے بھینچ لیا۔

''میں تو پھر بھی آ گیا تمہارے شہر' تم بھی گاؤں آ جایا کرو میری محبت میں۔'' الگ ہوتے شاہ زرشمعون نے خوش دلی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

''ان شاء اللہ جلدی چکر لگاؤں گا اور آپ کے ساتھ رائیڈنگ بھی کروں گا۔ مجھے آپ کے سلطان کی نسل کے گھوڑے بہت پسند ہیں سبہان کیسا ہے؟ اسے بھی ساتھ لے آتے۔'' ایشان جاہ اور سبہان آفندی تقریباً ہم عمر ہی تھے اور ایشان جاہ اور شاہ زرشمعون کی عمر میں بھی اتنا ہی فرق تھا جتنا سبہان آفندی اور شمعون میں...... تینوں جب بھی اکٹھے ہوتے تھے تو خوب رنگ جمتا تھا۔ حویلی سے دور اکثر ان کی محفل ڈیرے پہ ہی جمتی تھی۔

''بس اچانک آنا ہوا چچا بخت کی طرف...... اس لیے سبہان کو کھیتوں پہ لگا کر آیا ہوں۔'' شاہ زرشمعون سبہان آفندی کو ساتھ نا لانے کی وجہ گوش گزار کر گیا۔

''کب تک ہیں کراچی میں؟ مہمان نوازی کا موقع دیں۔'' ایشان جاہ واقف تھا' وہ کم ہی کراچی کا رخ کرتا تھا۔

''صبح ہی نکل جاؤں گا' اسی لیے تو چچا جان اور تم سب سے ملنے چلا آیا۔'' بات کرتے ہوئے شاہ زرشمعون کی نظریں چند قدم پیچھے کھڑی انشراح پہ پڑی اور منہ پھیرنے کے ساتھ ہی اس نے تھوڑا سا رخ بھی پھیر لیا تھا۔ وجہ اس کا پہناوا تھا۔ اس وقت وہ ٹائٹ ٹی شرٹ جینز میں دوپٹے سے بے نیاز بال بکھرائے کھڑی تھی۔

بحیثیت ایشان جاہ کی خالہ زاد وہ انشراح سے اچھی طرح واقف تھا' مگر اس وقت اسے دیکھ کر اس کے ماتھے پہ بل

پڑ گئے تھے۔ ایشان جاہ تو اس ماحول اور مغربی طرز کے پہناوے کا عادی تھا لیکن اسے حویلی کے لوگوں کے بارے میں بھی خبر تھی تب ہی اس نے شاہ زرشمعون کی نظریں اور ماتھے کے بل دونوں کا سراغ جلدی لگالیا تھا۔

"انشراح جا کر مام سے کہو شاہ آئے ہیں۔" ایشان جاہ نے بہانے سے انشراح کو ہٹایا تو وہ چلی گئی۔

شاہ زرشمعون کو کوفت ہوئی' یہ چودھری جہانگیر کا گھر تھا' وہ کن لوگوں سے ملتے جلتے ہیں' ان کے گھر کن لوگوں کا آنا جانا ہے' یہ اس کے علم میں نہیں تھا' ناوہ چھوٹا ہونے کے ناتے ان سے کوئی سوال کر کے ان پہ پابندی عائد کر سکتا تھا۔ چودھری جہانگیر کا ہمیشہ سے الگ مزاج رہا تھا' وہ اپنے انداز سے زندگی گزارنے کے عادی تھے لیکن اگر ابھی اس کی بجائے چودھری حشمت نے انشراح کو یوں اس حلیے میں جوان پوتے کے ساتھ دیکھا ہوتا تو چودھری جہانگیر لاکھ عزیز ہونے کے باوجود کٹھہرے میں ضرور جا کھڑے ہوتے...... وہ سر جھٹک کے رہ گیا۔

"آئیں اندر چلتے ہیں...... ڈیڈ کو خبر ہے آپ آ رہے ہیں؟"

"ہاں' میں نے چچا جان کو اطلاع دی تھی۔" وہ لاؤنج میں براجمان ہوا تو صہبا بھی چلی آئیں اور ان کے پیچھے آتی انشراح کو دیکھ کر اسے خود پہ ضبط کرنے میں مشکل ہونے لگی۔

صہبا چالیس سے لگ بھگ ایک فیشن ایبل خاتون تھیں' اس وقت بھی ریڈ اور اورنج کلر کا جوڑا پہنے نک سک سے سرخی پاؤڈر لگائے بالوں کو آئرن کر کے اسٹریٹ کیے اس سے بظاہر لگاوٹ جتا رہی تھیں۔ حویلی کے ایک ایک بندے کے متعلق پوچھ رہی تھیں...... مگر ان کے انداز میں مصنوعی پن اتنا زیادہ ہوتا تھا کہ آج تک کوئی ان سے مکس اپ نہیں ہو سکا تھا۔ چودھری بخت کی بیوی دیا بھی سالوں سے کراچی میں مقیم تھیں' پیشے سے ڈاکٹر تھیں مگر ان کا پہننا اوڑھنا' رکھ رکھاؤ دیکھ کر یہی گماں ہوتا تھا کہ وہ حویلی کی چار دیواری میں ہی جی رہی ہیں' دونوں بیٹیوں شنائیہ اور ماہم کو بھی انہوں نے حویلی کے اصولوں پہ ہی پابند کر رکھا تھا' مگر مزاج کی نزاکت دور کرنے میں وہ ناکام رہی تھیں۔ خصوصاً شنائیہ کے حوالے سے...... ماہم پھر بھی ہر ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاتی تھی' مگر شنائیہ تو اڑیل گھوڑے کی طرح رسی تڑا لیتی تھی۔ وہ دونوں گھرانوں کا نا چاہتے ہوئے بھی موازنہ کر گیا تھا۔

"آ گئے برخوردار......" اسی گھڑی چودھری جہانگیر لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ حسب عادت' انہوں نے وہائٹ شلوار سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ چہرے پہ نیند کا خمار واضح تھا۔

'السلام علیکم! آپ سے ملے بغیر کیسے جا سکتا تھا۔" شاہ زرشمعون احتراماً کھڑا ہوا تھا چودھری جہانگیر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ ساتھ ہی پہلو میں بیٹھ گئے۔ ایشان جاہ نے اٹھ کر انہیں جگہ دی تھی' وہ سامنے والے صوفے پہ منتقل ہو گیا تھا۔

"میں لنچ کے بعد سو گیا تھا تمہاری چچی جان سے کہہ دیا تھا کہ شاہ آئے تو اٹھا دینا۔" چودھری جہانگیر اپنائیت سے گویا ہوئے۔

"ناحق میری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی۔" وہ معذرت خواہانہ لہجے میں گویا ہوا۔ انشراح' صہبا کے ساتھ لگ کر صوفے کے ہتھے پہ بے تکلفی سے براجمان تھی۔ وہ بڑی گہری نظروں سے شاہ زرشمعون کو جانچ رہی تھی۔ مل تو پہلے بھی کئی بار چکی تھی مگر آج تک ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"ارے نہیں...... یوں بھی ڈیوٹی پہ واپس جانا ہے کال بھی بس آنے ہی والی ہوگی...... تم سناؤ' حویلی میں سب کیسے ہیں؟" انہوں نے استفسار کیا۔

"جی سب ٹھیک ہیں' داجان آپ کو بہت یاد کر رہے تھے۔ انہوں نے خصوصاً آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے کہ

حویلی کا چکر لگا لیں۔" شاہ زرشمعون نے چودھری حشمت کا پیغام پہنچایا۔ حویلی کے ذکر پہ چودھری جہانگیر کے چہرے پہ ایک ثانیے کو سناٹا چھا گیا تھا' مگر اگلے ہی لمحے انہوں نے خود کو کمپوز کر لیا۔

"ان شاء اللہ جلد چکر لگاؤں گا' صہبا' زمین کہاں ہے اور جلدی چائے کا انتظام کرو' پتا بھی ہے شاہ ہوا کے گھوڑوں پہ سوار آتا ہے۔ زیادہ دیر رکے گا نہیں۔" چودھری جہانگیر بیٹی کے متعلق محبت سے پوچھتے صہبا کو ہدایت کرنے لگے۔

"زمین کوچنگ سینٹر گئی ہے واپسی میں ٹائم ہے ابھی' ایشان لے آئے گا یا ڈرائیور کو پک کرنے بھیجوں گی۔" انہوں

نے لاپروائی سے کہا۔

"ایشان تو کلب جائے گا' میں خود پک کر لوں گا اپنی بیٹی کو۔" چودھری جہانگیر محبت سے بولے تو شاہ زرشمعون سختی سے لب دانتوں تلے دبا گیا۔ اس کے تصور میں عیشال جہانگیر چلی آئی جو حویلی میں بولائی بولائی خود سے لڑتی بھڑتی پھرتی تھی۔ چودھری جہانگیر تو جیسے بھولے بیٹھے تھے کہ ایک بیٹی ان کی حویلی میں بھی ہے جس کے لیے ان کے اس عالیشان بنگلے میں جگہ تھی نا ان کے دل میں اس کے لیے ذرا سی بھی گنجائش۔

شاہ زرشمعون' چودھری حشمت کے حکم پہ یہاں آ تو گیا تھا مگر جانے کیوں وہ یہاں سے اٹھنے کے بہانے سوچنے لگا۔ صبح سے چودھری بخت کے گھر قیام تھا' انتی الجھن تو اسے وہاں بھی نہیں ہوئی تھی' اپنی برداشت کو آزماتے اس کے بے ریا اور کھرے مزاج پہ یہ چائے اسے بڑی بھاری پڑنے والی تھی۔

(☆)

ایک تھکا دینے والا دن کھیت میں گزار کر آیا تو حویلی میں داخل ہوتے اس نے اپنی تمام حسوں کو ایکٹو کر لیا' وہ جاننا چاہتا تھا آیا چودھری حشمت کیا فیصلہ سنایا؟ اتنا تو اسے فصلوں کی کٹائی نے نہیں تھکایا تھا چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کام کرواتے تھکن نہیں ہوئی تھی' جتنا یہ سوال تھکا گیا تھا' بات اس کی ذات کے متعلق ہوتی تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچتا...... لیکن ذات عیشال جہانگیر کی ملوث تھی جس کے متعلق خود کو سوچنے سے وہ روک نہیں پاتا تھا۔

"آ گیا پتر۔" سب سے پہلے زمرد بیگم نے اسے دیکھا۔ وہ سلام کر کے ان کے ساتھ چوکی پہ بیٹھ گیا۔

"ماں صدقے' تھک گیا ہے میرا بچہ۔" زمرد بیگم نے اپنے دوپٹے کے آنچل سے اس کے چہرے پہ پسینے کی بوندوں کو سمیٹا۔ وہ ان کی محبت پہ مسکرا دیا۔

"نہیں دی جان...... آپ کو تو پتا ہے میں تھکتا نہیں۔" اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"ہاں پتا ہے رب سوہنے نے میرے پتروں کو بڑی طاقت دی ہے۔" زمرد بیگم واری صدقے ہونے لگیں۔

"حویلی میں تو سب خیریت ہے ناں دی جان؟" جب زمرد بیگم کے انداز سے بھی اسے کچھ نا ملا تو اس نے گھما پھرا کے پوچھ ہی لیا۔

"ہاں پتر' الحمد للہ تو ہاتھ منہ دھولے میں چائے کے ساتھ تیرے لیے کچھ منگواتی ہوں۔" زمرد بیگم نے ملازمہ کی تلاش میں نظر دوڑائی۔

"صبح میرے جانے کے بعد دا جان نے زیادہ غصہ تو نہیں کیا؟" اس نے کریدا۔

"نہیں ٹھنڈے ہو گئے تھے۔" زمرد بیگم نے اطمینان دلایا۔

"کہہ رہے تھے کوئی فیصلہ کریں گے اس بارے میں کچھ کہا انہوں نے؟"

"ہاں فیصلہ تو کر لیا ہے انہوں نے پر کہہ رہے تھے سب کے سامنے خود ہی سنائیں گے۔" زمرد بیگم کہہ رہی تھیں اور سبحان آفندی کے حواس جاگ اٹھے۔

''آپ کو بھی نہیں بتایا' کیا فیصلہ ہے؟'' وہ سب جان لینا چاہتا تھا۔
''نہیں پتر' تجھے تو ان کے مزاج کا پتا ہے جب مرضی ہوگی تو خود ہی بتا دیں گے۔'' زمرد بیگم کے جواب نے اس کی پریشانی میں مزید اضافہ کردیا' مگر اسے اعصاب کو قابو میں رکھنا آتا تھا۔
''سمہان صاحب...... چودھری صاحب کا حکم ہے' آپ تیاری کرلیں...... وہ تھوڑی دیر میں شہر کے لیے آپ کے ساتھ نکلیں گے۔'' اسی تاپیے نذیراں چودھری حشمت کا پیغام لے کر آ گئی تھی۔ سمہان آفندی ایک لمحے کو چونکا۔
یہ اچانک شہر جانے کا پلان کیوں؟ کیا فیصلے میں شہر جانے کا بھی کوئی عمل دخل تھا؟ اس کا ذہن تیزی سے کڑیاں جوڑ رہا تھا۔ نذیراں پیغام دے کر جاچکی تھی۔
''جا پتر جا کر نہا دھو کر کچھ کھالے' دوپہر کا کھانا بھجوادیا تھا کھیت پہ' تو نے کھایا تھا ناں؟'' زمرد بیگم کو فکر لگ گئی۔
''جی جی دی جان۔'' وہ سعادت مندی سے گویا ہوا۔
''سارا دن کا تھکا ہارا آیا ہے بچہ اور پھر شہر کے لیے لمبا سفر کرنا ہے۔ چودھری جی بھی ناں' جو ٹھان لیں وہ کر کے ہی رہتے ہیں۔'' زمرد بیگم بڑبڑائیں' سمہان آفندی کے کان کھڑے ہوگئے تو گویا اس کا شک درست نکلا تھا۔ کسی نا کسی حد تک زمرد بیگم بھی فیصلے سے آگاہ تھیں لیکن اسے خبر تھی وہ بھی چودھری حشمت کے خلاف جا کر کام نہیں کرتیں سو ان سے کچھ معلوم نہیں ہوسکتا تھا۔
''جا تو نہالے' میں کھانے کا کہتی ہوں' راستے کے لیے بھی کچھ تیار کروادوں گی۔'' زمرد بیگم اس سے پہلے اٹھ گئی تھیں۔ اس نے لمبی سانس لی۔

(☆)

ہاتھ کی لکیروں کو
پڑھنے والا بولا تھا
عمر تیری لمبی ہے
سوچ کے دل یہ کانپا تھا
سوچ سوچ ہانپا تھا
زندگی کو جینے کی
خواہشیں نہیں باقی
اس کے بعد زیست میں
راحتیں نہیں باقی
اس کے بن گزرتی ہے جو
کس قدر بے رنگی ہے
اور سوچو تو ذرا
عمر میری لمبی ہے!

''تیری عمر بڑی لمبی ہے دو سو سال جیے گی۔'' اس کی انگلیاں تھام کر وہ بغور اس کی لکیروں کو پڑھ رہا تھا۔
''ہاں' ساری دنیا چلی جائے گی' اور میں اکیلی گھومتی رہوں گی' ہے ناں۔'' آنکھیں دکھا کر اس نے اپنی انگلیاں چھڑائیں۔

''اچھا ہے ناں...... ہم تم ہوں گے بادل ہوگا...... رقص میں سارا جنگل ہوگا۔'' وہ گنگنانے لگا وہ گھور کر رہ گئی۔

''اتنے اونچے خواب نہ دیکھو......'' اس نے جتایا۔

''وہ خواب ہی کیا' جس کی تعبیر تم نہیں۔'' جواب سرعت سے دے کر وہ لاجواب کر گیا تھا۔

ان کی آنکھیں ایک ہی مرکز پہ جمی ہوئی تھیں' کانوں میں بس جملوں کی گونج تھی۔

''محبت کے پنچھی کو کبھی قید نہ کرو' اسے آزاد چھوڑ دو' اگر اسے محبت ہوگی تو اونچی سے اونچی اڑان کے بعد بھی وہ لوٹ آئے گا۔'' کتنے یقین بھرے الفاظ تھے' اور کسے خبر تھی جب پنچھی لوٹے گا تو گھونسلہ ہی طوفان کی نذر ہو کر اپنا وجود کھو چکا ہوگا۔

کبھی کبھی ہم سب کچھ ہار جاتے ہیں' کبھی خود سے' کبھی قسمت سے اور کچھ کھونے کا ملال تا عمر دل سے چپکا رہتا ہے' آنسو بہت تیزی سے منزہ کی آنکھوں سے نکل کر تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

......(☆)......

''ارے آپ' اتنی جلدی آگئے؟'' وہ دن چڑھے تک سوتی رہی تھی۔ لنچ کے لیے اٹھانے پہ بھی نہیں اٹھی تھی۔ سب نے اس کے بنا لنچ کیا تھا۔ وہ شاہ زرشمعون سے شرمندہ تھی۔ اس کی غیر موجودگی پر جانے وہ کیا سوچ رہا ہو' اس کی بھی ساری رات جاگتے ڈرائیو میں گزری تھی' لیکن چودھری بخت کے اصرار کے باوجود کمرے میں لیٹا رہا تھا' نیند نہیں آئی تھی اسے۔ شنائیہ سو کر اٹھی تو خبر ہوئی شاہ زرشمعون' چودھری جہانگیر کی طرف گیا ہوا ہے۔

''چلا گیا ہٹلر؟'' اور وہ جو ماہم سے مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی اس کا جواب سن کر منہ بسور گئی۔

شاور لے کر وہ فریش سی لان کی چیئر پہ آ کر بیٹھ گئی تھی سورج غروب ہو رہا تھا' ایسے میں جب شاہ زرشمعون کی لینڈ کروز پورچ میں آ کر رکی اور وہ بلیک شلوار سوٹ میں برآمد ہوا تو شنائیہ چودھری ایک دم سے سر پیٹ کے رہ گئی۔ اس نے ایک نظر خود پہ ڈالی شاور لے کر اس نے بلیک شیفون کا سوٹ پہن رکھا تھا گیلے بال شولڈر اور پشت پہ بکھرے ہوئے تھے' ایسے میں جب شاہ زرشمعون اس کے پاس سے گزرنے لگا تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھی۔ اس کے جلدی لوٹ آنے پہ...... وہ تو سوچ رہی تھی ڈنر کر کے ہی لوٹے گا' مگر وہ تو جلدی لوٹ آیا تھا۔

شاہ زرشمعون کے قدم بے ساختہ ٹھٹکے تھے' کالے لباس میں اس کا گلابی چہرہ گواہی دے رہا تھا کہ محترمہ نیند پوری کر چکی ہیں...... صبح کے ناشتے کے بعد وہ اب ایک دوسرے کے روبرو تھے۔

''جی اگر آپ کو برا لگ رہا ہے' میرا آنا تو واپس چلا جاتا ہوں۔'' وہ پہلے ہی خاصا برہم تھا' شنائیہ چودھری کے استفسار نے اسے مزید کھولا دیا۔

''ایسا کیا کہہ دیا میں نے......؟ اور کا ئنڈلی آپ کسی اور کا غصہ مجھ پہ مت نکالیں۔'' وہ اس کا موڈ بھانپ گئی تھی کہ وہ برہم ہے جس پہ اسے حیرت بھی ہوئی تھی کہ جانے ایسا کیا ہوا تھا چودھری جہانگیر کے ہاں جو وہ اتنی جلدی لوٹ آیا تھا۔

''میں کسی کا غصہ کسی دوسرے پہ نہیں نکالتا' آپ کو کس نے کہا تھا سفر کی روداد پورے سیاق و سباق سے حویلی والوں کو سنا دیں۔ مما فکر مند ہو رہی ہیں' میرے لیے۔ ان کے کئی فون آچکے میرے پاس...... داجان تک بات گئی تو میں آپ کا کارنامہ پوری سچائی سے انہیں گوش گزار کر دوں گا۔'' اس نے واضح لفظوں میں ایک طرح سے دھمکی دی۔

''پلیز داجان کو کچھ نہ بتایئے گا' انہوں نے کچھ ایسا ویسا فیصلہ سنا دیا میرے خلاف تو میں تو ماری جاؤں گی ناں۔'' شنائیہ چودھری جو بہت لاپروا نظر آرہی تھی اس کی دھمکی پہ ایک دم سے پریشان ہوگئی۔

''پلیز شاہ! داجان سے کچھ نا کہیے گا۔ میں نے تو صرف شازمہ کو بتایا تھا' مجھے کیا خبر تھی وہ پوری حویلی میں بات پھیلا دے گی..... آپ نے بھی تو سبحان کو بتایا تھا۔'' وہ ملتجی ہوتے ہوئے صفائی دے رہی تھی۔ صفائی دیتے ہوئے وہ ایک دم سے اسے بھی قصوروار ٹھہرا گئی' شاہ زرشمعون جو اس کے ملتجی لہجے پہ متحیر تھا کہ وہ اور التجائیہ لہجہ و انداز..... دو الگ چیز تھی..... اور اگلے ہی پل اسے بھی قصوروار ٹھہرا کر اس نے اس کی سوچ کی تائید کردی کہ وہ بے کار میں حیران ہوا' بھلے چند سیکنڈز کے لیے ہی سہی۔

شاہ زرشمعون نے اب کے اسے ذرا دھیان سے دیکھا..... بلیک شیفون کے سوٹ میں کسی بھی قسم کے میک اپ سے چہرہ عاری تھا۔ اس کے سامنے شنائیہ چودھری اب معصوم لگ رہی تھی۔ وہ اسٹائلش کپڑے ضرور پہنتی تھی لیکن اس میں عریانیت نہیں ہوتی تھی۔ دوپٹا بھلے کندھے پہ جھول رہا تھا' جیسے ابھی بھی پڑا ہوا تھا مگر وہ اسے دوپٹے کے بغیر کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ جس میں بہت حد تک چودھری بخت اور دیا کی تربیت کا بھی ہاتھ تھا۔

''مجھے خبر ہے کہ کس سے کیا بات کرنی ہے اور کون کس مزاج کا ہے' آپ کی طرح بریکنگ نیوز بیچ چوراہے پہ نہیں دیتا۔'' قصوروار ٹھہرائے جانے پہ وہ بھنا گیا تھا۔

''آپ داجان سے کچھ نہیں کہیں گے ناں؟'' اس کے انداز پہ وہ معصوم بن کر پوچھ رہی تھی۔ پتا تھا گیند اس کی کورٹ میں ہے ذرا اس نے تیور دکھائے تو گلے پڑ جائے گا۔

''سوچتا ہوں۔'' وہ اس پہ ایک سنجیدہ نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

''ہونہہ..... آنکھیں ہیں یا غوری میزائل۔'' وہ سر جھٹک کر دونوں ہاتھوں سے بالوں کو اٹھا کر دو تین بل دے کر شانے پہ دھر گئی۔ سوچ تو یہی تھی جیسے یہ بل خود کے بالوں کو نہیں اس کلف لگے انسان کو دے رہی ہو لیکن آہ کچھ زیادہ ہی زور سے بل پڑ گئے۔

''کم بخت گولہ باری نا کرے' سڑیل منہ نا کھولے تو رج کے ہینڈسم ہے۔'' شنائیہ چودھری کی نظریں اس کی بلیک قمیص والی پشت پہ جمی تھیں۔

''ہونہہ.....'' اس نے بے ساختہ سر جھٹک کر اندر کی راہ لی۔ ایک بار پھر اپنے کمرے میں آرام کرنے کا ارادہ تھا تب ہی رخ اپنے کمرے کی طرف کیا۔

وہ جانے کتنی ہی دیر آرام کرتی رہتی' فرینڈز سے گروپ چیٹ کرتی رہتی' ملازمہ رات کے کھانے کے لیے بلانے آئی تو اسے وقت گزرنے کا احساس ہوا۔ وہ پہنچی تو سب کھانے کی میز پہ موجود تھے' وہ بھی خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی' اپنی پلیٹ میں چاول نکال کر کھانے لگی تو دیا نے تنبیہی نظروں سے دیکھتے دوپٹے کی طرف اشارہ کیا۔ ان کے اشارہ کرنے پہ وہ شانوں پہ پڑا دوپٹا بے ساختہ اٹھا کر سر پر رکھ گئی تھی کہ دیا کو ننگے سر کھانا کھانا ناپسند تھا نا وہ بیٹیوں کے اس عمل کو پسند کرتی تھیں۔ بظاہر اس نے غیر محسوس طریقے سے اس عمل کو کیا تھا مگر شاہ زرشمعون کی نظریں بھلے اپنی پلیٹ پہ مرکوز تھیں وہ چودھری بخت کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا مگر وہ لاپروا کبھی نہیں رہتا تھا' اردگرد سے۔

''ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود اکثر ملنا نہیں ہو پاتا ہمارا' بس فون پہ ہی رابطہ رہتا ہے' آج بھی سوچا تھا تمہارے ساتھ جہانگیر کی طرف چلوں گا تو ایمرجنسی کال آگئی' اس لیے ہاسپٹل جانا پڑا' لیکن تمہاری خاطر جلدی لوٹ آیا کہ تمہارے لیے چھٹی کی تھی..... جہانگیر کے گھر تو سب ٹھیک ہے شاہ۔'' چودھری بخت استفسار کررہے تھے' ان کا خیال تھا شاہ کو تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے جہانگیر کی طرف لیکن وہ جب اپنے تئیں ہاسپٹل سے لوٹ کر آئے تو خبر ہوئی وہ تو ایک گھنٹے میں ہی لوٹ آیا تھا۔

نگہت نواز

تمام قارئین' رائٹرز اور اسٹاف کو میرا پر خلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو ہم آپ لوگوں کو اپنے آپ سے ملواتے ہیں تو جناب قارئین مابدولت کا نام نگہت نواز ہے' ہم کاسٹ کے اعتبار سے راجے ہیں' 15 جون کو سرگودھا کے ایک خوب صورت گاؤں میں پیدا ہوئی' ہمارا گاؤں بہت خوب صورت اور تھوڑا ماڈرن بھی ہے۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں جن میں مجھے سب سے بڑی ہونے کا شرف حاصل ہے' میں ایم اے کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن پڑھتی بہت کم ہوں یہی میری سب سے بڑی خامی ہے۔ غصہ بہت زیادہ اور بہت جلد آتا ہے' پتا نہیں کیوں۔ میری امی کو مجھ میں بہت خامیاں نظر آتی ہیں' ویسے تو خوبیاں بھی مجھ میں بہت ہیں۔ حساس بہت ہوں' کسی کا برا نہیں سوچتی' مغرور لوگوں سے سخت نفرت ہے۔ بہت باتونی ہوں' جھوٹ اور جھوٹے لوگوں سے سخت نفرت ہے' سمعیہ میری بہت اچھی دوست ہے جو کہ کامرہ میں رہتی ہے۔ باقی دوستیں بہت جلد بنالیتی ہوں' ثمینہ' ارم سدرہ' عائشہ' آنسہ اور شہزادی بیسٹ فرینڈز ہیں۔ جیولری کا بہت شوق ہے' میک اپ میں لپ اسٹک بہت پسند ہے۔ پنک اور آف وائٹ کلر پسند ہے' کوکنگ کا بہت شوق ہے۔ بریانی اور چکن کڑاہی بہت پسند ہیں' آئس کریم اور چاکلیٹ کھانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہوں' عاکف اسلم کے گانے بہت شوق سے سنتی ہوں۔ امی' ابو' چاچی' خالہ' دادا اور دادو سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں' اللہ ان سب کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے' آمین ثم آمین۔ پسندیدہ شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز میں نزہت جبیں ضیاء' سمیرا شریف طور' نایاب ملک اور عمیرہ احمد پسند ہیں۔ آنچل سے وابستگی بہت پرانی ہے لیکن سمیرا شریف کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی وجہ سے باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا۔ نایاب ملک کا ناول "جو چلے تو جاں سے گزر گئے" بہت مرتبہ پڑھا اور ہاں دوغلے لوگوں سے سخت نفرت ہے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

"جی چچا جان سب خیریت تھی' بس قدیر رانا کے کیس کی وجہ سے کال آگئی تھی انہیں۔"

"ہاں آج کل تو اسی کے چرچے ہیں ہر طرف۔" چودھری بخت کا لہجہ فخریہ ہوا بھائی کے لیے۔

"اب کے آپ کی بات ہو جہانگیر بھائی سے تو کہہ دیجیے گا صہبا اور زرمین کو تو بھیج دیا کریں ایشان کے ساتھ...... اتنے قریب رہ کر بھی نہیں ملتے...... حویلی والے تو ویسے ہی دور ہیں۔" دیا نے افسردگی سے کہا تو چودھری بخت سر ہلانے لگے...... دیا کو رشتوں کے درمیان رہنا ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا مگر شروع سے ہی بخت اور پھر ان کا ایسا سیٹ اپ بن گیا کہ وہ دونوں پھر شہر کے ہو کر رہ گئے...... پھر بچیوں کی تعلیم بھی آڑے آجاتی تھی' اپنوں کی شکل میں ایک چودھری جہانگیر کی فیملی ہی قریب تھی جن سے ملنے کی دیا کوشش کرتی تھیں تاکہ اپنے پن کا احساس قائم رہے گوکہ صہبا کا انداز انہیں بھی بہت بناوٹی اور مصنوعی لگتا تھا۔ زرمین اور ایشان جاہ قدرے بہتر تھے۔

شاہ زر شمعون کو ایک سے ڈیڑھ گھنٹا گزارنا وہاں کسی عذاب سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ جب کہ یہاں تک چڑھی شنائیہ چودھری تھی' لیکن ان سب کے باوجود اسے یہاں اتنی بے زاری محسوس نہیں ہو رہی تھی جتنی وہاں تھی۔ ایک پل کو تو اسے لگا کہ اسے یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا ضبط جواب دے جائے اور اس سے کوئی گستاخی ہو جائے...... چودھری جہانگیر کے روکنے کے باوجود وہ جلدی اٹھ آیا تھا۔ کھانے کے بعد جب تک کافی آئی' چودھری بخت تب تک حسب وعدہ شطرنج کی بساط بچھا چکے تھے۔

(☆)

''اماں کو اٹھاؤ تو' کھانا نہیں کھائیں گی؟'' انوشا کو فکر ہونے لگی۔ رات ہوگئی تھی لیکن منزہ ابھی تک کمرے سے نہیں نکلی تھیں۔ ان کی بے آرامی محسوس کرکے دونوں نے انہیں تنگ نہیں کیا تھا لیکن اب کافی دیر ہوچکی تھی۔

''میں دسترخوان لگاتی ہوں' تم انہیں اٹھاؤ۔'' انوشا نے اسے ذمہ داری سونپ کر کچن کی راہ لی۔ ماورا یحیٰی سر ہلا کر منزہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

منزہ دروازے کی طرف پیٹھ کیے لیٹی ہوئی تھیں۔ ماورا یحیٰی کمرے میں داخل ہوکر ان کے پلنگ تک آئی تھی۔ ان کے سامنے بیٹھ کر وہ نرمی سے ان کے بازو پہ ہاتھ رکھ گئی تھی۔

''کیا ہوا ہے اماں' آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' ماورا ان کی غائب دماغی اور خالی خالی نظروں سے گھبرا سی گئی۔ صبح تک تو وہ ٹھیک تھیں' لیکن اب چند گھنٹوں میں جیسے بجھ سی گئی تھیں۔ جانے بیٹھے بٹھائے انہیں کیا ہوجاتا تھا۔ وہ آرام کا کہہ کر کمرے میں لیٹتی تھیں اور اٹھتے وقت پہلے سے کہیں زیادہ نڈھال ہوتی تھیں۔ ماورا یحیٰی پوچھنے کے ساتھ ان کی پیشانی پہ ہاتھ لگا کر حرارت محسوس کرنے کی سعی کررہی تھی۔

''جسم گرم ہورہا ہے آپ کا...... بخار محسوس ہورہا ہے کیا؟'' وہ فکرمندسی ہوئی۔

''ارے نہیں' چادر اوڑھ کر لیٹی رہی ہوں اس لیے جسم گرم لگ رہا ہے۔'' منزہ حواس میں لوٹ آئی تھیں' وہ اس کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں کہ وہ رو رہی ہیں لیکن سوجی آنکھیں سب ظاہر کرگئی تھیں۔

''اماں...... آپ رو رہی ہیں لیکن کیوں؟'' وہ حیران ہوئی۔

''میں کب روئی۔'' انہوں نے جھٹلانا چاہا لیکن آواز میں بدلاؤ نے انہیں بھی احساس دلا دیا کہ بہتے آنسوؤں نے ہر مقام پہ اپنا نشان چھوڑا ہے۔

''شاید بابا اور ان کی تصویر کا ذکر چھیڑ کر ہم نے آپ کو دکھی کردیا۔'' ماورا یحیٰی کو جیسے سراغ مل گیا تھا۔ وہ خوش تھیں لیکن ان دونوں نے جب سے سپر اسٹور میں ملنے والے شخص کے متعلق ذکر کرکے یحیٰی فراز کی تصویر دکھانے کا تقاضا کیا تھا تب سے منزہ بجھی بجھی نظر آنے لگی تھیں۔ اکثر ہی کسی نا کسی ذکر پہ وہ کھو جاتی یا دکھی ہوکر کمرا نشین ہوجاتی تھیں۔

''اماں' آپ بابا سے بہت محبت کرتی تھیں؟'' ماورا یحیٰی کو جیسے جاننے میں دلچسپی ہوئی۔ منزہ جس طرح ان کے ذکر پر ٹوٹ جاتی تھیں' اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان کے عشق میں گرفتار تھیں اور ان کی دوری کا احساس انہیں توڑ پھوڑ دیتا تھا۔

''بتائیں ناں اماں آپ بابا سے بہت محبت کرتی تھیں؟'' ماورا یحیٰی نے ایک بار پھر سوال دہرایا۔

''کیوں نہیں کرتی ہوں گی' اتنے تو ہینڈسم ہیں ہمارے بابا۔'' انوشا بھی چلی آئی تھی۔ وہ دسترخوان لگا چکی تھی اور اب ان دونوں کو بلانے کی غرض سے آئی تھی۔ ماورا یحیٰی کا سوال سن کر اس نے بے ساختہ جواب دیا تھا۔ منزہ کی نظروں میں تصویر لہرا گئی تھی۔

''وجاہت و شجاعت کا نمونہ...... مرنے مارنے کو تو وہ ہر گھڑی تیار رہتا تھا۔''

''بتائیں ناں اماں آپ بہت محبت کرتی تھیں ناں بابا سے۔'' ماورا یحیٰی مصر ہوئی۔

''شرم کرو لڑکی' ماں سے کیسے سوال کررہی ہو۔'' منزہ نے مسکرا کر ذرا رعب سے کہا تو ان کی مسکراہٹ سے دونوں نے ہاں ہی اخذ کیا۔

لیلیٰ نواز

السلام علیکم! دوستوں کیسے ہیں آپ سب؟ میرا نام لیلیٰ نواز ہے‘ پہلی بار انٹری دی ہے۔ 25 اگست 1998ء کو شہر سرگودھا میں پیدا ہوئی۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے‘ میرا چوتھا نمبر ہے۔ بڑی آپی کی شادی ہوگئی ہے اور ان کے کیوٹ سے دو بچے ہیں۔ آنچل سے پانچ سال کا رشتہ ہے‘ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ فیورٹ کلر میرون ہے اور کوکنگ بہت شوق سے کرتی ہوں۔ کھانے میں جو مل جائے کھالیتی ہوں اور نماز پانچ وقت کی پڑھتی ہوں‘ گفٹ لینے اور دینے کا بہت شوق ہے‘ لباس میں شلوار قمیص اور فراک بہت پسند ہے۔ اب آتے ہیں موسم کی طرف سردی کا موسم بہت پسند ہے‘ گلاب کا پھول فیورٹ ہے اور زندگی میں ایک بار سمندر کے ساحل پر جانا چاہتی ہوں اور حج کرنا چاہتی ہوں۔ آخر میں ایک بات کہنا چاہوں گی ”جب تک آپ دوسروں کی عزت نہیں کریں گے۔ آپ کی عزت بھی کوئی نہیں کرے گا‘ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا‘ اللہ حافظ۔

”چلو دستر خوان پہ بیٹھو رزق کو انتظار نہیں کرواتے۔“ منزہ اٹھ کر بیٹھ گئیں‘ ماورا اور انوشا ان کی تقلید میں دستر خوان تک آ گئی تھیں۔

”میں نے محبت ہی تو نہیں کی تم سے۔“ ماورا کے سوال کا جواب ایک ہچکی کی صورت دل میں کھپ گیا تھا۔

(☆)

تھوڑی دیر کا کہا گیا انتظار جب گھنٹوں کا سفر کرنے لگا تو گھڑی کی سوئیوں کی طرح اس کے غصے کا گراف بھی بڑھنے لگا۔ سیل فون چارج پہ لگا کر وہ کمرے سے نکلی‘ ارادہ سبحان آفندی کی خیریت مطلوب کرنے کا تھا۔ شومئی قسمت کہ وہ اسے اسی طرف آتا دکھائی دیا۔ عیشال جہانگیر کے دونوں ہاتھ لڑاکا عورتوں کی طرح دائیں بائیں کمر پر ٹک گئے تھے۔ اسے راستے میں کمر پہ ہاتھ دھرے دیکھ کر سبحان آفندی قریب آ کر رکا تھا۔

”سچ بتاؤ کہاں جا رہے ہو......؟“ پاؤچ سے نظر ہٹا کر وہ اس کی تیاری پہ بغور کمعٹ کر رہی تھی۔ دلفریب خوشبوؤں میں بسا وہ اس کی مشکوک نظروں کی زد میں تھا۔

”ایمان داری سے کہوں تو مجھے بھی اس سفر کا علم نہیں کہ داجان کس نیت سے اچانک یہ پلان بنا گئے اور کہاں جا رہے ہیں۔“ اس نے پوری سچائی سے بتایا۔

”ہوں......“ تو وہ پُرسوچ انداز میں لبوں کو دائرے میں گردش دینے لگی۔

”ہو سکتا ہے سزا کے طور پر تمہارے لیے داجان لڑکا دیکھنے جا رہے ہوں شہر تاکہ تمہیں حویلی بدر کیا جا سکے۔“ اس نے شرارتاً کہا تو ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر کیے بغیر عیشال جہانگیر کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔

”اور تم ساتھ میں اس لڑکے کا انٹرویو لینے جا رہے ہو‘ میٹرک کس دن میں کیا‘ کوئی نشہ تو نہیں کرتے‘ ہے ناں؟“ جل بلا کر اس نے پوچھا۔ تیکھے چتونوں سے اسے گھور رہی تھی...... سارا دن کے اعصاب شکن سوچوں کے بعد سبحان آفندی اس سفر پہ اندر ہی اندر بے حد الجھا ہوا تھا۔ ابھی بھی اس کی تفتیش پہ یہ جملہ اس کے منہ سے بلا ارادہ نکل گیا تھا۔ صرف اسے ستانے کے لیے لیکن اس کے ری ایکشن نے اسے قہقہہ لگانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

”کوئی مضائقہ بھی نہیں اس میں...... آخر کو لڑکی والوں کی طرف سے کسی ناں کسی کو تو یہ سوال کرنا ہی ہے ناں...... میں سہی...... اور تمہیں تو خبر ہے میرا انتخاب تو ہمیشہ سے اعلیٰ ہی ہوتا ہے۔“ سبحان آفندی نے جیسے اس کی جان

جلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔
"اگر تم نے بھولے سے بھی ایسا کچھ کیا تو میں اس حویلی کو آگ لگانے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں کروں گی۔"
وہ ایک دم سے شعلہ جوالا بن گئی۔ وارننگ دیتے از حد سنجیدہ تھی۔ سبحان آفندی نے بے حد دلچسپی سے اس کی دھمکی کو سنا' اس کے انداز کو ملاحظہ کیا تھا۔ حد سے زیادہ جذباتیت بھی پاگل پن ہوتا ہے اور وہ پاگل ہی تھی اسے بہت اچھی طرح اندازہ تھا۔
"چلو یہ بھی ان گناہ گار آنکھوں کو دکھا دیں گے۔" وہ مسکراتے ہوئے بائیں سائیڈ مڑ کر زینے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ کوئی سخت سی بات کرنے لگی تھی مگر وہ سفر کو نکل رہا تھا تب ہی اس کی زبان پکار بیٹھی۔
"سبحان......"
"جی حکم......" وہ نیچے جاتی سیڑھیوں کے دوسرے اسٹیپ پہ تھا' جب ایک ثانیے کو رک کر گردن دائیں طرف گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ سرعت سے شانے پہ پڑا دوپٹا سر پہ لیتی وہ جلدی جلدی زیر لب کچھ پڑھتی تیزی سے گرل تک آئی اور اس پر پھونک مارنے کے لیے گرل پہ قدرے جھکی۔
"تم خود بھی دعائیں پڑھ کر حصار کر لینا' اب جاؤ' داجان انتظار کر رہے ہوں گے۔ اللہ کی امان میں۔" وہ جس معصومیت سے چند سیکنڈ میں یہ سارا عمل کر گئی تھی سبحان آفندی نظر اٹھا کر اسے بس دیکھتا رہ گیا تھا۔

(☆)

وہ پورچ تک آیا تو چودھری حشمت اسے وہیں ٹہلتے ہوئے مل گئے۔
"ماشاء اللہ...... بڑا وجیہہ لگ رہا ہے ہمارا پوتا۔" چودھری حشمت نے بھی سراہا تو وہ بے ساختہ جھینپ گیا۔
"بھئی سچی بات ہے اللہ نے ہمیں بیٹے وجیہہ دیے تو اصل سے سود تو لاجواب ہوگا ہی...... ایک شاہ ہے اور ایک تم...... ہماری تو نظریں ہی تم دونوں پہ زیادہ نہیں ٹکتیں کہ کہیں ہماری ہی نظر نا لگ جائے۔"
"داجان...... جب آپ آج تک اتنی سحر انگیز پرسنالٹی رکھتے ہیں' ماشاء اللہ اتنے ایکٹو ہیں تو ہم پہ تو آپ کے خون کا ہی اثر ہونا ہے ناں۔" سبحان آفندی احتراماً ان کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ وا کر گیا تھا۔
چودھری حشمت کو دونوں پوتوں کی سعادت مندی اور احترام دینے کا انداز مزید ان کی کمزوری بنا گیا تھا۔ ایک پوتا ان کے حکم پہ کراچی کے سفر پہ تھا تو دوسرا سارے دن کی تھکن کے باوجود ماتھے پہ شکن لائے بنا خوش دلی سے سفر کو تیار تھا۔ جب کہ کھیتوں کے لیے وہ چودھری فیروز کو مقرر کر کے جا رہے تھے۔
"شاہ سے کوئی بات ہوئی تمہاری؟" چودھری حشمت فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئے تو دروازہ بند کرتے سبحان آفندی گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر براجمان ہو گیا۔
"جی ہوئی تھی...... شاہ تو شنائیہ جی کو چھوڑتے ہی واپسی کے لیے نکل رہا تھا' وہ تو چچا بخت نے اصرار کر کے روک لیا' شاہ کہہ رہا تھا صبح ہی نکل جائے گا۔" سبحان آفندی اگنیشن میں چابی لگاتے شاہ زر شمعون سے ہوئی گفتگو گوش گزار کر رہا تھا۔ شاہ زر شمعون نے اسے کال کر کے اطلاع دی تھی جب وہ کھیتوں میں تھا۔
"ہاں' اچھا کیا بخت نے' شاہ کو کب اپنی پروا ہوتی ہے...... وہ شام تک لوٹ آئے گا تو ہم بھی تب تک لوٹ ہی آئیں گے۔" چودھری حشمت اندازہ لگاتے ہوئے بولے۔ سبحان آفندی پوچھنا تو چاہتا تھا وہ کہاں اور کیوں جا رہے ہیں لیکن چپ رہا۔
رات گہری ہونے لگی' ہر سو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ چاند کی ابتدائی تاریخ تھی...... ابھی وہ حویلی کے حدود میں ہی

تھے جب سمہان آفندی کے نمبر پہ شاہ زرشمعون کی کال آنے لگی۔

''شاہ کی کال آ رہی ہے ماشاءاللہ کتنی لمبی عمر ہے۔'' سمہان آفندی نے خوشگواری سے کہا۔

''ماشاءاللہ! دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔'' چودھری حشمت نے کہا اور سمہان آفندی نے کال پک کرلی۔

''کتنی لمبی عمر ہے شاہ! ابھی میں اور داجان تمہارا ہی ذکر کررہے تھے۔'' سمہان آفندی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بہت اچھا جناب! محبت ہے آپ کی...... تم نے دل سے یاد کیا اور شاہ آ گیا...... اس وقت داجان کے پاس کیا کررہے ہو؟'' شاہ زرشمعون نے محبت سے کہتے ہوئے استفسار کیا۔

''داجان کو لے کر شہر جارہا ہوں۔'' اس نے پروگرام سے آگاہ کیا۔

شاہ زرشمعون شطرنج کی بازی جیتنے کے بعد اپنے کمرے میں آرام کرنے آیا تھا۔ اسے حویلی کی فکر لگی رہتی تھی، تب ہی اس نے سمہان آفندی کو کال کی کہ ایک وہی تھا جسے وقت بے وقت کال کرسکتا تھا۔

''خیریت یوں اچانک شہر......؟'' شاہ زرشمعون متفکر ہوا۔

''میں لاعلم ہوں۔'' اس نے اپنی پوزیشن بتائی۔ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے سمہان آفندی متوازن اسپیڈ سے گاڑی چلاتے دوسرے ہاتھ سے سیل فون کان سے لگائے بات کررہا تھا۔ یوں بھی چودھری حشمت کی موجودگی میں وہ تیز رفتاری سے ڈرائیو نہیں کرسکتا تھا۔ اس کی نظریں اردگرد کا جائزہ بھی لے رہی تھیں۔

اچانک برق رفتاری سے دو جیپ دائیں اور بائیں سے نمودار ہوئی تھیں۔ جیپ کے نمودار ہوتے ہی اندھادھند فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ ایک سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں سمہان آفندی نے فون والا ہاتھ کان سے ہٹا کر چودھری حشمت کی گردن کے گرد کر کے انہیں جھکایا تھا۔ ساتھ ہی دائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ چھوڑ کر اس نے گاڑی کے خانوں سے اپنے دونوں پسٹل نکال لیے تھے۔ دونوں جیپ اب ان کی گاڑی کی سیدھ میں قریب آ رہی تھی۔ سمہان آفندی کے ہاتھ سے سیل فون گر کر چودھری حشمت کی گود میں آ گرا تھا۔ گولیوں کے شور سے علاقہ گونج اٹھا تھا۔ کال پہ موجود شاہ زرشمعون گولیوں کی آواز سن کر بے ساختہ چیخنے لگا تھا۔

''داجان...... سمہان......!'' لیکن اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اب کے فائر کی آواز بے حد قریب سے آئی تھی۔ سیل فون پہ اس کی گرفت سخت ہوئی تھی۔ اعصاب بری طرح کشیدہ ہوگئے تھے۔ صرف گولیوں کی گھن گرج تھی...... داجان اور سمہان آفندی کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔

''سمہان......!'' شاہ زرشمعون پوری قوت سے چلایا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

نظیر فاطمہ

ریحان دفتر سے واپسی پر حسب معمول سیدھا لاؤنج میں آیا لیکن خالی لاؤنج منہ چڑا رہا تھا۔ بابا جان ہر روز اس وقت یہیں پر ہوتے تھے اور ٹی وی پر نیوز یا کوئی ٹاک شو دیکھ رہے ہوتے تھے۔ ریحان نے ہاتھ میں پکڑا سامان اور اپنا لیپ ٹاپ بیگ میز پر رکھا اور وہیں بابا جان کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو ایک نظر دیکھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر کمرے میں جھانکا' بابا جان وہاں بھی نہیں تھے' واش روم کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ وہ واپس مڑا اور لاؤنج میں آ کر اپنی کل وقتی ملازمہ کو آوازیں دینے لگا۔

"فریدہ خالہ...... فریدہ خالہ۔"

"جی ریحان بیٹا۔" فریدہ خالہ اپنے گیلے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتی کچن سے نکلی تھیں۔

"بابا جان کہاں ہیں؟" ریحان نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے پوچھا۔

"صاحب جی' لان میں ہیں۔ میں آپ کے لیے چائے لاؤں؟" انہوں نے اطلاع دے کر ساتھ ہی سوال کیا۔

"جی...... میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ آپ چائے لان میں ہی لے آیئے گا۔" وہ اپنا سامان اور بیگ اُٹھا کر سیڑھیاں چڑھ گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

ریحان فریش ہو کر ٹراؤزر ٹی شرٹ میں ملبوس لان میں چلا آیا۔ بابا جان ڈھیلے ڈھالے شلوار کرتے میں ملبوس پوری تندہی سے پودوں کی کانٹ چھانٹ میں مصروف تھے۔

"السلام علیکم بابا جان!" اُس نے قریب آ کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام برخوردار!" انہوں نے مصروف سے انداز میں سلام کا جواب دیا۔ فریدہ خالہ چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر واپس چلی گئی تھیں۔

"بابا جان...... آئیں چائے پی لیجیے' میں نے یہیں منگوالی ہے۔" ریحان نے انہیں کندھوں سے تھاما۔

"تم بیٹھو' میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔" وہ اپنا کام مکمل کر چکے تھے سو انہوں نے چیزیں سمیٹ لیں۔ بابا جان آ کر بیٹھے تو ریحان نے اُن کو چائے کا کپ پکڑایا' پھر اپنے لیے چائے نکال کر سیدھا ہوا۔

"بابا جان...... آپ آج کل پودوں سے کچھ زیادہ محبت نہیں کرنے لگے؟" ریحان نے مسکرا کر انہیں چھیڑا۔

"تو کیا کروں؟ سارا دن گھر میں اکیلا بور ہوتا رہتا ہوں' اب پودوں سے بھی دل نہ لگاؤں۔ تم تو میری کوئی بات مانتے ہی نہیں ہو کتنی بار کہا ہے کہ......"

"پلیز بابا جان...... اس وقت یہ موضوع مت چھیڑیے گا۔" اُن کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ریحان بول اُٹھا۔ بابا جان نے سر ہلا کر چائے کا کپ لبوں سے لگالیا۔

☆☆☆......☆☆☆

اعظم خان (بابا جان) کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ سب سے بڑا ریحان' پھر آیان اور سب سے چھوٹی ماریہ۔ اعظم خان کی اہلیہ آٹھ سال پہلے انتقال کر گئی تھیں۔ آیان اور ماریہ دونوں شادی شدہ تھے۔ آیان کے دو بچے تھے اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بیرون ملک رہتا تھا۔ ماریہ اسی شہر میں بیاہی تھی اس کی ایک بیٹی تھی۔ دونوں اپنی اپنی زندگیوں میں خوش باش تھے۔ بس ایک ریحان ہی تھا جو اب تک اکیلا تھا۔ اُس کی ایسی بے رنگ زندگی اُس کے چاہنے والے باپ اور بہن بھائیوں کے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ تھی۔ وہ اپنی طرف سے خود کو محبت کرنے کی سزا دے رہا تھا۔ وہ انتظار کر رہا تھا اُس

وقت کا جب یہ پچھلی محبت اس کا دامن چھوڑ دے گی مگر وہ یہ بات نہیں جانتا تھا کہ محبت جب ایک بار کسی کا دامن پکڑ لے تو پھر کبھی نہیں چھوڑتی' مرنے کے بعد بھی نہیں' وہ کفن کی طرح اس کے ساتھ لپٹ کر قبر میں اُتر جاتی ہے مگر قبر میں ساتھ اُترنے والی محبت ''اصلی محبت'' ہوتی ہے جو بغیر کسی لالچ یا غرض کے کی جاتی ہے' جس میں کچھ لینے کی چاہ نہیں ہوتی' بس نوازتے چلے جانے کا ظرف ہوتا ہے لیکن اس نے جو محبت کی تھی وہ محبت تھوڑی تھی۔ ہاں وہ محبت کب تھی؟ وہ تو ایک سودا تھا جس میں دوسرے فریق نے دھوکے سے صرف لینے کی پلاننگ کی تھی۔ محبت تو ہوتی ہی سچی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے...... مگر آج کل محبت کرنے والے سچے نہیں رہے۔

بدقسمتی سے ریحان کا پالا بھی ایک ایسی لڑکی سے پڑا تھا جو محبت کے پردے میں چھپ کر مادی چیزوں کا حصول چاہتی تھی اور کون جانے ریحان نے بھی محبت کی تھی یا وہ وقتی لگاؤ اور پسندیدگی کو محبت سمجھ بیٹھا تھا۔ بہر حال جو بھی تھا وہ آج بھی اس محبت کو بھول نہیں سکا تھا وہ اس کے اندر کہیں سسکتی رہتی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

''بابا جان...... آپ نے ریحان بھائی سے بات کی؟'' اعظم خان آج اپنی بیٹی سے ملنے آئے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی جب اچانک اُس نے بابا جان سے سوال کیا۔

''میں تو اکثر بات کرتا رہتا ہوں مگر وہ سنے تب ناں۔'' انہوں نے لاچاری سے کہا۔

''تو آپ اُن پر سختی کریں ورنہ وہ ہاتھ آنے والے نہیں ہیں۔ اب اس کا کیا مطلب ہے کہ......'' ماریہ کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ماہم اسے پکارتے ہوئے

لاؤنج میں چلی آئی۔ بابا جان کو دیکھ کر مسکرائی۔

"السلام علیکم انکل...... کیا حال ہے آپ کا؟" ماہم نے آگے بڑھ کر سران کے سامنے جھکایا۔

"وعلیکم السلام بیٹا! تم کیسی ہو اور گھر میں سب خیریت ہے؟" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سامنے سنگل صوفے پر ٹک گئی۔ بابا جان نے اس کی طرف دیکھا۔ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے پُروقار سی نظر آرہی تھی۔ وہ پہلے بھی ماریہ کے ہاں اس سے دو چار بار مل چکے تھے۔ ماہم کا خاندان پچھلے پچیس سالوں سے ماریہ کے سسرال کے پڑوس میں آباد تھا۔ دونوں خاندانوں کے تعلقات بہت اپنائیت اور خلوص پر مبنی تھے۔ ماہم ماریہ سے تقریباً چار سال بڑی تھی مگر دونوں میں گہری دوستی تھی۔ کچھ دیر بات چیت کے بعد ماہم نے ماریہ کو مخاطب کیا۔

"ماریہ...... میں زینا کو لینے آئی تھی۔ کہاں ہے وہ نظر نہیں آرہی؟" اُس نے ماریہ کی بیٹی کا نام لیا۔

"وہ تو سوگئی ہے۔" ماریہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو پھر میں چلتی ہوں۔ امی اکیلی ہیں اُٹھیں تو پلیز اسے میری طرف بھیج دینا۔" ماہم نے اُٹھتے ہوئے بات مکمل کی۔

"انکل...... آپ کسی دن ہمارے گھر بھی آیئے ناں۔" اُس نے رخصت لیتے ہوئے بابا جان کو دعوت دی۔

"ضرور آؤں گا تم بھی میری بیٹی ہی ہو۔" انہوں نے دل سے کہا۔ انہیں یہ سلجھی ہوئی سنجیدہ سی لڑکی بہت اچھی لگتی تھی ورنہ آج کل لڑکیوں کی اکثریت کو نہ بڑے چھوٹے کی تمیز تھی نہ پہننے اوڑھنے اور اُٹھنے بیٹھنے کی۔ بابا جان اس کے جانے کے بعد بھی اس کے بارے میں سوچتے رہے۔

"ماریہ...... ماہم بڑی اچھی اور سلجھی ہوئی بچی ہے۔" انہوں نے چینل سرچنگ میں مصروف ماریہ کو مخاطب کیا۔

"یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔ انکل کے جانے کے بعد اس نے جس طرح آنٹی کو سنبھالا ہے قابل ستائش ہے۔ بھائی تو دونوں باہر سیٹل ہیں انکل کے جنازے تک میں شریک نہیں ہوسکے تھے۔ بینک میں اچھی پوسٹ پر کام کررہی ہے مگر تکبر نام کو نہیں۔ سادہ طبیعت اور محبت کرنے والی میری زینا سے بہت پیار کرتی ہے۔ جس گھر میں جائے گی اُجالا کردے گی۔" ماریہ تو پہلے ہی ماہم سے بے حد متاثر تھی۔ بابا جان کی بات کے جواب میں اُس نے ماہم کی خوبیوں بیان کیں۔

"تو پھر یہ اُجالا ہم اپنے گھر میں کیوں نہ کرلیں؟" انہوں نے استفہامیہ انداز اپنایا۔

"کیا مطلب؟" ماریہ ایک لمحے کو اُلجھی اور پھر بات سمجھ میں آنے پر اُٹھ کر بابا جان کے قریب بیٹھ گئی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ ریحان بھائی؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"ہوں...... مجھے لگتا ہے ہمارے گھر بلکہ ریحان کو ایسی ہی سنجیدہ اور بردبار لڑکی کی ضرورت ہے۔" انہوں نے ماریہ کے ادھورے سوال کا جواب دیا۔

"مگر ریحان بھائی مانیں تب ناں۔" ماریہ مایوس سی ہوئی۔

"یہ اب تم مجھ پر چھوڑ دو۔" انہوں نے گویا پورا منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

"ریحان...... میں چاہتا ہوں کہ اب تمہاری شادی کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں۔" رات کھانے کی میز پر بابا جان نے اس سے بات کی۔ وہ پلیٹ میں کھانا نکال رہا تھا۔ ان کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے رُک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر بغیر کچھ کہے اپنی پلیٹ میں کھانا نکال کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

"میں تم سے بات کررہا ہوں ریحان۔" اس کی خاموشی پر وہ قدرے جھنجلائے۔

"میں نے آپ سب سے کتنی بار کہا ہے کہ اس موضوع کو ہمیشہ کے لیے بند کردیں۔" وہ ٹھنڈے لہجے

میں کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"کیوں کلوز کردوں؟" بابا جان نے چمچ پلیٹ میں رکھ کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"آپ سب کچھ جانتے ہیں پھر بھی پوچھ رہے ہیں۔" اس نے مبہم سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے......؟ ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے۔ دنیا کسی ایک لڑکی پر ختم نہیں ہو جاتی۔" اب کے بابا جان کو جلال آیا' سو انہوں نے قدرے سخت لہجہ اپنایا۔

"دنیا تو ختم نہیں ہوجاتی لیکن مجھے یہ ضرور معلوم ہوگیا ہے کہ سب لڑکیاں ایک سی ہوتی ہیں' لالچی اور دولت کے پیچھے بھاگنے والیں۔" ریحان کا لہجہ زہر خند تھا۔

"جس طرح کسی ایک مرد کے غلط ہونے سے سارے مرد غلط نہیں ہوتے اسی طرح کسی ایک لڑکی کے لالچی ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ساری لڑکیاں ہی ایسی ہوں۔ ہر کسی کی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ دنیا میں جہاں بدفطرت لوگ ہیں وہاں نیک فطرت لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ بس دیکھنے والی ایسی آنکھ چاہیے جو نیک اور بد کو پرکھ سکے۔" بابا جان نے اس کے اعتراض کو ذرا برابر اہمیت نہ دی۔

"تو اب میں ایسی آنکھ کہاں سے لاؤں؟" ریحان کا انداز قدرے تمسخرانہ تھا وہ گویا اپنا مذاق خود اڑا رہا تھا۔

"اس دفعہ تمہارے لیے لڑکی میں خود پسند کروں گا اور اللہ کا شکر ہے کہ میرے پاس کسی کی نیک فطرت کو جانچنے والی آنکھ ہے۔" بابا جان نے بے حد سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

"آپ کھانا کھائیں پلیز' اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔" ریحان کا انداز صاف ٹالنے والا تھا۔ اس کے اس انداز پر بابا جان نے اپنے سامنے سے پلیٹ کھسکائی اور کرسی کو زور سے پیچھے دھکیل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”پانچ سال پہلے تم نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے تم پر شادی کے لیے زور ڈالا تو تم یہ گھر چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور آج میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اب اگر تم نے شادی سے انکار کیا تو میں یہ گھر چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے آیان کے پاس انگلینڈ چلا جاؤں گا اور اپنی صورت تمہیں دوبارہ کبھی نہیں دکھاؤں گا۔“ وہ غصے سے کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے اور دروازہ لاک کرلیا......

ریحان وہیں بیٹھا بابا جان کے رویے پر غور کرتا رہ گیا۔ بابا جان کسی معاملے میں حتمی فیصلہ کرلینے کے بعد ہی ایسا دو ٹوک اور سنجیدہ رویہ اختیار کرتے تھے۔

ریحان اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ وہ مسلسل بابا جان کی دھمکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو درحقیقت دھمکی نہیں تھی۔ وہ واقعی ایسا کرگزرتے اور یہ اسے کسی طرح منظور نہ تھا کہ اسے اپنے بابا جان بہت عزیز تھے۔ وہ اُن کی ناراضگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور جو فیصلہ وہ اسے کرنے کے لیے کہہ رہے تھے وہ بھی اس کے لیے آسان نہیں تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

ریحان بابا جان کی سب سے بڑی اولاد تھا۔ وہ چارمنگ سے بابا جان اور خوب صورت سی رابعہ بیگم کا قدرے عام سی شکل و صورت کا بچہ تھا۔ اس کے باقی دونوں بہن بھائی اپنے ماں باپ کی طرح سرخ و سفید تھے۔ جو بھی اسے دیکھتا حیرت کا اظہار کیے بغیر نہ رہتا۔ اپنے ماں باپ کو تو وہ بہت پیارا تھا لیکن وہ ان لوگوں کا کیا کرتے جو ہر موقع پر اسے اس کی کم صورتی کا احساس دلاتے تھے۔ وہ بدصورت تو ہرگز نہیں تھا بس خوب صورت لوگوں کے خاندان میں ایک عام شکل لے کر پیدا ہوا تھا اور لوگوں نے اس چیز کو اس کے لیے طعنہ بنادیا تھا۔ وہ بچہ تھا' لوگوں کے اس رویے پر دن بدن حساس ہوتا گیا اور اپنے ماں باپ کے سمجھانے کے باوجود احساس کمتری کا شکار ہونے لگا تھا۔ ریحان بہت ذہین بچہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ اسکول سے ہی پڑھائی اور کھیل کے میدان میں اپنی قابلیت کے جھنڈے گاڑھنے لگا تو لوگوں کی توجہ اس کے ظاہر سے جیسے ہٹنے لگی۔ اب لوگ اسے ملتے تو اس کی ذہانت اور کامیابیوں کی تعریف کرتے۔ یہ چیز ریحان کے لیے خوشی کا باعث بننے لگی اور آہستہ آہستہ وہ احساس کمتری سے باہر نکلنے لگا۔ اسے یہ احساس ہوگیا تھا کہ وہ کتنی بھی کوشش کرلے وہ اپنی شکل نہیں بدل سکتا' ہاں وہ ایسے کام ضرور کرسکتا ہے جو اس کی شخصیت کو اتنا نمایاں کردیں کہ لوگوں کو انہی چیزوں کو سراہنے سے فرصت نہ ملے اور وہ اپنی عام شکل کے ساتھ ہر کسی کے لیے خاص ہوجائے' اور اس نے یہی کیا' ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس کے اندر اس کی کم شکلی کا احساس بالکل ختم ہوگیا تھا۔

یونیورسٹی پہنچتے تک اس کی شخصیت میں بڑا وقار' تمکنت اور سنجیدگی آگئی تھی۔ چھ فٹ سے نکلتا قد' چہرے پر ذہانت کی چمک اور اس کی اچھی عادات نے اسے سب کی نظروں کا مرکز بنادیا تھا۔ بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لینے کے بعد اس نے اپنے بابا جان کا بزنس سنبھالنے کی بجائے اپنا ذاتی بزنس شروع کیا۔ اس نے اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں سے دو سال کے عرصے میں اس بزنس کو نہ صرف کامیابی سے بڑھایا بلکہ اس کو اچھا خاصا پھیلا بھی لیا تھا۔ ریحان کو اپنے آفس کی اسلام آباد برانچ کے لیے مینیجر کی ضرورت تھی۔ اس نے اپنے یونیورسٹی فیلو اور دوست قیصر کو وہاں کا انتظام سنبھالنے کے لیے منتخب کیا۔ قیصر لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا۔ محنتی اور ذہین تھا۔ وہ کسی پرائیویٹ کمپنی میں کم تنخواہ پر اسسٹنٹ مینیجر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ ریحان نے اسے تین گنا تنخواہ اور دیگر مراعات کے ساتھ اسلام آباد بھیج دیا۔

”ریحان...... میری ایک کزن ہے مہرین' ایم کام کیا ہے۔ اسے نوکری کی ضرورت ہے۔ لاہور برانچ میں اکاؤنٹنٹ کی سیٹ خالی ہے اگر تم اسے وہاں ایڈجسٹ کرلو تو بہت مہربانی ہوگی۔ وہ بہت محنتی اور ذہین ہے۔ تمہیں شکایت کا موقع نہیں دے گی۔“ ریحان خود بھی

لاہور برانچ میں ہی ہوتا تھا۔ مہرین اس سیٹ پر کام کرنے لگی۔ آتے جاتے دیگر ورکرز کے ساتھ اس سے بھی ریحان کی دعا سلام ہو جاتی تھی۔ وہ بے حد خوب صورت لڑکی تھی اور کچھ اسے پہننے اوڑھنے کا سلیقہ تھا کہ وہ آفس میں سب سے ممتاز نظر آتی تھی۔ مہرین کو یہاں کام کرتے ہوئے چھ ماہ ہو گئے تھے۔ وہ بہت محنت اور توجہ سے اپنا کام کر رہی تھی۔ ذمہ دار اتنی کہ کسی فائل پر سائن کروانے ہوتے تو چپڑاسی کی بجائے خود ریحان سے سائن کروا لیتی۔ مہرین فائل لے کر ریحان کے آفس میں آئی تو بہت اُداس اور پریشان تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے تھوڑی دیر پہلے روئی بھی ہو۔ ریحان نے فائل پر سائن کرتے اس کی طرف بڑھائی تو اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ ایک تو حسن دوسرا سوگوار۔ اس کا دل ڈوب کر اُبھرا۔ اسے اپنی طرف یوں متوجہ دیکھ کر مہرین کرسی پر بیٹھ کر رونے لگی۔

ریحان فوراً حواسوں میں آیا۔

”سب خیریت تو ہے مس مہرین؟“ وہ میز پر کہنیاں ٹکا کر اس سے پوچھ رہا تھا۔ مہرین روتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد خود پر قابو پایا۔ ریحان نے اس کی طرف ٹشو بڑھایا۔ وہ اسے تھام کر اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

”سر...... ہمارا مالک مکان، گھر خالی کرنے کو کہہ رہا ہے۔ میں اور امی ہی ہیں۔ فی الحال مکان مل نہیں رہا مگر وہ کہہ رہا ہے کہ اگر دو دن کے اندر گھر خالی نہ کیا تو وہ ہمارا سامان اُٹھا کر گلی میں پھینک دے گا۔ قیصر کی بھی میٹنگز چل رہی ہیں، وہ بھی نہیں آسکتا، ورنہ وہی کچھ کر لیتا۔ میں بہت پریشان ہوں۔“ مہرین نے سوں سوں کرتے بات مکمل کی۔ ریحان نے اسے پانی پلایا اور تسلی دی۔ ریحان نے دو دن کے اندر شہر کی ایک اچھی سوسائٹی میں ان کے لیے کرائے کے ایک اچھے گھر کا بندوبست کر دیا تھا۔ مہرین کے لیے اس گھر کا کرایہ افورڈ کرنا ممکن نہیں تھا مگر ریحان نے ”ہاؤس رینٹ“ کی مد میں اس کی تنخواہ میں اتنا اضافہ کر دیا کہ وہ کرایہ ادا کر سکے۔ ریحان کے دل میں مہرین کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔

نجانے ریحان کے احسانات کا احساس تھا یا کچھ اور کہ اس روز کے بعد سے مہرین اس کا بہت خیال رکھنے لگی تھی۔

”سر آپ نے چائے پی...... سر آپ تھوڑا آرام کر لیں...... سر مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی...... سر پلیز آپ اتنا کام مت کیا کریں۔“ اور ریحان کو اس کا اپنے لیے یوں فکر مند ہونا اچھا لگنے لگا۔

اب مہرین کا جو بھی مسئلہ ہوتا وہ بے دھڑک ریحان سے کہہ دیتی اور ریحان اس وقت تک چین سے نہ بیٹھتا جب تک اسے حل نہ کر لیتا۔ ریحان ایک دو بار مہرین کے گھر بھی گیا تھا۔ مہرین کی امی کے وقار اور رکھ رکھاؤ نے ریحان کو بہت متاثر کیا تھا۔ مہرین کے لیے اس کی پسندیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ وقت گزاری نہیں کر رہا تھا۔ وہ مہرین کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔

”مس مہرین...... آپ کہیں انگیج تو نہیں ہیں؟“ ریحان نے محتاط انداز میں بات شروع کی۔ وہ حسب معمول فائل پر سائن کروانے آئی تھی۔

”نہیں...... مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“ مہرین نے اُلجھ کر پوچھا تو ریحان نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنی پسندیدگی ظاہر کی جس سے اس کے چہرے پر سرخی سی چھا گئی۔

”سر...... آپ امی سے بات کر لیں۔ مجھے اُن کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔ میں خود سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔“ اس کا جواب سُن کر ریحان کو بڑی طمانیت محسوس ہوئی کہ وہ اتنی حسین ہونے کے باوجود اتنے مضبوط کردار کی لڑکی تھی۔ مرد خود خواہ جیسا بھی ہو بیوی اُسے خوب صورت اور مضبوط کردار والی ہی چاہیے ہوتی ہے۔

ریحان نے بابا جان اور امی سے بات کی تو وہ اس کی پسند کو اپنانے پر خوشی خوشی تیار ہو گئے کہ مہرین سے مل کر وہ بھی مایوس نہیں ہوئے تھے۔ ریحان نے قیصر سے بات کی تو وہ بہت خوش ہوا۔ پھر ان کی منگنی ہوئی۔ چھ ماہ بعد

شادی طے پائی تھی۔ وقت تیزی سے گزرا اور شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مہرین کی زیادہ تر شاپنگ ریحان نے اپنے ساتھ لے جا کر اس کی پسند سے کروائی تھی۔ اُس شام وہ جلدی فارغ ہوگیا تھا تو اُس نے سوچا کہ مہرین کو لے جا کر ویڈنگ ڈریس کا آڈر دے دیں۔ وہ مغرب کے بعد آفس سے نکلا تو مہرین کے گھر تک پہنچتے تک اندھیرا چھا گیا۔ وہ اسے سرپرائز دینا چاہتا تھا سو اسے اطلاع نہیں کی۔ مہرین کے گھر کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ قیصر کی گاڑی کھڑی تھی۔ مہرین کا کوئی بھائی نہیں تھا تو ان کی طرف کی شادی کی تیاریوں کی ذمہ داری قیصر پر تھی اور وہ تقریباً ہر ہفتے لاہور آجاتا تھا۔ ریحان قیصر سے مل لینے کے بارے میں پُرجوش ہو کر آگے بڑھا تو لان کی باڑ کے باہر جیسے اس کے پاؤں زمین نے پکڑ لیے۔ وہ قیصر اور مہرین تھے۔

''یار...... تم شادی کے بعد سچ مچ ریحان کی محبت میں مبتلا نہ ہو جانا۔'' یہ قیصر کی آواز تھی۔

''محبت اور اُس کم شکل انسان سے...... مجھے تو بس دو سال اس سے محبت کا ڈرامہ رچانا ہے پھر کافی ساری جائیداد اپنے نام کروا کے اس سے خلاصی حاصل کرنی ہے پھر ہم دونوں ہوں گے اور ایک پُرآسائش زندگی۔'' مہرین کی آواز نے گویا ریحان کو جلا کر خاک کر دیا تھا۔ مہرین کا ہاتھ قیصر کے کندھے پر اور قیصر کا بازو مہرین کی کمر کے گرد حائل تھا۔ دونوں دنیا کو بھلائے لان کے سنگی بنچ پر بیٹھے تھے۔

''ہاں...... لیکن یہ دو سال تم تو گزار دو گی اپنے اس شوہر کے پہلو میں اور میں کانٹوں بھرے بستر پر اکیلے۔'' قیصر نے اپنا چہرہ اس کے بالوں کے قریب کرتے ان کی خوشبو اپنے اندر اُتاری۔

''کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ کھونا تو پڑتا ہے ناں میری جان۔ ویسے بھی کبھی کبھی میں اور تم......'' ریحان کی برداشت کی حد بس یہاں تک ہی تھی۔ وہ اندھیرے سے نکل کر ان دونوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ ہونے کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔ حواس بحال ہوتے ہی دونوں بوکھلا کر کھڑے ہوگئے۔

''تمہیں تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔'' ریحان نے قیصر کو ہاتھ سے پرے دھکیلا۔

''یہ تمہاری گھٹیا' بیچ سوچ اور لالچ کے لیے......'' ریحان نے مہرین کے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا۔

''تم دونوں کو دولت چاہیے تھی تو ڈائریکٹ کہہ دیتے۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ اگر چند لاکھ تم لوگوں کو دے دیتا تو مجھے کوئی فرق نہ پڑتا۔ مگر تم نے میرے جذبوں اور دل کے ساتھ کھیل کر جو ظلم کیا ہے اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' ریحان نے مہرین کو دھکا دیا تو وہ بنچ پر لڑھک گئی اور وہ تیز تیز چلتے ہوئے گیٹ سے باہر نکل گیا۔ قیصر اسے فحش گالیاں دیتے ہوئے مہرین کو اُٹھانے لگا۔ دونوں کو اپنی بے عزتی سے زیادہ اپنے منصوبے کے ناکام ہونے کا دکھ ہورہا تھا۔

قیصر اور مہرین لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دونوں اپنے ماں باپ کی طرح محنت کی چکی میں پستے ہوئے زندگی نہیں گزارنا چاہتے تھے۔ وہ ایک پُرتعیش زندگی گزارنا چاہتے تھے جہاں دولت کی ریل پیل ہو' جہاں ایک ایک چیز' ایک ایک خرچے کے لیے سوچنا نہ پڑے۔ قیصر نے جب ریحان کے آفس میں کام کرنا شروع کیا تو اسے اس کی دولت کا اندازہ ہوا۔ پھر اس نے مہرین کے ساتھ مل کر اس کی دولت کا ایک بڑا حصہ اپنے نام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ دولت کے پیچھے قیصر نے اپنی غیرت ہی بیچ کھائی تھی کہ مہرین اس کی بچپن کی منگیتر تھی اور وہ اسے ہی مہرہ بنا کر دولت حاصل کرنے چلا تھا اور مہرین وہ بھی قیصر جیسی گھٹیا فطرت رکھتی تھی' اسی لیے خوشی خوشی اس کے اس مکروہ کھیل کا حصہ بن گئی تھی۔ وہ دونوں ''پوری'' کے لالچ میں ''آدھی'' بھی گنوا بیٹھے تھے۔ انسان کے اندر خواہشات کا پیدا ہونا غلط نہیں...... ہاں مگر ان کا

بے لگام ہو جانا غلط ہے۔ خواہشات بے لگام ہو جائیں تو پھر وہ انسان کو برائی کے راستے پر سرپٹ دوڑاتی ہیں اور آخر میں منہ کے بل گرا دیتی ہیں۔ وہ دونوں بھی اپنی بے لگام خواہشات کے ہاتھوں منہ کے بل گر پڑے تھے۔

اس کے بعد ریحان کا دل جیسے ویران ہو گیا تھا۔ اس کا اعتبار ٹوٹا تو پھر وہ دوبارہ کسی پر اعتبار ہی نہ کر سکا۔ رابعہ بیگم اس کی بربادی کا غم سینے سے لگائے دنیا سے چلی گئیں۔ ریحان نے خود کو بزنس میں مصروف کر لیا۔ تین سال تک وہ اس غم کا اشتہار بنا رہا پھر اس نے خود کو سنبھالا۔ اس کے سنبھلنے کے بعد بابا جان نے اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈالا تو اس نے گھر چھوڑنے کی دھمکی دے دی۔ اس کے بعد پانچ سالوں میں بابا جان نے اسے کئی بار سمجھایا تھا مگر یوں فورس نہیں کیا تھا مگر اب تو لگ رہا تھا کہ وہ آر یا پار کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس بار ریحان کو ہار ماننی ہی بنی۔

☆☆☆......☆☆☆

شادی کے لیے ہامی بھرنے کے بعد ریحان جیسے ہر چیز سے لاتعلق ہو گیا تھا' مگر بابا جان کو اس سے کوئی فرق نہ پڑا۔ انہوں نے اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر ساری تیاریاں خود کیں۔ شادی سے آٹھ دن پہلے آیان بھی اپنے بیوی بچوں سمیت پہنچ گیا۔ سب نے اس کی شادی میں خوب رونق لگائی۔ جی بھر کر اپنے ارمان نکالے۔ ہر کسی کا چہرہ خوشیوں سے چمک رہا تھا۔ سوائے ریحان کے۔

''السلام علیکم!'' ریحان شادی کی اولین رات ماہم سے مخاطب ہوا۔

''میرا خیال ہے کہ میاں بیوی کے رشتے کی شروعات سچائی اور خلوص سے ہونی چاہیے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں آپ کو اپنی بات کس طرح سمجھاؤں۔'' ریحان لمحہ بھر کو رُکا ماہم کا سر ابھی تک جھکا ہوا تھا مگر وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھی۔

''میں نے یہ شادی صرف بابا جان کی خواہش پر کی ہے۔ (کر ہی لی تھی تو اس کا اظہار میرے سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی) میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ اپنی ذمہ داری کو پورے خلوص سے نبھاؤں۔ (زبردستی کی ذمہ داریاں نرا بوجھ ہوتی ہیں) میں نے بابا جان کے کہنے پر یہ رشتہ قائم کیا ہے اور ان کے لیے اسے ہمیشہ نبھاؤں گا بھی مگر مجھے اس سب کے لیے تھوڑا وقت چاہیے۔ اس سلسلے میں مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہو گی (اور مجھے جو اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے وہ) آپ بہت سمجھ دار ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میرا ساتھ دیں گی (حیرت ہے آپ کو مرد ہو کر ایک عورت کے سہارے کی ضرورت پڑ رہی ہے) میں جانتا ہوں دولت عورت کی کمزوری ہوتی ہے (ہر عورت کی نہیں) آپ کی ہر ضرورت پوری ہو گی مگر مجھے اس رشتے کو قبول کرنے میں کچھ وقت لگے گا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے یہ وقت ضرور دیں گی (ساری اُمیدیں مجھے ہی پوری کرنا ہوں گی)'' ریحان کی ساری باتوں کے کہنے کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو ''مجھے تم سے کوئی دل چسپی نہیں'' وہ بات کے اختتام پر فوراً ہی وہاں سے اٹھ گیا۔

''اب آپ آرام کریں میں بھی سونا چاہتا ہوں۔'' وہ کپڑے سنبھالتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ریحان نے تھوڑی دیر کے لیے اس کی طرف دیکھا جو ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''ایک منٹ......'' ماہم ڈریسنگ روم کے دروازے پر تھی جب ریحان نے اسے روکا۔ اُس نے وہیں سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''یہ تمہارا منہ دکھائی کا گفٹ۔'' ریحان نے ایک چھوٹا سا خوب صورت کیس اس کی طرف بڑھایا۔ ماہم کو اس کے اس انداز پر غصہ تو بہت آیا لیکن جب بولی تو لہجہ پُرسکون تھا۔

''ٹیبل پر رکھ دیں۔'' اُس نے ڈریسنگ روم کا دروازہ بند کر لیا۔ ریحان کیس ہاتھ میں پکڑے کھڑا رہ گیا۔ اسے اس جواب کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ اس نے کیس ٹیبل پر

رکھا اور لیٹ گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو ریحان نے آفس جوائن کرلیا۔ شاید نکاح کے بولوں کا اثر تھا کہ وہ اپنی تمام تر بےگانگی کے باوجود ماہم کو اچھا لگنے لگا تھا...... مگر ماہم کو اپنی انا بہت عزیز تھی سو اس نے اپنی اس پسندیدگی کو دل کے اندر ہی چھپا لیا تھا۔ یہ اس کا خیال تھا ورنہ دیکھنے والے صاف دیکھ سکتے تھے کہ وہ کس طرح اس کا خیال رکھنے لگی تھی۔ وہ اس سے غیر ضروری بات کرنے سے گریز کرتی تھی۔ جان بوجھ کر اس کے سامنے جانے سے بھی اجتناب کرتی تھی۔ سب کے سامنے وہ نارمل طریقے سے بات کرتا تو وہ بھی نارمل انداز میں جواب دیتی۔ کمرے میں آکر وہ "تو کون...... میں کون" کی تفسیر بن جاتا تو جواب میں وہ بھی انجان بن جاتی جیسے تمہیں پروا نہیں تو مجھے بھی کوئی پروا نہیں۔

بے نیازی عورت کا وہ حربہ ہے جو مرد کو تلملانے پر مجبور کردیتا ہے۔ ریحان کو بھی ماہم کی یہ بے نیازی غصہ دلانے لگی تھی۔ شاید وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کی بے رُخی کے باوجود وہ اس کے آگے پیچھے پھرے، اس پر توجہ دے مگر اُدھر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ وہ اس کا خیال نہیں رکھتی تھی، وہ اس کی بہت پروا کرنے لگی تھی مگر اس کے باوجود وہ اس کی بے رُخی کے بدلے میں بے نیازی اپنا کر اسے برابر کا جواب دیتی تھی۔ اب بھی وہ صوفے پر بیٹھ کر کمبل اپنے گرد لپیٹے کسی کتاب کے مطالعے میں گم تھی۔ ریحان اپنے لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ اس نے ایک دو بار نظر اُٹھا کر ماہم مگر وہ ایسا ظاہر کررہی تھی جیسے کمرے میں بالکل اکیلی ہو۔

"ماہم...... ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" ریحان نے اسے متوجہ کیا۔ وہ کتاب سائیڈ پر رکھ کر اٹھی، چائے لاکر خاموشی سے اسے پکڑائی اور پھر سے اپنے شغل میں مصروف ہوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

ماہم کے ساتھ رہتے ہوئے ریحان کو بہت اچھی طرح یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ عام لڑکیوں سے مختلف ہے۔ اسے اپنی خودداری اور عزت نفس بہت پیاری ہے۔ وہ عام لڑکیوں کی طرح شاپنگ کے جنون میں مبتلا نہیں۔ چار ماہ میں ایک بار بھی اس نے ریحان سے کسی چیز، حتیٰ کہ پیسوں تک کا تقاضا نہیں کیا تھا۔ یہ الگ بات کہ ریحان ہر ماہ باقاعدگی سے اسے جیب خرچ دیتا تھا۔ بابا جان سے بہت عزت، پیار اور احترام سے بات کرتی۔ حتیٰ کہ نوکروں تک کے ساتھ عزت اور آداب سے پیش آتی تھی۔ ریحان اب اکثر نادانستہ طور پر ماہم اور مہرین کا تقابل کرنے لگا تھا۔ اس میں اور مہرین میں کوئی رشتہ نہیں تھا مگر وہ اس سے بہت بے تکلف تھی۔ اپنی ہر ضرورت بلا جھجک بیان کردیتی۔ اپنی فرمائشیں دھونس سے پوری کرواتی اور ہر وقت بن سنور کر اس کو اپنی جانب متوجہ رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر ماہم اس کی بیوی ہونے کے باوجود ایسی کوئی کوشش نہیں کرتی تھی کیونکہ اسے زبردستی کسی کے سر پر سوار ہونا پسند نہیں تھا۔ پھر پہلے دن ہی ریحان نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے ریجیکٹ کردیا تھا تو پھر بھلا وہ کیوں اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے خود کو اپنے مقام سے گراتی۔ ماہم کے ساتھ گزرے چھ ماہ میں ریحان کا اعتبار دھیرے دھیرے بحال ہونے لگا تھا۔ اسے سمجھ آنے لگی تھی کہ ہر عورت دوسری عورت سے مختلف ہوتی ہے۔ ماہم ان عورتوں میں سے ہے جنہیں مردوں کے لیے انعام قرار دیا گیا ہے، وہ اس انعام کو پورے حق کے ساتھ قبول کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ وہ بابا جان کی پرکھنے والی بصیرت پر یقین کرچکا تھا۔ اب اس کا ملال کم بلکہ ختم ہونے لگا تھا۔ اُسے لگنے لگا تھا کہ مہرین تو اس کی وقتی پسندیدگی تھی جسے اُس نے محبت کا لبادہ پہنا دیا تھا۔ وہ محبت نہیں تھی۔ محبت تو یہ تھی جو اب اُسے ماہم سے ہونے لگی تھی۔ سچی اور کھری محبت...... اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے اور حدود کی پابند محبت...... جس میں خسارے نہیں ہوتے، صرف برکت ہی برکت، چڑھاوا ہی چڑھاوا

لائف ٹائم گارنٹی
فری سروس
صابر
(حکومت پاکستان سے منظور شدہ)
Regd No: 71107
دی بیسٹ کارکردگی ایوارڈ یافتہ
SABIR
سلائی مشین واشنگ مشین
بیرون حرم گیٹ ملتان فون: 061-4549020, 0300-6323114

ہوتا ہے کیوں نہ ہو بھلا اللہ کی بنائی ہوئی حدود کے اندر رہ کر بھی انسان کبھی خسارے کا شکار ہوا ہے؟ وہ اللہ کا شکر گزار ہونے لگا تھا کہ جس نے اُسے بروقت حقیقت سے آگاہ کر کے کسی کے مکروہ عزائم کا شکار ہونے سے بچا لیا تھا اور اُس پتھر کے بدلے اُسے یہ ہیرا عطا کیا تھا۔ اب اُسے اس ہیرے کی قدر کرنا تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

بابا جان ریحان اور ماہم لاؤنج میں فرصت سے بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ بابا جان ان کو اپنی جوانی کے قصے سنا رہے تھے۔ ماہم نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ اُس نے کیک بیکنگ کے لیے رکھا ہوا تھا۔ بیکنگ ٹائم پورا ہوگیا تو وہ اُٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ چائے وہ پہلے ہی دم پر رکھ چکی تھی۔ اس نے کیک اوون سے نکالا اور اس کے ٹکڑے نفاست سے کاٹ کر ٹرے میں رکھے اور پیالیوں میں چائے نکالی۔ سب چیزوں کو ایک بڑی ٹرے میں رکھ کر لاؤنج میں چلی آئی۔ سب چیزیں ٹیبل پر رکھ کر انہیں کھانے کا اشارہ کر کے وہ باقی کیک فریج میں رکھنے کے لیے پھر سے کچن میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" ماہم کا خالہ زاد فرقان اپنے سازو سامان سمیت لاؤنج میں کھڑا تھا۔

"وعلیکم السلام! بیٹا۔" بابا جان نے اُٹھ کر اسے خوش دلی سے گلے لگایا۔ اس کے بعد فرقان نے ریحان کے ساتھ مصافحہ کیا۔

"انکل...... ہماری پرنس کہاں ہے؟" فرقان نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ اتنے میں ماہم چلی آئی اور فرقان کو غیر متوقع طور پر سامنے دیکھ کر خوشی سے چلا اُٹھی۔

"فرقان تم؟"

"جی پرنس...... ہم۔" فرقان نے اپنا بازو پھیلایا تو ماہم جھٹ اُس کے بازو سے جا لگی۔

"تمہاری سرپرائز دینے کی عادت ابھی تک بدلی نہیں۔" وہ اُسے دیکھ کر بہت خوش تھی۔ خوشی اس کے چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

"وہ بعض عادتیں بہت پکی ہوتی ہیں، مرنے کے بعد ہی چھوٹتی ہیں۔" فرقان نے ترنگ میں کہا۔

"اچھا ناں...... اب فضول باتیں نہ کرو۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے بھی چائے اور کیک لاتی ہوں۔" فرقان ایک بے حد وجیہہ شخص تھا۔ ماہم کی اس سے یہ بے تکلفی ریحان کو تھوڑی سی چبھی تھی۔

"میرے ساتھ تو کبھی ایسے فری نہیں ہوئی۔" ریحان دل ہی دل میں کلسا اور اُن سب کو باتیں کرتا چھوڑ کر خاموشی سے اُٹھ گیا۔

پھر اگلے کچھ دنوں میں اسے اندازہ ہوا کہ پہلے روز والی بے تکلفی تو کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ دونوں تو آپس میں بہت بے تکلف تھے۔ ریحان بالکنی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں اور کان لان میں شٹل کاک کھیلتے فرقان اور ماہم کی طرف تھے۔

"پرنس...... تمہارا شوہر کچھ سڑیل سا نہیں۔" فرقان ریحان کی کم آمیزی پر حیران تھا۔ وہ خود دوست بنانے کا شوقین تھا۔

"اب ہر کوئی تمہاری طرح تھوڑی ہوتا ہے۔ ریحان تھوڑے سے سنجیدہ مزاج ہیں اور کچھ نہیں۔" ماہم نے اس کی بات کے جواب میں ریحان کا دفاع کیا۔

"اچھا تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں۔" فرقان نے زور سے ہٹ لگائی اور دونوں ہنس دیے۔

☆☆☆......☆☆☆

"پرنس...... چائے دے دو، بہت دیر ہوگئی اور ہاں پلیز میری پیش کش پر غور ضرور کرنا۔ تمہارا بہت فائدہ ہے اس میں۔" وہ ناشتے کی میز پر ریحان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا تھا جو ناشتہ ختم کر کے چائے پی رہا تھا۔ بابا جان ناشتہ کر کے جا چکے تھے۔

"تم تو پاگل ہو میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔" ماہم نے چائے فرقان کے سامنے رکھی اور خود بھی کرسی گھسیٹ کر ناشتہ کرنے بیٹھ گئی۔

ریحان کو فرقان کا پرنس پرنس کہنا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ ابھی دونوں جو ذو معنی گفتگو کر رہے تھے' اسے بہت ناگوار گزر رہی تھی۔ وہ زور سے کرسی گھسیٹ کر اُٹھا اور کمرے میں چلا گیا۔ دونوں ہی اس کے انداز پر چونکے۔

''انہیں کیا ہوا؟'' فرقان حیران ہوا' ماہم نے کندھے اچکائے۔

پچھلے کچھ روز سے ریحان کے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ شاید شادی سے پہلے ماہم اور فرقان ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ ان کی باتیں اور بے تکلفی اس کے اس شک کو مضبوط کر رہی تھی اور یہ شک اس کا چین قرار لوٹنے لگا تھا۔ وہ دل میں شک اور بدگمانی کو جگہ دے چکا تھا۔ یہ دونوں چیزیں تو بعض دفعہ ان لوگوں کو بھی جدا کر دیتی ہیں جن کے درمیان گہری محبت ہو' یہاں تو ابھی محبت کے پودے نے سر ہی اُٹھایا تھا اور محبت کا نازک پودا بھلا شک کی بے مہر مار کہاں سہہ پاتا ہے۔

''اسی لیے ماہم نے آج تک میرے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میری اول روز والی بات سن کر تو اس کے دل کی کلی کھل گئی ہو گی اور تم روٹھے ہم چھوٹے کے مصداق اس نے مجھ سے کنارا کشی اختیار کر لی۔ حالانکہ اگر چاہتی تو مجھے بڑی آسانی سے اپنی طرف راغب کر سکتی تھی۔ مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے عورتوں کے پاس سو ہتھیار ہوتے ہیں مگر وہ یہ ہتھیار وہاں استعمال کرتی ہیں جہاں وہ خود چاہے۔ اب اتنے خوب صورت عاشق کو بھولنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے ناں۔ اب یہ ماہم کو اُکسا رہا ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہو کر اس سے شادی کر لے مگر میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔'' ریحان نے رائٹنگ چیئر پر جھولتے ہوئے ایک دم رُک کر اس کی ہتھی پر زور سے مکہ مار کر اپنا غصہ نکالا۔ اس وقت اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ایک کامیاب بزنس مین ہے' اس وقت وہ خود اور ساری دنیا سے روٹھا ہوا بچہ لگ رہا تھا جسے اپنے کھلونے کے چھن جانے کا خوف لاحق ہو گیا تھا۔ اب وہ خود ماہم کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اسے اپنی پہنچ سے دور جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ فرقان اسے ہر وقت اپنے ساتھ مصروف رکھتا تھا۔ ریحان شدید ذہنی کشمکش کا شکار ہو رہا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

کچھ روز پہلے فرقان ماہم کی امی والے گھر میں شفٹ ہو گیا تھا مگر ہر روز یہاں ضرور چکر لگاتا' ریحان آفس سے گھر آیا تو بہت تھکا ہوا تھا۔ کام کی تو زیادہ تھکن نہیں تھی مگر مسلسل کئی روز کی ذہنی کشمکش نے اسے بہت تھکا دیا تھا۔

اسے ماہم پر سخت غصہ تھا کہ وہ فرقان کے ساتھ اتنا فری کیوں ہوتی ہے۔ اسے لگنے لگا تھا کہ ماہم دوسری لڑکیوں سے مختلف ہے' فرقان کے آنے کے بعد اس کی یہ سوچ پھر بدل گئی تھی۔ ماہم بھی دوسری لڑکیوں کی طرح دولت اور حسین مردوں سے متاثر ہونے والی ہی تھی۔ ریحان کے سر میں شدید درد تھا۔ وہ جلد از جلد اپنے بیڈ روم میں پہنچ جانا چاہتا تھا مگر ماہم کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

''چلو فرقان......اب تم یہاں سے کھسکو' میرے شوہر نامدار آنے والے ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ تم تب تک یہاں رُکو' مجھے انہیں بھی ٹائم دینا ہوتا ہے اور تمہارے ہوتے ہوئے ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ بندہ کسی اور طرف دیکھ بھی لے۔'' ماہم نے فرقان کے بال بکھیرے۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتی فرقان نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

''پرنس......بہت ظالم ہو تم' پہلے میری پوری بات تو سن لو پھر اپنے سڑیل شوہر کی خدمتیں کر لینا۔ دیکھو تمہاری ایک ہاں میری آئندہ زندگی سنوار سکتی ہے۔ پلیز ہیلپ می۔'' ریحان کو لگا سالوں پہلے کی طرح وہ ایک بار پھر بے وقوف بنا دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ پھر اس کی عزت چورا ہے پر تار تار کر دی گئی ہو۔ اس سے آگے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئیں۔ اُس نے اپنا بیگ لاؤنج کے صوفے پر اُچھالا اور تن فن کرتا دونوں کے سر پر جا پہنچا۔ اس کے تاثرات دیکھ کر وہ دونوں اپنی جگہ پر جم

سے گئے۔ ماہم کی کلائی ابھی بھی فرقان کے ہاتھ میں تھی۔ ریحان نے آؤ دیکھا نا تاؤ اور فرقان کو گریبان سے پکڑ کر صوفے سے اٹھایا اور اسے جھٹکے دیتا ہوا چیخنے لگا۔

''گھٹیا انسان...... تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے ہی گھر میں آکر میری ہی بیوی کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوتم' کیا سمجھتے ہوتم لوگ کہ میں اندھا ہوں جسے تم لوگوں کے اس مکروہ کھیل کا پتہ نہیں چلے گا۔'' فرقان تو اس کے انداز اور الفاظ پر ایسا گنگ ہوا کہ وہ اپنا دفاع کرنا بھی بھول گیا۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کو کیا جواب دے۔ ماہم اسے چھڑانے کے لیے آگے بڑھی۔

''ریحان...... چھوڑیئے پلیز...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟'' ماہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ریحان کا بازو پکڑ کر فرقان کا گریبان چھڑانا چاہا۔

''تم غلیظ عورت...... دور رہو مجھ سے۔'' ریحان نے اسے زور سے دھکا دیا کہ وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے ٹکرا کر نیچے جا گری۔

''ریحان یار...... تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہے......'' فرقان نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

''میں کہہ رہا ہوں تم میرے منہ مت لگو' ابھی نکلو میرے گھر سے اور اس گھٹیا عورت کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ سب عورتیں ایک جیسی ہوتی ہیں جنہیں صرف دولت اور خوب صورت مرد چاہیے ہوتا ہے چاہے اس کے لیے انھیں گندگی میں ہی گرنا پڑے۔'' ریحان نے پھر اس کا گریبان پکڑا۔ ماہم اُٹھی اور پھر سے دونوں کی طرف لپکی۔ آنسو اس کے گالوں پر پھسل رہے تھے۔

''یہ سب کیا ہورہا ہے؟'' ریحان کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر بابا جان وہاں پہنچے تھے۔ اندر کی صورتِ حال دیکھتے اور ریحان کی باتیں سن کر انہیں جلال آگیا۔

''کیا بکواس کررہے ہوتم؟'' وہ ریحان کی طرف بڑھے۔

''میں بکواس کررہا ہوں؟ یہ دونوں نہ جانے کب سے آپ کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں اور آپ اب بھی ان کی سائیڈ لے رہے ہیں۔'' وہ فرقان کا گریبان چھوڑ کر ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''ابھی تم نے جو کچھ کہا ہے اس کے لیے فرقان اور ماہم سے معافی مانگو۔'' بابا جان نے ٹھنڈے لہجے میں حکم دیا۔

''میں کیوں معافی مانگو میں تو اس جیسی عورت کی طرف دیکھوں بھی ناں۔ میں اسے طلاق دے دوں گا تاکہ یہ اسی کے ساتھ چلی جائے۔'' ریحان نے نفرت سے ماہم کی طرف دیکھا جو اتنی تذلیل پر کانپ رہی تھی۔ اس کا رنگ زرد ہوچکا تھا اور آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ فرقان کے چہرے پر افسوس اور غصے کے ملے جلے تاثرات تھے۔

''تم جانتے ہو ان دونوں میں کیا رشتہ ہے؟'' بابا جان نے پوچھا۔

''یہ بھی میں آپ کو بتاؤں تو سنیے ان دونوں میں عاشق اور معشوق کا رشتہ ہے اور یہ......'' اس کی بات ابھی منہ میں ہی تھی۔

''ریحان......'' بابا جان کا ہاتھ اُٹھا اور ریحان کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا اور ماہم کو لگا اس کی روح اس کے وجود کو چھوڑ کر دور جا کھڑی ہوئی ہو۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر یوں گری جیسے اب اس کے لیے دنیا میں کچھ بھی باقی نہ بچا ہو۔ اس کا دل شدت سے اس بات کا متمنی تھا کہ وہ یونہی بیٹھے بیٹھے زمین میں سما جائے۔

''یہ دونوں دودھ شریک بہن بھائی ہیں۔'' بابا جان نے ریحان کے سر پر بم پھوڑا جس نے اس کی دھجیاں اُڑا دی تھیں۔ ریحان نے پھٹی ہوئی آنکھوں سے ماہم کی طرف دیکھا جو ایک سکتے کی حالت میں تھی۔ کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

''فرقان...... پلیز...... مجھے اپنے ساتھ لے چلو...... پلیز......'' ماہم بمشکل اُٹھی اور لڑکھڑاتے قدموں سے فرقان کے بازو سے جا لگی وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ فرقان نے ایک نظر بابا جان اور ریحان کو دیکھا اور ماہم

کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے بازو کے حلقے میں لے لیا۔
"چلو یہاں سے......" ماہم اس سے التجا کر رہی تھی جیسے وہ مزید وہاں کھڑی رہی تو مر جائے گی۔
"تم اسے لے جاؤ فرقان بیٹا...... اس وقت اس کا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔" بابا جان نے فرقان سے کہا۔ وہ اسے بازو کے حلقے میں لیے ڈرائنگ روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب جا کر وہ یک دم رُکی' فرقان کا بازو اپنے کندھے سے ہٹایا۔ اپنے کانوں سے ٹاپس' گلے سے چین اور انگلی سے انگوٹھی اُتار کر واپس مڑی اور ساری چیزیں میز پر رکھ دیں۔ یہ وہ چیزیں تھیں جو اسے منہ دکھائی کا تحفہ ملی تھیں اور وہ ان کو ہر وقت پہنے رکھتی تھی۔
"میں اس گھر سے بالکل خالی ہاتھ جا رہی ہوں' کچھ بھی لے کر نہیں جا رہی۔" ماہم نے اپنے خالی ہاتھوں کو پھیلا کر کہا۔ اس وقت کوئی بھی اس کا مخاطب نہیں تھا وہ جیسے خود سے بات کر رہی تھی۔ اس کے انداز پر بابا جان کا دل کٹا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے ان کو دیکھا اور پلٹ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ بابا جان ریحان پر ایک ملامتی نگاہ ڈال کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے اور ریحان گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

فرقان ماہم کو اس کی امی کے گھر لے آیا جو آج کل اپنے بیٹے کے پاس انگلینڈ گئی ہوئی تھیں۔ گاڑی سے اتر کر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں گئی اور دروازہ لاک کر لیا۔ وہ کافی دیر دروازہ کھٹکھٹاتا رہا مگر اس نے دروازہ نہ کھولا۔ وہ تھک کر صوفے پر جا بیٹھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اسے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ ماہم جیسی کھری لڑکی کا شوہر ایسی سطحی اور گھٹیا سوچ رکھتا تھا۔
شام سے رات ہو گئی مگر ماہم نے دروازہ نہ کھولا۔ وہ بھوکی پیاسی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ وہ سخت اذیت میں تھی۔ ریحان کے الفاظ نے اس کی روح کو کانٹوں پر گھسیٹا تھا اور اسے جو زخم لگے تھے ان کا مداوا ممکن ہی نہیں تھا۔ ساری زندگی اس نے خود کو بچا بچا کر' سینت سینت کر رکھا تھا لیکن پھر بھی اس پر بدکرداری کا الزام لگا دیا گیا تھا۔ اس کے اندر جیسے آگ بھڑک رہی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"یہ کیا کر دیا میں نے...... کیا ہو گیا تھا مجھے......؟ ماہم سے محبت کے اظہار کے معاملے میں تو میں بالکل گونگا بنا رہا' مگر نفرت کے اظہار کے لیے میں اتنا منہ پھٹ کیوں ہو گیا کہ میں نے ان دونوں کے دل چیر دیے۔" وہ سخت اضطراب میں مبتلا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ماہم یہاں سے خالی ہاتھ گئی ہے' پھر بھی نہ جانے کیا سوچ کر اس نے ماہم کا نمبر ملایا۔ اس کا فون بیڈ روم میں ہی کہیں رکھا تھا کیونکہ بیل کی آواز اِدھر سے ہی آ رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر اپنا فون بیڈ پر پٹخ دیا۔
"مجھے خود پر قابو پانا چاہیے تھا۔ اسی لیے غصے کو حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ انسان سے وہ کچھ کروا دیتا ہے جو بعد میں اس کے لیے شرمندگی اور پچھتاوے کا باعث بن جاتا ہے۔ میرا آج کا غصہ میری شخصیت' اخلاق اور عقل سب کچھ اپنے ساتھ لے گیا۔ فرقان میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا اور ماہم...... ماہم نے میرے سخت جملوں کی مار کیسے سہی ہو گی۔" وہ تھوڑی دیر پہلے کی صورت حال کو سوچتا پچھتا رہا تھا۔ واقعی غصہ ایک آگ ہے' جس پر اگر بروقت قابو نہ پایا جائے تو وہ اتنا بھڑک جاتی ہے کہ انسان کا سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ ریحان کے غصے نے فرقان اور ماہم کو تو جو اذیت دی سو دی مگر اب وہ خود اُس آگ میں جھلس رہا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

ساری رات ماہم کمرے میں بند رہی اور فرقان لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے دروازے پر تین چار بار دستک دی' دروازہ نہ کھلا۔ اس نے ماہم کو کئی آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ آیا۔ وہ بے حد

پریشان ہوگیا۔ کچھ سوچ کر اس نے ماریہ کا نمبر ملایا۔
"ماریہ...... آپ کچھ دیر کے لیے میری طرف آسکتی ہیں؟" کال ریسیو ہوتے ہی فرقان نے پوچھا۔
"ابھی؟" ماریہ نے گھڑی دیکھی جو صبح کے سات بجا رہی تھی۔
"جی پلیز...... جلدی آیئے' میرے ساتھ ماہم بھی ہے۔" فرقان کے لہجے میں نمایاں پریشانی تھی۔
"اوکے...... میں آتی ہوں۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔
"امی...... زینا سو رہی ہے۔ آپ ذرا اس کا دھیان رکھیے گا۔ ماہم آئی ہے میں اس سے مل کر ابھی آئی۔" ماریہ نے اپنی ساس کو اطلاع دی جو لاؤنج میں بیٹھ کر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ وہ تھوڑا حیران ضرور ہوئیں مگر انہوں نے سر ہلا کر اجازت دی۔ ماریہ وہاں پہنچی تو فرقان پریشانی سے ٹہل رہا تھا۔
"کیا بات ہے فرقان بھائی؟" وہ آگے بڑھی۔
"ماہم کل شام سے اپنے کمرے میں بند ہے' میں نے بہت کوشش کی مگر وہ دروازہ نہیں کھول رہی۔ آپ پلیز کسی طرح یہ دروازہ کھلوایئے۔" فرقان نے پریشانی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔
"کل شام سے...... مگر کیوں؟" وہ حیرت کی تصویر بن گئی۔
"کسی بات پر اس کا اور ریحان کا جھگڑا ہوگیا ہے۔" فرقان نے صرف اتنا ہی کہا۔ وہ ماریہ کو ساری بات بتانے کا حوصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔
"ماہم...... ماہم...... دروازہ کھولو۔" جواب ندارد تھا۔
"فرقان بھائی...... اس کمرے کی چابی تو ہوگی ناں؟" ماریہ نے پلٹ کر سوال کیا۔
تھوڑی دیر کی تلاش کے بعد مطلوبہ چابی مل گئی تو وہ لاک کھول کر اندر داخل ہوئی۔ پیچھے ہی فرقان تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ اس کا وجود دھیرے دھیرے ہل رہا تھا۔
"ماہم......" ماریہ دوڑ کر اس تک پہنچی اور اس کے پاس بیٹھ کر اس کا سر اُٹھایا۔ رو رو کر اس کا پورا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' آنکھیں لال انگارہ' بال اُلجھے ہوئے' اس کی حالت دیکھ کر ماریہ کا دل ہولنے لگا۔
"ماہم...... بتاؤ کیا ہوا ہے؟" ماریہ نے اسے بے ساختہ اپنے ساتھ لگا لیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
فرقان پانی لایا۔ پانی پی کر اس کی حالت تھوڑا سنبھلی تو ماریہ نے اس کے بال سمیٹ کر اس کی ٹانگیں سیدھی کیں۔
"میں کھانے کے لیے کچھ لاتا ہوں۔" فرقان اس وقت وہاں سے غائب ہونا چاہ رہا تھا سو بہانے سے نکل گیا۔
"ماہم...... دیکھو تم میری بہن کی طرح ہو۔ یہ مت سوچنا کہ میں ریحان بھائی کی بہن ہوں۔ اس وقت میں تمہاری بہن ہوں' جو بھی ہوا ہے مجھے صاف صاف بتاؤ پلیز...... رونا بند کرو۔ میرا دل ہول رہا ہے۔" ماریہ نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا تو اس نے سسکتے ہوئے ساری بات بتادی اور مارے شرمندگی کے ماریہ کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کے پاس تسلی کے لفظ ہی ختم ہوگئے تھے۔ فرقان کی زبانی جھگڑے کا سن کر اس نے یہی سوچا تھا کہ کسی چھوٹی موٹی بات پر لڑائی ہوئی ہوگی مگر یہ خیال بھی اس کے دل میں آیا تھا کہ ماہم چھوٹی موٹی باتوں کو ہوا دینے والوں میں سے نہیں ہے مگر یہ بات یہاں تک تو اس کی سوچ بھی نہیں جا سکتی تھی۔
فرقان ناشتہ لے آیا تو ماریہ نے ماہم کو زبردستی تھوڑا سا کھلا کر سر درد کی گولی کھلائی اور اسے لٹا کر گھر واپس چلی گئی۔
"ماریہ بیٹا...... خیریت تھی؟" اس کی ساس نے پوچھا۔
"جی...... وہ ماہم اور ریحان بھائی کا جھگڑا ہوگیا ہے تو......" وہ ادھوری بات کہہ کر خاموش ہوگئی۔
"بچے...... میاں بیوی میں چھوٹے موٹے جھگڑے ہو ہی جاتے ہیں' تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو؟" وہ اس کی ہولتی شکل دیکھ کر بولیں۔

"جھگڑا چھوٹا ہی تو نہیں....." وہ دل میں کہہ کر زبردستی مسکرادی۔

☆☆☆......☆☆☆

شام کو ماریہ اپنے شوہر شعیب کے ساتھ بابا جان کی طرف آئی۔ سلام دعا کے بعد دونوں بابا جان کے پاس بیٹھ گئے۔

"ریحان بھائی کہاں ہیں؟" ماریہ نے پوچھا۔

"کل سے اپنے کمرے میں بند ہے' آج آفس بھی نہیں گیا۔" بابا جان بہت افسردہ تھے۔ شعیب نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر انہیں تسلی دی کہ ساری بات سن کر اسے بھی دھچکا لگا تھا اور اب اسے بہت دُکھ ہو رہا تھا۔

"میں ان سے مل کر آتی ہوں۔" اس نے زینا کو شعیب کی گود میں دیا۔ دروازہ ناک ہوا تو ریحان چہرے سے تکیہ ہٹا کر اُٹھا۔

"دروازہ کھولیے بھائی۔" ماریہ نے آواز دی تو ناچار اسے دروازہ کھولنا پڑا۔ ماریہ نے اسے ایک نظر دیکھا۔ عجیب اُجڑا سا انداز تھا اس کا۔ وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بھائی میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ نے ماہم کے ساتھ یہ سب کیوں کیا؟" اس وقت وہ صرف ماہم کی طرف دار بن کر آئی تھی سو لہجہ کڑا تھا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ ان دونوں میں بہن بھائی کا رشتہ ہے۔" وہ سخت شرمندہ تھا مگر ماریہ پھر بھی کوئی رعایت دینے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"ویری گڈ...... ساری دنیا کو یہ بات معلوم ہے۔ ایک آپ ہی انجان ہیں۔ ماہم کے ساتھ آپ کا اتنا قریبی رشتہ ہے' آپ کو اس حقیقت سے بے خبر ہونا تو نہیں چاہیے تھا۔" ریحان نے اس کی باتیں سن کر خاموشی سے سر جھکا لیا کہ اس "قریبی رشتے" کی حقیقت یا وہ جانتا تھا یا ماہم۔

"بالفرض آپ کو نہیں بھی پتہ تھا تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں تھا کہ آپ ماہم کے کردار پر حملہ کردیتے۔ وہ بہت ہرٹ ہوئی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو محبت کے بغیر تو زندہ رہ لیتے ہیں مگر عزت کے بغیر مرجاتے ہیں اور آپ نے اس کو ایسا رسوا کیا کہ وہ مرہی گئی ہے۔ آج صبح اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ اگر اسے کچھ ہوجاتا تو آپ ہی ذمہ دار ہوتے۔" اس وقت ماریہ اس کے بڑے ہونے کا لحاظ بھی نہیں کررہی تھی۔

"کیا ہوا اسے' وہ ٹھیک تو ہے ناں؟" ریحان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"وہ مرے یا جیے آپ کی بلا سے۔" وہ جیسے پھٹ پڑی اور اُٹھ کر باہر نکل گئی۔

"بابا جان...... اب کیا ہوگا؟" ماریہ نے واپسی کے وقت بابا جان سے پوچھا۔

"حوصلہ رکھو بیٹا...... ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا بس تم ماہم کا بہت خیال رکھنا۔" بابا جان نے اسے تسلی دی مگر ابھی اُن کے سامنے بھی ایک بڑا سا سوالیہ نشان تھا کہ صورت حال ٹھیک کیسے ہوگی۔

☆☆☆......☆☆☆

"آئم سوری بابا جان...... معاف کردیجیے' آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔" ریحان ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر دوزانو بیٹھ گیا۔ آج پانچواں روز تھا بابا جان نے اس سے بات کرنا تو درکنار اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ اب اس کے معافی مانگنے پر بابا جان نے اس کی طرف دیکھا جس کا چہرہ احساس ندامت سے چُور تھا۔

"برخوردار...... مجھ سے کیا معافی مانگتے ہو۔ معافی مانگنی ہے تو فرقان اور ماہم سے مانگو۔" انہوں نے قدرے رکھائی سے کہا۔

"جس جس سے کہیں گے اس اس سے معافی مانگ لوں گا مگر پلیز آپ مجھ سے ناراض مت ہوں۔" ریحان نے ان کے گھٹنوں سے ہاتھ ہٹا کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"چلو جاؤ' ہاتھ منہ دھو کر چینج کرو۔ پھر اکٹھے چائے پیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا۔"

انہوں نے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر اپنی ناراضگی کے ختم ہونے کا اعلان کیا۔

"تھینک یو سو مچ بابا جان......" وہ ان کے ہاتھ چوم کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆......☆☆☆

فرقان واش روم سے باہر آیا تو فوراً اپنے موبائل کی طرف بڑھا جو مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے ایک نظر فون کی اسکرین کو دیکھا اور پھر کال ریسیو کر لی۔

"السلام علیکم انکل......کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام بیٹا! میں ٹھیک ہوں' تم اور ماہم کیسے ہو؟"

"انکل......خیریت آپ نے فون کیا تھا؟" اس نے اُن کے سوال کا جواب گول کر دیا۔

"بیٹا......میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم شام کو آ سکتے ہو؟" وہ اس کا جواب سننے کے منتظر تھے۔

"انکل......اگر ہم کہیں باہر مل لیں تو بہتر رہے گا۔" وہ ہچکچایا۔

"میں تمہاری کیفیت اور احساسات کو سمجھ سکتا ہوں مگر آج میرے کہنے پر تم گھر آ جاؤ پلیز۔" انہوں نے التجا کی۔

"پلیز انکل اس طرح کہہ کر مجھے شرمندہ مت کریں' میں شام کو حاضر ہو جاؤں گا۔" فون بند کر کے فرقان نے ٹھنڈی سانس بھری۔

شام کو فرقان بابا جان کی طرف چلا آیا۔ سارے راستے وہ یہ دعا کرتا آیا تھا کہ ریحان سے اس کا سامنا نہ ہو۔ بابا جان لان میں بیٹھے تھے وہ وہیں چلا آیا۔

"آؤ بیٹھو۔" بابا جان نے اپنے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ ملازم چائے کی ٹرے رکھ گیا تھا۔ انہوں نے چائے کا ایک کپ اس کی طرف بڑھایا اور دوسرا خود پینے لگے۔

"اگر میں یہ کہوں کہ تم اور ماہم ریحان کو معاف کر دو تو......" اِدھر اُدھر کی چند باتوں کے بعد انہوں نے فرقان سے پوچھا۔

"کیا یہ اتنا آسان ہے؟" اس نے سوال کے بدلے سوال کیا۔

"آسان تو نہیں ہے لیکن اگر تم میری مدد کرو تو یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ میں اپنے بیٹے کا گھر بستا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مگر آپ کے صاحب زادے کا مجھے ایسا کوئی ارادہ نہیں لگتا۔" فرقان کا لہجہ گہرے طنز سے لبریز ہوا۔

"ایسی بات نہیں ہے' وہ بہت شرمندہ ہے اپنے طرزِ عمل پر۔"

"اس کی شرمندگی سے اب بیتا وقت واپس آنے سے تو رہا۔" فرقان کو بابا جان کی باتیں ناگوار گزر رہی تھیں۔ جنہیں صرف اپنے بیٹے کی پروا تھی ماہم کی نہیں کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ یہ سوچ اس کے چہرے پر اتنی واضح تھی کہ بابا جان اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے۔

"تم مجھے خود غرض سمجھ رہے ہو ناں؟" وہ چونکا۔

"نن......نہیں میں تو بس......" وہ ان کے پُر یقین انداز پر بوکھلا گیا۔ پھر بابا جان نے اُس کے سامنے ریحان کا ماضی کھول کر رکھ دیا۔ اس کی پسندیدگی' دھوکا کھانا' اعتبار ختم ہونا' شادی نہ کرنے کی ضد اس کو مجبور کرنا ہر تفصیل بتا دی کچھ بھی نہ چھپایا۔

"پھر تم لوگوں کے رشتے کی نوعیت سے بے خبری کے سبب اس نے تم دونوں کی بے تکلفی اور انڈر اسٹینڈنگ کو اپنی مرضی کے معانی پہنانا شروع کر دیے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو تمہیں معلوم ہی ہے۔" بابا جان نے بات مکمل کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"انکل......وہ تو ٹھیک ہے......مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اگر ایک عورت نے آپ کو دھوکا دیا ہو تو ساری عورتیں ہی دھوکے باز ہوں' کسی ایک کے کیے کی سزا دوسروں کو کیوں دی جائے؟" اب کے فرقان کا لہجہ قدرے پست تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو فرقان' یہ میری غلطی تھی مگر

اب میں اسے سدھارنا چاہتا ہوں۔" ریحان ان کے پاس چلا آیا۔ اسے دیکھ کر فرقان کے جبڑے بھینچے مگر وہ خود پر جبر کیے بیٹھا رہا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں۔" ریحان اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کی شرمندگی سے کیا ہوگا اب...... جب میں ایک سال کا تھا تو خالہ کے ہاں ماہم پیدا ہوئی۔ اس کی پیدائش پر خالہ شدید بیمار ہوگئیں تو امی ماہم کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں اور میرے ساتھ ساتھ اسے بھی اپنا دودھ پلایا۔ مجھ سے بڑے دو بھائی تھے ہماری کوئی بہن نہیں تھی۔ ماہم کی صورت ان کے ہاتھ کھلونا آ گیا وہ ننھی ماہم کو پرنسس کہنے لگے۔ بڑے ہو کر ان کی دیکھا دیکھی میں بھی اسے پرنسس ہی کہنے لگا۔ میری اور ماہم کی زیادہ دوستی اور انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ ماہم کافی عرصہ ہمارے گھر رہی۔ اس کے بعد ہم لوگ کراچی اور پھر کینیڈا شفٹ ہوگئے اور ماہم اپنے گھر چلی گئی۔ لیکن ہم سب کی انسیت میں کوئی کمی نہ آئی۔ آپ نے ہمارے اس پاکیزہ رشتے پر شک کرکے بہت غلط کیا...... ریحان...... بہت غلط انکل کو...... باقی سب کو یہ پتہ تھا پھر آپ کیسے بے خبر رہ گئے؟" فرقان کی آواز رندھ گئی تھی۔

"ریلیکس یار...... میں تمہارا اور ماہم کا مجرم ہوں۔ تم جو سزا دینا چاہو مجھے قبول ہے مگر ایک دفعہ مجھے معاف کردو۔" ریحان نے پہلے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے پھر بات مکمل کرکے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کا لہجہ نم تھا۔ باباجان کی وضاحت اور اس کی معذرت نے فرقان کا دل کافی حد تک صاف کردیا تھا۔ فرقان نے خود کو نارمل کیا۔

"جو غلطیاں معاف کردی جائیں اُن کی سزا نہیں دی جاتی' بھائی صاحب...... میں تو آپ کو معاف کرہی دوں گا مگر اصل مسئلہ تو آپ کی زوجہ محترمہ کا ہے جو آج کل دنیا سے بالکل کٹ چکی ہے۔ اگر آپ اُن کے سامنے گئے تو آئی سوئیر وہ زخمی شیرنی کی طرح آپ پر حملہ کردے گی۔" آخر میں فرقان نے شرارت آمیز سنجیدگی سے کہا۔ اس کے لہجے کو محسوس کرکے ریحان قدرے ریلیکس ہوا۔

"یار...... اب ڈراؤ تو مت۔ پہلے ہی میں احساسِ شرمندگی سے ادھ موا ہورہا ہوں۔" ریحان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"اور میں پریشانی سے ادھ موا ہوا جارہا ہوں کہ میری شادی کا مسئلہ جو بیچ میں لٹک گیا ہے۔ اس روز میں اس کی منت کررہا تھا کہ وہ میری پسند سے مل کر امی کو کنونس کرے بدلے میں وہ جو کہے گی میں اسے دلاؤں گا...... مگر آپ کی جلد بازی نے سارا کام خراب کردیا۔ اب پہلے میں آپ دونوں کی صلح کرواؤں' پھر اپنے بارے میں سوچوں...... توبہ کتنا ظلم ہے یہ مجھ غریب پر۔" فرقان مصنوعی حسرت سے بولا۔ اس کے مثبت انداز نے ریحان کے اندر اُمید کا دیا جلا دیا تھا کہ اب ماہم بھی مان جائے گی مگر یہ سب اتنا آسان تو نہ تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

ماہم تو جیسے دنیا کی ہر چیز سے بےزار ہوگئی تھی۔ اجڑے بکھرے حلیے میں گھنٹوں ایک ہی جگہ بیٹھی رہتی۔

"ماہم...... کیا بوریت ہے بھئی۔ اب بس بھی کرو۔ کیا ایک بات کو سر پر سوار کرلیا ہے تم نے۔ چلو اُٹھو کپڑے بدل کر آؤ' آج کہیں باہر لنچ کرتے ہیں۔" فرقان نے ماہم کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" ماہم نے منہ بنایا۔

"تمہارے دل کی ایسی کی تیسی' تمہارے پاس دس منٹ ہیں۔ میں گاڑی میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔" وہ وارننگ دے کر باہر نکل گیا تو ناچار اُسے اُٹھنا ہی پڑا۔

کھانے کا آڈر دے کر اب وہ دونوں ویٹ کررہے تھے۔ فرقان ماہم کو ادھر اُدھر کی باتوں سے بہلا رہا تھا۔ وہ اس کی کسی بات پر مسکرائی تھی جب کسی نے ان کی ٹیبل ناک کی۔

"کیا میں آپ کے ساتھ شامل ہوسکتا ہوں۔" نو وارد نے اجازت چاہی۔

"شیور پلیز......" فرقان نے آنے والے کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ آنے والے کو دیکھ کر ماہم کے مسکراتے لب یک لخت سکڑے اور ساری صورت حال سمجھ میں آتے ہی وہ ریحان کو نظر انداز کر کے فرقان سے مخاطب ہوئی۔

"گاڑی کی چابی دو۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"لنچ تو کرلو۔" فرقان اس کے تاثرات سے خائف ہوا۔

"میں نے کہا گاڑی کی چابی دو۔" وہ ہلکے سے غرائی۔ اسے خود پر ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کا دِل چاہ رہا تھا ہر چیز کو تہس نہس کردے۔ فرقان نے اس کے ردِ عمل کی شدت سے گھبرا کر چابی اس کے حوالے کردی۔

"اب اپنا کھانا انجوائے کرو۔" وہ ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اُچھال کر باہر نکل گئی۔ فرقان نے اپنی رُکی ہوئی سانس بحال کی۔

"پبلک پلیس کی وجہ سے بچت ہوگئی۔" وہ ریحان کو دیکھ کر مسکرایا۔

"تم نے اُسے بتایا نہیں تھا کہ میں بھی آرہا ہوں۔" ریحان کو ماہم ایسا کرنے میں حق بجانب نظر آئی تھی اس لیے کوئی شکایت نہ کی۔

"بتا دیتا تو ضرور آتی' اب بھی دیکھ لیا ناں...... اب کوئی اور حل ڈھونڈتا ہوں۔" ریحان نے سر ہلایا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" وہ گھر واپس آیا تو ماہم بھری بیٹھی تھی۔

"پلیز ماہم...... جو بھی ہوا غلط فہمی کی بناء پر ہوا۔ تم اس بات کو بھولنے کی کوشش کرو اور ریحان سے صلح کرلو۔" فرقان نے اس کے پاس بیٹھ کر سمجھانا چاہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" وہ تلخ ہوئی۔

"ہاں میں کہہ رہا ہوں' کیونکہ میں تمہاری طرح جذباتی نہیں ہوں۔ اس وقت میں بھی بہت ہرٹ ہوا تھا مگر جب ریحان نے معافی مانگ لی تو میں نے اپنا دِل صاف کرلیا۔ تمہاری طرح بات کو پکڑ کر نہیں بیٹھ گیا۔" وہ لاجواب ہوگئی تو اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

ٹھنڈی ہوا پانی سے بھرے بادلوں کو اپنے ساتھ اِدھر اُدھر اُڑائے لیے جارہی تھی۔ ایسا موسم ماہم کو بے حد پسند تھا۔ وہ باہر لان میں چلی آئی اور وہاں بیٹھ کر آسمان کو تکنے لگی۔ موسم کی خوب صورتی نے اس پر بہت اچھا اثر کیا تھا۔ وہ اُٹھ کر لان کے وسط میں جا کھڑی ہوئی۔ ہوا کا خوشگوار سا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا تو اس نے بے ساختہ آنکھیں موندلیں۔ اس کا آنچل ہوا کے سنگ لہرانے لگا کہ اچانک اسے اپنے اردگرد مانوس سی خوشبو محسوس ہوئی تو اس نے یک دم آنکھیں کھول دیں۔ اس کے بالکل سامنے ریحان کھڑا تھا' اتنا قریب کے وہ ایک قدم اُٹھاتی تو اس کے سینے سے جا لگتی۔ حقیقت کا ادراک ہوتے ہی وہ واپس مڑی مگر ریحان نے اس کے دونوں بازو اپنی گرفت میں لے لیے۔ پھر اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب لا کر بولا۔

سنو جاناں!!
اگر میں یہ کہوں تم سے
کہ تم بن نامکمل ہوں
تو کیا تکمیل ممکن ہے؟

وہ دھیمے سے لہجے میں اپنی بات بیان کر گیا اور وہ گم صم سی اسے دیکھتی رہ گئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور ریحان کی صورت دھندلا گئی۔ وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔ ایک دم اس کے بازو ہٹا کر پلٹی اور بھاگ کر کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

ریحان گھر پہنچا تو بابا جان اپنے پھول پودوں کے ساتھ مصروف تھے۔ ریحان نے لان چیئر پر بیٹھ کر ٹیک لگائی اور ٹانگیں آرام دہ حالت میں پھیلالیں۔

"ہاں برخوردار...... تم نے تو آج ماہم کو لینے جانا تھا۔" تھوڑی دیر بعد بابا جان اپنے کام سے فارغ ہوکر اس کے سامنے آبیٹھے۔

"میں گیا تھا مگر مجھے لگتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آئے

گی۔" ریحان کے لہجے میں بے چارگی تھی۔ اس نے انھیں ساری بات بتائی تو وہ مسکرا دیے۔

"صاحب زادے..... آپ تو بہت ہی نالائق ہیں' اپنی بیوی کو منانے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔" ان کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا مگر انداز سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

"ایک ہم تھے بیوی کتنی ہی ناراض ہوتی پانچ منٹ میں منالیا کرتے تھے۔" بابا جان نے اسے شرم دلائی۔

"تو پھر میں کیا کروں؟ اتنے ہی ماہر ہیں تو پھر مجھے بتائیں کہ میں اپنی بیوی کو کیسے مناؤں؟" وہ ان کی شرارت سمجھ کر خود بھی موڈ میں آ گیا۔

"تمہیں تو نہیں بتاؤں گا۔ مگر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری بیوی دو دن میں گھر آ جائے گی۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کیسے سمجھ دار باپ سے پالا پڑا ہے۔" وہ مڑ کر مسکرائے اور پھر سے اپنے کام میں معروف ہو گئے۔

☆☆☆......☆☆☆

ماریہ ماہم کی طرف آئی ہوئی تھی۔ دونوں فرصت سے باتوں میں مشغول تھیں۔ ساتھ ساتھ سامنے رکھی چپس بھی کھا رہی تھیں۔ معاً ماریہ کا سیل گنگنانے لگا۔ اس نے انگلیوں میں دبے چپس منہ میں منتقل کیے اور ہاتھ صاف کر کے موبائل اُٹھایا۔

"جی بابا' میں ماہم کی طرف ہی ہوں۔" ماریہ نے چند لمحے دوسری طرف کی بات سنی اور پھر ماہم کی طرف مڑی۔

"بابا جان کی کال ہے۔" ماریہ نے اپنا موبائل ماہم کی طرف بڑھایا۔ اتنے دنوں میں انہوں نے آج پہلی بار کال کی تھی۔ ماہم نے موبائل پکڑ کر کان سے لگایا۔

"السلام علیکم! بابا جان۔"

"وعلیکم السلام بیٹا۔"

"بابا جان آپ تو مجھے بالکل ہی بھول گئے اتنے دنوں میں ایک بار بھی کال نہیں کی۔" ماہم نے شکوہ کیا۔

"تم میری بیٹی ہو اور بیٹیاں کبھی بھی بھلائی جاتی ہیں۔ میں تمہیں سنبھلنے کا وقت دے رہا تھا۔ آج اس لیے فون کیا ہے کہ اپنی بیٹی سے کہوں کہ وہ گھر واپس آ جائے

اس کے بغیر اس کا باپ اُداس ہوگیا ہے اور گھر سونا۔" وہ اصل موضوع کی طرف آگئے۔ جواب میں خاموشی تھی۔

"بیٹا...... تم سن رہی ہو ناں؟" انہوں نے تصدیق چاہی۔

"جی......"

"ماہم...... اُس روز جو کچھ بھی ہوا اس میں قصور کس کا تھا اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ریحان بہت شرمندہ ہے وہ تم سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔ ریحان کو میں نے بڑے عرصے بعد خوش دیکھا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب سب کچھ ٹھیک ہوگیا ہے مگر اس واقعے سے سب کچھ بکھر گیا۔ حقیقت معلوم ہوتے ہی ریحان نے اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ وہ اپنی غلطی کو سدھارنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی اپنی غلطی مان کر پلٹنا چاہے تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔" وہ خاموش ہوئے۔ "میری تم سے درخواست ہے مانو گی؟" ان کا لہجہ التجائیہ ہوا۔

"بابا جان مجھے شرمندہ مت کریں۔ آپ حکم کریں۔" وہ ان کے انداز پر شرمندہ ہوئی۔

"بیٹیوں کو حکم نہیں دیا جاتا ماہم انہیں مان سے کہا جاتا ہے اور بیٹیاں اپنے ماں باپ کا مان کبھی نہیں توڑتیں۔ مجھے یقین ہے کہ میری بیٹی بھی میرا مان نہیں ٹوٹنے دے گی۔ تم گھر واپس آجاؤ اور میرے ریحان کا ہاتھ تھام کر اسے خوشیوں کی طرف لے آؤ۔" وہ بات مکمل کرتے اس کے جواب کے منتظر تھے۔

"ٹھیک ہے۔" وہ ہولے سے بولی۔

"چلو تم تیاری کرو میں اپنے بچے کو خود لینے آؤں گا۔ اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" ماہم نے فون بند کرکے ماریہ کی طرف بڑھایا جو غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بابا جان مجھے لینے آرہے ہیں۔" اس نے مختصراً بتایا۔ ماریہ نے اسے گلے سے لگایا اور فرقان کو یہ خوش خبری سنانے چل دی۔

☆☆☆......☆☆☆

چھ بجے کے قریب ریحان کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی۔ وہ تھکا تھکا سا اندر کی جانب بڑھا۔ لاؤنج میں بابا جان، ماریہ، شعیب اور فرقان کی محفل جمی ہوئی تھی۔ وہ سب کو مشترکہ سلام کرکے وہیں بیٹھ گیا۔ اس کا دل بہت اُداس تھا۔ آج ماہم کی یاد اس پر شدت سے حملہ آور ہوئی تھی۔ صبح سے کتنی ہی بار اس کی یہ کیفیت ہو چکی تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ دور کہیں کسی ویرانے میں نکل جائے۔ جہاں وہ تنہا ہو اور اس کے ساتھ صرف اور صرف ماہم کی یادیں ہوں۔ سارا دن وہ اِدھر اُدھر کی مصروفیت میں گم ہوکر اس کی یاد سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کررہا تھا مگر سب بے سود ثابت ہورہا تھا۔

"اگر تم چائے پینا چاہتے ہو تو کچن میں فریدہ خالہ سے کہہ آؤ، وہ ہم سب کے لیے لارہی ہیں اور ہم میں سے کوئی تمہیں اپنی چائے نہیں دے گا۔" فرقان نے کہا تو وہ کسلمندی سے بیٹھا رہا۔

"تم نے چائے نہیں پینی تو کوئی بات نہیں، جاؤ اپنے کمرے میں آرام کرو مگر جاتے جاتے فریدہ کو چائے جلدی لانے کا کہہ دو۔" بابا جان نے کہا تو وہ اپنا بیگ سنبھالے اُٹھ گیا۔ اس وقت وہ واقعی آرام کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ کچن کی طرف بڑھا تاکہ فریدہ خالہ کو پیغام دے کر اپنے کمرے میں چلا جائے۔

"فریدہ خالہ بابا جان......" ریحان کا باقی جملہ منہ میں ہی رہ گیا۔ ماہم بڑے اطمینان سے ٹرے میں چائے کے کپ رکھ رہی تھی۔

"تم......!" وہ بیگ کرسی پر رکھ کر اس کے قریب آیا۔ ماہم کا چہرہ بالکل سنجیدہ تھا۔

"تم کس کے ساتھ آئیں؟"

"بابا جان کے ساتھ۔" وہ مختصر جواب دے کر پھر سے اپنا کام کرنے لگی۔ اس کا مصروف سا انداز ریحان کو سلگا گیا۔

"اور میں جو تمہیں لینے گیا تھا تب تو تم نے خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا۔ اب کیوں آئی ہو؟" ریحان

نے ماہم کو کندھوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔
"آپ نے کب کہا تھا کہ آپ مجھے لینے آئے ہیں۔ کہا ہوتا تو آپ کے ساتھ بھی آ جاتی۔" اس نے نظریں اُٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔
"آپ کے ساتھ بھی آ جاتی' مطلب ناراضگی ختم۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔
"تو وہ نظم سنا کر میں نے کیا جھک ماری تھی۔ اس کا یہی مطلب تھا۔" اب کے وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا۔ اس کے ہاتھ ابھی تک اس کے کندھوں پر تھے۔
"نہیں' آپ کو سیدھے سیدھے کہنا چاہیے تھا۔" وہ اپنی بات پر قائم تھی۔ ریحان نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا تو اس کے چہرے پر رنگ سے بکھر گئے۔
"اچھا تو پھر صاف صاف سنو کہ مجھے تم سے محبت ہے اور......"
"بھئی چائے بن رہی ہے یا پایے؟ کب سے انتظار کر رہے ہیں۔" ابھی ریحان کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ فرقان اُونچی آواز میں بولتا کچن میں داخل ہوا۔ ماہم نے ریحان کے ہاتھ اپنے کندھوں سے ہٹائے اور چائے کپوں میں اُنڈیلنے لگی۔ فرقان ان دونوں کو قریب کھڑے دیکھ چکا تھا۔
"ریحان...... تم ابھی تک یہاں کیا کر رہے ہو؟" فرقان نے تجاہلِ عارفانہ سے پوچھا۔
"تمہارا سر......" ریحان اس کی بے وقت دخل اندازی پر جی بھر کر بدمزا ہوا۔
"حدِ ادب ریحان' ورنہ میں اپنی بہن کو واپس لے جاؤں گا' پھر میرے پیچھے پیچھے پھرتے رہنا۔" فرقان نے صاف الفاظ میں دھمکی دی۔
"تمہاری بہن کو اب میں کہیں نہیں جانے دوں گا اور اگر کسی نے ایسی کوشش کی تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔" ریحان نے دھمکی کا جواب دھمکی سے دیا۔
"پرنسس...... سن رہی ہو یہ تمہارے بھائی کو کیسے دھمکا رہا ہے؟" فرقان نے دہائی دی اور پھر ماہم کا بازو تھام لیا۔

"چلو میری بہن اب میں تمہیں اس جن کے ساتھ نہیں رہنے دوں گا۔" فرقان ماہم کی طرف بڑھا۔
"مگر مجھے اب اس جن کے ساتھ ہی رہنا ہے۔" ماہم اپنا بازو چھڑا کر ریحان کے دائیں طرف جا کھڑی ہوئی۔ ریحان نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر فرقان کو دیکھ کر وکٹری کا نشان بنایا۔
"ماہم تم...... غدار میں تم دونوں کو دیکھ لوں گا۔" فرقان نے دھمکی دے کر چائے کی ٹرے اُٹھائی اور ان کو گھور کر چلا گیا۔
"یعنی تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو گئی ہے؟" ریحان نے اسے بازو کے حلقے میں لے لیا۔
"تو کیا نہیں ہونی چاہیے۔" اس نے سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا تو وہ اس کے کان میں دھیرے سے گنگنایا۔

تمہیں معلوم ہے جاناں!
میری تکمیل تم سے ہے
میری جاناں!
مجھے تکمیل بخشنے دو
مجھے اپنا بنانے دو
دوریاں مٹ چکی ہیں اب
مجھے احساس کرنے دو
کبھی واپس نہیں جانا
وصال کی راتیں سونپ کر
تمہیں معلوم ہے جاناں!
میری تکمیل تم سے ہے!

زارا رضوان

جیسے جیسے سورج غروب ہورہا تھا' پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے تھے اور اب رات کا اندھیرا دن کے اجالے پر حاوی ہورہا تھا' اس کے ساتھ ہی مونٹی کا دل بھی ڈوب رہا تھا۔ آخر وہ ایک جوان بیٹی کا باپ جو تھا۔ کبھی ٹیرس پر کبھی لان میں اندر باہر کے وہ بیسیوں چکر لگا چکا تھا مگر رزی ابھی تک نہ آئی تھی۔ بار بار موبائل کے بٹن پش کرتا اور جھنجھلا کر واپس جیب میں رکھ لیتا اور پھر تسبیح کے دانے تیزی سے گردش میں آجاتے۔ جیسے ہی گھڑیال نے سات بجائے مونٹی نے جھٹ فون نکالا اور رزی کا نمبر ڈائل کرنے ہی لگا تھا کہ اسی اثناء میں انیس سالہ لڑکی لہراتی ہوئی آئی اور مونٹی کو ہائے کہتے کمرے کی جانب بڑھ گئی' مونٹی فون جیب میں رکھ کر بے بسی سے بند دروازے کو گھورنے لگا۔

❁......❁......❁

نام تو اس کا مونس عبدالرحمن تھا جو پڑھائی کی غرض سے کینیڈا آیا تھا۔ دو بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اس کے والد عبدالرحمن کا اپنا شوروم تھا۔ کسی چیز کی کمی نہ تھی جو مانگتا فوراً سے بیشتر مہیا ہوجاتی۔ یہاں تک کہ ایف اے پارٹ ون کے بعد اس نے باہر پڑھائی مکمل کرنے کا کہا تو بہت اعتراضات کے بعد مونس کے وعدوں اور یقین دہانیوں پر اجازت دے دی گئی یہاں کی آب و ہوا اور ماحول اس پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ دوست یوں بھی اس نے کم بنائے تھے جس میں زیادہ تر مسلمان تھے جبکہ ایک لڑکا ہندو کرشنا شامل تھا۔ وہ بھی اپنے اخلاق کی وجہ سے ان کے گروپ میں شامل ہوا تھا جو صرف پڑھائی کے لیے شامل ہوتا جبکہ دیگر ایکٹیوٹیز یا پارٹیز کو مونس بہت آرام سے منع کردیتا۔

مونس کو آئے ابھی چھ ماہ ہوئے تھے۔ کرسمس منانے کے لیے کلاس میں باتیں ہوتیں تو کچھ مسلمان بھی جوش و خروش سے ان کے ساتھ شامل ہوگئے مگر مونس اور باسل جس کا تعلق پاکستان کے شہر کراچی سے تھا' کنی کترا گئے۔ پچیس دسمبر کو انہیں بھی کرسمس پارٹی میں انوائٹ کیا گیا باسل نے آنے سے صاف منع کردیا کہ وہ یہ چھٹیاں گھر والوں کے ساتھ پاکستان میں گزارنے کا سوچ رہا تھا' چونکہ مونس کا ابھی پہلا سمسٹر تھا اس لیے اس کو چھٹیاں ملنا اور پاکستان آنا ممکن نہ تھا مگر اس نے بھی پارٹی میں شرکت سے معذرت کرلی تھی۔

''یار اگر آجاؤ تو کوئی حرج نہیں یوں بھی یونیورسٹی سے چھٹی ہے تو اکیلے کیا کرو گے۔'' کرشنا نے کہا تو مونس نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلادیا۔

❁......❁......❁

پارٹی میں آیا تو یہاں عجیب سا سماں تھا وہ خود کو وہاں مس فٹ محسوس کررہا تھا اس لیے خاموشی سے سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس لے کر کونے میں جاکر بیٹھا' ابھی اسے تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک مدھم اور سریلی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کردیا۔

مونس اس آواز کے سحر میں کھوگیا' اچانک اس کے دل میں اس ساحرہ کو دیکھنے کی خواہش ہوئی تو گلاس ایک سائیڈ پر رکھ کر آواز کے تعاقب میں چل دیا جہاں گہما گہمی پہلے سے زیادہ عروج پر تھی۔ سب نشے میں چُور ہوش و حواس کی دنیا سے بے خبر تھے' کوئی ہوش میں نہ تھا' مونس سب کو دھکیلتا اس آواز کی طرف بڑھا' اس کی آواز میں پہلے سے زیادہ چاشنی پہلے سے زیادہ سرور تھا یا شاید مونس کو ہی محسوس ہورہا تھا۔ اس نے دیکھا وہ بیس اکیس سال کی خوب صورت دوشیزہ تھی۔ ستواں ناک' تیکھے نین نقش اور سب سے بڑھ کر اس کے گنگناتے ہونٹ اس کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کررہے تھے۔ اسے لگا جیسے کوئی اپسرا اس کے سامنے ہو۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے بھی کوئی خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی تھی' کینیڈا میں

حسن بکھرا پڑا تھا مگر اس ساحرہ میں ایک الگ بات تھی جو مونس کو بار بار اپنی طرف متوجہ کررہی تھی وہ تھی اس کی آواز۔

''ہیلو مسٹر مونی...... کہاں گم ہو وہ ملکہ تو کب کی جاچکی۔'' کرشنا نے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور اپنے رویے پر نادم ہوا۔

''نن...... نہیں بس یوں ہی میں تو اسٹیج کی سجاوٹ دیکھ رہا تھا۔'' اس نے بات بنائی مگر اس کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا۔

''میں ابھی آیا۔'' کرشنا نے کہا اور تقریباً بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ مونس ابھی تک اس کی آواز اپنے اردگرد محسوس کررہا تھا۔

''ان سے ملو یہ ہیں مسٹر مونس۔'' مونس کو چالیس والٹ کا جھٹکا لگا جب اس نے ساحرہ کو اپنے پاس پایا جس کا ہاتھ مونس کی جانب مصافحہ کرنے کے لیے بڑھا ہوا تھا۔ اسے لگا شاید اس کا وہم ہو۔

''مونس یہ ہیں اریکا۔'' ناسمجھی اور خواب کی کیفیت میں اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

اس طرح مونس اور اریکا کی دوستی کا آغاز ہوا۔ اریکا کے والدین میں علیحدگی ہوچکی تھی دونوں اپنی زندگیوں میں مصروف تھے۔ کچھ عرصے تک اس کا باپ اس کو خرچہ بھیجتا رہا مگر پھر آہستہ آہستہ چھوڑ دیا جس کا اریکا کو قطعاً افسوس نہ تھا کیونکہ یہ سب وہاں عام تھا۔ اریکا مختلف فنکشن میں گاتی اور اپنا خرچہ پورا کرتی تھی۔ اس کے لیے کوئی بھی چیز معیوب نہ تھی لڑکوں سے ملنا ڈرنک کرنا کیونکہ اس سوسائٹی میں یہ سب عام تھا۔ مونس سب جانتے ہوئے بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوچکا تھا دن میں دو بار ملنا اس کا معمول بن گیا جس میں کمی بیشی اس کو گوارا نہ تھی دوسری طرف اریکا بھی مونس کو پسند کرنے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ اریکا کا شادی کرنے کا اصرار بڑھتا جارہا تھا مگر وہ اپنا مذہب تبدیل کرنے پر بھی رضامند نہ تھی۔ وہ خود پریشان تھا کہ اس کے ماں باپ ایک عیسائی لڑکی کو کیسے اپنائیں گے؟ کیا وہ مستقل اپنے بیٹے کو باہر رہنے دیں گے نہیں تو کیا اریکا اس کے ساتھ اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان جائے گی؟ ایسے ہزاروں سوال اس کے سامنے کھڑے تھے جس کا جواب اسے منفی نظر آتا تھا۔

''میں اپنا مذہب کیسے چھوڑ سکتی ہوں مونی فرض کرو اگر میں اپنا مذہب نہیں چھوڑوں تو کیا تمہارے والدین مجھے بہو تسلیم کرلیں گے؟ آپ یہاں رہ کر بہت کچھ کما سکتے ہیں پاکستان میں تو کمانے کے لیے مواقع ہی نہیں۔'' پیار تو اریکا بھی مونس سے کرتی تھی پھر قربانیاں صرف اس کے حصے میں کیوں آئے؟ مونس یہ سوچ کر پریشان تھا۔

''محبت بدلے میں محبت مانگتی ہے صلہ مانگتی ہے لیکن جب محبت مجبوری بن جائے تو اس سے کنارہ کرلینا

بہتر ہے کیونکہ تھوڑی دیر کے آنسو ساری زندگی بہانے سے بہتر ہیں۔"

مونس نے گھر بات کی تو سب نے اس کو لعنت ملامت کی اور تنگ آ کر شرط رکھ دی کہ وہ باہر رہے نوکری کرے وہ خوش رہیں مگر کسی غیر مسلم سے شادی نہ کرے۔ بات اتنی بڑھی کہ مونس نے سب سے بغاوت کر کے ایریکا سے شادی کر لی اور ایک جگہ سیلز مین کی جاب تلاش کر لی مگر وہ اسٹور ایریکا کے چچازاد بھائی کا تھا اور سب سے ایریکا نے جھوٹ کہا کہ مونس نے عیسائیت اختیار کر لی ہے اور اس کا نام مونٹی ہے۔ مونس نے پہلے پہل تو بہت مخالفت کی لیکن پھر خاموش ہو گیا کہ جب تک وہ پڑھائی مکمل کر کے مناسب جاب حاصل نہ کر لے اس جھوٹ کو بنائے رکھے۔ مونس نے گھر فون کیا تو مسز عبدالرحمٰن ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر بات کرنے لگی مگر جب اس نے شادی کا بتایا تو انہیں لگا کسی نے ان کو آسمان سے فرش پر لا پٹخا ہو۔ کتنے مان سے اپنے بیٹے کو بھیجا تھا پڑھنے مگر وہ کس منہ سے یہ سب کو بتائیں کہ ان کے بیٹے نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کر لی جو مسلمان نہیں۔ انہیں لگا سب رشتے دار ان کی تربیت اور پرورش پر انگلیاں اٹھائیں گے۔ ان باتوں کی ٹینشن کے سبب مسز عبدالرحمٰن کو ہارٹ اٹیک ہوا' بیٹیاں آتیں ماں باپ کا حال پوچھتیں اور چلی جاتیں' ہمیشہ تو وہ وہاں رہ نہیں سکتی تھیں۔

❁.......❁.......❁

مونس نے بیٹی کی تصویریں ماں باپ کو بھیجیں مگر ان کے دل میں کوئی نرمی پیدا نا ہو سکی بلکہ ان کے درد میں مزید اضافہ ہو گیا کہ آخر ان کا خون کس مذہب پر چلے گا۔ عیسائیت پر یا اسلام پر یا پھر دونوں میں سے کسی پر نہیں؟ اسی دوران مسز عبدالرحمٰن کو دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا تو عبدالرحمٰن صاحب بالکل ٹوٹ گئے اور اپنی شریک حیات کی خوشی کی خاطر بیٹے کو کہا کہ اگر وہ پاکستان آ جائے تو وہ نہ صرف اس کو بلکہ اس کی فیملی کو بھی اپنا لیں گے۔

"پاپا جیسے ہی میری پڑھائی مکمل ہو گی میں پاکستان آ جاؤں گا سب کو لے کر بس تین سمسٹر رہ گئے ہیں۔"

ماں بیٹے کے آنے کی آس پر جی رہی تھی تو عبدالرحمٰن صاحب اپنی بیوی کو دیکھ کر زندہ تھے۔

بیٹیاں اپنے گھر میں خوش تھیں' دونوں میاں بیوی دن گنتے رہتے کہ کب اس کی پڑھائی مکمل ہو کب وہ آئے۔ چار سال گزر گئے اب مونس نے جاب کا کہنا شروع کر دیا۔

"مما آپ ہی پاپا کو سمجھائیں اتنی مشکل سے اتنی پُرکشش اور اچھی جاب ملی ہے جہاں آپ نے اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا اور صحیح۔" انہوں نے اب بیٹے کے آنے کی آس بھی چھوڑ دی تھی۔

مسز عبدالرحمٰن علیل رہنے لگیں اور ان کو فالج ہو گیا تو عبدالرحمٰن صاحب نے اپنا شوروم کرائے پر دے دیا اور خود بیوی کی تیمارداری میں لگ گئے' بیٹیاں آتیں دو چار دن رہتیں اور پھر چلی جاتیں وہ اور کر بھی کیا سکتی تھیں۔ عبدالرحمٰن نے اپنی نمازیں طویل کر لیں روزانہ مسز عبدالرحمٰن کے سرہانے قرآن پاک کی تلاوت کرتے جو خود سے کچھ بھی کرنے کے قابل نہ تھیں۔ دعائیں پڑھ کر دم کرتے اور اپنی شریک حیات کی سلامتی کی دعا کرتے کہ ان کا واحد سہارا اور دکھ سکھ کا ساتھی وہی تھیں۔ وہ اپنے شوہر کی حالت دیکھ کر رو پڑتی مگر وہ ان کو تسلی دیتے۔ کیا نہیں تھا ان کے پاس اولاد نرینہ تھی بھی مگر پھر بھی وہ دونوں تشنہ تھے۔

"صاب اگر اولاد ایسی ہوتی ہے تو اس رب نے اچھا کیا کہ مجھے بے اولاد ہی رکھا۔" اکثر نوری ان کے حالات پر افسوس کرتی تو ان کے دل میں اک ٹھیس اٹھتی۔ اب تو انہوں نے مونس کے فون ریسیو کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

ان کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا' گھر اور باہر کے سارے کام نوری پر ڈال دیئے تھے' اسے جو مناسب لگتا وہ کرتی اور ایک ایک چیز کا حساب ان کو بغیر کہے دیتی۔

www.urdusoftbooks.com

''نوری ہمیں تم پر بھروسہ ہے مت دیا کرو حساب۔''
''نہ صاب جی یہ تو میرا فرض ہے۔'' عبدالرحمٰن صاحب کئی مہینوں سے سر میں درد محسوس کررہے تھے مگر اس کو معمولی سمجھتے اور گولی کھا کر لیٹ جاتے مگر جب ڈاکٹر کے کہنے پر ٹیسٹ کروایا تو ان کو پتا چلا کہ انہیں برین ٹیومر ہے۔
''اگر آپ آپریشن کروالیتے ہیں تو آنکھوں کی بینائی جانے کا خدشہ ہے دوسری صورت میں آپ کی زندگی بھی بہت مختصر ہے جو ڈاکٹر نے بتایا وہ اتنا تکلیف دہ نہیں تھا جتنا یہ سوچنا کہ ان کے بعد ان کی وائف کا کیا ہوگا۔ نوری خود ایک عورت تھی جو ملازمہ ہونے کے باوجود بہت ساتھ دے رہی تھی۔ بیٹیاں اپنے گھر کی تھیں تب انہوں نے آخری فیصلہ کیا اور نوری کو اعتماد میں لیا۔ مونس کو خط لکھا کہ اگر وہ دو ماہ کے اندر اندر آجاتا تو ٹھیک ورنہ اس کو عاق کردیا جائے گا۔
جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا وہ خود کو موت کے قریب محسوس کررہے تھے۔ نوری اپنے مالک کی حالت دیکھ کر روتی اور اللہ سے دعا کرتی کہ انہیں کچھ نہ ہو ورنہ اس کی مالکن اکیلی رہ جائیں گی۔ ساڑھے تین ماہ گزر گئے مگر مونس تو کیا اس کی کوئی خبر تک نہ آئی۔ آخر کار چوتھے ماہ وکیل کو بلوا کر تمام جائیداد بیٹیوں میں تقسیم کی اور ایک تہائی بیوی کے نام اور شوروم بھی بیوی کے نام کردیا اور بینک میں جتنی رقم تھی وہ بھی اور دس ہزار نوری کو نقد دیے۔

❁......❁......❁
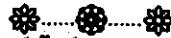
زینب اٹھارہ سال کی ہوچکی تھی مگر نہ وہ عیسائیوں میں شمار ہوتی تھی نہ مسلمانوں میں۔ کئی بار اس کے مذہب کو لے کر اریکا مونس میں بحث ہوچکی تھی مگر وہ صرف دلائل دے سکتا تھا فورس نہیں کیونکہ انیس سال میں اس کی پہچان مونٹی بن چکی تھی اور سب کو پتا تھا اب وہ عیسائی ہے وہ خود کو مجبور محسوس کرتا اور کبھی اکیلے میں اپنی بیٹی کو اپنے دین کے بارے میں بتاتا تو وہ ناگواری سے اٹھ جاتی۔
''بس کریں پاپا...... پلیز مجھے بور مت کریں' یہ ٹاپک ختم کریں۔'' سولہ سال میں وہ نماز اور روزے سے غافل ہوچکا تھا' مونٹی نام کا اثر تھا یا کمیونٹی والوں کا خوف (جو اریکا نے اس کے دل میں ڈالا تھا) وہ نماز ادا کرتے ڈرتا تھا کہیں کوئی اس کو دیکھ نہ لے۔ وہ کمیونٹی کے لوگوں سے ڈر کر زندگی بسر کررہا تھا اگر اس کے دل میں اللہ کا ذرا بھی خیال یا ڈر ہوتا تو سولہ برس کی نمازیں قضا نہ کرتا۔
اریکا کا زیادہ وقت شوز کرنے میں گزر جاتا جس کی وجہ سے وہ زینب کو وقت نہ دے پاتی جبکہ مونس حتی الامکان کوشش کرتا کہ اس کی تربیت میں کمی نہ ہو مگر وہ شاید بھول رہا تھا۔ مغرب میں رونقیں و روشنیاں ہی اٹریکٹ کرتی ہیں اور ایسا ہی زینب کے ساتھ ہوا۔ وہ باپ کی باتوں کو دقیانوسی کہہ کر چلی جاتی۔ زینب کی سترہویں سالگرہ میں اریکا تو صبح اس کو وش کرکے چلتی بنی۔
''ڈیڈ مجھے گھر آنے میں دیر ہوجائے گی' آج میرے فرینڈز کو میں نے پارٹی دی ہے آپ میرا انتظار مت کرنا۔'' بیگ میں چیزیں رکھتے ہوئے شستہ لہجے میں انگریزی بولتے ہی باہر چلی گئی اور مونس اس کو دیکھتا رہ گیا۔ آج پہلی بار اس کو اس کے ماں باپ کی کہی بات یاد آئی جب وہ یہاں آرہا تھا۔
''مونس...... ہم تمہیں تمہاری خواہش پر بھیج تو رہے ہیں مگر ہماری تربیت و پرورش اور تمہاری ذات (بحیثیت مسلمان) پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اپنے عزت و کردار کے محافظ تم خود ہو' ہم بس تمہارے لیے دعا کریں گے' فی امان اللہ۔'' ایک آنسو مونس کی آنکھ سے ٹپکا اور وہ فون کی جانب بڑھا شاید اب کی بار اس کے گھر والے اس کا فون اٹھا کر بات کرلیں۔
جانے کتنے سال بیت گئے مگر مونس کی دو ماہ کی مدت ختم نہ ہوئی تھی اور اس بار بھی فون مسلسل بجتا رہا مگر کسی نے اٹھانا گوارا نہ کیا۔ فون سائیڈ پر رکھ کر چپ چاپ

آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔ جانتا تھا ماں باپ نے اس کو معاف کر کے بہت مواقع دیئے مگر وہ ہمیشہ گنواتا ہی آیا ہے۔ وقت نے تو گزرنا ہی ہے اور گزرتا رہا اور ٹھیک ایک سال بعد زینب نے جو انکشاف کیا مونس کے ضمیر کو جگانے کے لیے کافی تھا۔

"ڈیڈ مجھے پریشان کرنے کی کوشش نہ کریں' میں اس سے پیار کرتی ہوں۔ مما بھی اسے پسند کرتی ہیں تو آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" زینب نے گستاخانہ لہجے میں کہا تو مونس کو اپنا آپ دھواں ہوتا محسوس ہوا۔

"بیٹا جو چاہو کرو مگر جب تمہاری اولاد ہوگی اور وہ دو کشتیوں میں بٹے گی تو تمہیں پتا چلے گا تم نے ایک غیر مذہب کی لڑکی سے شادی کر کے کتنی بڑی غلطی کی ہے مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔" اس کے کانوں میں بڑی بہن کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"میرا پرابلم یہ ہے بیٹا کہ وہ......" مونس کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے مگر آج اس کو سب کہنا تھا۔

"کہ وہ غیر مسلم ہے اور تم ایک مسلمان باپ کی بیٹی ہو۔"

"اوہ آپ نے اگر اسلام قبول کرلیا ہے تو اپنے تک یا اپنے خدا تک رکھیں مجھے بیچ میں مت لائیں۔ وہ جو بھی ہے مجھے اس سے شادی کرنی ہے۔" مونس نے زور کا طمانچہ زینب کو رسید کیا اور دوبارہ مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اریکا نے اسے روک لیا۔

"وہ کوئی لاوارث نہیں جو تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ' اگر تم مجھ سے شادی کر سکتے ہو تو یہ کیوں نہیں کر سکتی اور آئندہ میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی تو پولیس کو بلالوں گی اور بالغ اولاد پر ہاتھ اٹھانے کی سزا تم جانتے ہی ہو۔"

"زینب تم ایسا کر کے گناہ کر رہی ہو۔"

"اگر وہ گناہ کر رہی ہے تو جو تم نے کیا وہ کیا تھا؟ اور ثواب اور گناہ کا اتنا خیال تھا تو مجھ سے شادی نہیں کرنی تھی اور زینب کوئی بچی نہیں وہ عیسائیت کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تو تمہارے مذہب کے بارے میں بھی اس کو کچھ معلوم نہیں...... لہٰذا وہ جو کر رہی ہے کرنے دو' جس مذہب پر چل رہی ہے چلنے دو سمجھے' اگر زیادہ پریشرائز کیا تو ہماری کمیونٹی وہ حال کرے گی کہ یاد رکھو گے۔"

"اریکا تم جانتی ہو کہ میں نے صرف تمہارے کہنے پر یہاں قدم جمانے کے لیے نام تبدیل کیا اپنا مذہب نہیں۔"

"اوہ سویٹ ہارٹ یہاں ہزاروں مسلمان نوکری کر رہے ہیں اور اچھے عہدوں پر فائز ہیں' کسی نے بھی نام یا مذہب چھپا کر وہ پُرکشش نوکری حاصل نہیں کی۔ تم نے جو کیا تمہارا اپنا مفاد تھا میں نے کہا تھا مگر تم کوئی بچے تو تھے نہیں جو میری بات مان گئے' نام نہاد مسلمان اونہہ......" اریکا نے کہہ کر نخوت سے سر جھٹکا' اس کی ایک ایک بات سچ تھی۔ اس کی برانچ میں اس سے سینئر مصطفیٰ کمال جو اس سے دوگنا زیادہ اچھی سیلری لے رہا تھا' اس کی کمپنی میں کل نو لوگ مسلمان تھے جن میں سے تین تو اچھی پوسٹ پر تھے مگر باقی بے شک جتنا کمارہے تھے مگر ان کی پہچان سب کے سامنے تھی۔ مونس کو اپنا آپ کیچڑ میں تر نظر آ رہا تھا' اسے لگا آج مکافات عمل کا دن ہے کئی سال پہلے جو اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا آج اس کی اولاد اس کے ساتھ کر رہی تھی۔

فرق اتنا تھا مونس نے تمیز کے دائرے میں اپنا مدعا بیان کیا تھا اور یہاں سب کچھ بھلا کر فیصلہ سنا دیا گیا تھا' زینب اور اریکا کب کی جا چکی تھی۔ وہ سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور گزرے دنوں کا حساب کتاب کرنے لگا۔

"اب تک میں ہی قربانیاں دیتا آیا ہوں پہلے اریکا کی محبت میں ماں باپ کو چھوڑا پھر اپنے رب کو بھی چھوڑ تو دیا تھا جب ہی اب تک صرف از تمیں نمازیں ادا کیں' وہ بھی عیدین کی روزہ تو شاید ہی ایک آدھ چھٹی والے دن رکھ لیا ہو جبکہ میرے مسلمان کولیگ کیسے فخر سے بتاتے تھے آج وہ روزے سے ہیں۔ مسلمان کے خون سے پیدا ہوئی اولاد آج کہہ رہی ہے میرا اور اس کا رب کون

ہے پھر؟" مونس نے غور سے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو بالکل خالی تھے اور اس نے اپنی قسمت کا انتخاب خود کیا تھا ماں باپ کو ناراض کر کے ان کو دکھ پہنچا کر۔

❀......❀......❀

آج صبح سے ہی وہ رزی عرف زینب کا انتظار کر رہا تھا جو آئی اور فوراً دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ مونس نے جی کڑا کرتے دروازے پر دستک دی آج وہ آخری بار زینب سے بات کرنے آیا تھا۔

"کم اِن۔" مونس کو دیکھ کر رزی نے فون رکھ دیا۔

"زینب مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"اگر آپ میری اور آرتھر کی شادی کو لے کر بات کرنا چاہتے ہیں تو میں نے اور مما نے اپنا فیصلہ آپ کو سنا دیا ہے۔"

"ہاں مجھے اس شادی پر اعتراض ہے کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہے جبکہ تم رزی مونٹی نہیں زینب مونس ہو اور میں مسلمان۔"

"ڈیڈ پلیز اب بند بھی کریں میں مسلمان ہوں یا نہیں اگر آپ مسلمان تھے تو آپ نے مما سے شادی کیوں کی؟ انہوں نے مجھے سب بتا دیا ہے لیکن آج تک آپ نے اپنے مذہب کا مجھے کبھی نہیں بتایا سب کے لیے میں رزی مونٹی تھی اور رہوں گی کیونکہ یہی میری شناخت ہے۔ میں جو بھی ہوں بہت خوش ہوں۔" رزی موبائل کے بٹن پش کرنے لگی مونس خالی ہاتھ گیا تھا خالی ہاتھ لوٹ آیا۔

❀......❀......❀

"کون ہے۔" بیل کی آواز سن کر نوری نے جھاڑو رکھی اور دروازہ کھولتے ہوئے گویا ہوئی۔ سامنے موجود شخص کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"مونس صاب......!" ایک دم پورا دروازہ کھول کر سائیڈ میں ہوگئی۔

"میں اکیلا ہوں۔" مونس نے مڑ کر نوری کو بتایا۔

"خالی ہاتھ گیا تھا خالی ہاتھ لوٹا ہوں۔"

"تو صاب آج تمہارے دو ماہ پورے ہو ہی گئے۔" نوری چلتے ہوئے گویا ہوئی مونس طنز میں چھپے نشتر محسوس کر سکتا تھا اگر وہ غلطی کا مرتکب نہ ہوتا تو ایک نوکرانی ایسی بات کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتی۔ وہ جیسے ہی راہداری پار کر کے اندر بڑھے خالی گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"کون ہے نوری؟" اندر سے آواز آئی تو مونس تقریباً بھاگتا ہوا آواز کی پیروی میں گیا۔

"مما......!" جیسے ہی اندر قدم رکھا بے اختیار اپنی ماں کی جانب بڑھا مسز عبدالرحمٰن اس کو دیکھ کر حیران رہ گئیں اور پھر سب یاد آنے پر غصے سے منہ پھیر لیا۔

"مما پاپا مجھے معاف کر دیں۔" مونس ہاتھ جوڑ کر گھٹنے کے بل بیٹھ گیا اور گڑگڑاتے انداز میں گویا ہوا۔

مسز عبدالرحمٰن کچھ نہیں بولیں وہ دوسری طرف منہ کیے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھیں۔

"بڑی امی......امی دیکھیں آج میں ایک خوش خبری لایا ہوں۔" ایک سولہ سالہ دبلا پتلا لڑکا مٹھائی کا ڈبہ اٹھائے اندر آیا تو سب نے مونس کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ مونس چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ماں صدقے کیا خوش خبری ہے۔" نوری نے اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر پوچھا۔

"نہیں پہلے بڑی امی کا منہ میٹھا کرواؤں گا۔" نوری نے مصنوعی غصے سے منہ پھیر لیا تو لڑکے نے اس کے گرد بازو حمائل کر لیے اور مسز عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ کر خوش ہو کر بولا۔

"بڑی امی میں نے پورے لاہور بورڈ میں پہلی پوزیشن لی ہے۔" مسز عبدالرحمٰن نے اٹھنے کی کوشش کی تو وہ لڑکا فوراً ان کے گلے لگ گیا۔ مونس کو اپنا آپ بہت حقیر محسوس ہوا تھا۔

"اور بڑی امی آپ کو معلوم ہے مجھے پارٹ ٹائم جاب بھی مل گئی ہے۔" جب ہی اس کی نظر خاموش و غمگین مونس پر پڑی۔

"......"

www.urdusoftbooks.com

"بیٹا مہمان ہے ابھی چلا جائے گا۔" مسز عبدالرحمٰن نے کہا تو مونس آنسو ضبط کرتے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میرے چاند تم چلو میں کھانا لاتی ہوں۔" نوری نے اپنے بیٹے کامران کو وہاں سے اٹھانا چاہا اور خود بھی اس کے ساتھ منظر سے غائب ہوگئی۔ کمرے میں دو نفوس موجود تھے مگر گہری خاموشی تھی۔ مسز عبدالرحمٰن اب پہلے سے کافی بہتر تھیں اب ان کی زبان کی لکنت بھی کافی ختم ہوگئی تھی۔

"مما خدارا مجھے دیکھیں مجھے لعنت ملامت کریں مگر اس طرح نہ کریں مجھے سزا مل چکی ہے۔"

"تمہیں معاف کرکے ہی واپس آنے کو کہا تھا اور دو ماہ سے انیس سال بیت گئے اور آج ہم سے معافی کے طلب گار ہو۔ یہ بھی نہ سوچا ہم کیا کریں گے تمہارے بغیر جب ہمیں تمہاری ضرورت تھی تب تم نہیں آئے اب جب اللہ نے ہمیں ایک خیال کرنے والا ہماری دیکھ بھال کرنے والا بیٹا عطا کردیا ہے تو اب ہمیں تمہاری ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

"مما پلیز مجھے معاف کردیں بابا کو بلائیں وہ مجھے ضرور معاف کریں گے۔"

"مرنے والے لوٹ کر آتے ورنہ وہ میرے پکارنے پر ضرور آجاتے۔" مسز عبدالرحمٰن کی آنکھیں نم ہوگئیں جبکہ مونس دکھ سے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا پاپا اب نہیں رہے..... اور کسی نے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔"

"ارے صاب بس کرو اللہ کے لیے بس کرو..... پوچھو اپنی بیوی سے اس کو بتایا تھا سب کچھ۔" نوری اس کی بات سنتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"کب وہ..... وہ گئے۔ کک..... کتنا سال۔" مونس سے لفظ مکمل نہ ہو پا رہے تھے ابھی تک اس کو اپنے مضبوط باپ کی موت کا یقین نہ آ رہا تھا۔

"سات سال ہوگئے صاب..... سات سال۔"

"نوری مونس کو اس کی امانت دے دو۔" نوری الماری سے ایک لفافہ لے آئی اور اسے تھما دیا۔

"تمہارا جائیداد کا حصہ جو ہماری بیگم صاب نے تمہارے نام کردیا تھا ورنہ باپ نے تم کو کچھ نہیں دینا تھا نہ دیا یہ گھر بیگم صاب کا ہے اور شوروم اب تمہارے نام ہے۔"

"مم..... مجھے کچھ نہیں چاہیے مما..... مجھے اپنے پاس رہنے دیں پلیز مما پلیز۔" مونس کی التجاؤں کا اس پر قطعاً اثر نہ ہوا۔

"بیگم صاب..... چلو میں تم کو دوا دے دوں۔" نوری مونس کو نظر انداز کرکے مسز عبدالرحمٰن سے گویا ہوئی۔ بیٹے کا آخری دیدار کرکے ان کی روح پرواز کرچکی تھی مگر نگاہیں بدستور مونس پر تھیں۔ کیا نہیں تھا ان آنکھوں میں انتظار دکھ تکلیف اور شکایت۔

"بیگم صاب دوا لے لو۔" نوری کے ہلانے سے ایک دم ان کا سر ڈھلک گیا اور نوری کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

مونس کو نہ باپ کا دیدار نصیب ہوا اور نہ والدین میں سے کسی نے معاف کیا اب پچھتاوا ساری زندگی بچھو کی طرح ڈنک مارتا رہے گا اور اللہ کی رضا سے بھی محروم رہے گا۔ بہنیں آئیں اور چلی گئیں مگر کسی نے بھی بھائی کو ملنے اور تسلی دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔ آج بھی وہ ماں باپ کی قبر کے پاس سر جھکائے بیٹھا تھا جب کامران آیا۔

"اس طرح آپ کو معافی نہیں ملے گی بھائی..... بڑی امی اور بابا ہمیشہ آپ کو یاد کرتے تھے اور جب بابا فوت ہوئے تو ان کی آنکھیں دروازے پر تھیں کہ کب آپ آئیں گے لیکن....." اتنا کہہ کر اس نے سر جھٹک کر ہتھیلی سے آنسو پونچھے۔ مونس نے اس کے ساتھ قدم بڑھا دیئے۔

"تم تو نوری کے بیٹے ہو تو میری امی کو بڑی امی اور بابا....." مونس ہچکچا گیا کہیں غلط لفظ ادا نہ ہوجائیں۔

"آپ یہ سب امی سے معلوم کر لینا۔" مونس کو ایک دم جھٹکا لگا۔ مونس نے جاتے ہی نوری سے وہی سوال کیا۔

"میں بیوہ تھی میں نے بیگم صاحب کی بہت خدمت کی ایک دن صاحب نے مجھے اپنی بیماری کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ وہ زیادہ دن نہیں جی پائیں گے۔"

"کون سی بیماری؟" مونس نے حیرانی سے پوچھا کیونکہ اس کے والد تو صحت مند تھے۔

"صاحب کو ذہنی دباؤ کے سبب برین ٹیومر ہو گیا تھا ایسے میں صاحب کی خواہش تھی کاش ان کا ایک اور بیٹا ہوتا تاکہ ان کا سہارا بنتا تب بیگم صاحب نے ان سے کہا مجھ سے نکاح کر لیں میں چونکہ بیوہ تھی اور کوئی گھر بھی نہ تھا اور انہیں بڑھاپے کا سہارا چاہیے تھا' یوں اللہ نے نیتوں اور دعاؤں صلے میں مجھے بیٹے سے نواز دیا۔" نوری اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی اور دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھنے لگی۔

"صاحب نے آپ کو فون کیا لیکن دو ماہ بعد بھی آپ نہیں آئے تو صاحب جی نے ساری جائیداد بیٹیوں میں اور بیگم صاحب کے نام کر دی پر اللہ کو ان کی زندگی مطلوب تھی۔ اس لیے اتنے سال جیئے ورنہ ڈاکٹروں نے تو چار پانچ ماہ کا کہہ دیا تھا۔"

"صاحب جی نے آخری دم تک تم کو یاد کیا پر منہ سے کچھ نہ بولے اور وہ آپ کو دیکھنے کی آس میں ہی......"

نوری کے آنسوؤں میں شدت آ گئی تھی۔ مونس کا دل کیا وہ خود کو لعنت ملامت کرے کس طرح ماں باپ نے مرتے دم تک اس کا انتظار کیا اور وہ بے خبر رہا۔ آنسو مونس کے گالوں کو بھگوتے رہے' آنسو کو پونچھتے وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"یہ کیا ہیں صاحب؟"

"جائیداد کے کاغذات جو اب کامران کے نام ہیں' پاپا ہی نہیں رہے اور نہ میں بیٹا ہونے کا حق ادا کر پایا تو اس زمین کے ٹکڑے کا کیا کروں گا اور اس پر مجھ سے زیادہ کامران کا حق ہے منع مت کرو رکھ لو۔" اس نے ایک آخری نظر گھر پر ڈالی۔

"صاحب کہیں جا رہے ہو؟"

"ہاں...... مجھے واپس جانا ہے والدین کا حق تو ادا نہیں کر پایا' کم از کم باپ ہونے کا فرض تو ادا کروں۔ کہیں ایک اور مونس کسی سرزمین پر پچھتانے کے لیے نہ رہ جائے' مجھے میری بیٹی کو رزی سے زینب بنانا ہے۔"

مونس کی بڑبڑاہٹ پر نوری نہ سمجھی سے سر جھٹک گئی۔

"جاؤ صاحب...... مگر اس گھر کے دروازے ہمیشہ کھلیں رہیں گے۔" مونس کامران کے سر پر ہاتھ پھیر کر آنسوؤں کو ضبط کرتا وہاں سے چلا گیا مگر کامران کے الفاظ تیر بن کر اس کا سینہ چھلنی کر رہے تھے۔

"امی میں مونس بھائی جیسا ہرگز نہیں بنوں گا' میں آپ کا تابعدار بیٹا رہوں گا۔ ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گا' آپ کی خدمت کروں گا جیسے بڑی امی اور بابا کی خدمت کی' انہیں مجھ سے تو کوئی شکایت نہیں ہے ناں۔" کامران نے کہا اور روتے ہوئے نوری کے گلے لگ گیا۔

"صاحب اور بیگم صاحب تم سے بہت خوش ہوں گے میرے لعل...... تم نے ان کا تابعدار بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا۔"

"والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو' اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو' نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام سے بات کرو۔" (سورۃ بنی اسرائیل)

❁

سوال

فرح طاہر

زندگی حسین تو ہے مگر حسین کے ''ن'' کی گہرائی جتنی خوف ناک بھی ہے' جب ہی تو سمندر کی تیز و تند موجوں کی طرح چیختی چنگھارتی جسے چاہتی ہے اپنی طوفانی زد میں لے کر گہرائی میں ڈبوتی آدم کی ہستی کو مٹانے کے درپے ہوجاتی ہے۔ اب یہ آدم کی قسمت کے گہرائی میں اترنے کے بعد خود گہرائی اسے بل کھا کر غوطہ دلاتی کنارے پر اچھال دے تو وہ طغیانی سمیت بحال ہوکر زندگی کی رنگین روانی میں بہنے کو پھر سے جی اٹھتے۔ اب جب اسے ''جینے'' کے لیے بحالی ہی شرط تھی تو وہ پھر بھلا کیسے جیتے؟ کیونکہ ان کی ناؤ تو زندگی کی گہرائی میں اس بری طرح ڈوبی ہوئی تھی کہ لاکھ ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود بھی ان کی ناؤ کسی صورت کنارے لگ کے نہ دے رہی تھی یا پھر شاید غربت کی کشتی میں غربت کا سوراخ ہی اس قدر گہرا تھا کہ زندگی کی تمام بدصورتی بنا کسی دعوت کے ڈبونے پر تل جاتی۔

وہ بھی غریب تھے اور غریب بھی ایسے جنہوں نے آنکھ کھلنے پر غربت کو چڑھتی گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ کی طرح اپنے گھر کی دیواروں پر ہمیشہ لپٹتے دیکھا۔ لپٹنا بھی ایسا جیسے کوئی عزیز اپنے پیارے کو خود میں سمو کر الگ کرنا بھول جاتا ہے۔

کچھ ایسے ہی غربت نے ان کو بھی اپنی کشادہ بانہوں میں سمیٹا ہوا تھا کہ اب تو ان کے ساتھ ان کے پاس' ان کے گھر میں وہ دسویں فرد کی طرح رہتی محسوس ہوتی تھی اور ہمارے ابا میاں اپنے حال میں مست' مالک کی رضا میں راضی ہوکر دسویں فرد کی اس باری سے قطعی بے نیاز وارث کی چاہ میں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیوں کے ابا بن چکے تھے مگر مجال تھی جو کبھی ناگواری کی ہلکی سی بھی سلوٹ ان کی چوڑی پیشانی پر دکھائی دی ہو بلکہ ہر بار نومولود کو گود میں اٹھا کر اس کی ننھی پیشانی پر بوسہ دے کر ایک نرم نگاہ آسمان کی جانب ڈال کر بڑی عاجزی سے کہتے۔

''تیری رحمت کی اس عطا پر دل سے تیرا شکر گزار ہوں میرے ربا! بس ایک بار اپنی نعمت سے نواز کر بھی اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔'' اور یہ شاید ابا میاں کی عاجزی اور شکر گزاری ہی تھی جو اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آئی کہ بالآخر بیٹیوں کی قطار کے بعد اللہ نے انہیں اپنی نعمت سے نواز کر ان کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ عطا فرمایا تو ابا میاں منے کو گود میں لینے سے پہلے شکر گزاری کے جذبات سے مغلوب ہوکر اس کے حضور خوشی کے آنسو لیے سجدہ ریز ہوگئے۔ شکرانے کے بہت سے نوافل ادا کرنے کے بعد بہتی آنکھوں سے انہوں نے منے کو نرمی سے گود میں اٹھایا اور بھیگی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اپنے لرزتے کانپتے ہونٹ منے کی ننھی سی پیشانی پر رکھ دیئے۔ ہم نے دیکھا ابا میاں منے کو پا کر بے تحاشا خوش تھے۔

ابا میاں پہلے دن کی طرح بیٹیوں کے لاڈ اٹھاتے' ان سے پیار جتاتے بلکہ اکثر تو ایسا ہوتا کہ ان کی گود منے کے گل گوتھنے وجود سے بھری ہوتی جبکہ ان کی توجہ اپنے اردگرد جھرمٹ ڈالے بیٹیوں کی جانب مبذول ہوتی' ایسے میں اکثر ہی اماں چڑ کر ان کو جھڑک دیا کرتی تھیں۔

''کیا مکھیوں کی طرح اٹدی پڑی ہو باپ کے گرد' سارا دن کا تھکا ہارا گھر آیا ہے دو گھڑی چین لینے دو۔ سکون سے سپوت سے مل لینے دو' پھر سر کھا لینا باوا کا۔'' اماں کی اس کھلم کھلا ناانصافی پر ابا میاں کی چھوٹی بڑی ساری دلاریوں کے منہ کے زاویے

بگڑ کر ان کے ہونٹوں کو ان کی ٹھوڑی تک لٹکا دیتے تو ابا میاں ایک خفگی بھری گھوری اماں کے حوالے کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ان سب کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اماں سے کہتے۔

''میری تھکن میرے گھر کے باہر دروازے تک ہی رہتی ہے زوجہ محترمہ' پھر جونہی میں چڑیوں بھرے اپنے آنگن میں قدم رکھتا ہوں میری ساری تھکن اڑن چھو جاتی ہے۔ ہزار بار کہا ہے مت میری ان سنہری چڑیوں کو کچھ کہا کر۔ کل کو جب یہ اڑ جائیں گی' تو سب سے زیادہ تجھے ہی یاد آئیں گی۔''

''اور میں بھی ہر بات تجھے کہتی ہوں ان چڑیوں کے ابا' تیری ان چڑیوں کے پروں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ یہ اتنی لمبی اڑان بھر سکیں۔ اس لیے خود کو اور ان کو ایسے خواب مت دکھا' جن کی تعبیر میں ٹوٹے کانچ کی کرچیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آنے والا۔'' اماں نجانے کیوں ہمیشہ ایسی تلخ باتیں کرتی تھیں جن کو سن کر ابا میاں دہل کر رہ جاتے تھے۔

''اللہ کی بندی' ایسی خوف ناک مایوسی بھری باتیں مت کیا کر۔ اللہ جب کسی روح کو دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کا رزق' اس کا نصیب اس کے وجود کے ساتھ زمین پر اتار دیتا ہے اور پھر اتارنے کے بعد وہ غافل نہیں ہوتا بلکہ پل پل کی خبر رکھتا ہے اپنے بندے کی' ہر پل ساتھ رہتا ہے تو اب جب اس نے تجھے اور مجھے ان چھ گڑیوں سے نوازا ہے تو وہ ان کے نصیب کا بھی دے گا تو ایسی باتیں کر کے نہ تُو خود پریشان ہوا کر نہ ان کو پریشان کیا کر' ان کے ننھے نا سمجھ ذہن میں تیری کوئی ایک بات بھی گھس گئی ناں تو ان کے لیے زندگی عذاب ہو جائے گی۔''

ابا میاں کی باتیں بچیوں کی سمجھ سے تو باہر ہوتیں' مگر سن کر پہلے ابا کے نرم مسکراتے نقوش والے چہرے کو دیکھتیں اور پھر اماں کے آپس میں جڑے ہونٹوں والے چہرے کو دیکھ کر سوچتی رہ جاتیں کہ اب تو نرم نرم سے مسکرا رہے ہیں' مطلب یہ کہ انہوں نے اماں کو ہرگز بھی نہ تو ڈانٹا اور نہ ہی کچھ برا بھلا کہا تو پھر اماں کے ہونٹ یوں آپس میں سختی سے کیوں جڑے ہیں؟ ننھے دماغوں میں سوال کلبلا کر ان کو غور کرنے پر مجبور تو کرتا مگر وہ جواب حاصل کرنے میں ہمیشہ ناکام رہ جاتیں' اب ان کو سمجھ آتی بھی تو کیسے؟ کہ اماں کے آپس میں جڑے ہونٹوں میں جو سختی ان کو محسوس ہوتی ہے وہ دراصل سختی نہیں ایسی بے بسی ہے جو ان ننھی چھ سلوں کے مستقبل کو سوچ کر ان کو وقت سے پہلے دہلا دیتی ہے مگر ابا میاں کی سوچ اماں کی سوچ کے بالکل برعکس تھی۔

ابا میاں نے ہمیشہ ''آج'' پر یقین رکھا ان کے

نزدیک گزرے کل کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور آنے والے کل کو سوچ کر وہ کبھی پریشان نہیں ہوا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ آج میں جینے کی کوشش کرتے اور اپنی اس کوشش میں وہ اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ بڑھ کر اپنے بچوں کے لیے اچھا کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ ان کی کوشش اور ان کے شوق ہی کا نتیجہ تھا کہ اماں کی لاکھ مخالفت کے باوجود ابا نے اپنی ہر بیٹی کو اسکول میں داخلے کی عمر میں پہنچتے ہی ان کو اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ اب بھلے سے اماں لاکھ واویلا کرتی رہ گئی مگر ابا میاں نے ان کے واویلے کی قطعی پروانہ کی۔ اب اس کا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں تھا کہ ابا میاں کے نزدیک اماں اور ان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ وہ ابا میاں کی پیاری زوجہ محترمہ تھیں مگر بس ابا میاں چاہتے تھے کہ وہ وقت سے پہلے وقت کو خود پر سوار کرکے پریشان ہونا چھوڑ دیں مگر اماں تھیں کہ ہر بات میں خود تو پریشان ہوتیں ساتھ ہی ان کو بھی پریشان کردیتیں اور جب ابا میاں پریشان ہوتے تو وہ بڑی سنجیدگی سے اماں کو سامنے بٹھا کر کہتے۔

''دیکھو زوجہ محترمہ، مجھے تمہاری کسی ایک بھی بات سے اختلاف نہیں ہے مگر یہ جو تم ہر بات کو سر پر سوار کرکے روتی صورت بناتی ہو تو تمہاری صورت دیکھ کر مجھے اپنی شکست اور کم مائیگی کا احساس بڑی شدت سے ہونے لگتا ہے تب یہ احساس میرا سر جھکا دیتا ہے کہ میں تم لوگوں کو معمولی سی خوشی دینے میں بھی ناکام ہوگیا ہوں۔'' ہمیشہ پُر امید نظر آنے والے ابا میاں کا سر اور شانے اس وقت مایوسی سے جھکنے لگتے تو شرمندہ ہوتی اماں فوراً ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنی صفائی میں کہتیں۔

''ایسی بات مت کر چڑیوں کے ابا..... تُو بہت اچھا ہے ہم تیرے ساتھ خوش ہیں۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ ہم اپنی اوقات میں رہ کر اپنے مستقبل کو مدنظر رکھ کر کام کریں۔ اب تُو نے اپنی چار دھیوں کو اسکول میں داخل کروا دیا ہے اب بتا کہاں سے ہر مہینے ان چاروں کی فیس کے پیسے دے گا تو..... اور فیس کے پیسوں کو ابھی چھوڑ وہ تو بعد کی بات ہے ابھی جو اُن چاروں کی ایک ساتھ اسکول کی وردیاں بنانی پڑیں گی وہ تو کہاں سے بنائے گا؟ میں ہی نہیں یہ بات تُو بھی اچھے سے جانتا ہے کہ ہم نے کسی تہوار اور اشد ضرورت کے علاوہ کبھی اپنی چھ بیٹیوں کے ایک ساتھ نئے کپڑے نہیں بنوائے ہیں تو ایسے میں ایک ساتھ چار کی وردیوں کا انتظام کیسے ہوسکے گا؟ اور پھر وردیوں کے بعد فیس اور فیسوں کے بعد ان کی کتابیں، کاپیاں لیتے؟'' جس حقیقت سے شاید ابا میاں نظر چرا رہے تھے اماں نے بڑی تفصیل سے وہ سچائی ان کے سامنے رکھتے ہوئے مزید کہا۔

ابا میاں نے ان کی ہر بات کو توجہ سے سنا اور پھر اپنے کندھے پر رکھے ان کے ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر بائیں ہاتھ سے تسلی کے سے انداز میں تھپتھپاتے ہوئے رسانیت سے کہا۔

''جو باتیں تو مجھے بتا رہی ہے، وہ سب باتیں میرے علم میں بھی ہیں مگر میں ان باتوں کو خود پر سوار کرنے کی بجائے بس اتنا سوچ رہا ہوں کہ جب تک میں ہوں تب تک کوئی ایک تو خواہش اپنی بچیوں کی پوری کر ہی دوں پھر بھلے سے مجھے اس کے لیے ڈبل محنت ہی کیوں نہ کرنی پڑے میں کروں گا۔'' ابا میاں نے نرمی سے کہا اور اماں کے پاس سے اٹھ گئے جبکہ اماں اپنی سونی کلائیوں والے ہاتھ دیکھ کر زیر لب بڑبڑائی۔

''تُو باپ ہے، ایک مرد جو خواہش کرکے اسے پورا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اس لیے اپنی اوقات سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کرسکتا ہے مگر میں ماں ہوں جو ایسی کمزور عورت ہے جو خواہش کرنے سے پہلے اپنی اوقات کی سچائی کا گھونٹ گلے

میں اتار کر اپنے ہاتھوں کی خواہش کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔'' چپکے چپکے آنسو بہاتی اماں اس وقت بے بسی کے مینار کی چوٹی پر پہنچی ہوئی تھیں اور ان کی یہ بے بسی کچھ غلط بھی تو نہ تھی۔ سچائی اس کے سامنے تھی کہ ان کا شوہر دیہاڑی پر کام کرنے والا وہ مزدور تھا جو اگر ایک دن دیہاڑی پر نہ جاسکے تو اس دن ان کے گھر میں فاقے اترتے ہیں۔ رات دن سخت محنت کرنے کے باوجود دیہاڑی کے نام پر وہ گھر میں صرف اتنے ہی روپے لے کر آتا ہے جس میں ایک دن کا گزر بسر کرنا مشکل ہوجاتا ہے نہ تو اس کے پاس پرباپ' دادا کا چھوڑا کوئی اثاثہ تھا اور نہ ہی وہ اگلوں کے لیے خود کچھ بنا سکتے تھے۔ ان کے لیے تو اکثر اپنے آج میں گزر بسر کرنا مشکل ہوجایا کرتا تھا ایسے میں چادر سے پاؤں باہر نکالنے کی خواہشیں کرنا آخر کس طرح ممکن تھا؟

مگر ابا اماں کی ان سب باتوں کو ناک پر سے مکھی کی طرح اڑا کر جیتے اور جینے کو کہتے' ان کے تو کل کی گہرائی بڑی گہری تھی جس میں ڈوب کر وہ اچھے دنوں کی امید میں مشقت بھرے دن بنا کسی گنتی کے گزار رہے تھے۔ انہی مشقت بھرے دنوں کے ایک دن' اپنے استاد کے ہمراہ ایک پلازہ کی تعمیر کے دوران پانچویں منزل تک اینٹیں پہنچاتے ہوئے نجانے کیسے ان کا بیلنس بگڑا اور چوتھی منزل کی سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے وہ جب نیچے پہنچے تو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی دم توڑ گئے۔

ساتھی مزدوروں نے آخری رسومات کی ادائیگی کے لیے جب ان کی میت کو ان کے کچے صحن میں پڑی چارپائی پر رکھا تو ان کے گھر میں جیسے شام غریباں اتر آئی۔ ہمدردی میں رونے کو بہت سی آنکھیں جسموں سمیت ان کی چارپائی کے اردگرد جمع ہوگئیں مگر اماں پر تو جیسے سکتہ ہوگیا تھا وہ یک ٹک

ابا میاں کے زخموں بھرے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی جو اپنی تمام امیدوں، دلاسوں کو اپنے ہمراہ موت کی نیند سلا کر ان کے لیے زندگی کو مزید بدصورت کر گئے تھے جبکہ ابا میاں کی سنہری چڑیوں میں سے چوتھے نمبر والی چڑیا ساری صورت حال سے پریشان ناسمجھی کے عالم میں اپنی بڑی قدرے سمجھ دار بہنوں کے پاس آ کر استفہامیہ بولی۔

''آپا...... یہ لوگ آج ابا کو وقت سے پہلے گھر کیوں لے آئے ہیں؟'' اس کے سوال کے اختتام پر پانچویں نمبر والی سب سے چھوٹی بہن سے بولی۔

''اور آج ابا خود گھر کیوں نہیں آئے...... اور میں نے ابا کو اتنا جگایا مگر آج وہ جاگ کیوں نہیں رہے ہیں؟'' سب سے چھوٹی چڑیاں نے منہ بسورتے ہوئے نم آنکھوں سے شکایتاً کہا تو بڑی بہنوں نے تڑپ کر ان کو خود سے لپٹا کر روتے ہوئے انہیں سمجھانے کی اپنی سی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ہمارے ابا مر گئے ہیں، وہ اب کبھی نہیں جاگیں گے۔'' چھوٹے ذہنوں میں اتنے بڑے لفظ کیا خاک سمانے تھے البتہ ان کے ننھے ذہن اپنی آپا کے کہے لفظوں پر اٹک کر سہم سے گئے۔

''ابا اب کبھی نہیں جاگیں گے۔''

ابا ان کو دائمی جدائی سے نواز کر ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے چلے گئے، اب ان کے پاس اچھی امید دلانے کو ان کا اپنا کوئی بھی نہ تھا۔ وہ اکیلے ننھے سہمے ذہن پریشان صورت لیے ٹکر ٹکر آہستہ آہستہ لوگوں کے ہجوم سے خالی ہوتے اپنے گھر کو دیکھ رہے تھے جب بڑی آپا نے ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کو دستر خوان کے گرد بٹھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

''صبح سے تم لوگوں نے کچھ نہیں کھایا، بھوک لگی ہوگی ناں؟ چلو اب اچھے بچوں کی طرح کھانا کھالو۔'' کئی نظریں بیک وقت دستر خوان کی طرف اٹھی تھیں مگر دو لبوں نے باقی سب کے ذہنوں میں ابھری سوچ کو سوال کی صورت ادا کیا تھا۔

''یہ کھانا تو ابا نہیں لائے آپا، کیونکہ وہ تو مر جانے والی گہری نیند سو گئے ہیں تو پھر یہ کھانا کون لایا ہے؟''

ذہن بھلے سے چھوٹے تھے مگر وقت کی اس ظالم گھڑی نے ان سے لفظوں کی ادائیگی بہت بڑی کروا دی تھی۔ بڑی آپا نے لب کاٹتے ہوئے گہری سانس بھر کر کہا۔

''ہاں ہمارے ابا مر گئے ہیں...... اس لیے آج پڑوس سے ہمارے گھر میں کھانا آیا ہے۔'' بڑی آپا کے لفظ جواب کی صورت ان کی سماعتوں سے ٹکرائے تو وہ سر ہلاتے ہوئے دستر خوان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''آلو گوشت، تنور کی خمیری روٹی، کٹے ہوئے پستے بادام سے سجی کھیر اور چائے لبالب بھرا تھرماس۔ ایک ساتھ اتنی ساری اور لذیذ چیزیں سامنے دیکھ کر وہ ہر بات بھلائے ندیدوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑیں اور جب بھوک سے کہیں زیادہ کھانے کے بعد پیٹ نے مزید کچھ اندر اتارنے سے مزاحمت کی تو وہ باقی بچا کھانا وہیں چھوڑ کر دستر خوان سے اٹھ گئیں پھر اگلے تین دن اپنے گھر میں پڑوس سے من و سلویٰ کی صورت آنے والے کھانے کو انہوں نے خوب پیٹ بھر کھایا۔

چوتھے روز اماں نے گھر میں بچے کچے سامان سے ان کی بھوک مٹانے کی سعی کی مگر تیسرے ٹائم جب وہ بھی میسر نہ آ سکا تو وہ بھوک سے بلبلاتے ہوئے بڑی آپا کے سر ہو گئیں۔

''آپا...... پڑوس سے آج کھانا نہیں آیا؟''

''نہیں گڑیا۔''

''تو آپ ان کو جا کر بتائیں ناں ہمارے ابا تو آج بھی نہیں ہیں، وہ ہمیں آج بھی اچھا کھانا

بھیجیں۔'' معصوم انداز کچھ اس قدر سمجھ دار محسوس ہوا کہ ضبط کے باوجود آپا پھپک کر رو پڑیں۔

قریب بیٹھی اماں نے ابا میاں کی دلاریوں کو سوال کرتے غور سے سنا اور پھر سوال کے جواب میں روتے دیکھ کر ضبط سے کچھ پل خود کو سنبھالنے میں صرف کرنے کے بعد انہوں نے پیار سے چھوٹی کے بال سنوارتے ہوئے کہا۔

''پڑوس سے روز تو اچھا کھانا نہیں آئے گا بیٹا......وہ اہتمام تو بس تین دن کے لیے ہی تھا اب جو ہے جیسا ہے' یا نہیں ہے تمہیں اس پر گزارا کرنا پڑے گا۔''

ان کو اماں کا انداز آج پھر سے وہی سختی لیے ہوا محسوس ہوا تو وہ دانتوں تلے لب دبا کر اماں کے سامنے سے ہٹ گئیں کیونکہ آج ان کے لیے بولنے والا ابا میاں کہیں بھی نہیں تھے ایسے میں اماں سے مزید کوئی سوال کر کے وہ ان کے ہاتھوں پٹنا نہیں چاہتی تھیں۔

❁......❁......❁
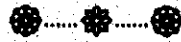
اور اب ان کے ساتھ جیسے رات اور دن بھی سسکنے لگے تھے' جیسے تیسے کر کے بھی دن گزارنے مشکل ہونے لگے تھے تب ساتویں روز ابا میاں کے استاد (ٹھیکیدار) ابا میاں کی شرافت اور ان سب سے ہمدردی محسوس کرتے ہوئے چندہ کے طور پر جمع کی گئی کچھ رقم بڑی آپا کے ہاتھ پر رکھ گئے گو کہ رقم بہت زیادہ نہ تھی مگر چند دن سکون سے گزارنے کے لیے وہ رقم کافی تھی۔ اماں نے روپے ہاتھ میں لے کر اپنے طریقے سے دنوں کو گنتی میں لینا شروع کیا مگر ان کے ساتھ ساتھ شاید منے کو بھی کچھ کچھ اپنی طرف سے غافل اماں کی دنوں کی گنتی کا انداز پسند نہیں آیا تھا۔ اس لیے وہ خفگی کے طور پر بیمار پڑ گیا اور بیمار بھی ایسا کہ ان کے کھانے کے پیسے بھی اپنی دوائیوں پر لگوا ڈالے مگر وہ تھا کہ ٹھیک ہو کر نہ دے رہا تھا۔ اماں پریشان سی بخار میں دھت منے کو گود میں لیے بیٹھی تھیں اور وہ سب چپ چاپ اماں کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھیں۔

محسوس کی جانے والی خاموشی ان کے درمیان بڑے ٹھاٹ سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے براجمان تھی۔ جب سب سے چھوٹی مرجھائی سنہری چڑیا کی آنکھیں نجانے کس جذبے کے تحت چمکیں اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اماں کے قریب آ کر ان کا گھٹنا ہلاتے ہوئے استفہامیہ بولی۔

''اماں منا اٹھ نہیں رہا' تو اب منا بھی مر جائے گا ناں؟'' اس کے سوال پر ششدر ہوتی اماں نے سرسراتے انداز میں تڑپ کر اس سے پوچھا۔

''کیوں چاہتی ہو تم منا مر جائے؟''

''اماں منا مر جائے گا تو ہمیں پڑوس سے پھر تین دن اچھا کھانا کھانے کو ملے گا۔'' وہ پُر جوش چمکتی آنکھوں والی لڑکی خود اپنے لفظوں کے مفہوم سے بھلے انجان تھی مگر اس کی آنکھوں کی چمک اور پُر جوش انداز کو دیکھ کر اماں اپنا ضبط کھو کر منے کو خود سے چمٹائے چیخ چیخ کر روتی اپنے نصیب کے ساتھ ساتھ اس ظالم' بے مہر دنیا کو کوسنے لگی۔ جس کے سرد و گرم رویوں سے بچا کر ابا میاں نے انہیں ہمیشہ اپنی آغوش شفقت میں چھپائے رکھا اور اب ابا میاں کے بعد آج پہلے ہی مرحلے پر دنیا کی سفاک حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے ایک بہن اچھے کھانے کے لالچ میں اپنے ماں جائے کی موت کی خواہش لیے ایسا سوالیہ نشان بنی کھڑی تھی جس کا جواب شاید نہیں ہمارے ہی پاس تھا۔

❁

قسط نمبر 14

شب روز تیری چاہ میں

نائلہ طارق

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

گیراج میں اپنے سامنے عرش کو زندہ سلامت دیکھ کر زنائشہ کو یقین نہیں آتا جب ہی وہ عرش اور دراج کو حیران چھوڑ کر گاڑی میں آ بیٹھتی ہے اور بے ہوش ہو جاتی ہے۔ دراج زنائشہ سے عرش کے حوالے سے بات کرنا چاہتی ہے لیکن پھر اس کی خراب طبیعت کے باعث خاموش رہتی ہے زرکاش زناشہ اور دراج کو ہاسٹل چھوڑ کر گھر آ جاتا ہے جبکہ دراج زنائشہ کی طرف سے فکرمند ہوتی اور زرکاش سے اس کے حوالے سے بات کرنا چاہتی ہے۔ دوسری صبح عرش ہاسٹل پہنچ جاتا ہے جس پر دراج کافی برہم ہوتی ہے اسے زنائشہ سے دور رہنے کا کہتی ہے عرش ہاسٹل انتظامیہ کو اپنا اور زنائشہ کا نکاح نامہ دکھا کر اسے ساتھ لے جانے کی بات کرتا ہے دراج کو حیران کر دیتا ہے جبکہ زنائشہ عرش کو ایک بار پھر اپنے سامنے دیکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے عرش زنائشہ کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتا ہے جس پر دراج بھی ساتھ جانے پر بضد ہوتی ہے اور زبردستی عرش کے ہمراہ ہو جاتی ہے دراج کی باتوں سے تنگ آ کر عرش اس کو بیچ راستے میں اتار دیتا ہے دراج فوراً زرکاش کو فون کرتی اسے تمام صورت حال بتا دیتی ہے زرکاش اسے ہاسٹل پہنچنے اور اپنے آنے کا یقین دلاتا ہے۔ زرکاش پہلے ہاسٹل انتظامیہ سے تمام معاملات پر بات کرتا اطمینان کرتا ہے دوسری طرف دراج اسے مسلسل زنائشہ کے اغوا ہونے کی بابت بتاتی اپنا یقین دلانے کی ناکام کوشش کرتی ہے تب زرکاش اسے سمجھاتا ہے کہ زناشہ اب اپنے شوہر کے پاس محفوظ ہے مگر یہ بات دراج ماننے سے انکاری ہوتی ہے۔ زناشہ کو ہوش آ جاتا ہے تب وہ عرش کے گھر سے بھاگنے کی کوشش کرتی اپنے غصہ کا اظہار کرتی ہے جس پر عرش اسے سمجھانے کی کوشش کرتا اسے اپنے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کے بارے میں بتاتا ہے لیکن زناشہ اس قدر بدظن ہوتی ہے کہ اس کی کسی بھی بات کا یقین نہیں کرتی اور اسے واپس ہاسٹل چھوڑ آنے کا کہتی ہے۔ زرکاش دراج کی تسلی کے لیے عرش سے ملتا اس سے زناشہ کے حوالے سے بات کرتا ہے عرش زرکاش کو تمام حقیقت بتا کر ہاسٹل سے زناشہ کا سامان لانے کا کہتا ہے جس پر زرکاش زناشہ کی بات دراج سے کرانے کا کہتا اسے ان دونوں کی دوستی کے بارے میں بتاتا ہے کہ کیسے زناشہ عرش کو ڈھونڈنے میں ناکام ہوتی خودکشی کی کوشش میں دراج سے ملی تھی جب ہی عرش اس کی بات مان لیتا ہے باشرطیکہ دراج اسے مزید بدظن نہیں کرے گی اس بات پر زرکاش اس سے وعدہ کر لیتا ہے۔ دوسری طرف زناشہ کی آواز سن کر دراج اسے عرش کے گھر سے بھاگنے کی ترکیب بتاتی اسے اپنی پوری مدد دینے کی یقین دہانی کراتی ہے زناشہ عرش سے اس قدر بدظن ہوتی ہے کہ وہ دراج کی باتوں میں آ جاتی ہے۔ زرق اب اپنی بہن زنائشہ کو تمام حالات بتا کر اپنے گھر لانا چاہتا ہے اور ایسے میں وہ رجاب پر اعتماد کرتا اسے تمام سچائی سے آگاہ کر دیتا ہے رجاب بھی اسے زنائشہ سے ملنے کا یقین دلاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❋.....❋.....❋

''مگر مجھے تو میرا کوئی سامان نہیں ملا اور زرکاش بھائی نے اس کی بات مانی ہی کیوں؟''

''اس کی بات ماننے کے لیے زرکاش کے پاس یہی وجہ کافی ہے کہ تم اس کی بیوی ہو میں بھی انکار نہیں کرسکتی تھی لیکن ایک طرح سے مجھے تم سے رابطہ رکھنے کا بہانہ بھی مل رہا تھا سو کوئی بحث نہیں کی۔ تمہارے بیگ میں' میں نے تمہارا سیل فون چھپا کر رکھا ہے' وہ تمہارا بیگ آج یا کل تمہارے حوالے ہی کرے گا۔ بہت احتیاط سے اور اس کی نظروں سے چھپا کر رکھنا ہے تمہیں سیل فون۔''

''تم بے فکر رہو' اسے معلوم نہیں ہوگا دراج' تم نہیں جانتیں کہ تم سے بات کرکے مجھے کتنی ڈھارس ملی ہے' ایسا لگ رہا ہے تم نے دوبارہ مجھے زندہ کردیا ہے۔ پتا نہیں میری کون سی نیکی کا صلہ ہو تم' تمہارے احسانات کے بدلے میں کیا دے سکوں گی تمہیں۔''

''مت کرو ایسی باتیں زنائشہ' تم صرف میری دوست نہیں بہن بھی ہو' چوٹ تمہیں لگے گی تو درد مجھے بھی ہوگا۔ کمرے کی دیواریں کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہیں' جی چاہ رہا ہے بس روتی رہوں۔ میری حالت دیکھ کر زرکاش گھر لے آئے ہیں' اب ان کے سامنے رو بھی نہیں سکتی۔'' دراج نم لہجے میں بولی۔

''مجھے سمجھا رہی ہو خود بھی تو مضبوط رہو' مت رو' میں کل ہی نکلنے کی کوشش کرتی ہوں۔'' زنائشہ نے رندھے لہجے میں کہا۔

''دیکھو' جلد بازی میں کام نہ کرنا' دن کی روشنی میں کوشش کرنا' نکلنے سے پہلے مجھ سے بات کرنا۔ میں رابطے میں رہوں گی اور جب تک اس گھر میں ہو دروازہ اندر سے لاک رکھنا' سمجھ رہی ہو ناں۔'' دراج نے مزید کچھ ضروری ہدایتیں دیں اور پھر نا چاہتے ہوئے بھی دونوں کو رابطہ ختم کرنا پڑا تھا۔ ونڈو کے گلاس بند کرتا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا جو سیل فون اپنے سے دور بیڈ پر رکھ چکی تھی' گہری سانس لیتا وہ اس کی طرف آیا جو سر جھکائے ساکت بیٹھی تھی۔ فون اٹھاتے ہوئے عرش نے بغور اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھا۔

''تمہاری دوست کے خیالات میرے بارے میں جو بھی ہوں مگر تمہاری وجہ سے مجھے اس کی عزت کرنی پڑے گی' تم اگر اسی طرح کھانا اور دوائیں وقت پر کھاؤ گی تو میں وعدہ کرتا ہوں روز تم اپنی دوست سے بات کرسکو گی۔'' وہ نرم لہجے میں بولا۔

''اس مہربانی کی ضرورت اب نہیں ہوگی۔'' سوچتے ہوئے زنائشہ کا حلق تک کڑوا ہوگیا۔

''اب تم آرام کرو' یہ تمہارا گھر ہے یہاں تمہیں کسی سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے' مجھ سے بھی نہیں۔'' ایک پل کو رک کر عرش نے اسے دیکھا جو نظر اٹھا کر اسے دیکھنا تو دور کی بات اب اس کی آواز بھی نہیں سننا چاہتی تھی۔

''اپنے اطمینان کے لیے تم دروازہ اندر سے لاک کرسکتی ہو اور ہاں' تمہیں بتانا تھا کہ ہاسٹل سے تمہارا سامان آ گیا ہے۔ کل تم اپنی دوست سے بات کرو گی تو اسے بتا دینا کہ بیگ میں سے سیل فون میں نکال چکا ہوں' وہ میرے پاس امانت کے طور پر محفوظ رہے گا۔'' بات ختم کرتا وہ دروازے کی سمت بڑھ گیا جبکہ اس کی پشت گھورتی زنائشہ سلگ اٹھی تھی۔

❁......❁......❁
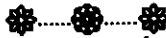
سحر کچھ چونک کر دوبارہ شہرام کی طرف متوجہ ہوئیں اور پھر ان کی نظروں کے تعاقب میں اسٹیئرز کی سمت دیکھا' دور سے سحر کو اندازہ نہیں ہوا تھا کہ نیچے جاتی وہ لڑکی کون ہے یا یہ کہ وہ کس کے ہمراہ ہے۔ درمیان میں فاصلہ نہ ہوتا تو بھی ان کو معلوم نہ ہوتا کہ یہاں کے رہائشیوں سے وہ تقریباً انجان ہی تھیں۔

''کیا ہوا...... کون ہے وہ؟'' شہرام کو دیکھتی وہ پوچھ رہی تھیں۔

”کچھ نہیں‘ وہ زرکاش تھا اپنی کزن کے ساتھ۔“ جواب دے کر وہ سحر سے حمنہ کو لیتے آگے بڑھ گئے۔
”یہ زرکاش کی وہی کزن ہے جو اکثر یہاں نظر آتی ہے؟“ شہرام کے پیچھے ہی لاؤنج میں آتیں وہ پوچھ رہی تھیں۔
”ہاں۔“ بچی کی طرف متوجہ وہ مختصر جواب دے سکے تھے۔
”ایک بات تو بتائیں‘ زرکاش کے بارے میں آپ نے یہی بتایا تھا کہ اس کے گھر والے یہاں نہیں رہتے یہاں صرف وہ خود آتا جاتا ہے۔“

”ہاں‘ زرکاش نے تو یہی بتایا تھا۔“ شہرام بولے۔
”اس نے کافی وقت ملک سے باہر گزارا ہے‘ الگ تھلگ رہنے کی عادت ہے ویک اینڈ یہیں اپارٹمنٹ میں گزارتا ہے۔“
”اس کے باقی گھر والے اسی شہر میں ہیں؟“ سحر نے مزید سوال کیا۔
”اس کے گھر والے بھی اسی شہر میں ہیں‘ اب کہاں رہتے ہیں‘ یہ مجھے پتا نہیں اتنی پرسنل گفتگو اس سے میری کبھی نہیں ہوئی ویسے میں جانتا ہوں کہ تم کیا سوچ رہی ہو۔“
”سوچنے کی ہی بات ہے یہ‘ یہاں اپارٹمنٹ اگر زرکاش نے اپنی پرائیویسی کے لیے رکھا ہے تو اس کی کزن یہاں کس لیے آتی ہے؟ میرا تو کبھی ان دونوں سے آمنا سامنا نہیں ہوا مگر آپ ہی بتا رہے تھے کہ پچھلے ویک اینڈ پر بھی دونوں ساتھ یہاں سے جا رہے تھے جب زرکاش کے گھر والے اسی شہر میں موجود ہیں تو اس کی کزن کو کیا ضرورت ہے تنہائی میں اس سے ملنے کی‘ وہ زرکاش کے گھر جا کر بھی تو سب کے درمیان اس سے ملاقات کرسکتی ہے۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں‘ کزن ہے محرم تو نہیں جو اس طرح یہاں آتی‘ جاتی ہے۔ مجھے تو یہ کوئی اور ہی معاملہ لگ رہا ہے آپ یہ سب دیکھتے ہوئے بھی زرکاش کی اتنی تعریف کرتے ہیں۔“ سحر حیرت و تعجب سے بولی۔
”اب اس بارے میں‘ میں کیا کہہ سکتا ہوں‘ زرکاش قابل تعریف بندہ ہے تو اس کی تعریف کرتا ہوں مگر بہرحال اس کی کزن کا یہاں آنا جانا اس کے امیج کو خراب کرتا ہے‘ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اب فارن میں نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں کی طرز زندگی کا عادی ہو اور یہاں بھی وہی سلسلہ جاری ہو پر کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ بڑے لوگوں کے اپنے ہی مزاج ہوتے ہیں‘ کوئی اور معاملہ بھی ہوسکتا ہے‘ ہم کسی کے کردار پر انگلی نہیں اٹھا سکتے‘ وہ بہت مہذب انسان ہے‘ بڑی متاثر کن شخصیت ہے اس کی۔ ذرا بھی گھمنڈ نہیں اس میں‘ جو شک تمہیں ہو رہا ہے‘ وہ مجھے بھی ہے مگر مجھے امید ہے کہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔“
”شہرام...... جب اس کے اپارٹمنٹ میں ایک تنہا لڑکی کا آنا ہوسکتا ہے پھر کچھ بھی ہوسکتا ہے‘ کسی کا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا یہ دور ہی ایسا ہے۔ پتا نہیں وہ لڑکی اس کی کزن ہے بھی یا نہیں‘ یونہی دنیا کی نظر میں ایک رشتہ باندھ رکھا ہو‘ ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہوئے آپ کو احتیاط سے کام لینا چاہیے۔“ سحر کچھ تشویش سے بولی تھیں۔
”امام کہاں ہے؟ شفقر ان سے پوچھنا تھا کہیں شوروم سے بھی رفو چکر نہ ہوگیا ہو؟“ شہرام موضوع بدلنے کے لیے بات بدل گئے تھے۔
”کہیں رفو چکر نہیں ہوا وہ‘ شفقر ان کی کال آئی تھی‘ وہ دونوں شوروم سے کچھ دوستوں کے ساتھ باہر کھانے پر گئے ہیں‘ آجائیں گے کچھ دیر میں ویسے آپ کے سمجھانے کا امام پر بڑا اثر ہوا ہے حالانکہ سمجھانے سے زیادہ آپ نے اس کی اچھی خاصی بے عزتی کی تھی۔“ سحر نے ناراضگی سے جتایا۔
”اپنی بے عزتی کے تمام تقاضات وہ خود کرواتا ہے‘ بتاتی رہا لگتا ہے پہلے تو خود سمجھا لیا کرو‘ کام ابھی تم نے جاسے چھوٹا ہے

نادان ہے یہی کہہ کہہ کر سر پر چڑھالیا ہے اسے۔" شہرام ناگواری سے بولے۔
"آپ کی بات تو سمجھ رہا ہے صبح کہنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی خود تیار ہو کر شوروم پہنچ گیا تھا۔"
"جس نے اپنے باپ کی کبھی نہیں سمجھی وہ میری بات کیا سمجھے گا۔ چار دن کا ابال ہے پھر وہی وقت برباد کرتا نظر آئے گا۔ شفران اور عرش تقریباً اس کے ہم عمر ہی ہیں ان کی محبت کو دیکھتے ہوئے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا تمہارے بھائی نے۔"

"اس کے مزاج میں بھی ٹھہراؤ آجائے گا۔"
"ایک بار اور تم اپنی زبان میں اسے سمجھا دینا شفران کو اپنی جاب کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔ امام شوروم کی کچھ ذمہ داری سنبھالے گا تو اس کا بوجھ کچھ کم ہوگا اور امام بھی ذمہ داری اٹھانے کا عادی ہوگا۔" شہرام قدرے ناگواری سے بولے اور پھر کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہے تھے اس لیے سحر کو خاموش ہونا پڑا۔
"سچ برداشت کرنا سیکھو واویلا مچانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔" شہرام کے خشمگین لہجے پر وہ ناگوار نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی تھیں۔

❊......❊......❊

زنائشہ کے ذہن پر پوری طرح دراج کا قبضہ تھا اس نے ان چند سالوں میں اسے عرش سے اس قدر بدظن کر دیا تھا کہ اب زنائشہ کی محبت کہیں جا سوئی اور اسے صرف عرش اپنا قصوروار نظر آنے لگا تھا' جس نے صرف چھوٹی محبت کا خول چڑھا کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی' یہ زنائشہ کی سوچ تھی اس وقت بھی وہ مستقل وال کلاک کی سمت دیکھ رہی تھی' وقت چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا جبکہ وہ چاہتی تھی کہ ذرا جلدی رات گہری ہو' عرش نیند میں غافل ہو اور وہ اطمینان سے گھر کا جائزہ لے سکے۔ اسے امید تھی کہ کہیں نہ کہیں سے باہر نکلنے کا راستہ مل ہی جائے گا بس وہ راستہ مل جائے پھر یقیناً دن میں یہاں سے نکلنے میں وہ کامیاب ہو جائے گی۔ رات کے دو بج رہے تھے جب وہ دھیرے سے بیڈ سے اٹھی اور دبے قدموں دروازے کے قریب آ کر اس نے ذرا باہر جھانکا۔ سامنے پھیلے ہال پر نگاہ دوڑاتے ہوئے اس کی آنکھیں دائیں جانب نیچے جاتی سیڑھیوں کے اسٹیپ پر ہی بیٹھے عرش پر جا ٹھہری تھیں وہ اپنے فون کی طرف متوجہ تھا۔ سرعت سے وہ دروازہ بند کر گئی تھی' چند لمحوں تک وہ کمرے کے وسط میں رکی غائب دماغی سے گلاس ونڈو پر گرے بھاری پردوں کو دیکھتی رہی تھی۔ جائزہ لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ گلاس سرکاتے ہوئے اسے مایوسی ہی ہوئی تھی' آہنی گرل نے پوری ونڈو کو کور کر رکھا تھا' باہر اس نے غور سے ہر سمت دیکھا۔ یہ گھر کا عقبی حصہ تھا' وہاں کوئی لائٹ آن نہیں تھی مگر آسمان پر چاند کی روشنی میں ہر منظر واضح تھا۔ دیواروں کے ساتھ پھول پودوں سے بھری کیاریاں تھیں' دیواروں کی اونچائی دیکھ کر ہی وہ ان کو پھلانگنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی جبکہ دیواروں کے اوپر خاردار تاروں کی باڑھ بھی موجود تھی۔ عقبی حصے میں اسے باہر کھلنے والا کوئی گیٹ نظر نہیں آ رہا تھا' شش و پنج میں ڈوبی وہ کچھ دیر تک چاند کی روشنی میں سرخ اینٹوں کے نکھرے اجلے فرش پر نگاہ دوڑاتی رہی اور پھر گلاس بند کر کے پردے برابر کر دیئے' تکیے پر سر رکھے وہ ایک بار پھر وال کلاک پر نظریں جما چکی تھی۔ گزرتے وقت سے زیادہ اسے اب عرش کے سیڑھیوں سے ہٹ جانے کا انتظار تھا۔ تین بج رہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی کہ مزید ٹھہرے یا دروازے کے پاس جا کر باہر کا جائزہ لے مگر ہوا یہ کہ دواؤں کے زیر اثر وہ کب گہری نیند میں اتر گئی اسے خود خبر نہ ہو سکی۔
اچانک آنکھ کھلنے کی وجہ جانے کیا تھی تب ہی ایک بار پھر گڑگڑاہٹوں پر وہ یک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ دماغ ماؤف تھا' ایک پل کو تو کچھ سمجھ نہیں آیا مگر پھر گھن گرج کے ساتھ ٹکراتے بادلوں پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آنے لگا تھا۔

وال کلاک میں اس وقت بھی تین بج رہے تھے اُسے یاد آیا تھا کہ نیند میں ڈوبنے سے پہلے بھی اس نے وال کلاک میں یہی وقت دیکھا تھا۔ تیزی سے وہ گلاس ونڈو کی جانب گئی۔ باہر دھواں دھار بارش ہورہی تھی مگر اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ یہ دن کا وقت ہے۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اتنی غفلت کی نیند کیسے سوگئی کہ دن نکل آیا۔ موسم کے تیور بگڑ گئے اور اسے خبر نہ ہوئی۔ اب اس کے پاس پچھتانے کا وقت تھا نہ تاسف سے ہاتھ ملنے کا' درداج اس کا انتظار کررہی ہوگی اسے ہر صورت اب یہاں سے نکلنا تھا۔ بے آواز قدموں سے دھیرے دھیرے سیڑھیوں کے اسٹیپس اترتے ہوئے اس کی نگاہیں گلاس وال کے قریب کھڑے عرش کی پشت پر جمی تھیں۔ دل کی بھڑکتی آگ کی چنگاریاں اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھیں' وہ زنائشہ کو ایسا سانپ دکھائی دے رہا تھا جو کنڈلی مارے اس کی پہرہ داری کررہا تھا' اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کا تہیہ کرچکی تھی۔

دوسری جانب جل تھل منظر دیکھتے عرش کی آنکھوں میں وہی برستی بارش کی سحر انگیز رات اتری ہوئی تھی جس میں اس نے ایک خاموش اقرار زنائشہ سے کیا تھا اور جس کی تاب بھی وہ نہ لاسکی تھی۔ جانے کتنے حسین لمحے حالات کی گردش میں دھندلا گئے تھے مگر وہ رات تو ساری زندگی پر محیط ہوگئی تھی۔ سرسبز لہلہاتے' بارش میں بھیگتے لان کے چھوٹے سے خطے کو دیکھتے ہوئے عرش کا دل چاہا تھا کہ وہ زنائشہ کو بھی یہ سب دیکھنے کے لیے ساتھ لائے شاید بارش سے وابستہ وہ حسین لمحات اس کی یادداشت میں بھی تازہ ہوجائیں۔ ان لمحوں کی زد میں وہ بھی تو رہی ہوگی مگر وہ بس یہ سوچ کر ہی رہ گیا' گہری سانس لیتے ہوئے اسے ایک بار پھر زنائشہ کی طویل نیند نے تشویش میں مبتلا کردیا تھا' وہ سوچ رہا تھا کہ ایک بار پھر جاکر زنائشہ کے روم ڈور پر دستک دے مگر پھر ڈاکٹر کی ہدایت کا سوچ کر وہیں کھڑا رہا تھا۔ دبے قدموں نیچے آتی زنائشہ کی نگاہ دائیں جانب کارنس پر رکھے شیشے کے گلدان پر تھیں جو خالی تھا اور صرف آرائش کے لیے وہاں رکھا ہوا تھا مگر زنائشہ کی نظر میں وہ ایک بہترین ہتھیار تھا۔ درمیانی سائز کے بھاری گلدان کو مضبوطی سے تھامے وہ عرش سے دو قدم کی دوری پر رکتی خود کو بھی مضبوط کررہی تھی کہ تب ہی اس نے عرش کو چونک کر پلٹتے دیکھا اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوتا پوری قوت سے وہ وار کرگئی تھی۔ اس حملے کے لیے وہ یقیناً تیار نہیں تھا' ایک کراہ کے ساتھ وہ پیشانی پر ہاتھ رکھے گلاس وال سے ٹکرایا تھا۔ جوش اور جنون میں زنائشہ نے ایک اور وار کرنا چاہا مگر اس کے بھل بھل بہتے خون میں تر ہوتے چہرے اور ہاتھ کو دیکھتے ہی دماغ چکرا گیا تھا۔ ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھتی رہی تھی جو بہتے خون کو روکنے کی کوشش کرتا ابھی تک شاید حقیقت کو قبول نہیں کرپارہا تھا مگر زنائشہ کو جیسے ہوش آیا تھا' گلدان وہیں پھینکتی وہ اندھا دھند بیرونی دروازے کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ عرش نے اسے برآمدہ عبور کرتے دیکھ لیا تھا کہ گرل لاک نہیں ہیں' وہ جس حد تک کھلی ہوئی تھیں ان کے درمیان سے نکلنے میں زنائشہ کو زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

تیز برستی بارش میں وہ رکے بغیر آہنی گیٹ تک پلک جھپکتے ہی جا پہنچی' عجلت میں اس نے گیٹ کا لاک ہٹانا چاہا تھا' یک دم آہنی گیٹ میں دوڑتی برقی رو اسے شدید قسم کا جھٹکا دیتی دور دھکیل گئی تھی۔ فلک شگاف چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی تھی اور اگلے ہی پل پختہ فرش سے اس کا سر جا ٹکرایا تھا اس کے قدم اکھیڑنے اور حواس گم کرنے کے لیے یہ معمولی نوعیت کا کرنٹ کافی تھا۔ دوسری جانب اس کے تعاقب میں آتے عرش کے اوسان بھی یہ صورت حال دیکھ کر خطا ہوگئے تھے۔ زنائشہ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہوچکی تھی۔ حواسوں نے کام کرنا شروع کیا۔ اس نے وحشت زدہ نظروں سے قریب جھکے عرش کو دیکھا' اس کا چہرہ اس کی شرٹ خون سے تربتر تھی۔ کوئی اور صورت حال ہوتی تو زنائشہ اپنی تکلیف بھول جاتی مگر اس وقت تو وہ شعلوں میں گھری تھی' اگلے ہی پل جھپٹ کر اس کا گریبان ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا۔

''کیوں سانپ کی طرح ڈسے جارہے ہو تم' اب اور کتنا' کہاں تک برباد کرنا چاہتے ہو؟ تمہاری نحوست نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔ میری ماں' میرا بھائی' میرا سکون' میری خوشیاں...... سب کچھ تو نگل چکے ہو تم۔ دربدر کردیا تم نے مجھے' کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا' بتاؤ مجھے؟'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس کا گریبان جھنجھوڑتی وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔

''عذاب ہو تم میرے لیے اس گناہ کا جو میں نے کیا ہی نہیں تھا۔ قبول تمہیں کرنا ہوگا تم بدنیت تھے' تمہارے لیے وہ سب کھیل تماشہ تھا جس سے اکتا کر تم بھاگ گئے تھے۔ شدید نفرت کرتی ہوں میں تم سے تو اب اور کیا ثابت کرو گے تم۔'' پاگلوں کی طرح چیختی وہ بے قابو ہوگئی تھی' عرش بس خاموشی سے اسے دیکھتا اس کی تلخ باتیں سہہ رہا تھا۔

''تم اب مجھے کیا بتاؤ گے' کیا سناؤ گے...... سچائی مجھ سے سنو۔ میں تو دن رات تمہارے مر جانے کی دعائیں کرتی ہوں' مجھ سے پوچھو' مجھ پر کیا گزر رہی ہے تمہیں زندہ دیکھ کر۔ اتنی بددعاؤں کے باوجود تم زندہ کیسے ہو' تمہیں مر جانا چاہیے تھا یا پھر مجھے......'' چیختے چیختے اس کی آواز بند ہونے لگی تھی' حلق صحرا کی طرح خشک ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تھک کر بےدم ہوتی چہرہ ہاتھوں میں چھپائے کاؤچ پر ہی ڈھے گئی تھی۔

باہر اب موسلا دھار بارش جاری تھی اور شاید اندر بھی' کاؤچ کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھا وہ سناٹے میں گھرا زنائشہ کو ہی دیکھ رہا تھا جو گھٹی گھٹی کراہوں کے ساتھ روتی زلزلوں کی زد میں تھی۔ عرش نے اگر ایک بار بھی اس کی زبان اور ہاتھ روکنے کی کوشش نہیں کی تو صرف اس لیے نہیں کہ وہ اس سب کا حق دار خود کو سمجھتا تھا بلکہ اس لیے بھی کہ وہ چاہتا تھا کسی طرح تو زنائشہ کے دل کا غبار نکلے' وہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اپنے جذبات کا جس طرح اظہار کرنا چاہتی ہے کر ڈالے اسے معلوم تھا کہ جب تک وہ اپنا غصہ' اپنے دل کا غبار نہیں نکالے گی تب تک نہ وہ کچھ سمجھنے کے لیے تیار ہوگی' نہ سننے کے لیے۔ اب پتا نہیں وہ اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا تھا۔

پہلی بار عرش اسے مخاطب کرنے کی ہمت نہیں کر پارہا تھا مگر وہ اسے ایسے ہی تو نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن وہ ہر صورت میں اپنی محبت کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ جو دن اور رات ہوش میں آنے کے بعد اس نے گزارے تھے' ان تمام دنوں کا احوال اسے سنانا چاہتا تھا۔ جب ہی پانی کا گلاس خاموشی سے اس کی جانب بڑھایا تھا جسے نہ چاہتے ہوئے بھی زنائشہ نے تھام لیا تھا۔

''تم اس کمرے میں چلی جاؤ وہاں تمہارے بیگ رکھے ہیں۔'' عرش کی آواز پر اس نے بس ایک نگاہ اس کمرے کے نیم وا دروازے پر ڈالی اور کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

بیڈ پر اسے دو بیگز رکھے نظر آئے' بیگ سے کاٹن کا لباس نکال کر وہ واش روم کی سمت چلی گئی۔ ناقابل برداشت سی تھکن اور بوجھ اسے شانوں' اعصاب پر محسوس ہو رہا تھا۔ کاٹن کے بڑے سے دوپٹے کو اپنے سر اور شانوں کے گرد لپیٹتی وہ مخملیں بیڈ کے کنارے خود کو سمیٹ کر لیٹ گئی' پختہ فرش سے ٹکرانے کی وجہ سے سر میں اب درد بڑھ رہا تھا۔ گرنے سے اس کا پورا وجود ہی متاثر ہوا تھا' باہر کی نسبت کمرے کی فضا گرم تھی' نرم گرم مخملی بیڈ کا لمس اس کے چٹختے وجود کو پُرسکون کر رہا تھا۔ جسم کو آرام اور گرمائش ملی تو آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہوتی چلی گئیں۔

❀......❀......❀

دور کہیں سے آتی اپنے نام کی پکار اسے گہری نیند سے باہر لے آئی تھی۔ اسے بیدار ہوتے دیکھ کر عرش فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا۔ جبکہ وہ کچھ گھبرائے ہوئے انداز میں سرعت سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''میں نے کئی بار دستک دی مگر اب ڈاکٹر گھر پہنچ چکے ہیں تمہارے چیک اپ کے لیے اس لیے مجبوراً مجھے یہاں تک

آنا پڑا تمہیں بیدار کرنے کے لیے۔" عرش کو احتیاطاً بھی تفصیل بتانی پڑی۔

"میں ٹھیک ہوں مجھے کوئی چیک اپ نہیں کروانا۔" منہ پھیرے وہ ناگواری سے بولی۔

"کچھ دیر کی بات ہے زنائشہ...... زیادہ دیر نہیں لگے گی ڈاکٹر ابصار صرف ایک ڈاکٹر نہیں ہیں میرے لیے...... وہ میرے حوالے سے تم سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ پہلے بھی تمہارا چیک اپ انہوں نے ہی کیا تھا اور آج تو خود آئے ہیں تمہارے لیے میری درخواست ہے کہ ان کے سامنے مجھے شرمسار مت کرو۔" اس کا صاف انکار عرش کو پریشان کر گیا تھا۔ جبکہ زنائشہ نے بس ایک ناگوار نگاہ اس کے التجائیہ لہجے پر ڈالی اور پھر نیم رضامندی کے سے انداز میں ٹھیک سے بیٹھ گئی۔ عرش کے لیے اس کی یہ خاموش اجازت ہی کافی تھی۔ ڈاکٹر ابصار کی شخصیت میں اتنا رعب اور دبدبہ تھا کہ نہ تو وہ ان کی جانب دوبارہ دیکھ سکی نہ ہی ان کے سلام کا جواب دے سکی تھی بیڈ کے قریب کرسی پر براجمان ہوتے ہی انہوں نے ایک براؤن فائل زنائشہ کو تھمائی تھی۔

"میرے پاس یہ تمہاری امانت رکھی تھی آج یہ امانت تمہیں دیتے ہوئے میں بہت مطمئن ہوں اب تم اسے سنبھالو۔" بات مکمل کرتے وہ بی پی آپریٹس سیٹ کرنے لگے۔

عرش سے اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران انہوں نے زنائشہ کے لیے میڈیسن لکھ دی اور ساتھ ہی آرام کی بھی تاکید کی تھی۔

"بہت انتظار کروا چکے ہو تم...... جلدی سے اب اچھا سا ریسپشن دو اپنی شادی کا کھانا کھلاؤ اور الگ سے میری گھر پر دعوت بھی ضرور کرنی ہے تم دونوں نے۔"

"ضرور مجھے یہ یاد ہے۔" عرش ڈاکٹر ابصار کو رخصت کر رہا تھا جب خلاف توقع شفران کی آمد ہوئی تھی اس کا اچانک آنا عرش کو گراں نہیں گزرا تھا کیونکہ وہ پہلے سے ہی شفران کو یہاں بلانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"کہاں غائب ہو تم اور یہ ڈاکٹر صاحب کیوں آئے تھے؟" شفران حیران ہوا۔

"سب خیریت ہے تم اندر آؤ پہلے پھر بتاتا ہوں۔" گیٹ بند کر کے عرش اس کا بازو تھامے لان کی سمت آیا۔

"عرش...... کوئی ایکسیڈنٹ کروا بیٹھے ہو تو میں اس بار بھائی سے نہیں چھپانے والا۔" مشکوک نظروں سے عرش کو دیکھتا وہ قطعی انداز میں بولا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میں بالکل ٹھیک ہوں تمہارے سامنے ہوں۔ ڈاکٹر ابصار میرے لیے نہیں آئے تھے وہ زنائشہ کا چیک اپ کرنے آئے تھے۔"

"اوہ...... اچھا......" روانی سے بولتے شفران نے یک دم رک کر اسے دیکھا۔

"کیا کہا تم نے...... زنائشہ......؟"

"ہاں وہ زنائشہ کے چیک اپ کے لیے آئے تھے۔" شفران کے ہک دک تاثرات پر وہ مسکرایا۔

"کیا اول فول بول رہے ہو زنائشہ یہاں کیسے ہو سکتی ہے حواسوں میں ہو تم؟" شفران دنگ ہوا۔

"میں مکمل ہوش و حواس میں ہوں زنائشہ گھر میں ہی موجود ہے بلکہ آج دو دن گزر چکے ہیں اسے یہاں...... مگر اس کی یہاں موجودگی کی خبر ابھی گھر میں کسی کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"عرش...... مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا...... کیا وہ واقعی تمہارے گھر میں ہے؟"

"ہاں...... میرے کمرے میں۔" جواب دیتے ہوئے عرش نے سرعت سے روکا۔

"میں خود جا کر اسے دیکھوں گا ورنہ مجھے یقین نہیں آئے گا۔"

''کھڑے رہو یہیں وہ ابھی میری شکل دیکھنے کے لیے تیار نہیں اور تم چلے ہو محبوب کی محبوبہ سے ملنے۔'' عرش نے خشمگیں لہجے میں کہا۔

''اسے یہاں دو دن گزر چکے ہیں اور تم نے یہ بات مجھے بھی نہیں بتائی۔''

''اب بتا تو رہا ہوں۔''

''پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''کیونکہ مجھے خود یہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ میرے ساتھ میرے گھر میں موجود ہے۔''

''مگر وہ تمہیں کہاں ملی اور تم اس تک کیسے پہنچے؟''

''میں اس تک نہیں پہنچا بلکہ وہ خود مجھ تک پہنچی تھی۔'' عرش کے جواب نے شفر ان کو حیران کر دیا۔

پردہ سرکائے وہ گلاس ونڈو سے لان کی سمت ہی دیکھ رہی تھی جانے عرش کے مقابل کون تھا جس سے وہ محو گفتگو تھا۔ واپس بیڈ کی سمت آتے ہوئے اس کی نظریں براؤن فائل پر تھیں اس فائل کو اس نے کھول کر نہیں دیکھا تھا نہ ہی وہ دیکھنا چاہتی تھی مگر ایک الجھن ایک تجسس ضرور تھا اس فائل میں ایسا بھی کیا ہے جسے ڈاکٹر نے اس کی امانت کہا تھا کچھ وقت گزرنے کے بعد عرش کمرے میں داخل ہوا ایک نگاہ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی فائل پر ڈال کر لاتعلق بیٹھی زنائشہ کو دیکھا۔

''تم نے اس فائل کو کھول کر دیکھا؟''

''نہیں......'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ اتنا ہی بولی۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم اس فائل کو دیکھو......''

''میں یہاں تمہاری چاہتیں پوری کرنے نہیں آئی ہوں۔'' زنائشہ کے تیز لہجے پر وہ چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

''شاید تمہیں یاد ہو میں نے تمہیں بتایا تھا ڈاکٹر ابصار وہی ڈاکٹر ہیں جو پہلے پاپا کا اور پھر ماما کا علاج کرتے رہے تھے......''

''تو کیا اب وہ میرا علاج کر کے مجھے بھی قبر میں پہنچانا چاہتے ہیں؟'' وہ تیز لہجے میں عرش کی بات کاٹ گئی تھی۔

''اس ڈاکٹر کو تم خود تک محدود رکھو میں ایسے کسی شخص کا چہرہ تک نہیں دیکھنا چاہتی جو میرے اور تمہارے ماضی کے بھیانک سچ جانتا ہو۔''

''زنائشہ...... تمہیں ان کا آنا یا ان کی اپنائیت بری لگی ہے تو مجھے برا کہو مگر ان کے لیے ایسا لہجہ اور جملے مت استعمال کرو کیونکہ میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں ڈاکٹر ابصار کے سامنے میری زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے وہ میری ہر حقیقت سے واقف ہیں لیکن انہوں نے مجھے کبھی دھتکارا نہیں ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ تمہیں میرے ساتھ اس گھر میں دیکھیں اپنے ہاتھوں سے تمہیں تمہاری امانت دیں...... تم نہیں جانتیں کہ ایسے کتنے ہی لوگ ہیں جو شدت سے تمہارے منتظر رہے ہیں ایسے لوگ جو تمہیں جانے تمہیں دیکھے بغیر تم سے انسیت رکھتے ہیں تمہاری پروا کرتے ہیں۔'' دزدیدہ نظروں سے اس کے تنے ہوئے تاثرات دیکھتا وہ ایک پل کو خاموش ہوا۔ ''مجھے یاد ہے کہ جس دن مجھے اس گھر کے پیپرز واپس ملے تھے اسی دن میں یہ گھر تمہارے نام منتقل کر دینا چاہتا تھا اس کام کو ڈاکٹر ابصار جلد کروا سکتے تھے انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اب یہ پیپرز وہ مجھے نہیں تمہیں خود دیں گے کیونکہ وہ تم سے ملنا بھی چاہتے تھے مگر وہ بھی میرا اور تمہارا انتظار ہی کرتے رہ گئے...... تم اس گھر کو اپنا سمجھو یا نہ سمجھو مگر یہ تمہارا ہی رہے گا۔''

"مجھے اس گھر کی ضرورت نہیں ہے، کچھ نہیں چاہیے مجھے تم سے۔" زنائشہ کے سرد سپاٹ لہجے پر وہ مزید کچھ بھی بولے بغیر جانے کے لیے پلٹ گیا۔

❁......❁......❁

ٹیرس پر مستقل ادھر اُدھر چکر لگاتے ہوئے آج اسے سمندر کا شور بھی وحشت اور اضطراب میں مبتلا کر رہا تھا مزید صبر وانتظار ناممکن ہوا تو وہ تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھ گئی دوسری جانب ٹیرس کی طرف ہی آتے زرکاش کے قدم اسے دیکھ کر رک گئے تھے۔

"زرکاش...... میرے صبر کی حد ہو چکی ہے وہ شخص ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے وہ چاہتا ہی نہیں کہ میں زنائشہ سے کوئی رابطہ رکھوں۔"

"مگر میری نظر میں ایسا کچھ نہیں ہے ورنہ وہ پہلے ہی مجھے صاف انکار کر دیتا۔" زرکاش بولا۔

"آپ کی نظر میں وہ جو کچھ بھی ہو مگر میری نظر میں تو وہ زنائشہ کا دشمن ہی ہے......"

"دراج...... بس اب خاموش ہو جاؤ بہت سن چکا میں تمہاری ایک ہی تکرار۔" یک دم زرکاش نے جس طرح سختی سے اس کی بات کاٹی وہ حیران نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ "تمہاری ہر بات زنائشہ سے شروع ہو کر اس پر ہی ختم ہو رہی ہے میری پریشانی تمہیں نظر نہیں آ رہی......؟ میں تم سے اپنی اور تمہاری بات کرنا چاہتا ہوں مگر تم ایک ہی رونا ایک ہی رٹ لگا کر بیٹھی ہو...... تنگ آ گیا ہوں میں سب کے سامنے جھکتے جھکتے سب کچھ ٹھیک کرتے کرتے...... گھر جاتا ہوں تو دماغ تمہاری طرف لگا رہتا ہے گھر میں سب کے چہرے دیکھتا ہوں تو یہ فکر سکون نہیں لینے دیتی کہ آخر میں سب کچھ کس طرح سنبھالوں گا...... شذرا گھر آنے والی ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں سب کو کیسے تمہارے لیے کنوینس کروں جو ہمت جو حوصلہ مجھے چاہیے وہ صرف تم ہی دے سکتی ہو مجھے میں اس سب کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں مگر تمہارے پاس وقت ہی نہیں ہے میرے لیے...... زنائشہ اور عرش کو اپنے معاملات خود طے کرنے دو مجھے ان کے معاملات سے دور رکھو۔" سرخ چہرے کے ساتھ بولتا وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ دراج چند لمحوں تک اپنی جگہ ساکت رہی مگر پھر خود بھی ٹیرس کی طرف بڑھ گئی۔

"زرکاش...... ہم اس بارے میں پہلے بھی بات کر چکے ہیں مجھے لگتا تھا کہ میری طرف سے آپ مطمئن ہیں کہ کسی بھی حال میں آپ مجھے پیچھے ہٹتا نہیں دیکھیں گے۔" ٹیرس کی باؤنڈری کے قریب کھڑے زرکاش کو مخاطب کرتی وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اب بھی اتنے فکر مند ہیں...... کیا ہمارا ایک ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ آپ کو سب کی مخالفت نے اس حد تک ڈسٹرب کر رکھا ہے......؟"

"اسی بات کا تو افسوس ہے دراج...... ہمارا ایک ہونا کوئی گناہ نہیں ہے مگر پھر بھی میں پریشان ہوں...... ہر قدم پر تمہارے ساتھ نبھانے کا یقین بھی ہے مجھے میرا مسئلہ تم نہیں ہو میری کمزوری تو میری ماں میری بہنیں اور بھائی ہیں میرے سامنے میری مخالفت میں یہ سب ایسے رشتے ہیں جن سے میں بے حد محبت کرتا ہوں ان سب کو اپنے کسی عمل سے تکلیف پہنچانے کا تصور بھی میرے لیے اندوہناک ہے۔" زرکاش کے مضطرب بوجھل لہجے پر دراج نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"آپ ان سب کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہے آپ نے ہمیشہ ان سب کو خوشیاں ہی خوشیاں دینے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اپنی زندگی کا ایک سنہری دور آپ نے ان سب کی زندگی کو آسان اور پرتعیش بنانے کے لیے وقف کر دیا اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کی ایک خوشی کے لیے وہ سب مجھے قبول کرتے ہیں یا نہیں...... حالانکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مخالفت

ان سب نے کرنی ہے' ایسا کر کے وہ سب خود کو اور آپ کو تکلیف ضرور پہنچائیں گے..... آپ ان سب کو مخالفت کرنے سے نہیں روک سکتے' صرف سمجھا سکتے ہیں جو کہ بہت آسان نہیں مشکل ہوگا اور آپ کے لیے اسی مشکل کا سامنا کرنا مشکل ہو رہا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"دراج..... میں جانتا ہوں کہ مجھے ہر صورت اس مشکل وقت کا سامنا کرنا ہے' میں بس اس سب کے درمیان کسی کو اذیت میں نہیں ڈالنا چاہتا..... نہ تمہیں' نہ گھر میں کسی کو....."

"اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے یا آپ کے گھر والوں میں سے کسی کو تو اذیت جھیلی پڑے گی..... مگر دونوں ہی صورتوں میں آپ کو تکلیف پہنچنا یقینی ہے۔" دراج نے فوراً کہا۔ "بس آپ اس تکلیف کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیے پھر کچھ مشکل نہیں رہی گی۔"

"تمہارا ملنا اتنا کٹھن کیوں ہے دراج؟" زرکاش اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر بے بس انداز میں بولا۔

"تم دنیا کے آخری حصے میں ہوتیں تو بھی تم تک پہنچنا میرے لیے اتنا دشوار نہ ہوتا جتنا دشوار تمہارے قریب ہوتے ہوئے تمہیں حاصل کرنا ہے۔"

"تمام کٹھنائیوں اور دشواریوں کو ایک ہی جست میں عبور کر کے مجھے اپنانا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیسا راستہ؟" زرکاش نے پوچھا۔

"کورٹ میرج۔" دراج کے کہنے پر زرکاش نے تحیر زدہ ہو کر اسے دیکھا' جبکہ اپنے ہاتھوں کے گرد اس کی کمزور پڑتی گرفت کو دراج محسوس کر گئی تھی۔

"کیا برائی ہے اگر ہم کورٹ میرج کر لیں تو.....؟" زرکاش کے سپاٹ ہوتے تاثرات پر وہ بولی۔

"دراج..... آج تو یہ بات کہہ دی ہے تم نے..... دوبارہ کبھی غلطی سے بھی ایسی کوئی بات زبان پر مت لانا۔" انتہائی سرد مہری سے تاکید کرتا وہ اس کے سامنے سے ہٹا جبکہ دراج تیکھی نظروں سے اس کی پشت کو گھورتی خاموش نہیں رہ سکی۔

"زرکاش..... اگر آپ سب کے سامنے جھکتے رہے ہیں تو میرے لیے نہیں خود اپنے لیے جھکتے رہے ہیں' جھک جھک کر آپ نے ان سب کو خود پر اس حد تک حاوی ہونے کا موقع دیا ہے کہ آپ اب اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لے سکتے' میں جانتی ہوں کہ آپ کو اپنی ماں' بہنوں اور بھائی سے شدید محبت ہے مگر ایسی محبت کس کام کی جو انسان کو بزدل بنا دے۔ آپ اپنی زندگی کا صرف ایک فیصلہ اپنی مرضی سے کرنے سے اب تک گریز کرتے رہے ہیں تو اس لیے کہ ان سب کی مخالفت کے سامنے ڈٹ جائیں تو یہ بھی کسی معجزے سے کم نہ ہوگا۔" دراج تیز اور چبھتے لہجے میں بولی۔

"کافی وقت گزر گیا ہے' چلو تمہیں ہاسٹل ڈراپ کر دوں۔" زرکاش بے تاثر لہجے میں بولا جبکہ دراج غصے سے پیر پٹختی ہوئی تیز قدموں سے ٹیرس سے نکل گئی۔

❀......❀......❀

دھیرے سے دروازہ کھولتی وہ کمرے سے باہر نکلی' ہر سمت سناٹے کا راج تھا' دائیں جانب قد آدم سائز کا لکڑی کا مضبوط منقش دروازہ تھوڑا کھلا ہوا تھا' شاید عرش باہر موجود تھا' ارد گرد کا جائزہ لیتی وہ گلاس وال کے قریب رکھے جدید طرز کے مخملی کاؤچ کے پاس ایک پل رکی تھی' گلاس وال پر پردے پھیلے تھے سو باہر کا منظر چھپا ہوا تھا' وہ ذرا اور آگے بڑھی تو کچن سامنے آ گیا' کچھ بکھرا سا مگر صاف ستھرا خوب صورت کیبنٹ سے سجا ہوا..... اسے یاد آ رہا تھا' زرکاش کے اپارٹمنٹ کا کچن بھی اتنا ہی بڑا اور خوب صورت تھا' زرکاش کی غیر موجودگی میں وہ دراج کے اصرار پر چند بار ہی وہاں گئی

تھی ہر بار وہاں جا کر گھر نہ ہونے کی محرومی کا احساس اسے کچوکے لگاتا تھا اب تو اسے یہ بھی بھول گیا تھا کہ ایک گھر کی حیثیت اس کے معنی کیا ہوتے ہیں اس وقت بھی ایک گھر اور اس کے کچن میں موجود ہونا اسے بہت عجیب لگ رہا تھا اپنا وجود یہاں مس فٹ لگ رہا تھا یہ سب بھی اس کے لیے نہیں تھا گھر کے نام پر ایک کا بک نما کمرہ اور کچن کے نام پر چھوٹی سی کھردری زمین والی جگہ ہی آنکھ کھولنے کے بعد سے اس کی کل کائنات رہی تھی جب وہی اس سے چھن گئی تو اونچی چھتوں اور فانوس سے سجے کمروں پر مشتمل گھر اور جدید طرز کے چکنے فرش والے دمکتے کچن اس کی نظروں میں کیا حیثیت رکھ سکتے تھے...... گھر میں تو جیتے جاگتے انسان رہتے ہیں وہ انسان کہاں رہی تھی وہ تو ہاسٹل کی چاردیواری میں سانس لیتی بس ایک مخلوق تھی...... دل پر بوجھ لیے وہ کچن سے نکل آئی ہال کے منقش ادھ کھلے دروازے کے قریب رک کر اس نے باہر کا جائزہ لیا پہلی نظر اس کی پشت تک گئی جو برآمدے کے اسٹیپس پر بیٹھا ہوا تھا۔ باہر صرف چاند کی مدھم خنک روشنی بکھری ہوئی تھی لان کی ہری بھری کیاریوں میں کہیں کھلے رات کی رانی کے پھولوں کی سحر انگیز مہک زنائشہ تک بھی بخوبی پہنچ رہی تھی دیواروں پر پھیلا گھنی بیلوں کا سبزہ مین گیٹ تک جا رہا تھا لان میں موجود واحد تناور درخت جانے کس پھل کا تھا مدھم دودھیا روشنی میں اس درخت کی گھنی شاخیں رات کے اس پہر بہت پراسرار دکھائی دے رہی تھیں۔ سوچوں میں گم عرش کو اچانک ہی اس کی موجودگی کا احساس ہوا تو گردن موڑ کر عقب میں دیکھا اور پھر چاہتے ہوئے بھی اس پر سے نگاہ نہ ہٹا سکا تھا جو آہستگی سے قدم بڑھاتی آہنی گرل کے قریب آ رکی تھی۔

”تمہارا ہاتھ زخمی کیسے ہوا؟“ چند لمحوں بعد زنائشہ کی آواز سنتے ہوئے عرش کو شاید یقین نہیں آیا تھا کہ وہ یہ سوال اس سے کر رہی ہے یا وہی سننے میں غلطی کر گیا ہے دوسری جانب جواب نہ ملنے پر زنائشہ کو اس کی جانب دیکھنا پڑا تھا۔

”کچھ پوچھا ہے تم سے؟“

”تمہیں تکلیف پہنچانے کا سبب بنا تھا یہ ہاتھ...... مجھے غصہ آیا اور...... بس ہو گیا زخمی۔“ ایک نگاہ اپنے ہاتھ پر ڈالتا وہ نادم لہجے میں بولا۔

”میری وجہ سے تمہارے سر پر بھی چوٹ لگی ہے وہ بھی اگر ڈاکٹر کی نظر میں آ جاتی تو ان کو کیا بتاتے تم؟“ نظر چرائے وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

”اگر ایسا ہوتا تو میں قبول کر لیتا کہ میں بھی بارش میں پھسل گیا تھا۔“ اس کے جواب پر زنائشہ نے نگاہ اٹھا کر اس کے سنجیدہ تاثرات کو دیکھا۔

”میں جانتی ہوں میں نے غلط کیا مگر یہ سچ ہے کہ میں یہاں سے جانا ضرور چاہتی تھی مگر تمہیں زخمی کر کے یا تکلیف دے کر نہیں۔“ وہ سر جھکائے مدھم آواز میں بولی۔

”تمہارا یہاں سے چلے جانا ہی میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ اور جان لیوا ہوتا زنائشہ...... کیا اب تم یہاں سے نہیں جانا چاہتیں......؟“ عرش کے سوال پر نہ وہ سر اٹھا سکی نہ کچھ بول سکی تھی جبکہ عرش اس کے قریب جانے سے خود کو روک نہیں سکا تھا۔

”زنائشہ...... ہم پہلے ہی اپنا بہت وقت آزمائشوں کی نذر کر چکے ہیں اور اب زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے قیمتی ہے...... میں جانتا ہوں تمہارے دل میں میرے لیے کبھی نفرت نہیں ہو سکتی میں نے ٹوٹ کر چاہا ہے تمہیں مانگا ہے تمہیں اللہ سے اللہ تمہارے دل میں میری نفرت کسی صورت نہیں داخل کرے گا مجھے یقین ہے اس یقین کو کوئی نہیں توڑ سکتا تم بھی نہیں۔“ کچھ تھا عرش کے لہجے میں چھپا کہ وہ نظر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

”مجھے معلوم ہے تم مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو بہت غصہ ہے تمہیں مجھ پر ہونا بھی چاہیے میں ہر اذیت ہر نقصان کا

ازالہ کروں گا زنائشہ..... اپنے اور تمہارے درمیان کھڑی بدگمانی کی ہر دیوار کو گرا دوں گا تمہاری ہر سزا قبول ہے مجھے...... بس تم دور جانے کا خیال دل سے نکال دو یہ گھر تمہارا ہے یہاں کی ہر چیز تمہاری ہے اور میں بھی...... تم چاہو گی تو میں تمہاری اجازت کے بغیر اس گھر کے اندر قدم بھی نہیں رکھوں گا مگر تم اس گھر سے جانے کی ضد چھوڑ دو مجھے یاد ہے کہ تم اس گھر میں میرے ساتھ آنے کے لیے دن گن گن کر گزار رہی تھیں مجھے یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ ماما چاہتی تھیں تم اس گھر میں آؤ اسے آباد کرو مجھے کہیں تو سرخرو ہونے کا موقع دو۔ بہت مایوس کیا ہے تمہیں میں نے بہت اذیت پہنچائی ہے میں نے تمہیں مگر سکون سے تو میں بھی نہیں رہ سکا...... یہ گھر میرے ماں باپ کی ریاضتوں ان کے خوابوں کا ثبوت ہے اس کی حق دار مجھ سے زیادہ تم ہی ہو میں تو اس گھر کی ویرانی بھی ختم نہیں کر سکا تم ہی اس میں روشنیاں بھر سکتی ہو۔" ساکت نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی جس کے لہجے کی اذیت اس کے دل کی بے چینی و بیقراری کی ترجمان تھی۔

"تم میری کوئی بات نہیں سننا چاہتیں تو میں خاموش رہوں گا ایک موقع بھی نہیں مانگوں گا اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لیے کیونکہ مجھ میں اب حوصلہ نہیں ہے تمہیں دوبارہ کھونے کا میں تمہارے لیے صبر کرتے کرتے تھک چکا ہوں۔" گمبھیر لہجے میں گھلتی نمی زنائشہ کو اس کی آنکھوں میں بھی چمکتی نظر آرہی تھی خاموش ہو کر عرش بے اختیار اسے دیکھتا رہا چاند کی خنک خواب ناک روشنی میں اس کی سیاہ آنکھیں اور ماورائی نقوش دل کو مٹھی میں جکڑ رہے تھے جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر عرش نے اس کا چہرہ دھیرے سے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔

"تم سے دور ہو کر بھٹکتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ میرے دل میں تمہاری محبت کے علاوہ بھی کچھ ہے کیا کچھ ہے یہ میں لفظوں میں تمہیں نہیں سمجھا سکتا...... میں اب تمہارے وہم کے ساتھ نہیں تمہارے ساتھ سانس لینا چاہتا ہوں۔" اس کی مدھم گمبھیر آواز زنائشہ کی دھڑکن روک گئی تھی پیشانی سے ٹکراتی پُرحدت سانسوں کی نرم خوشبو دل کو ہی نہیں روح کو بھی لرزا رہی تھی بمشکل نگاہیں چرا کر وہ دھیرے سے اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹائی پھر رکی نہیں تھی کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد ہی اسے سانس لینا یاد آیا تھا کچھ کمزور لمحے بہت خطرناک ثابت ہوتے ہیں ان کی زد میں آکر کبھی دل دھڑکنا بھول جاتا ہے اور کبھی عمل تنفس ٹھہر جاتا ہے۔

❁......❁......❁
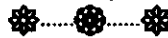
گرم شال کاندھوں کے گرد ڈالتا وہ گلاس ڈور کھول کر لان کی خنک فضا میں نکل آیا تھا جہاں رجاب کافی کے مگ لیے پہلے ہی آپہنچی تھی۔

"زرق...... میں نے تم سے کہا تھا کہ پریشان مت ہونا مگر تم نے اس پریشانی کو اس حد تک خود پر سوار کر لیا کہ طبیعت خراب کر لی آغا جان اگر تمہیں گھر آ کر آرام کرنے کا حکم نہ دیتے تو مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ تم اس حد تک خود کو ڈسٹرب کر چکے ہو۔" وہ کچھ ناراضگی اور تاسف سے اسے دیکھتی بولی۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو میری کوئی طبیعت خراب نہیں میرے اعصاب تمہارے زیر سایا رہتے ہوئے ڈھٹائی کی حد تک مضبوط ہو چکے ہیں یہ فلو سر درد تو بس موسم کا اثر ہے۔" کافی کا مگ اس سے لیتا وہ بولا۔

"موسم کا اثر اس سے پہلے تو کبھی نہیں ہوا تم پر۔" وہ مشکوک نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔ "ویسے اس موسم کی خرابی نے میری ساری پلاننگ تباہ کر ڈالی ایک تو بارش کی وجہ سے راستے کا حشر خراب اوپر سے ٹریفک جام...... آخر تم نے مجھے کال ہی کیوں کی میں کسی بھی طرح پہنچ جاتی ہاسٹل۔"

"رات تک بھی نہ پہنچ پاتیں اس قدر ٹریفک جام تھا بھائی کو کون سنبھالتا تمہاری گمشدگی پر بہت اچھا ہوا جو میں نے تمہیں راستے سے ہی واپس بلا لیا۔"

''تم فکر مت کرنا میں کل کسی نہ کسی طرح ہاسٹل تک پہنچ جاؤں گی۔''
''کل تو تمہیں بھائی' بھابی کے ساتھ جانا ہے' بھول گئیں......؟'' درمیان میں زرق نے یاد دلایا۔
''میں واقعی بھول گئی......کل تو آغا جان کے دوست نے کھانے پر انوائیٹ کیا ہے......ایک تو پتہ نہیں ہر جگہ میرا ساتھ جانا ضروری کیوں ہوتا ہے؟'' وہ شدید بیزاری سے بولی۔
''جانتی ہو بھائی اکثر تمہاری تعریف میں یہ کہتے ہیں کہ تم پہلے سے بہت بدل گئی ہو' آدم بیزاری ترک کرکے بہت خوش اخلاق اور ملنسار ہو چکی ہو......لیکن کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ تم گھر میں ہم سب کے علاوہ کسی اور کا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتیں......مانوس لوگوں سے بھی تمہارا رویہ سرد اور اجنبی ہوتا ہے' جیسے تم جبراً ان سے کلام کررہی ہو......میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟'' بغور اس کے سنجیدہ تاثرات دیکھتے ہوئے زرق نے پوچھا۔
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو......میرے لیے کبھی کبھی بہت مشکل ہوجاتا ہے' اپنی طرف سے سب کو مطمئن رکھنا۔'' رجاب تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''اگر میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہوں تو یقین کرو آغا جان روز مجھے ایک نئے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جائیں پھر بھی مطمئن نہ ہوں' ان کو لگتا ہے کہ میں ایک کامیاب' متحرک اور نارمل انسان ہی ہوں......مگر کیا نارمل ہونا اتنا آسان تھا؟'' پتہ نہیں وہ خود سے سوال کررہی تھی یا زرق سے۔
''رجاب......کسی بھی گہرے صدمے یا سانحے سے گزرتے ہوئے اکثر انسان بہت وقت تک نارمل نہیں ہوپاتا' اردگرد کے لوگ' ماحول اور خود انسان کی اپنی کوشش اسے نارمل زندگی کی طرف لاتی ہے مگر سانحے اور حادثے کے اثرات مکمل طور پر زائل بھی نہیں ہوپاتے' یادداشت میں' جذبات اور احساسات میں وہ پوری شدت سے تازہ رہتے ہیں' اور یہ کوئی تشویش کی بات نہیں' تمہیں اپنے نارمل ہونے پر شک نہیں ہونا چاہیے' ہر انسان کے طور اطوار دوسرے انسان سے مختلف ہوتے ہیں' تمہیں میرا دن' رات کام کرنا پسند نہیں مگر مجھے کام کرتے رہنا پسند ہے' تم مسلسل لوگوں سے مسکرا مسکرا کر نہیں مل سکتیں مگر تمہیں ملنا پڑتا ہے کیونکہ فطرت' تہذیب اور دنیاداری کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں' کچھ چیزوں میں ہم اپنی من مانی کرلیتے ہیں' کچھ میں نہیں کرسکتے لہٰذا تمہیں یقینی' بے یقینی کے درمیان سے اب نکل آنا چاہیے' تم صحیح سمت میں جارہی ہو' اتنا کافی ہونا چاہیے۔'' زرق سمجھانے والے انداز میں بولا۔
''پتہ نہیں زرق حقیقت کیا ہے' میں بس اتنا جانتی ہوں کہ اپنی ذات اور عمل سے دوسروں کو خوشی اور راحت دینا چاہتی ہوں' سب کو معاف کرنے والی' درگزر کرنے والی ایک مہربان انسان بن کر رہنا چاہتی ہوں مگر......کبھی ایسا لگتا ہے کہ مجھے ساری دنیا سے بیر و نفرت ہے' گھر کے باہر کی دنیا کا ہر انسان مجھے اپنا دشمن محسوس ہوتا ہے' ایسی کیفیت میں ماضی کا وہی اذیت ناک دور بار بار میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے' دل چاہتا ہے جس جس نے مجھے' میرے آغا جان کو اذیت پہنچائی' کرب کے سمندر میں غرق کیا......ان سب کو میں بھی تڑپتا' سسکتا دیکھوں' اپنے ہاتھوں سے ان سب کو اسی سمندر میں غرق کردوں' ان دوہری سوچوں' دوہرے احساسات نے مجھے دوہرا کردیا ہے۔'' وہ مضطرب لہجے میں بولی۔

''اس کی وجہ کبھی تم نے جاننے کی کوشش کی......کبھی تم نے خود سے سوال کیا کہ تم کیا چاہتی ہو؟'' زرق نے پوچھا۔
''جانے وجہ کیا ہے' پتہ نہیں میں کیا چاہتی ہوں' شاید میں خود ہی اپنی سمجھ سے باہر ہوں۔'' وہ بے بسی سے بولی۔
''تو پھر پہلے تمہیں خود کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے' پابندی سے سائیکاٹرسٹ کے پاس جاکر' سکون آور گولیاں کھا کر سب کو معاف کرنے کے دعوے مت کرو' تم ایک انسان ہو' تمہارے لیے سب کو معاف کرنا آسان نہیں' کوئی ایک تو ایسا ہوگا جسے تم معاف نہیں کرسکتیں......تم فرشتہ نہیں ہو' اپنے ماضی میں جھانکو اور غور کرو کہ وہ کون ہے جو تمہیں تمہاری زندگی کو

نقصان پہنچانے کا سب سے زیادہ اور سنگین ذمہ دار ہے‘ کوئی تو ایسا ایک ہوگا جسے معاف نہیں کرنا چاہیے‘ تمہیں حق ہے کہ اسے معاف نہ کرو اسے سزا دو جو ظلم کرنے میں سب سے آگے آگے تھا...... وہ انسان حاذق ہوسکتا ہے‘ اس کے ماں باپ یا اس کے گھر کا کوئی اور فرد بھی ہوسکتا ہے......“ خاموش ہوکر زرق اب اس کے بولنے کا منتظر تھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ ٹیبل کی سطح کو گھور رہی تھی۔

”میرا ماضی ہمہ وقت میرے ساتھ ہے زرق...... نہ مجھے سوچنے کی ضرورت ہے نہ غور کرنے کی کیونکہ مجھے پتہ ہے وہ ایک شخص کون ہے۔“ وہ سرد لہجے میں بولی‘ اس کی نظریں ٹیبل پر ہی ساکت تھیں۔

”وہ حاذق ہے اور نہ اس کے ماں باپ اور اس کے گھر کا کوئی اور فرد بھی نہیں مجھے تو بس اس کا نام و نشان چاہیے جو کسی طوفان کی طرح آیا اور میرے گھر کی خوشیاں‘ مسکراہٹیں‘ سکون‘ میرا چہرہ‘ میری شناخت‘ سب کچھ تہس نہس کرکے چلا گیا...... حاذق اور اس کے گھر والے تو میرے ہی جیسے کم ظرف اور غرض کے غلام انسان ہیں‘ ان سب سے تو میرا نفرت کا تعلق بھی نہیں رہا...... تڑپتا‘ سسکتا تو میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں جو بظاہر تو انسان تھا مگر انسان کے روپ میں ایک وحشی درندہ تھا‘ اس کے سامنے تو حیوانیت بھی منہ چھپا کر دور بھاگ جائے...... جو کچھ اس نے میرے ساتھ کیا اس کے بعد سے آج تک کبھی میں نے اپنا چہرہ آئینے میں غور سے نہیں دیکھا...... اور اس وقت تک نہیں دیکھوں گی جب تک قدرت اس کا مکروہ چہرہ میرے سامنے نہ لے آئے اسی خوف و اذیت کی تاریک کھائی میں اوندھے منہ دھکیلنے کے لیے جس میں اس درندہ صفت انسان نے مجھے دھکیلا تھا۔“ ایک ایک لفظ پر زور دیتی وہ دھیمے مگر چٹانوں جیسے سخت لہجے میں بولتی زرق کو ششدر کرگئی تھی‘ آج سے پہلے رجاب نے کبھی ماضی کے اس حادثے کے کسی بھی ذمہ دار کا تذکرہ اس طرح نہیں کیا تھا۔ ”مجھے انتظار ہے کہ قدرت کب اور کس وقت اسے میرے سامنے لاتی ہے پھر وہ سکون ڈھونڈتا رہ جائے گا...... مجھے تو سکون شاید اس وقت بھی نہ ملے جب وہ میرے قدموں میں بیٹھ کر معافی کے لیے گڑگڑائے گا‘ بھیک مانگے گا مجھ سے رحم کی......“ زہر خند لہجے میں بولتی وہ یکدم رک کر زرق کی طرف متوجہ ہوئی۔ ”تم اس شخص کے بارے میں کوئی تجسس نہ رکھنا کیونکہ وہ میرا مجرم ہے‘ میں اس کے بارے میں تمہیں کیا‘ کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی‘ وہ میری آنکھوں کے سامنے ہوگا تب بھی نہیں...... آغا جان اور پولیس کو یقین کرنا پڑا تھا کہ صدمے اور دہشت نے میرے ذہن کو اس حد تک ماؤف کردیا تھا کہ میں اپنے مجرم کا ہر نقش بھول گئی اس لیے اس کا اسکیچ تک نہ بنوا سکی تھی‘ مگر سچ تو یہ ہے کہ اس کے چہرے کا ہر نقش میرے ذہن میں روز اول کی طرح واضح روشن ہے‘ لاکھوں چہروں کے درمیان بھی میں اسے پہلی نظر میں ہی پہچان سکتی ہوں۔“ اس کے عجیب سے لہجے میں کیے گئے اس انکشاف کو سنتا زرق مزید کچھ نہیں کہہ سکا تھا۔

❀......❀......❀

کل صبح ہی صبح اسے فلائیٹ پر جانا تھا‘ ٹریننگ کے یہ ابتدائی اہم مراحل تھے مگر صبح سے دوپہر تک زنائشہ کو گھر میں تنہا چھوڑ کر جانا بھی اسے تشویش میں ڈال رہا تھا‘ پہلے اس نے یہی سوچا کہ سحر کو اعتماد میں لیا جائے مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا اور اس کے لیے وقت بھی چاہیے تھا جو کہ ابھی اس کے پاس بالکل نہیں تھا‘ ان ہی سوچوں میں غلطاں وہ نیند میں ڈوب گیا تھا۔ رات کی گہری خاموشی اور سکوت ہر سمت پھیلا ہوا تھا‘ باہر کی نسبت کمرے کے اندر کا ماحول بہت گرم تھا‘ لائٹس آن تھیں‘ تکیے پر سر رکھے وہ جو گہری نیند سوئی ہوئی تھی‘ یک دم جانے کیوں اس کی آنکھ کھلیں‘ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھتی کچھ دیر تک کچھ سننے کی کوشش کرتی رہی تھی اور پھر سرعت سے بیڈ سے اترتی دروازے کی سمت دوڑی‘ باہر نکلتے ہی اس کی پہلی نظر کاؤچ پر سوئے عرش پر گئی۔

”اٹھو جلدی اٹھو......“ عرش کا شانہ تھپتھپاتی وہ اسے ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کرگئی تھی‘ اس افتاد کی وجہ وہ سمجھ نہیں پایا تھا‘

زنائشہ کے وحشت زدہ چہرے نے اس کے حواس مختل کر دیئے تھے۔
"گیٹ کھولو جا کر باہر سے اتنی آوازیں آ رہی ہیں' تمہیں سنائی نہیں دے رہا......" زنائشہ کے حواس باختہ انداز سے زیادہ اس کی اطلاع نے عرش کا چہرہ فق کر دیا تھا' اسے پہلا خیال شہرام کا ہی آیا تھا مگر وہ رات کے اس وقت یہاں کیسے آ سکتے ہیں' زنائشہ نے اسے وقت دیکھنے کا موقع بھی نہیں دیا' اس کی عجلت پر عرش کو باہر آنا ہی پڑا' وہ برآمدے میں رکا چند لمحوں تک گیٹ کی طرف سے کسی آواز یا دستک کا منتظر رہا مگر گہرے سناٹے میں اسے کسی کی بھی آمد کے آثار نہ سنائی دیئے نہ محسوس ہو رہے تھے۔

"تم رکے کیوں ہو' جلدی جا کر گیٹ کیوں نہیں کھولتے......" زنائشہ بے چینی سے بولی۔
"زنائشہ...... باہر کوئی نہیں ہے' کسی کی آواز نہیں سنائی دے رہی' تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی......"
"نہیں' مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" وہ فوراً نفی میں سر ہلاتی بات کاٹ گئی۔
"تمہیں کس کی آواز سنائی دی تھی؟" عرش اب مکمل اس کی طرف متوجہ ہوا۔
"امی کی...... زرق کی...... وہ دونوں آئے ہیں' آواز دے رہے ہیں مجھے۔" اس کے پُریقین لہجے پر عرش دنگ نظروں سے اسے دیکھتا فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا...... لیکن پھر بہت سنبھل کر اس نے زنائشہ کو مخاطب کیا۔
"زنائشہ...... تمہاری امی اور زرق یہاں کیسے آ سکتے ہیں......؟ یہ بس تمہارا وہم ہے' باہر کوئی بھی موجود نہیں......"
"مجھے پتہ تھا تم یہی کہو گے' یہی کہہ سکتے ہو تم...... وہ دونوں یہاں نہیں ہیں تو تم بھی یہاں کیوں ہو؟ تم بھی یہاں سے چلے جاؤ" یک دم اس پر چلاتی وہ پیچھے ہٹی اور پھر بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی' تیز قدموں سے عرش اس تک پہنچا جو صوفے پر چہرہ ہاتھوں میں چھپائے زار و قطار رو رہی تھی۔
"اس طرح مت روز زنائشہ...... مجھے یقین ہے کہ تم نے ان دونوں کی آواز سنی ہے کیونکہ وہ دونوں تم سے کبھی دور نہیں ہو سکتے' وہ دونوں تمہارے دل میں ہیں' تمہارے ساتھ ہیں۔" اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے عرش نے اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا کر اپنی گرفت میں لیے۔
"نہیں ہے کوئی بھی میرے ساتھ...... سب ایک ایک کر کے مجھے چھوڑ گئے' کسی نے بھی جانے سے پہلے ایک بار میرے بارے میں نہیں سوچا' مرنے کے بعد انسان جس طرح تنہا قبر میں دفن ہوتا ہے اسی طرح مجھے دنیا میں ہی تنہا کر کے چلے گئے سب' سب کو زندہ رکھنے کی کوشش میں' اپنے قریب رکھنے کی کوشش میں' میں زندہ لاش بن گئی' گم کر دیا میں نے خود کو' مرنا چاہا تو موت بھی مجھ سے دور بھاگ گئی...... میں نے ایسی زندگی کے خواب نہیں دیکھے تھے' میں ایسی زندگی کی حق دار نہیں تھی۔" ساکت نظروں سے عرش اسے دیکھ رہا تھا جو زار و قطار روتی شدید کرب سے پتے کی طرح لرز رہی تھی۔
"کتنا بڑا گناہ کیا تھا میں نے کہ ایک اچھی زندگی کے لیے اپنی ہڈیاں چٹخاتی رہی' روز کنواں کھودتی رہی' گھونٹ گھونٹ زہر پیتی رہی پھر بھی یہ زندگی ملی' گھر ہے نہ در' بس میں سڑک پر کشکول لیے نہیں ہوں' یہ صلہ ہے ان صعوبتوں کا جو میں اپنے لیے اور سب کے لیے جھیلتی رہی...... یہ صلہ کافی ہے کہ میں تمہیں سڑک پر نہیں ملی' تمہیں منہ دکھانے کے قابل ہوں' زندہ ہوں تمہیں گزرے سالوں کا حساب دینے کے لیے' تمہارے سامنے ہوں' آخری سانس تک تمہیں اپنی پاک دامنی کا یقین دلاتے رہنے کے لیے' یہ کافی ہے' یہ صلہ کافی ہے۔" اس کی کربناک گھٹتی آواز سسکیوں میں گم ہو گئی تھی' پھوٹ پھوٹ کر روتی وہ عرش کے شانے پر پیشانی ٹکائے صدیوں کے رکے آنسو بہا رہی تھی' اپنے شانے پر اس کے آنسوؤں کی نمی محسوس کرنا عرش کے لیے اتنا آسان نہیں تھا' یہ صرف آنسو نہیں تھے کانٹوں بھرے راستوں سے گزرتے

لہولہان اذیتوں سے نڈھال وجود میں کلستے زخم خوردہ دل سے رستے لہو کے بے رنگ قطرے تھے ان آنسوؤں کا بوجھ اپنے شانے پر سیٹنا آسان نہیں تھا مگر رات کی دم توڑتی تاریکیوں کے بعد صبح کے ستاروں کو اپنے شانے پر سجانا بھی کسی اعزاز سے کم نہ تھا۔

ملن رتوں کی رم جھم رم جھم
اندر بھی ہے باہر بھی
اوس میں بھیگے لمحوں کی جھلمل
اندر بھی ہے باہر بھی
وصل کی شب میں درد کی موج
اندر بھی ہے باہر بھی
بکھرے سپنے آنسوؤں کی روانی
اندر بھی ہے باہر بھی
پچھلے پہر کی چاندنی گم صم
اندر بھی ہے باہر بھی
پھر امید کے گلوں کی خوشبو
اندر بھی ہے باہر بھی
اک تیری مسکان سے موسم دلکش
اندر بھی ہے باہر بھی......!!

❀......❀......❀

ٹائی کی ناٹ لگانے میں وہ بری طرح الجھا ہوا تھا کہ تب ہی فون کی بیل نے مزید اسے جھنجلا کر رکھ دیا۔

''امام......ایک کام کرو رجاء سے کہو دو افراد کا لنچ ذرا تیار رکھے آج مگر یہ بات خفیہ رکھنا ورنہ بھابی کا تمہیں پتہ ہے وہ......''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رجاء تمہارے حکم کی تعمیل آخر کرے کیوں......؟'' امام درمیان میں بول اٹھا۔

''تم سوال ہی مت کرو میرے پاس جواب دینے کا بالکل وقت نہیں۔'' عرش عجلت میں ہی بولا۔

''تو میرے پاس بھی وقت نہیں پیغام رسانی کا یہ دو افراد جو بھی ہیں باہر بھی لنچ کر سکتے ہیں......''

''میرا دوست بیمار ہے ڈاکٹر نے اسے صرف گھر کا کھانا کھانے کی تاکید کی ہے تم رجاء تک یہ پیغام پہنچاؤ مختصر ان کھانا میرے گھر تک پہنچا دے گا۔''

''کھانا تو آپی بھی پکا کر بھیج سکتی ہیں۔'' امام اس کے ضبط کا امتحان لینے پر تلا ہوا تھا۔

''تمہاری طرح تمہاری بہن بھی کوئی بات اپنے تک محدود نہیں رکھ سکتیں کم از کم میری تو کوئی بات وہ اپنے شوہر سے نہیں چھپا سکتیں لنچ سے پہلے بھائی میرے گھر پہنچ جائیں گے تفتیش کے لیے۔''

''دیکھو بھائی......صاف بات یہ ہے کہ میری غیرت گوارہ نہیں کرے گی کہ رجاء اپنے ہاتھوں سے تمہارے دوست کے لیے کھانا پکائے......''

''شرافت کی زبان سمجھ نہیں آتی؟'' عرش کا ضبط ختم ہوا۔''رجاء سے بات کر کے ابھی مجھے کال بیک کرو ورنہ پھر میں

اسے کال کرتا ہوں' ترستے رہ جاؤ گے ٹیرس پر بھی اس کا چہرہ دیکھنے کے لیے......"

"دھمکیاں مت دؤ جا کر بتا تو رہا ہوں اسے۔" امام کھا جانے والے لہجے میں بولا۔ "ایسا بھی کون سا دوست ہے یہ تمہارا جو تم رازداری اور دھمکیوں پر اتر آئے ہو' مجھے تو گڑبڑ لگ رہی ہے' تمہارے گھر کا چکر لگانا پڑے گا تاکہ تمام ثبوتوں کے ساتھ شہرام بھائی کو بتاؤں کہ اس گھر میں ایک میں ہی غلط آدمی نہیں ہوں۔"

"اس ارادے سے تو میرے گھر کے قریب بھٹکنا بھی نہیں ورنہ کندھوں پر واپس بھیجوں گا۔" عرش اسے گھر کنا رابطہ منقطع کر گیا تھا۔

ٹیرس پر پودوں میں پانی ڈالتی وہ بہت فریش نظر آ رہی تھی' مگر امام پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے کے زاویے بدل گئے تھے۔

"میں کوئی تمہارے رخ روشن کا دیدار کرنے نہیں آیا' غم محبت سے کئی گنا زیادہ بہتر غم روزگار ہے......وہ جو تمہارا بھائی ہے عرش اس نے پیغام بھیجا ہے تو مجبوراً مخاطب کر رہا ہوں' دو بندوں کے لیے لنچ تیار رکھنے کا آرڈر بھیجا ہے تمہیں اس نے' ویسے بھی تم بڑی فرماں بردار بہن ہو اس کی۔" اس نے جل کر جتایا۔

"ٹھیک ہے' مجھے کوئی اعتراض نہیں' جتنے اخراجات آئیں گے وہ سب تمہارے کھاتے میں لکھ دوں گی' سب ساتھ ہی ادا کر دینا کیونکہ یہاں کسی بھائی کی بہن سوشل ورک کرنے نہیں بیٹھی۔"

"میرے کون سے کھاتے کھلے ہیں تمہارے پاس......؟"

"انجان مت بنو' ایک ایک پائی کا حساب ہے میرے پاس' جتنا جلدی ہو سکے میرا سارا قرض واپس لوٹا دو۔"

"ذرا سا قرض دے کر تکبر کر رہی ہو' لوگ تو محبت میں جان تک نچھاور کر دیتے ہیں۔"

"بات سنو......وہ لوگ اور ہوتے ہیں جن پر جان نچھاور کی جاتی ہے' ان کی آنکھیں تمہاری طرح چار نہیں ہوتیں۔" امام کی بات کاٹتی وہ ناگواری سے بولی۔

"تم سے تو بات کرنا ہی بیکار ہے۔" وہ کلس کر بولتا ٹیرس پر آتے شہرام کو دیکھتے ہی تیر کی طرح ٹیرس سے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔ کچن کی ونڈو سے ٹیرس پر موجود شہرام کو دیکھنے کے بعد وہ سحر کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ کی ساری پابندیاں بس میرے لیے ہیں......اپنے شوہر نامدار نظر نہیں آتے آپ کو جو بڑی خوش اخلاقی سے علیک سلیک کرتے ہیں آپ کے بھائی کی دشمن سے۔"

"فکر مت کرو تم......سب دیکھ رہی ہوں' ایک ساتھ ہی ان سب کی خوش اخلاقیاں ختم کرتی ہوں' ذرا صبر کر جاؤ۔" اس کی ٹائی درست کرتے سحر نے تسلی دی۔ "ابھی تم میری بات غور سے سنو......شوروم سے واپسی پر شہرام ان کے علم میں لائے بغیر ذرا چیک کرو عرش غائب کیوں ہے' میں نے گیراج فون کیا تو مجھے بتایا گیا کہ عرش کسی مصروفیت کی وجہ سے گیراج نہیں آ رہا' شہرام کو سب وہاں جانتے ہیں' ان کو وہاں سے کچھ اور ہی جواب مل رہا ہے' مختصر ان نے بھی عرش کے بارے میں مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا' تم آج سیدھا عرش کے گھر جاؤ اور بہت احتیاط سے یہ چیک کرو کہ وہاں کون سی مصروفیت جاری ہے' مجھے وہم ہو رہے ہیں ضرور کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے......شہرام کو اگر شک ہو گیا تو سب کا سکون درہم برہم کر دیں گے۔"

"آپی......آپ کو وہم ہو یا شہرام بھائی کو شک' پر مجھے تو یقین ہے کہ گڑبڑ ہے' آج ہی عرش کی طرف جاتا ہوں اور رنگے ہاتھوں پکڑتا ہوں۔" امام کے کہنے پر سحر فکر مندی ہو کر کچھ سوچنے لگی تھیں۔

❁❁❁

بھینی بھینی سی مہک کے درمیان اس نے نیم غنودگی میں کروٹ لی فضا اور بھی معطر محسوس ہوئی' جانے کہاں سے سورج کی تیز روشنی ہال میں داخل ہوتی نیم تاریکی کو بھی ختم کر چکی تھی' اس نے کسی چیز پر زیادہ غور کرنے کی کوشش نہیں کی' اپنے اردگرد پھیلی خوشبو اسے بہت سرشار اور پُرسکون کر رہی تھی' گہری سانس بھرتے ہوئے یک دم عجیب سے احساس کے تحت اس نے ذرا جو سر اٹھایا تو سرہانے ہی ربن میں قید بہت سے خوش رنگ ادھ کھلے گلاب خوشبو بکھیرتے نظر آئے' چند لمحوں تک وہ ان پھولوں کی نرمی اور ٹھنڈک اپنی پوروں پر محسوس کرتی رہی پھر انہیں اپنے ہاتھوں میں لیتی اٹھ بیٹھی' اردگرد متلاشی نظریں دوڑانے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ گھر میں تنہا ہے' عرش موجود نہیں گہری سانس لے کر اس نے اپنے ہاتھوں میں موجود خوشنما پھولوں کو دیکھا' اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ رات میں وہ کب تک کیا' کیا بولتی رہی تھی' کب تک عرش اسے سنتا رہا' بس یاد تھا تو اتنا کہ وہ روتے ہوئے سو گئی تھی اور نجانے اب گزری رات کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ اپنی ہی نظروں میں شرمندہ ہو رہی تھی' اپنی کمزوریوں اور محرومیوں کی کتھا وہ ایسے انسان کو سنا گئی تھی جس کے سامنے وہ خود کو بہت مضبوط ثابت کرنا چاہتی تھی' یہاں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ بیٹھ کر کسی کی محرومیوں کی داستان سنے...... اپنے دکھ کسی کو سنا کر دل ہلکا ہو نہ ہو مگر اپنا آپ ضرور ہلکا ہو جاتا ہے' سامنے والے کی نظر میں...... دکھ' مشکلیں' آنسو' اذیتیں سب سے چھپا کر رکھے جائیں تو آپ دنیا کی نظر میں معتبر رہتے ہیں' یہ عیاں ہو جائیں تو آپ کو ہی ہلکا کر دیتے ہیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ کوئی ایک انسان ایسا ضرور ہوتا ہے جس سے خود کو چھپا کر رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے' بالکل ایسے ہی جیسے درد دل کسی ایک انسان کے لیے خود بخود دوا ہو جاتا ہے...... یک دم فون کی بیل اسے چونکا گئی تھی' اس کی متلاشی نظریں سیڑھیوں کی طرف ریلنگ کے قریب ماربل کے آرائشی پیڈسٹل پر رکھے فون سیٹ تک گئی تھیں' تذبذب کے باوجود اس نے ریسیور اٹھالیا تھا۔

''شکر ہے تم جاگ گئیں...... یہ تیسری بار کال کی ہے میں نے' میں بس تمہاری خیریت جاننے کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔'' دوسری جانب سے ابھرتی عرش کی آواز پہچاننے میں اسے دقت نہیں ہوئی۔

''کچھ ضروری کام تھے اس لیے میرا جانا ضروری تھا' تم گہری نیند میں تھیں' اپنی تسلی کے لیے میں نے ہال کا گیٹ لاک کیا تھا مگر گیٹ کی دوسری چابی میں نے کمرے میں بیڈ پر ہی رکھ دی ہے' اگر تم لان کی طرف جانا چاہو تو جاسکتی ہو۔'' عرش نے احتیاطاً لاک لگانے کی وجہ بتانا ضروری سمجھا۔

''میری وجہ سے تمہاری نیند خراب ہوئی؟'' اس کی خاموشی پر اس نے پوچھا۔

''نہیں' میں کچھ دیر پہلے جاگ گئی تھی۔'' زنائشہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

''اس وقت تمہیں خود کچن میں جانے کی تکلیف اٹھانی ہوگی' ٹیبلیٹس لینی ہیں اور اس کے لیے کچھ کھانا ضروری ہے۔'' عرش نے یاد دلایا۔

''تمہیں تنہا گھر میں کوئی گھبراہٹ تو نہیں ہوگی؟''

''نہیں......'' وہ بولی۔

''تم چاہتی ہو میں جلدی گھر واپس آجاؤں؟''

''نہیں......'' اس کے جواب پر دوسری طرف ایک پل کی خاموشی چھائی۔

''یہ بھی نہیں جاننا چاہو گی کہ میں کب تک گھر پہنچوں گا؟'' اس بار عرش کے بجھے بجھے لہجے کو سننے کے بعد کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہ دھیرے سے ریسیور واپس رکھ گئی تھی۔ گرم پانی کے غسل نے دماغ تر و تازہ کر دیا تھا' ڈریسنگ کے سامنے آکر اس نے بغور خود کو دیکھا' کاٹن کے کاسنی رنگ کے خوب صورت پرنٹڈ لباس میں ملبوس وہ اب بہت لاغر دکھائی نہیں

دے رہی تھی تم بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اس کے چہرے پر زردی نہیں تھی البتہ سوچوں کا جال ضرور پھیلا ہوا تھا' سائیڈ ٹیبل پر رکھی فائل اٹھا کر بغور اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے بھی وہ عرش کے حوالے سے سوچ رہی تھی۔ کچن میں جا کر اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد وہ چائے کا مگ ساتھ لیے اسٹڈی روم میں داخل ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے دیواروں پر موجود شیلف کتابوں سے سجے نظر آ رہے تھے پچھلے صحن میں کھلنے والی بڑی سی ونڈو کے پردے ہٹا کر اس نے گلاس بھی ایک طرف ہٹا دیا' نرم گرم دھوپ اندر داخل ہوتی پورے اسٹڈی روم کو روشن کر گئی تھی' اسے یاد تھا کہ عرش نے ایک بار کہا تھا کہ اس کے پاپا مطالعے کا شوق رکھتے تھے اور ان کے پاس کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود ہے یہ اب اسے نظر بھی آ رہا تھا شیلف سے نظریں ہٹاتی وہ وسط میں رکھی ٹیبل کے قریب آ گئی' ٹیبل پر بکھری دھوپ میں ضخیم کتاب اسے اوندھی رکھی نظر آ رہی تھی کرسی کو وہیں دھوپ میں کھینچ کر بیٹھتی وہ کتاب اپنے سامنے رکھ کر بغور دیکھنے لگی۔

مرتے ہیں تیری نرگس بیمار دیکھ کر
جاتے ہیں جی سے کس قدر آزار دیکھ کر
جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

❁......❁......❁

ورکنگ آورز تھے اور اس وقت وہ کسی کام کے سلسلے میں ایک ڈپارٹمنٹ میں موجود تھا جب اسے عرش کی آمد کی اطلاع ملی تھی' وہ فوری ملاقات کا خواہش مند تھا' زرق کے لیے اس کا نام ہی کافی تھا غصے میں مبتلا کرنے کے لیے' مگر وہ چاہتے ہوئے بھی اس سے ملاقات کرنے سے انکار نہیں کر سکا تھا۔ سلگتے دل و دماغ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا وہ اپنے آفس میں پہنچا جہاں جائزہ لیتا عرش اس کا ہی منتظر تھا۔

"کیوں آئے ہو تم یہاں؟" دھیمے مگر بھڑکتے لہجے میں سوال کرتا وہ عرش کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں میری شکل پسند نہیں...... لیکن تم سے ملنا ضروری تھا' بیٹھنے کے لیے نہیں کہو گے......؟"

"میں تمہیں یہاں برداشت کر رہا ہوں اتنا کافی نہیں...... ورنہ چاہتا تو تمہیں دھکے دے کر گیٹ سے ہی نکلوا دیتا۔" زرق پھر کر غرایا۔

"اگر تمہیں تماشا لگوانے کا شوق تھا تو یہ بھی کر دیکھتے...... بہرحال ملنا تو تم سے تھا مجھے' یہاں نہیں تو کہیں اور سہی......"

"تم جو کہنے آئے ہو جلدی کہو مگر اس کا نام بھی مت لینا جس کا ذکر بھی تمہاری زبان پر میں برداشت نہیں کر سکتا۔" زرق نے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے وارن کیا۔

"میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا اگر تم میری بات ٹھنڈے دل و دماغ سے سننا چاہو تو...... ورنہ آج شام چاہو تو میرے گیراج تک آ جاؤ۔ نہ آنا چاہو تو بھی تمہاری مرضی' مجھے یہ اطمینان رہے گا کہ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔" بات ختم کرتے ہوئے عرش نے ایک کارڈ گلاس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تمہیں جو کہنا ہے یہیں کہو۔" زرق کو کہنا پڑا تھا اس کی چھٹی حس کسی معاملے کی سنگینی کا احساس دلا گئی تھی۔

"جو بات مجھے تم سے کرنی ہے اس سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح زنائشہ اپنی زندگی میں تمہاری

موجودگی سے ناواقف ہے بالکل اسی طرح اس کے کچھ اہم معاملات سے تم بھی ناواقف ہو مگر ان کی حقیقت اپنی جگہ موجود ہے زنائشہ کی خاطر تمہارا ان معاملات سے واقف ہونا اور ان کو سمجھنا ضروری ہے بے شک تم مجھ سے نفرت کرو مجھے رد کرو مگر سچائی کو تمہیں قبول کرنا ہوگا اس پر تمہیں مجھ سے بات کرنی ہوگی۔"

"تمہیں جو کہنا ہے صاف صاف کہو کس سچائی' کس حقیقت کی بات کررہے ہو؟" زرق فوراً بولا۔

"میں چاہتا تو تمہیں بے خبر بھی رکھ سکتا تھا کیونکہ حالات ابھی پوری طرح میرے کنٹرول میں نہیں' تمہاری وجہ سے میرے لیے مشکلات بڑھ سکتی ہیں لیکن پھر بھی میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں تم سے سچ چھپا کر رکھوں۔" عرش گہری سنجیدگی سے بولتا ایک پل کو رکا۔

"تم زنائشہ کی طرف سے فکر مند نہ ہونا' وہ میرے گھر میں ہر طرح سے محفوظ ہے......"

"کیا بکواس کررہے ہو تم......وہ تمہارے گھر میں کیسے ہوسکتی ہے؟" بھڑک کر بولتے زرق کا رنگ اڑا تھا۔

"اب اس میں میرا کیا قصور ہے کہ وہ خود مجھ تک پہنچ گئی' تم چاہو تو خود اس بات کی تصدیق زنائشہ سے کرسکتے ہو لیکن اگر تم اس کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو......"

"مجھے بے وقوف مت سمجھو' تم نے پھر کوئی مکر وفریب کا جال پھیلایا ہوگا ورنہ وہ اپنی مرضی سے تمہارے گھر تک نہیں پہنچ سکتی' تم جیسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں' اپنی عیاری میں کسی حد تک بھی جاسکتے ہو' تم نے اسے ڈرا دھمکا کر حبس بے جا میں رکھا ہے' مجھے پورا یقین ہے کہ تم اب مجھے بلیک میل کرنے آئے ہو' پولیس تم تک جب پہنچے گی تب پہنچے گی' اس سے پہلے تم مجھے زنائشہ کے پاس لے کر چلو ورنہ زندہ سلامت یہاں سے نہیں جاسکو گے۔" زرق شدید اشتعال میں بولا۔

"مجھے دھمکانے میں اپنا وقت برباد نہ کرو اور نہ ہی کچھ سوچے سمجھے بغیر احمقوں کی طرح پولیس کے خوف سے مجھے دوچار کرنے کی مضحکہ خیز کوشش کرو......زنائشہ کسی عقوبت خانے میں نہیں' گھر میں ہے کسی بھی جبر' قید وبند کے بغیر......اسے حق ہے کہ وہ میرے ساتھ ایک گھر میں رہے' دنیا کا ہر قانون اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں رہے......"

"یہ جھوٹ ہے' اس کا کوئی ایسا تعلق نہیں ہوسکتا تم سے' وہ اتنی سنگین غلطی نہیں کرسکتی' وہ اس حد تک تم جیسے شخص پر بھروسہ نہیں کرسکتی......" سرخ چہرے کے ساتھ زرق بھڑک اٹھا۔

"اگر تمہاری نظر میں اس نے غلطی کی بھی ہے تو اس کے قصوروار بھی تم ہو' جس لڑکی کا بھائی تم جیسا ہو' وہ حالات سے فرار حاصل کرنے کے لیے مجھ سے بھی زیادہ گھٹیا ترین شخص پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہوسکتی ہے۔" عرش کے بلند ہوتے کرخت لہجے پر اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا۔

"زنائشہ سے میرا تعلق قانونی طور پر تب قائم ہوا جب تم اپنی بیمار ماں سے منہ پھیر کر زنائشہ سے ہر رشتہ ختم کرکے اسے سڑک پر رلنے کے لیے چھوڑ گئے تھے مگر تمہاری نحوست اس کی زندگی سے نہیں گئی' اس کی خوشی کے لیے تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں خود گم ہوگیا اور وہ مکمل بے آسرا ہوگئی' تنہا زندگی کا بوجھ اٹھاتی رہی' آج نہ تم اس کے سامنے سر اٹھانے کے قابل ہو نہ میں ہوں لیکن پھر بھی نہ تم اس سے اپنا رشتہ ختم کرسکتے ہو نہ میں۔" ایک پل کے لیے خاموش ہوکر عرش اس کے کچھ بولنے کا منتظر رہا مگر زرق گم صم سی کیفیت میں بس اسے دیکھتا رہا۔

"تم تک آنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم زنائشہ کے بھائی ہو' میں تمہیں اس کے قریب دیکھنا چاہتا ہوں' اسے تمہاری طرف سے خوش اور مطمئن دیکھنا چاہتا ہوں......میں چاہتا ہوں کہ تم حقیقت کو قبول کرو' زنائشہ کی خاطر ہی سہی مگر اس حقیقت کے محرکات' وجوہات پر مجھ سے بات کرو پھر شاید تمہیں یہ سمجھ آجائے کہ مجھ پر بھروسہ کرکے اس نے کوئی

بھیانک غلطی نہیں کی تھی......شام تک گیراج آنا چاہو مجھ سے ملنے تو راستے میں مجھے کال کر دینا میں گیراج پہنچ جاؤں گا......" بات ختم کر کے زرق کے سامنے سے ہٹتا دروازے کی سمت بڑھا مگر باہر نکلتے ہوئے یک دم رکا۔ "میں صرف زنائشہ کی وجہ سے فی الحال گھر پر تمہیں نہیں بلا سکتا لیکن اگر تم میرا تعاقب کرنا یا کروانا چاہو تو تمہاری مرضی مگر تمہارے معاملے میں اس کے دل کو نرم صرف میں ہی کر سکتا ہوں' بہتر یہی ہے کہ صبر و تحمل سے کام لو اور اچھے کی امید رکھو۔" بات مکمل کرتا وہ باہر نکل گیا۔ زرق چند لمحوں تک بند دروازے کو دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر ٹیبل پر پڑا کارڈ اٹھا لیا۔

❀......❀......❀

کتاب کا ورق پلٹتے ہوئے اس کی نگاہ گلاس ونڈو سے گزرتی ہال کے کھلتے گیٹ تک گئی' اندر آتے ہی عرش نے کمرے کے بند دروازے پر دستک دی تھی' ظاہر ہے اندر سے دستک کا جواب اسے ملنا ہی نہیں تھا' اپنی جگہ بیٹھی وہ اسے دیکھتی رہی' جو بار بار دستک دینے کے بعد کمرے میں زنائشہ کی غیر موجودگی کا یقین کرنے کے بعد تیز قدموں سے کچن کی سمت چلا گیا' جبکہ زنائشہ دوبارہ سامنے کھلی کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی تھی' کچھ ہی وقت گزرا تھا جب ایک جھٹکے سے کھلتے گلاس ڈور کی طرف ایک نگاہ اسے دیکھنا پڑا' اسے وہاں موجود دیکھ کر عرش کے چہرے پر پھیلتا اطمینان اس سے بھی چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟" وہ ٹیبل کے نزدیک آیا۔

"تمہارے ساتھ لنچ کرنے کے لیے میں سر پر پیر رکھ کر آیا ہوں مگر پھر بھی خاصی دیر ہو گئی......میں شاور لے کر بس ابھی آیا پھر ساتھ لنچ کرتے ہیں۔" زنائشہ کے متوجہ نہ ہونے کے باوجود بھی وہ اسے مخاطب کرتا باہر نکل گیا تھا' کتاب بند کرتی وہ چند لمحوں تک یونہی بیٹھی رہی پھر کرسی سے اٹھ کر عقبی حصے میں کھلتی ونڈو سے باہر نظر ڈالی' دھوپ سمٹ کر اب دیواروں پر آ گئی تھی' وہ پڑھنے میں اس قدر مہمک رہی کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا' ونڈو کے پردے اس نے واپس پھیلائے اور اسٹڈی سے نکل کر کچن کی طرف آ گئی' کاؤنٹر پر رکھے شاپرز سے ہاٹ پاٹ نکالتے ہوئے وہ ان کا جائزہ بھی لے رہی تھی' سوپ سمیت سارا کھانا چائنیز تھا' جن کے نام اسے پتہ نہیں تھے مگر دیکھنے میں سب کچھ بہت عمدہ اور ذائقے دار لگ رہا تھا' گرم گرم بھاپ اڑاتے کھانے کی خوشبو نے واقعی اس کی بھوک چمکا دی تھی۔ ہاٹ پاٹ اور دیگر لوازمات ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے حیرت تھی کہ یہ سب کھانا کہاں سے آیا ہے کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ سب کچھ گھر کا پکا ہوا ہے' گلاس اٹھائے وہ ٹیبل کی طرف آ رہی تھی جب عرش کی آمد ہوئی' لوزنی شرٹ اور جینز میں ملبوس وہ عجلت میں اندر آتا ٹھٹکا مگر اگلے ہی پل کچھ شرمندہ سا ہوا۔

"تم نے یہ سب کرنے کی تکلیف کیوں اٹھائی میں کر لیتا......آؤ بیٹھو تم۔" گلاس اس سے لے کر ٹیبل پر رکھتا وہ اس کے پہلے بیٹھنے کا منتظر رہا' وہ کھانا بھی پلیٹ میں پہلے اس کے لیے ہی نکالنے کا منتظر تھا سو تذبذب کے باوجود زنائشہ اپنی پلیٹ میں تھوڑا سا کھانا نکال کر کھانے کی طرف ہی متوجہ رہی تھی۔

"شکر ہے آج میں تمہارے لیے اچھے سے کھانے کا اہتمام کرنے میں کامیاب ہو گیا......ڈاکٹر نے تمہارے لیے باہر کی ہر چیز کھانے پر سخت پابندی لگا رکھی ہے اور میں کوکنگ ایکسپرٹ بالکل نہیں' مجھے یقین ہے کہ تم میرے بنائے گئے سینڈوچز سے بیزار ہو چکی ہو گی......" کھانا شروع کرتے ہوئے وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا مگر زنائشہ نے کوئی توجہ نہیں دی۔

"تم نے یقیناً آج ٹیبلیٹس نہیں لیں۔" چند لمحوں بعد عرش نے ہی خاموشی کو توڑا۔ "یقین مجھے اس لیے ہے کہ تم مجھے جاگتی ہوئی ملی ہو ورنہ ٹیبلیٹس کھانے کے بعد میں نے تمہیں سوتے ہوئے دیکھا ہے۔" عرش کے مزید کہنے پر بھی وہ اس

کی طرف متوجہ نہیں تھی مگر یک دم اسے احساس ہوا کہ اس گھر میں آنے کے بعد شدید قسم کے ذہنی دباؤ میں بھی جس قدر گہری اور طویل نیند سوتی رہی ہے اس سے پہلے کبھی نیند اتنی فراوانی سے اسے میسر نہیں ہوئی تھی اب جانے یہ دعاؤں کا اثر تھا یا کیا...... بہرحال خود اس کے لیے یہ سچ بہت عجیب اور حیران کن تھا زنائشہ کی غیر دلچسپی اور خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے عرش نے بھی مزید اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا سو کھانا خاموشی کے درمیان کھایا گیا تھا۔

کمرے میں آ کر بیڈ کے کنارے بیٹھی وہ تذبذب میں تھی کہ عرش کی تاکید پر عمل کرتے ہوئے ٹیبلٹس کھائے یا نہیں؟ کہ اچانک دستک نے اسے تذبذب سے نکالا' نظریں اندر داخل ہوتے عرش پر ٹھہر گئی تھیں۔

''یہ...... تمہارا فون۔'' عرش کے ہاتھ میں اپنا فون دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرانی اتر آئی۔

''تم جس سے چاہو بات کرؤ کوئی پابندی نہیں' میں نے احتیاطاً یہ فون اپنے پاس صرف کچھ وقت کے لیے رکھنا چاہا تھا اور کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔'' فون اس کے حوالے کرتا وہ بولا اور پھر واپس جانے کے لیے پلٹ گیا۔

''سنو......'' وہ بے اختیار اسے روک گئی مگر اس کے دیکھنے پر فوری طور پر اپنی بات نہ کہہ سکی۔

''میں تم سے کل رات کے لیے بہت شرمندہ ہوں...... پریشان کر دیا تمہیں' پتہ نہیں کیا کیا کہہ دیا تھا۔'' نظر جھکائے ہچکچاتے لہجے میں بولتی اسے حیران کر گئی' بغور عرش نے اس کے تاثرات دیکھے جو اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''زنائشہ...... تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں' تمہیں نہیں پتہ مگر مجھے پتہ ہے کل رات کیا ہوا تھا...... کل رات میں نے اسے مکمل پالیا جس کی تلاش نے ہر لمحہ مجھے بے قرار رکھا تھا۔'' اس کے گہرے سنجیدہ لہجے پر زنائشہ کی نگاہ جھکی ہی رہی تھی۔

''تمہیں مجھ کو یا کسی کو بھی اپنی پاک دامنی کا یقین دلانے کی ضرورت نہیں' تمہیں مجھ پر اعتبار نہ ہو مگر مجھے تمہاری بے اعتباری سے کئی گنا زیادہ اعتبار ہے تم پر...... تمہاری پاکیزگی پر' میں جانتا ہوں تمہارے گزرے کل اور آج میں بھی صرف میں موجود ہوں' بھروسہ ہے مجھے اپنے رب پر' اپنی دعاؤں پر' طویل عرصے تک تم میری آنکھوں سے اوجھل ضرور رہی ہو مگر میری دعاؤں کا حصار ہمیشہ تمہارے گرد قائم رہا ہے' جسے حالات کی سرد و گرم ہوا تک نہیں چھو سکتی' میری کوئی صبح' کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں' میں نے تمہاری سلامتی اور تحفظ کے لیے دعائیں نہ مانگی ہوں' میرے لیے کافی ہے کہ تم مجھے واپس مل گئی' میں اس کا مستحق نہیں تھا مگر اللہ تو بہت مہربان ہے۔'' اس کے خاموش ہونے پر زنائشہ نے نظر اٹھا کر دیکھا مگر اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کی وہ تاب نہیں رکھ سکی تھی۔

''ہمارے درمیان اذیتوں سے بھرپور ماہ و سال فاصلے ضرور پھیلا گئے ہیں مگر مجھے بہت اچھی طرح اپنے دل' اپنی زندگی میں تمہارے مقام' تمہاری اہمیت کا بھی اندازہ کرواتے گئے ہیں' تمہارے دل سے بدگمانیوں کے بادل چھٹ جائیں گے تو تمہیں بھی درمیان کے یہ فاصلے ختم کرنے میں وقت نہیں لگے گا مگر میں جانتا ہوں اس سب کے لیے تمہیں وقت چاہیے...... مجھے امید ہے کہ تھوڑا وقت تم مجھے بھی دو گی پھر یقیناً تمہیں زندگی سے کوئی شکوہ نہیں رہے گا۔'' اپنے ہاتھوں پر نظر جمائے وہ بغور اسے سن رہی تھی۔

''زندگی اپنے پاس کچھ نہیں رکھتی' یہ ہم سے جو کچھ چھینتی ہے وہ سب کسی نہ کسی صورت کہیں نہ کہیں' ہمیں واپس بھی لوٹا دیتی ہے' زندگی سے شکوہ کرنا بیکار ہے یہ میں نے تم سے سیکھا تھا زنائشہ...... زندگی ایسی ہی ہوتی ہے اس میں سب کچھ خوب صورت اور اچھا کبھی نہیں ہوتا' ہر موڑ پر اس کا نیا روپ سامنے آتا ہے' ہمیں وہ سب کچھ قبول کرنا پڑتا ہے جو ہم قبول نہیں کرنا چاہتے' وہ راستہ اختیار کرنا ہی پڑتا ہے' جس پر ہم چلنا بھی نہیں چاہتے...... یہاں سب غلام ہیں یا سب بے بس' ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا کر دوش دے کر ہم کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتے اور ہم نے تو ابھی سفر کا آغاز کرنا ہے۔''

اس کی جھکی پلکوں پر نگاہ جمائے وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہوا۔ "تمہارے بیگ میں وہ رنگ موجود ہے جسے تم رکھ کر بھول گئی ہو...... ہوسکے تو صرف ماما کی خاطر اسے دوبارہ پہن لو مجھے خوشی ہوگی کہ تم نے ان کی خواہش کا احترام کیا۔" کچھ تھا اس کے لہجے میں کہ زنائشہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا بس ایک پل نگاہیں ملی تھیں اگلے ہی پل وہ پلٹ کر کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

❁......❁......❁
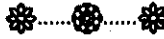
وہ گہری نیند سویا ہوا تھا جب فون پر آتی کال نے اسے بیدار کردیا۔

"میں تمہارے گیراج پہنچ رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ابھرتی زرق کی آواز پہچانتے ہی اس کے حواس مکمل بیدار ہوگئے تھے۔

"تم پہنچو مجھے بس پندرہ منٹ لگیں گے وہاں پہنچنے میں۔" اس نے جواب دیا اور پھر احتیاطاً گیراج کال کرکے زرق کے پہنچنے کی اطلاع دی تاکہ وہ اگر پہلے پہنچ جائے تو انتظار میں باہر نہ رکنا پڑے۔ انگلیوں سے بکھرے بال سنوارتا وہ چونک کر گلاس وال کے قریب بدلتے موسم کے رنگ دیکھتی زنائشہ کی طرف متوجہ ہوا موقع غنیمت جان کر وہ کمرے کی سمت بڑھا۔ کچھ دیر بعد وہ جیکٹ پہنتا عجلت میں باہر آیا تو ٹرے میں چائے کے مگ سجائے آتی زنائشہ نے قدم روک لیے شاید آج وہ عرش کو حیران کرنے کا ارادہ رکھتی تھی اس کے قریب آنے پر عرش نے خاموشی سے مہکتی بھاپ اڑاتی چائے کا مگ لے لیا جبکہ وہ پلٹ کر کاؤچ کی طرف چلی گئی کاؤچ کے کنارے بیٹھی وہ گلاس وال سے غضب کے دلکش موسم اور کن من ہوتی بارش کو دیکھتی بس ایک پل کو اس کی طرف متوجہ ہوئی جو گلاس وال کے نزدیک آ رکا تھا۔

"اس وقت مجھے وہی لمحے یاد آرہے ہیں جب تم نے آخری بار میرے لیے ایسی ہی چائے پکائی تھی۔" وہ یک دم اس کی طرف متوجہ ہوتا بولا۔ "آج صبح ہی میں سوچ رہا تھا کہ تمہارے ہاتھ کی پکی چائے کے لیے ابھی نجانے مجھے کتنا انتظار کرنا ہوگا۔" اس کے مزید کہنے پر زنائشہ نے بس ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"مجھے ابھی گیراج جانا ہے میرے جانے کے بعد تم کیا کروگی...... اسٹڈی روم میں چلی جاؤ گی؟"

"ہاں شاید......" وہ مدھم آواز میں بولی چند لمحے خاموشی سے گزر گئے تھے۔

"تم نے اپنی اسٹڈی دوبارہ شروع کی؟" عرش کو یاد آیا۔

"ہاں میں نے اور دراج نے حال ہی میں ایم اے فائنل کے پیپرز دیئے ہیں......"

"واقعی......!" عرش نے خوشگوار سی حیرت سے اسے دیکھا۔ "مجھے اندازہ نہیں تھا مگر زیادہ حیرت اس لیے نہیں کہ تم یہ کرسکتی تھیں۔" عرش کے تعریفی لہجے پر وہ چپ رہی۔ دوسری طرف عرش کی متلاشی نظروں نے ایک بار پھر اس کے ہاتھوں کو دیکھا جس میں ایسی کوئی آرائشی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی جس کی وہ شدید توقع رکھتا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

نامحرم

ہانیہ درانی

''اماں اماں یہ دیکھیں جہانزیب بھائی نے مجھے گفٹ دیا ہے۔'' مناہل نے گفٹ کھولتے ہوئے کہا۔

''کتنی بار کہا ہے اس موئے جہانزیب سے ملنا چھوڑ دو آخر میری بات مانتی کیوں نہیں۔'' اماں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''کیا ہے اماں' کہا تو ہے کہ وہ میرا بھائی ہے' آپ غلط کیوں سوچتی ہیں۔'' مناہل نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''بیٹا...... میں غلط نہیں سوچ رہی لیکن پھر بھی بھائی صرف وہ ہوتا ہے جو اپنے ماں باپ کی اولاد ہو۔ جہانزیب تمہارے لیے نامحرم ہے' صرف بھائی کہنے سے کوئی بھائی نہیں بنتا۔'' اماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر آپ بھی تو اسے بیٹا کہتی ہیں' آپ کا بھی بیٹا نہیں ہوا ناں۔'' مناہل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں بیٹا' تمہاری بات صحیح ہے مگر مجھ میں اور تم میں فرق ہے۔ تم معصوم ہو' سیدھی سادی ہو' بہت جلد کسی کی باتوں میں آجاتی ہو۔ بیٹا' میں تمہاری دشمن نہیں ہوں' میری بھی خواہش تھی کہ تیرا ایک بھائی ہوتا مگر جو اللہ کی مرضی۔'' اماں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''آپ بھی ناں' اماں...... میں بھی تو آپ کے بیٹے جیسی ہوں۔ لڑکیاں بھی لڑکوں سے کم نہیں۔'' مناہل نے اماں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

❀ ...... ☆ ...... ☆ ...... ❀
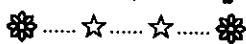
مناہل اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ ثریا بیگم اور مجید صاحب کی جان تھی اس میں۔ مناہل سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھی مستقبل میں اس کا ارادہ ڈاکٹر بننے کا تھا اگرچہ اسے ڈاکٹر بنانا مجید صاحب کے بس کی بات نہ تھی مگر وہ مناہل کی ہر خواہش پوری کرنا چاہتے تھے۔ مجید صاحب کا محلے میں جنرل اسٹور تھا جس کی آمدنی سے گھر کا خرچ پورا ہوجاتا تھا۔ دو تین سال پہلے انہوں نے رقم جمع کرنی شروع کردی تھی تاکہ مناہل کو ڈاکٹر بناسکیں۔ دو سال پہلے ان کے پڑوس میں جہانزیب کی فیملی شفٹ ہوئی تھی۔ جہانزیب اپنی دو بہنوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ماں باپ کی وفات ہوگئی تھی۔ مناہل کی فیملی سے ان کے اچھے تعلقات بن گئے' ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا بھی تھا۔ ثریا بیگم اور مجید صاحب کی بیٹے کی خواہش جہانزیب کی شکل میں پوری ہوئی' وہ مناہل کو بھی اپنی بہنوں کی طرح سمجھتا تھا۔ مناہل بھی جہانزیب کو بھائی کہتی تھی۔

جو کچھ اپنی بہنوں کے لیے لاتا مناہل کے لیے بھی وہی کچھ لاتا مگر ثریا بیگم کو اس کے یہ التفات کچھ خاص پسند نہیں تھے' وہ ہمیشہ مناہل کو سمجھاتیں کہ بھائی کہنے تک تو ٹھیک ہے مگر اس سے یہ چیزیں نہ لیا کرو جبکہ مناہل کچھ سننے کو تیار نہ تھی۔ آج بھی جہانزیب نے مناہل کو اس کا پسندیدہ پرفیوم گفٹ کیا تھا جس پر ثریا بیگم ایک بار پھر اسے سمجھانے لگیں مگر اس پر کوئی اثر نہیں

ہوا تھا۔

❀......☆......☆......❀

دو دن کے بعد منابل کی سالگرہ تھی اور وہ یہ سوچتے ہوئے بے صبری ہو رہی تھی کہ جہانزیب بھائی نے اسے کوئی بڑا سرپرائز دینے کا وعدہ کیا تھا' وہ سرپرائز کیا ہوگا اس بات نے اس کی راتوں کی نیند چھین لی تھی۔

''اماں...... آپ کے خیال میں جہانزیب بھائی مجھے کیا گفٹ کرنے والے ہیں؟'' وہ اماں کے پاس بیٹھتی ہوئے بولی۔

''بیٹا...... تم اسے بھائی کہتی ہو' گھر میں بات کرتی ہو ٹھیک ہے مگر یوں اس کے ساتھ باہر جانا اچھا نہیں...... مرد کی فطرت کو بدلنے میں دیر نہیں لگتی اور یوں کسی پر اتنی جلدی بھروسہ بھی صحیح نہیں ہے۔ میری چندا میں دشمن نہیں ہوں تمہاری اسی لیے سمجھا رہی ہوں۔''

ثریا بیگم کو پتا تھا کہ وہ ان کی باتوں کو سیریس نہیں لیتی مگر پھر بھی ماں تھیں۔ اپنی اولاد کی بھلائی کے لیے بار بار سمجھا رہی تھیں۔

''ایک تو آپ بھی ناں پتا نہیں کیا کیا سوچتی ہیں۔ آپ ماں ہیں یا دشمن میری۔ اتنی سی خوشی آپ سے برداشت نہیں ہو رہی' آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ کوئی تو ایسا ہے جو آپ کی بیٹی کی محرومیوں کو ختم کر دیتا ہے مگر آپ......'' منابل نے بدتمیزی سے کہا۔

''بس بیٹا' میری تو یہی دعا ہے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے' میں تو تھک گئی سمجھا سمجھا کے۔'' ثریا بیگم سبزی کی ٹرے اٹھا کر کچن میں چلی گئی جبکہ وہ پھر سے موبائل میں مصروف ہوگئی۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس کا انتظار تھا۔ اسے جہانزیب نے شام کو تیار ہونے کا کہا اور وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ کیا پہنے۔ تمام کپڑوں کو الٹ پلٹ کر ایک پنک فراک پسند کی۔ ہلکا پھلکا میک اپ کر کے بالوں کو یوں ہی پشت پر کھلا چھوڑ دیا۔ پاؤں میں نازک سی سینڈل پہن کر وہ صحن میں آ گئی۔

''اللہ میری بیٹی کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔'' ثریا بیگم اسے باہر کی طرف جاتے دیکھ کر پریشانی سے بڑبڑائیں۔

شام کے سائے آہستہ آہستہ بڑھنے لگے وہ جہانزیب کے ساتھ کار میں بیٹھی مزے سے باتیں بنا رہی تھی۔ چونکہ اس وقت جب گاڑی

تسلیم قادر

السلام علیکم! اللہ آپ سب کو خوش رکھے اور کامیابی عطا فرمائے آمین۔ آپ سب کیسے ہیں یقیناً اچھے ہوں گے میں بالکل ٹھیک ہوں میرا نام تسلیم ہے۔ سب پیار سے عاشی کہتے ہیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں تین بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں کھانے میں بریانی اور فروٹ چاٹ بہت پسند ہے۔ کریلے کا نام مت لیں رنگوں میں سبز اور نیلا اچھا لگتا ہے جیولری میں رنگ اور چوڑیاں پسند ہیں لباس میں شلوار قمیض پہننا پسند ہے اپنی آنکھیں اور مسکراہٹ بہت اچھی لگتی ہے۔ ابو کا کہنا ہے کہ میں سمجھ دار ہوں اور امی کا کہنا ہے کہ میں تھوڑی پاگل ہوں۔ گلاب کا پھول بے حد اچھا لگتا ہے موسم سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔ غصہ بہت آتا ہے خاص طور پر تب جب کوئی میری چیز بنا پوچھے لیتا ہے فوج میں جانا چاہتی ہوں کیا پتا امی ابو کی دعاؤں سے چلی بھی جاؤں۔ شہر کراچی سمندر کی وجہ سے اچھا لگتا ہے مگر دیکھا نہیں ٹی وی کی شوقین ہوں (اور اس واحد کام پر امی سے جوتیاں پڑتی ہیں) کہانی ''تیرے نام کر دی زندگی'' اور ناول ''پیر کامل'' اچھا لگا۔ ثناء میری بہت اچھی دوست ہے اور آنچل سے تعارف بھی اس نے کروایا' اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

ایک عالیشان گھر کے سامنے رکی۔

''چلو مناہل ...... یہ رہا تمہارا سرپرائز۔''

جہانزیب نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ اس کی تقلید میں مناہل بھی اندر چلی گئی۔

''تم یہاں بیٹھو میں دو منٹ میں آتا ہوں۔'' جہانزیب اسے صوفے پر بیٹھنے کا کہہ کر دائیں طرف بنے دروازے سے چلا گیا۔ اسے بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ قدموں کی چاپ سنائی دی وہ مسکرا کر کھڑی ہوئی اور پلٹی مگر سامنے کسی اجنبی کو دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

''کک ...... کون ...... ہیں ...... آپ ...... اور جہانزیب بھائی کہاں چلے گئے؟'' اجنبی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر دو قدم پیچھے ہٹی اور دیوار سے لگ گئی جبکہ اجنبی صوفے پر بیٹھ گیا۔

''مجھے سلطان شاہ کہتے ہیں ڈیئر اور تمہارا بھائی کبھی واپس نہ آنے کے لیے جاچکا ہے۔''

''کک ...... کیا ...... مطلب ہے آپ کی بات کا ...... وہ مجھے یہاں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہے ...... جہانزیب بھائی ...... جہانزیب بھائی۔'' وہ اس دروازے کی طرف بھاگی جہاں سے اس نے جہانزیب کو اندر جاتے دیکھا تھا۔

''ہاہاہاہا ...... مناہل یہ دروازے میری مرضی کے بغیر کبھی نہیں کھل سکتے۔ بھاگنے سے کچھ نہیں ہونے والا یہاں آؤ اور میری بات سنو۔'' سلطان شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ مگر وہ ویسی ہی کھڑی رہی۔

''جہانزیب کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے جن کا کام لڑکیاں اغواء کرکے فروخت کردینا ہے' وہ تمہیں بھی پچاس لاکھ میں فروخت کرکے اپنے نئے شکار کے پاس جاچکا ہے۔ تم تیار ہوجاؤ' ہمیں آج رات دبئی کے لیے نکلنا ہے۔ گل بانو یہاں آئے گی اور تمہاری مدد کردے گی۔ شور شرابہ مجھے بلکل

اسماء گل مغل

السلام علیکم! ڈیئر آنچل قارئین کیا حال ہے امید کرتی ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے' میرا نام اسماء گل ہے میں خوب صورت شہر کوٹ مبارک سے تعلق رکھتی ہوں' عمر سترہ سال ہے' میرے دو بھائی ہیں ظفر منظور' اجمل منظور اور ہم دو بہنیں ہیں' تین بھتیجے علی ظفر' ہارون' اجمل ارسلان اجمل اور ایک کیوٹ سی بھتیجی اقصیٰ ظفر عاشو ہے۔ اب بات ہوجائے پسند اور ناپسند کی کھانے میں گوبھی گوشت' ساگ' شلجم مٹر آلو قیمہ' بریانی اور نہاری' اچار گوشت' میٹھے میں چاکلیٹ آئس کریم اور گاجر کا حلوہ موسٹ فیورٹ ہے۔ کلرز میں بے بی پنک' اسکائے بلیو اینڈ ریڈ کلر پسند ہیں۔ اب دوستی کی طرف آتے ہیں تو جناب دوستی ہم بہت کم کرتے ہیں' میری باجی میری فیورٹ دوست اور بہن ہیں۔ نازیہ' شازیہ' حسیبہ' ایمن سعید' عائشہ حمید ہیں۔ پھلوں میں آم آڑو' سیب اور پھولوں میں گلاب اور چنبیلی بے حد پسند ہیں' دسمبر میں بارش ارمانوں پر خون ہونے کے برابر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں' گیلی مٹی کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔ اب آتے ہیں خامیوں کی طرف' غصہ بہت جلدی آتا ہے جس کی بات بری لگتی ہے' منہ پر بول دیتی ہوں یعنی منہ پھٹ ہوں۔ جذباتی ہوں بہت بقول باجی کے اور ہاں سب سے بڑی مستیاں بہت کرتی ہوں' صرف نازیہ (کزن) کے ساتھ۔ اب بات ہوجائے خوبیوں کی تو ہم نے بھابی جی سے کہا میری خوبیاں بتائیں تو جواب ملا نہیں کوئی نہیں ہے اگر جھوٹ بولا تو صفحہ پھٹ جائے گا' اب اتنے بھی پھوہڑ نہیں ہیں بھئی تو سنئے جی ماہدولت سلائی بہت اچھی کرتی ہیں بقول کوٹ مبارک والوں کے' پانچ وقت کی پابندی سے نماز پڑھتی ہوں' فیورٹ پرسنالٹی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ملک سعودیہ عرب اور ڈائجسٹ آنچل' شعاع۔ سنگر عاطف اسلم' راحت فتح علی خان اور اب رائٹرز کی طرف آتے ہیں موسٹ فیورٹ نازیہ کنول نازی' اقرا صغیر' سمیرا شریف' فاخرہ گل' صائمہ اکرم۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں' پلیز بتایئے گا ضرور میرا تعارف کیسا لگا اللہ پاک آپ سب کو خوش رکھے اور آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

پسند نہیں ہے سمجھیں۔'' وہ انگلی اٹھا کر اسے سمجھا کر پلٹ گیا وہ اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ جاچکا تھا۔

''جہانزیب بھائی نے مجھے فروخت کردیا کیا ایک بھائی اپنی بہن کے ساتھ ایسے کرسکتا ہے؟'' وہ بے یقینی سے خود سے سوال کرنے لگی۔ جھوٹ ہے یہ مگر...... مگر وہ آیا کیوں نہیں' مطلب سچ میں مجھے یہاں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ اماں نے سچ کہا تھا نامحرم...... نامحرم ہی ہوتا ہے' بھائی کہنے سے کوئی بھائی نہیں بن سکتا۔'' مگر وہ یہاں سے نکلے کیسے ہر طرف بند دروازے تھے۔

''وہ یہاں سے اب کبھی بھی نہیں نکل سکے گی۔ جو لڑکیاں غیروں پر بھروسہ کرلیتی ہیں ان کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ کاش میں نے اماں کی بات مان لی ہوتی۔'' اب وہ ماں کو یاد کرکے چیخ چیخ کر رونے لگی مگر اب کوئی نہیں آنے والا تھا۔ اسے یہیں رہنا تھا اور وہی کرنا تھا جو یہ لوگ اس سے کرواتے۔

محبت گزیدہ

قرۃ العین سکندر

"اے دلہن، مہمان خانہ تو جاکر جھانک آتا تھا، نجانے کیا درگت بنا ڈالی ہوگی، اس ظفری کے بچے کے تو ان گنت دوست ہیں، اللہ کی پناہ کچھ تو شکلاً اٹھائی گیرے دکھائی دیتے ہیں، آج ایک تو کل دوسرا، بھانت بھانت کی شکلوں والے انوکھے نمونے۔" دادی جان کا کام ہی یہی تھا، ایک کونے میں تخت پوش پر بیٹھی ہوئی گھر بھر کے کاموں پر ان کی عمیق نگاہ ہوا کرتی تھی۔ کون آرہا ہے کون جارہا ہے؟ پل پل کی خبر رکھنا گویا ان کی اولین ذمہ داری تھی۔ جیسے بہر کیف پورا کرنا ان کا شعار ٹھہرا تھا۔

"جی اماں، صاف ستھرا نکھرا ہوا کمرہ ہے۔ آپ کیونکر فکر مند ہو رہی ہیں۔" سلمٰی بیگم نے قدرے تعجب سے پوچھا۔

"اے لو بھول گئی ناں، بتایا بھی تھا کہ اس یکم کو بچہ گھر آئے گا اور پھر اس کا داخلہ ادھر ہی تو ہوا ہے، ہوسٹلوں (ہاسٹلوں) کے دھکے کھاتا پھرے کہاں کا انصاف ہے؟"

دادی جان کی بات میں وزن تھا یا نہیں مگر ان کی بات کے اختتام پر سلمٰی بیگم کو ضرور محسوس ہوا کہ کندھوں پر مزید ذمہ داریوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔

"ارے میری پیاری دادو۔" تبھی بھاگتی دوڑتی منچلی سی زویا نے دادی جان کو بازوؤں میں کس کر چوم ڈالا۔ دادی جان جو اپنی ہی سوچ میں گم تھیں اس افتاد نا گہانی پر کسی طور پر بھی ذہنی طور پر تیار نہ تھیں۔ جب ذرا حواس بحال ہوئے تو انہوں نے زویا کو مضبوطی سے تھام کر زور سے دو دھموکے اس کی کمر پر جڑ دیئے تھے۔ اور وہ "اوئی ماں" کر کے رہ گئی۔

"کم بخت نگوڑی دماغ ہلا ڈالا میرا...... انجر پنجر ہل کر رہ گئے۔" دادی نے بے حد ناگواری سے ایک نگاہ نروٹھے پن سے دیکھتی زویا پر ڈالی۔

"یہ اچھا انصاف ہے دادی، میں تو آپ پر اپنی محبت نچھاور کرتی پھروں اور آپ جواباً مجھے اس زور کی ماریں کہ دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے، کوئی یہاں گرا کوئی وہاں۔" زویا نے خفگی بھرے انداز میں افسردگی کی انتہا چہرے پر طاری کرتے ہوئے باقاعدہ اداکاری کرتے ہوئے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو لمحہ بھر کے لیے دادی کے ساتھ ساتھ سلمٰی بیگم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اس چونچلے سے بہتر ہے جاکر کبھی کچن میں چولھا چوکی بھی کرلیا کر، سارا دن پڑی اینڈتی رہتی ہے، ارے کچھ سبق اپنی بہن سے ہی سیکھ لے۔" دادی جان نے اسے بری طرح سے لتاڑا مگر وہ زویا ہی کیا جو کسی طرح کے فرمودات کے زیر اثر آجائے۔

"اللہ دادی اب یہ میری طرف سے تسلی رکھیں میں ہرگز بھی امور خانہ داری میں طاق نہیں ہوسکتی...... نہ ہی میں اتنی سگھڑ ہوں کہ ہڑبونگ مچائے آناً فاناً سارے کام نبٹا کر یہ جا وہ جا۔" زویا کی بات پر دادی نے ایک ناگوار سی نظر اس پر ڈالی۔

"اے دلہن سن رہی ہو اپنی بیٹی کی اعلیٰ سوچ و خیالات۔" دادی جان کی بات پر سلمٰی بیگم حسب عادت دھیمے سے مسکرائیں۔ شادی کے پچیس سال بعد بھی وہ ابھی تک دلہن ہی کہلائی جاتی تھیں۔ اب ان کو بھی اس لفظ کے سننے کی راسخ عادت ہو چکی تھی۔ تبھی کچن سے پسینے سے شرابور زیبا نکلی۔

"امی کوئی اور کام تو نہیں ہے ناں، میں نے کچن کے سارے کام نبٹا لیے ہیں۔ آٹا گوندھ دیا، قیمہ مٹر تیار ہے، پلاؤ دم پر ہے، کباب ابا کے آتے ہی میں تل دوں گی اور چپاتی بھی ابا گرم ہی پسند کرتے ہیں۔" زیبا نے تفصیل سے بتایا تو دادی جان کے چہرے پر محبت کے تاثرات نمودار ہوئے۔

"ماشاء اللہ جیتی رہ میری بچی اللہ تیرے نصیب بلند کرے آمین۔" دادی کی بات پر زیبا جو دوسری ہی سوچ

میں غلطاں و پیچاں تھی، جھینپ سی گئی۔ ایک مدھری شرمگیں مسکان نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔ پھر زیبا نے نظر بچا کر زویا کو آنکھ کا اشارہ کیا۔ زیبا کا اشارہ صرف زویا ہی سمجھی تھی تبھی تیر کی طرح سیدھا کچن کا رخ کیا۔ جہاں ایک جانب ٹرے میں سینڈوچ اور ساتھ میں گرما گرم بھاپ اڑاتا چائے کا مگ رکھا تھا۔

زیبا ہر طرح کے کام کاج میں طاق تھی۔ اس لیے کباب کا آمیزہ تیار کرتے ساتھ ہی اس نے اپنی لاڈلی چھوٹی بہن کے لیے کباب تل کر ایک سینڈوچ تیار کر کے ساتھ چائے بھی تیار کر دی تھی، وہ جانتی تھی کہ آج زویا گھر پر ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اب تک اسے بھوک نے ستا ڈالا ہوگا۔ پھر جب زویا نے کچن میں باقاعدہ جھانک کر بھوک بھوک کا نعرہ بلند کیا تو اس نے اشارے سے اسے فی الوقت باہر جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت بری طرح سے مصروف تھی اور زیبا اسے کھانا فوراً نہیں دے سکتی تھی کیونکہ دادی کا بنایا گیا اصول تھا کہ سب اہل خانہ اکٹھے ہی کھانا تناول کرتے تھے۔ دوپہر کا وقت ہو یا شام کی چائے اور پھر رات کا کھانا سب اہل خانہ ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر ہی تناول کیا کرتے تھے۔ اگر وہ کالج سے لیٹ ہو جاتی تھی تو اس کے لیے اتنی گنجائش ضرور رکھی گئی تھی کہ وہ بعد میں آ کر کھالیتی، مگر چونکہ آج تو اس نے چھٹی کی تھی اس لیے اب کسی قسم کی رعایت کی امید نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ کچن میں ہی اس نے سینڈوچ صفاچٹ کر کے چائے بھی پی لی تھی۔ مگر مجال ہے جو ان جھوٹے برتنوں کو دھونے کا گھڑی بھر کو ہی خیال دل میں آیا ہو۔ برتن وہیں رکھتی وہ آرام سے باہر نکل گئی۔

بلال احمد امپورٹ ایکسپورٹ کی فرم بلال برادرز کے نام سے خوب زور و شور سے چلا رہے تھے۔ زندگی کی گاڑی خوب روانی سے چل رہی تھی، بلال اور طلال دونوں بھائی تھے۔ بلال احمد کے بچے ظفری اور زیبا تھے جبکہ طلال احمد کے بچے زویا اور عمر تھے۔ بلال اور سلمیٰ کی شادی کو پچیس برس گزر چکے تھے اور بے حد آسودہ و خوش حال زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی طرح طلال اور سارہ تھے۔ سارہ کو گھر گرہستی سے ذرا بھی لگاؤ نہ تھا اور اسی روش کو پروان چڑھا کر زویا پلی بڑھی تھی۔ زویا اور زیبا کہیں سے بھی کزن نہیں بلکہ یک جان دو قالب لگا کرتی تھیں۔ زیبا رشتے کے اعتبار سے بھی چونکہ بڑی تھی اس لیے وہ ہر معاملے میں زویا کا خیال رکھتی تھی، ایثار و قربانی زیبا نے اپنی ماں سے وراثت میں پائی تھی، انہی خوبیوں کا مرقعہ تھی وہ، بلال احمد کو زیبا کو دیکھ کر جتنی تقویت ملا کرتی تھی ظفری کو دیکھ کر اس قدر حواس باختہ اور فکر مندی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ظفری لاابالی واقع ہوا تھا اور کسی بھی قسم کی گھریلو ذمہ داریاں اٹھانے سے انکاری تھا۔ جبکہ عمر تو ابھی تھا ہی چھوٹا اور گھر بھر کا لاڈلا بھی، ابھی زیر تعلیم تھا مگر عمر کا تعلیمی ریکارڈ بے مثال تھا اور مستقبل بھی سنہرا دکھائی دیتا تھا، ظفری کی نت نئی دوستیاں اور پھر ان پر لٹایا جانے والا پیسہ جو دادی جان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ دادی جان (ندرت بیگم) بقول "جوحق حلال کی کمائی پائی پائی جوڑ کر خون پسینہ بہا کر کمائی گئی ہو اسے سینت سینت کر رکھا جاتا ہے، نہ کہ یوں دونوں ہاتھوں سے ہر اٹھائی گیرے اور نام نہاد دوستی کے نام لیواؤں پر نچھاور کر دیا جائے۔"

سلمیٰ بیگم جہاں محبت کے معاملے میں سخت گیری سے زیبا کے لیے ایک مثبت انداز میں تربیت کرنے والی اچھی ماں ثابت ہوئیں، وہیں ظفری کے لیے ان کی ممتا میں بے جا لاڈ پیار آ گیا اور اس لاڈ پیار نے ظفری کو ضدی، خود سر اور گھمنڈی بنا ڈالا تھا۔ ہر بات پر ضد اور اسے منوانے کی جلدی اسے بعد میں سب کی نظروں میں ارزاں کر دیتی تھی۔ ظفری اور زویا کی آپس میں آئے دن کی چپقلش جاری و ساری رہا کرتی تھی کیونکہ زویا کو ظفری جیسی ہی ضدی طبیعت ودیعت ہوئی تھی۔ انا میں اگر ظفری کا کوئی ثانی نہ تھا تو پھر زویا بھی کسی سے ہرگز پیچھے نہ تھی۔ ان سارے معاملات پر صرف ندرت بیگم ہی کڑھتی رہتی تھیں جبکہ سارہ اور سلمیٰ تو بالکل یکسر لاتعلق مطمئن سی

گھومتی پھرتیں روزمرہ کی ذمہ داریاں دیکھتی رہتی تھیں۔
سارہ اور سلمٰی کے درمیان بھی بہت فاصلے تھے۔ سلمٰی تو گھر گرہستی کے کاموں میں طاق تھی اور پھر زیبا بھی ماں کا پرتو تھی۔ اس لیے ندرت بیگم نے جو دنوں کے حساب سے ذمہ داریاں بانٹ دی تھیں' وہ باآسانی ماں اور بیٹی مل کر نبھا لیتی تھیں مگر جب سارہ کے کرنے کے دن آتے تو سارہ کا موڈ ایک دم ہی خراب ہونے لگتا' چیخ وپکار' جھگڑا اور اینڈ پر ایک جز وقتی ملازمہ محض سارہ کی مدد کے لیے رکھ لی گئی تھی۔ کیونکہ زویا تو کسی کام کو ہاتھ لگانے والی ہرگز بھی نہ تھی' سارہ پر دوسرے کسی فرد کے اضافی کاموں کا ہرگز بوجھ نہ تھا' صرف کھانا پکانا ہی ایک عذاب ٹھہرا تھا باقی دنوں میں بھی سلمٰی بیگم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ہرگز نہ بیٹھتی تھیں بلکہ کپڑے دھونا' انیکسی کی صفائی ستھرائی کروانا' ملازمہ جو سارہ نے ہی رکھوائی تھی اس کے سر پر کھڑے ہو کر سارے کام کروانا کیونکہ سارہ صاحبہ سے منہ اندھیرے اٹھنا محال تھا' جبکہ ندرت بیگم کی لغت میں وہ منہ اندھیرا تو ہرگز نہ ہوا کرتا تھا بلکہ دن چڑھے تک سونا سارہ کی فطرت کا خاصہ بن چکا تھا۔

O
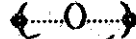
"اماں یہ کیا بات ہوئی کیا یہاں کم کالج یونیورسٹیاں ہیں جو وہاں دوسرے شہر اسے بھیج رہی ہیں۔ مجھ سے تو مشورہ کرنا درکنار بتانا تک مناسب نہیں سمجھا آپ نے۔"
یہ ذکیہ تھی جو ایک گلی چھوڑ کر ہی اپنے گھر میں بظاہر قیام پذیر تھی مگر میکے کے پل پل کی خبر رکھنا اس کے لیے جیسے لازم وملزوم تھا۔ ذکیہ نے از خود اپنے آپ پر یہ لاگو کر لیا تھا کہ وہ یہاں کے تمام حالات سے نہ صرف آگاہی رکھے گی بلکہ اس طرح کے تمام معاملات میں مداخلت کو اپنا بنیادی حق بھی تصور کرے گی اب ذکیہ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ ریحان کراچی جا رہا ہے اس کا موڈ نہ صرف خراب ہوگیا بلکہ وہ مسلسل ماں کے سامنے زبان درازی میں مصروف عمل تھی اور فائزہ بیگم بالکل چپ چاپ سن رہی تھیں' سچ تو یہ تھا کہ یہ فائزہ ہی تھی جس نے بہت کہا تھا۔
"ذکیہ کے ابا! ذکیہ کو اتنا سر مت چڑھاؤ بعد میں ایسا نہ ہو کہ پچھتانا پڑ جائے۔" اور عابد صاحب ہنس دیتے تھے۔
"ارے پگلی ہوئی ہے میری ذکیہ تو میری شان ہے سیانی ہے ابھی سے کیسے ہر معاملے کو سمجھ جاتی ہے۔" عابد صاحب کا نظر انداز کرتے رہنا اب اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ بڑے ہوتے ہی ذکیہ سب کے سروں پر مسلط ہوگئی تھی' ابھی تک امبر شادی کے قابل ہو کر بھی گھر بیٹھی تھی اس کے بے شمار رشتے آتے تھے کیونکہ امبر بے حد خوش شکل اور پڑھی لکھی لڑکی تھی' مگر ہر آنے والے رشتے کی خبر ذکیہ کو ہو جایا کرتی تھی اس میں مین میخ نکال کر وہ امبر کے ہر رشتے کو مسترد کر دیا کرتی اور عابد صاحب تو اس کی فہم وفراست کے پہلے ہی گرویدہ تھے اور اس طرح امبر شادی کے قابل ہو کر بھی ابھی تک بن بیاہی ماں کی دہلیز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑی بہن کی محبت لٹاتی ادا پر چھوٹی بہن نثار ہو جایا کرتی تھی' وہ نہیں جانتی تھی کہ بچپن سے ہی ماں کی نند سے طے کیا گیا رشتہ وہ اب ایک طوق بن چکا تھا۔ نند اور بھاوج کے رشتے کا توازن تو برقرار رہ گیا تھا مگر ذکیہ کو عثمان بالکل بھی پسند نہ آیا تھا' ذکیہ کو پکی رنگت' بوٹا قد کے عثمان میں کوئی چارم نظر نہ آتا تھا مگر یہاں اس کی ایک نہ چل سکی تھی کیونکہ یہ رشتہ تو عابد صاحب نے ہی طے کر رکھا تھا اور دردانہ ان کی بڑی بہن تھیں اور ان کے لیے بڑی بہن ماں کے درجے پر فائز تھیں یوں عثمان اور ذکیہ کی شادی ہوگئی تھی مگر ذکیہ نے اپنی ناخوشگوار ازدواجی زندگی کا بدلہ لینا شروع کر دیا تھا اب امبر کے لیے ہر دوسرے روز اتنے اچھے رشتے دیکھ کر وہ کلس جاتی تھی' اپنی ہی چھوٹی بہن کے لیے وہ حاسدانہ جذبات رکھتی تھی حسد ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو جلد ہی اندر ہی اندر صفاچٹ کر جاتی ہے' اس کی تمام خوبیاں اس ایک لعنت کی بدولت رسوائی میں بدل جاتی ہیں۔ حسد اگر صرف ذہنی جذبہ رہے تو بھی انسان کو اندر تک مضمحل اور ناکارہ بنا دیتا ہے اور اگر یہی حاسدانہ جذبہ انتقام بن جائے تو پھر اس کا شاخسانہ پورے کنبے کو اٹھانا پڑتا ہے اور اب ایسا بھی نہیں تھا کہ

ریحان یہاں اپنے شہر کے کسی تعلیمی ادارے میں اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کرسکتا تھا بلکہ اصل مسئلہ تو ذکیہ کا تھا' اس کی خواہشات کی تکمیل میں رخنہ انداز ہورہی تھی' ذکیہ آپا ہر کسی پر خود کو مسلط کردینے کی پختہ عادت لیے ہوئی تھی اب اس عادت سے اہل خانہ کو ہی بھرپائی کرنا تھی۔

عابد صاحب کا ذکیہ کو یوں سر پر بٹھالینا اب پچھتاوا بن کران کی تمام زیست پر محیط ہورہا تھا کیونکہ اب ان کی اپنی بہن ہی اپنی بھتیجی کی اٹھتے بیٹھتے بھائی کے سامنے برائی کرتی تھی اور اکثر یہی شکایت سامنے آیا کرتی تھی کہ بھائی نے اولاد کی تربیت ٹھیک نہیں کی۔

❖......()......❖

ریحان نے اس وسیع العریض کشادہ گھر کے بلندو بالا منقش دروازے پر لگی اطلاعی گھنٹی بجائی۔ قدرے توقف سے دروازے پر ایک من چلی سی لڑکی ہنستی مسکراتی آن وارد ہوئی تھی۔

''جی فرمایئے؟'' اس لڑکی کی آمد سے وہ اچھا خاصا نروس ہوگیا تھا' کیونکہ وہ اس کے سراپے میں ابھی اس کا جائزہ لینے میں منہمک تھی۔ جیسے اپنی دانست میں ذہن پر زور دے رہی ہو اور نووارد کو پہچاننے کی سعی میں ہلکان ہورہی ہو۔ پھر ذہن پر زور دینے پر بھی اس کی یادداشت کے کسی کونے نے اس شخص کو اجنبیت سے اپنے پن تک کی منزل تک پہنچانے میں مدد نہ کی تھی۔ تبھی اس نے سوال داغا تھا۔

''میں ریحان ہوں' مجھے عابد صاحب نے بھیجا ہے۔'' سفری بیگ تھامے اس نے قدرے خشک لہجے میں جواب دیا۔ اسے اس لڑکی کی ٹوہ لیتی اندر تک احوال جاننے کی متمنی آنکھوں سے چڑ سی ہورہی تھی۔

''اچھا جی بتاتی ہوں۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔

''کون ہے زویا؟ دروازے پر ہی چپک کررہ گئی ہو۔'' دادی کی آواز پر اس نے ناگواری سے سر جھٹکا۔ ''ریحان تو نہیں آ گیا؟'' عقب سے دادی کی گرج دار آواز خود ریحان کے کانوں میں بھی پڑی تھی۔

''جی...... جی وہی موصوف آ ئے ہیں۔'' زویا نے راستہ چھوڑا اور اب معمہ بھی حل ہوگیا تھا کہ کس کے لیے گھر بھر میں اتنی صفائیاں' تیاریاں ہورہی تھیں۔ گویا کوہ قاف کا شہزادہ تشریف لارہا ہو۔

اسی سوچ کے تحت اس نے نظر بھر کر اسے دیکھا تھا۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد کسرتی بدن' وجیہہ چہرہ اور پُروقار سا انداز تھا۔ ذرا جو اس نے چھچھور پن ظاہر کیا ہو بے حد پُروجاہت شخصیت کا مالک تھا وہ ایک جانب ہٹ گئی راستہ دینے کی غرض سے اور وہ سر جھکائے سنجیدگی و متانت کے ساتھ آگے بڑھا۔ لمبی راہداری عبور کرکے سامنے ہی تخت پوش پر دادی جان کو محو استراحت پایا۔ اس نے ادب سے آگے جھک کر سلام کیا۔

''اے بچہ آ گیا...... ماشاء اللہ کتنا سوہنا ہے' کیا قد کاٹھ نکالا ہے بچے نے۔'' دادی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوئیں' جبکہ اس کی اتنی تعریف پر وہ سر جھکائے ہولے سے مسکرادی۔ کیونکہ زویا نے ریحان کے چہرے پر ہولے سے جھینپتی ہوئی مسکراہٹ دیکھ لی تھی۔ اسے تحیر سا ہوا تھا کہ ریحان اس فضا کا باسی ہوکر کس قدر شرمیلا واقع ہوا ہے' اور اپنی ذرا سی تعریف پر یوں مسکرایا تھا یعنی اسے سرے سے اپنے پندار حسن کا احساس ہی نہ ہو۔

''اے کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو' جا کر بچے کو اس کا کمرہ دکھاؤ اور کھانے کا بندوبست کرو۔'' دادی جان نے اسے آنکھیں دکھائیں تو وہ منہ بسورتی ہوئی آگے بڑھ گئی' پھر دو قدم چل کر عقب میں ریحان کو ہنوز کھڑے دیکھا تو قدرے کرخت لہجے میں گویا ہوئی۔

''چلیں اب۔'' اس کا انداز خاصا سرد تھا' دادی جان جو چلم بھر رہی تھیں اس وقت اسے فقط خشمگیں نگاہوں سے دیکھ کر رہ گئیں۔ فی الوقت مہمان کے سامنے کچھ کہنا قطعی مناسب نہ تھا وہ بھی تب جب ابھی وہ آیا ہی تھا بعد کے لیے زویا کی کلاس کا مصمم ارادہ کیے وہ کچھ اور سوچنے میں مصروف ہوگئی تھیں۔

زویا کے کہنے پر وہ زویا کے قدموں کی پیروی کرتے

ہوئے اس کے پیچھے سنگ مرمر کی روش عبور کرتے ہوئے قطار در قطار کئی کمرے پھلانگ کر آگے ایک جانب مخصوص طرز پر بنے کشادہ سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ناقدانہ نگاہ اطراف پر ڈالی اسے یہ کمرہ بے حد پسند آیا تھا اس نے دیکھا ایک کھڑکی عقبی لان کی جانب بھی کھلتی ہے اس نے کھڑکی سے لان کا منظر دیکھا' جو دلکشی کے سبب اسے لمحہ بھر کے لیے مبہوت سا کر گیا' وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بغور ملاحظہ کر رہی تھی' یوں بھی وہ نفسیات میں ہی تو ایم اے کر رہی تھی اس کے چہرے کے تاثرات کو باآسانی پڑھ گئی تھی۔ کیونکہ رہی سہی کسر اس نے لمبی ٹھنڈی سانس کھینچ کر نکالی تھی۔

"اب آپ یہاں کے مکین ہیں اور یہاں کے چند اصول ہیں' اصول نمبر ایک سب اہل خانہ مل کر ہی ناشتہ کرتے ہیں' دوپہر و رات کا کھانا بھی ایک ساتھ کھایا جاتا۔ اگرچہ آج تو آپ دیر سے آئے ہیں اس وقت تک تو سب اہل خانہ دوپہر کے کھانے سے فراغت پاچکے ہوتے ہیں' مگر اب ہم اتنے بھی کٹھور نہیں کہ مہمان کو بھوکا ہی ماردیں اس لیے آج تو یہ رعایت برتی جاسکتی ہے مگر آئندہ کے لیے آپ کو وقت مقررہ پر کھانے کے لیے آنا پڑے گا' دادی جان کہتی ہیں کہ یوں مل کر کھانے سے نہ صرف اہل خانہ کی آپس میں محبت بڑھتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی اہل خانہ کے آپسی باہمی محبت اور سلوک سے برکت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔" وہ لڑکی کتنا بولتی تھی' وہ اسے کوفت سے دیکھ کر رہ گیا' ایک گلستی ہوئی نگاہ اس نے لڑکی کی گز بھر لمبی زبان سے بیزار ہو کر ڈالی' وہ یقیناً اب اپنے تاثرات فوراً ہی چھپا گیا تھا' جیسے ہی وہ پلٹی تبھی اس کی اندرونی کیفیت سے نابلد مسکرادی۔

"سنا ہے لاہور والے خوب کھاتے ہیں' ویسے آپ کا ڈیل ڈول دیکھ کر مجھے بھی یقین کامل ہوگیا ہے کہ آپ تو لگتا ہے زندہ انسان ہی نگل جاتے ہوں گے۔" آخری جملہ ادا کر کے وہ خود ہی محظوظ ہوئی تبھی کھی کھی کرکے ہنسنے لگی۔ اب وہ اسے مہمان ہو کر کیا کہتا کہ اس کی جان خلاصی کردے اور اب وہ جاسکتی ہے اسے اب اس لڑکی کا مزید یہاں ٹھہرنا سخت گراں گزر رہا تھا مگر اس لڑکی کی چلتی زبان سے تو وہ باقاعدہ خائف سا ہوگیا تھا۔

اس نے بس اسے جتانے والے انداز میں اپنا سفری بیگ پٹخ کر میز پر دھرا۔ وہ تلملا کر اسے دیکھ کر پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔

"ہونہہ' ایسے ہوتے ہیں مہمان' الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" وہ الٹے سیدھے محاورے ہانکتی ہوئی اس کے کمرے سے باہر نکلی تھی' تو سامنے ہی زیبا سے اس کا سامنا ہوگیا۔

"کیا بات ہی میری بنو رانی کس بات پر اتنی خفا ہورہی ہے؟" زیبا نے اپنے شبنمی لہجے میں پوچھا تو وہ اسے آنے والے مہمان کی تفصیل سے آگاہ کرنے لگی' مگر زیبا اب اس کی کب سن رہی تھی اور سیدھا کچن کی جانب لپکی' کیونکہ اسے معلوم تھا کہ زویا نے کہاں یہ خاطر مدارات کا فریضہ ادا کرنا تھا۔ اس نے ہی جلدی سے ٹرے میں کھانا رکھا اور قرینے سے دسترخوان ترتیب دے کر زویا کو تھمایا۔

"تم اسے کھانا دے آؤ اور تب تک میں چائے تیار کرلیتی ہوں' بے چارہ اتنی دور سے سفر کر کے آیا ہے اور تھکن سے چور ہوگا۔" زیبا نے احساس کے جذبے سے گندھے لہجے میں کہا تو زویا بھی لمحہ بھر کے لیے تھکنی اور ایک والہانہ نگاہ زیبا پر ڈالی۔

"کس قدر محبت بھرے دل کی مالک تھی یہ لڑکی کس قدر گداز تھا اس کا دل سب کے لیے۔" وہ واقعی اس کے متعلق سوچ کر لحظہ بھر کے لیے مسکرادی۔

اور پھر اس نے زیبا کے گال کو چوما' زیبا اس محبت بھرے حملے کے لیے ہرگز بھی تیار نہ تھی' تبھی بری طرح بوکھلا گئی۔

"ارے پگلی یہ کیا کررہی ہو۔" وہ شرما سی گئی۔

"ارے آپ تو بالکل اس اجنبی مسافر کی طرح شرما گئی جب دادی جان نے اس کی تعریف کی تو وہ جناب بھی

اسی طرح شرمگیں مسکراہٹ لیے ہوئے تھے۔" وہ ہنس دی۔

○

پرندوں کا حسین جھنڈ سر شام اپنی تھکن اتار نے اپنے اپنے آشیانے میں مکین ہو گیا تھا۔شام کے ملگجے سائے میں ظفری گھر لوٹا تھا۔دادی جان نے چاہت سے اس کی بلائیں لیں' مگر ظفری کی تو ساری توجہ اس نو وارد کی جانب مبذول تھی جو دادی کے ساتھ یوں سر جوڑے نجانے کن باتوں میں منہمک تھا' لگتا تھا جیسے برسوں سے یہیں رہتا رہا ہو۔نجانے کیوں ظفری کی آنکھوں میں اس اجنبی ریحان کے لیے درشتی در آئی تھی ناپسندیدگی کی ایک واضح جھلک اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔

"ایک تو یہ لڑکا نجانے کہاں گم رہتا ہے' اب تم کوئی چھوٹے بچے نہیں رہے ہو اپنے باپ کے ساتھ مل کر ان کے ساتھ کاروبار میں ہاتھ بٹایا کرو۔" دادی جان ہنوز اپنی نصیحتوں کی پٹاری کھول چکی تھیں اور ظفری بھی اپنی دھن کا پکا تھا' ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال رہا تھا۔

"دادی جان میں بہت تھکان محسوس کر رہا ہوں' کسی سے کہیں مجھے ایک کپ چائے دے دے پھر میں سب کے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا۔" ظفری نے بات ٹالنے کے لیے موضوع تبدیل کیا' اس لیے دادی بھی اسے خشمگیں نگاہوں سے گھور کر رہ گئی تھیں تبھی دادی جان نے سامنے سے آتی ہوئی زویا کو آواز دی۔

"اے لڑکی بات سنو۔" دادی جان کی آواز پر ہی دبے قدموں وہاں سے کھسکنے والی زویا بری طرح سٹپٹا کر رہ گئی۔ اسے معلوم تھا کہ دادی جان کا بسیرا ایسی جگہ ہے جہاں سے خاموشی سے فرار ممکن ہی نہیں ہوا کرتا۔گھر بھر میں کیا ہو رہا ہے ان کو ساری خبر ہوا کرتی تھی اور ایسے میں اسے کیسے نہ دیکھ لیتیں۔

"جی دادو کیا بات ہے؟" زویا کے چہرے پر رقم واضح بےزاری با آسانی پڑھی جا سکتی تھی۔

"جاؤ ظفری کے لیے گرم چائے کا کپ لے آؤ' صبح سے وہ زیبا کاموں میں لگی ہے تم بھی ذرا کچن میں جھانک لیا کرو۔" زویا نے بےفکری سے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔

"اور کوئی حکم؟" انداز سراسر بےزار کن تھا۔

"نہیں چائے لاؤ تو اس مہمان کے لیے بھی لیتی آنا۔ بڑی احسان مند ہوں گی۔" دادی نے بھی اسے طنزیہ انداز میں جواب دیا تو وہ الٹے قدموں کچن میں آ گئی۔زویا نے کچن میں جھانک کر دیکھا سامنے ہی زیبا بریانی کو دم لگا رہی تھی۔تہہ در تہہ تیار کردہ بریانی کی مہک سے پورا گھر مہک رہا تھا۔اشتہا انگیز خوشبوں سے پورے گھر مہک رہا تھا' مشقت سے اٹا وجود لیے زیبا چہرے پر پھر بھی شبنمی مسکان سجائے ہوئے پلٹ کر زویا کو دیکھ رہی تھی۔نجانے صبر کی مٹی سے گندھا اس کا وجود کس قدر اچھا تھا۔زیبا میں متانت' ٹھہراؤ تھا' جبکہ زویا میں چلبلا پن' بشاشت اور نقوش میں تیکھا پن تھا' ہر آن پھرکی کی طرح گھومتی رہتی تھی' فتنہ ساماں تھی' بات کرنے کے فن سے واقف تھی' کب کہاں کس انداز میں کیسے بات کرنی ہے دوسرے مقابل کو کس طرح قائل کرنا ہے وہ اس فن سے بخوبی آگاہ تھی۔ جبکہ اس کے برعکس زیبا میں درگزر کا مادہ زیادہ تھا وہ صابر وشاکر تھی' ان تمام باتوں کے باوجود دونوں میں بے انتہا محبت تھی۔محال ہے جو کوئی فرد واحد ان دونوں میں کوئی رنجش یا کینہ دیکھ لے دونوں میں محبت پنپتی تھی' اس محبت میں کوئی کھوٹ نہ تھا۔

"کیا بات ہے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" زیبا بنا کہے اس کے دل کا احوال جان لیا کرتی تھی۔

"وہاں وہ آپ کے برادرم محترم چائے کی طلب لیے بیٹھے ہیں ساتھ میں مفت خانہ یعنی وہ آپ سب کا نیا مہمان ریحان موصوف اسے بھی چائے چاہیے۔" وہ منہ بنا کر بولی' اس کے منہ کا قائمہ زاویہ بگڑا دیکھ کر زیبا ہنس دی۔

"اچھا یہاں بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات بھی کرنی ہے تب تک میں چائے تیار کر لیتی ہوں۔" وہ چائے کا پانی

چولہے پر چڑھاتے ہوئے بولی تو زویا موڑھے پر بیٹھ گئی اور نظریں زیبا پر ہی گاڑ رکھی تھیں۔ جیسے ہمہ تن گوش ہو۔

"فرمائیں بھی۔" وہ زیبا کی پراسرار خاموشی سے جیسے زچ ہوئی۔

"شام کو پھوپو آ رہی ہیں۔" زیبا کی بات پر زویا نے بے حد بگڑے تیور سے بہن کو دیکھا۔

"تو میں کیا کروں...... یہ کون سی نئی بات ہے' ہر ویک اینڈ پر تو وہ یہاں براجمان ہوتی ہیں۔" زویا نے ناگواری سے کہا۔

"ساتھ میں کرن بھی آ رہی ہے' تم پلیز ایسی کوئی بات مت کرنا جس سے پھوپو یا کرن کی دل آزاری ہو۔" زیبا نے ناصحانہ انداز اپنایا۔

"ہونہہ کرن کی دل آزاری اسے اتنی سمجھ ہی کہاں ہے؟" وہ منہ بسور کر بولی۔

"بری بات ہے زویا' اللہ کا خوف رکھو دل میں' نہ برا کہو اور نہ ہی برا سوچو۔" زیبا نے دکھ سے کہا۔

"اب آپ بھی یہ نصیحت لے کر بیٹھ گئیں ہیں اس کرن کی زبان اتنی لمبی ہے اسے کوئی کیوں نہیں سمجھاتا۔" زویا نے منہ بسورا۔

"وہ نفسیاتی دور میں ہے' اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ سب جان بوجھ کر ایسی بات چہ معنی دارد۔" وہ تاسف زدہ لہجے میں بولی۔

"ان سب کی ذمہ دار بھی پھوپو ہی ہیں اگر اس کی شادی بروقت کردی جاتی تو پھر یہ سب نہ ہوتا۔" وہ دوبدو بولی۔

"تمہاری بات اپنی جگہ بالکل درست' ابھی بھی وقت ہرگز نہیں گزرا مگر......" اور اس مگر کی ہی تو ساری کہانی تھی۔

کرن کے چہرے پر بچپن میں چیچک نکل آنے سے داغ تھے اس لیے وہ ایک نفسیاتی روگ اپنی جان کو لگا بیٹھی تھی۔ اب تنہائیاں اسے اچھی لگتی تھیں' رعنائیاں اب اس کے دم گھٹنے کا سبب بن جاتی تھیں۔ ہنستے' مسکراتے مطمئن شاداب چہرے اس کے اندر کی نارسائی ناآسودگی کو بڑھاوا دیتے تھے وہ کرب و اذیت سے دوچار ہو جاتی تھی' ڈاکٹرز نے اس کی شادی کا مشورہ دیا تھا' مگر یکے بعد دیگرے آنے والے رشتوں نے ایک تسلسل سے کرن کو دیکھ کر انکار کیا تھا' وہ تو پھر غیر تھے اب تک خود سلمٰی نے بھی ظفری کے حوالے سے کوئی مثبت رائے نہیں دی تھی۔

صاف ظاہر تھا وہ اپنے خوبرو وجیہہ بیٹے کے لیے کسی ہیرا صفت اور نہایت حسین لڑکی کی طلب گار تھیں' انہیں ظفری کے لیے کہاں اس واجبی سی شکل و صورت کی لڑکی کا ساتھ منظور ہو سکتا تھا' خود ظفری بھی تو زعم زدہ بت تراشے اپنی انا کو مسمار ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یوں بھی فی الوقت تو زیبا کا نمبر تھا' اس کے بعد ہی ظفری کی جانب توجہ مبذول کی جاسکتی تھی۔ کرن کی اس شکلی کمزوری سے قبل اس کا نفسیاتی مسئلہ زیادہ زور آور تھا' اس کا انداز اب تمام خاندان سے روکھا پھیکا ہو گیا تھا۔ اس کی بدولت پھوپو سارے خاندان سے جیسے کٹ سی گئی تھیں' مگر بھائیوں کی جدائی کب گوارا تھی' کچھ کرن کو اس کے کمرے اور تنہائی سے نکالنے کے حربے کے طور پر ہر ہفتہ اسے یہاں لے آتی تھیں' مگر یہاں بھی وہ کھنچی کھنچی رہتی تھی' اب جب زیبا نے اسے بتایا کہ وہ لوگ کل آ رہے ہیں تو زویا کا منہ بن گیا تھا' مگر اس پر زیبا کی نصیحتوں کا پلندہ زیادہ موڈ خرابی کا سبب تھا۔ چائے تیار تھی ساتھ میں زیبا نے کباب بھی تل لیے تھے جانتی تھی بھائی خالی چائے کبھی نہیں پیے گا۔

"جاؤ ٹرے لے جاؤ۔" زیبا نے کہا تو وہ منہ بناتے وہاں سے ٹرے لیے باہر نکل آئی' اب کرن کی آمد کی سبب اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا مگر دادی جان نے جب اسے اس انداز میں آتے دیکھا کہ منہ پر بارہ بج رہے تھے اور تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں' بنا پس منظر جانے مہمان کے سامنے اس کی عزت افزائی کرنا شروع کردی۔

"اری کم بخت عقل نہیں تجھے کیسے منہ بنائے ٹرے لا رہی ہے جیسے سوگ میں آئی ہو...... ایک کام کہہ دو موت پڑ جاتی ہے۔" دادی کی زبان کے جوہر سے کبھی واقف

تھے اس لیے ظفری نے تو نوٹس بھی نہ لیا اور چائے کا کپ منہ سے لگایا اور کباب بھی فٹ سے منہ میں رکھ لیا۔

جبکہ ریحان متذبذب کیفیت سے دوچار شرمندہ سا سامنے کھڑی کینہ توز نظروں سے دیکھتی زویا کو دیکھ رہا تھا۔

"ارے لیں ناں کھائیں ناں۔" زویا کا انداز سراسر ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو "ٹھونسیں ناں" وہ بڑی طرح سے جھینپ گیا۔ تبھی عقب سے زیبا آئی۔

"زویا تمہیں آنٹی بلا رہی ہیں۔" زویا اس کی اس آواز پر جیسے دادی جان کے عتاب سے جان چھڑانے پر اس کی نظروں ہی نظروں میں شکرگزار ہوئی تھی۔

ریحان نے کن انکھیوں سے دیکھا سرخ پھول دار سفید کرتے پر اس کا سرخ وسفید چہرہ کام کرنے کی وجہ سے تمازت سے روشن تھا' ہلکی سی تھکن بھی آنکھوں سے ہویدا تھی۔ نظروں کا لحہ بھر کا تصادم ہوا تھا مگر جیسے ریحان کے دل میں اتھل پتھل سی ہوگئی تھی کچھ چہرے ہم پہلی مرتبہ دیکھتے ہیں مگر ایسا لگتا ہے جیسے ان چہروں نے ہماری آنکھوں کی پیاس مٹادی ہو' تشنگی جاتی رہتی ہو' سیرابی در آئی ہو' انسان کسی ایک چہرے کو تمام چہروں میں فوقیت دیتا ہے' کیونکہ دلوں کے معاملات کچھ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں' ریحان کو وہ مدھر لہجے اور میٹھی مسکان والی زیبا بے حد بھا گئی تھی' نجانے کیوں وہ بار بار کن انکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی حشر سامانیوں پر فریفتہ ہو رہا تھا' وہ دل کے ایوان پر قابض ہوچکی تھی پھر وہ ایک لحہ ہی تو تھا جس نے اس کے دل کی مسند پر حکمرانی کرلی تھی۔

"دادو سارا کام کچن کا نبٹا لیا ہے' کوئی اور کام باقی ہے تو بتادیں۔" وہ ساری توجہ اس وقت دادی جان کی طرف مبذول کیے ہوئے جواب کی منتظر تھی۔

ریحان پہلی ہی نگاہ میں اس پر فریفتہ ہوگیا تھا' سرخ وسپید رنگت' تیکھے نین نقش' جاذب نظر لگ رہی تھی اور اس کی نگاہوں کا ارتکاز پا کر وہ بوکھلا رہی تھی۔ نظروں کا تصادم ہوا اور اس کی حیرت سے بھرپور نگاہیں اس سے جیسے استعجاب سے سوال کر رہی ہوں۔ وہ اس کی نگاہوں سے پزل ہوگیا تھا۔

"اچھا دادی میں جا رہی ہوں ورنہ امی غصہ کریں گی پھر بعد میں نہ کہیے گا کہ میں گستاخ بدزبان ہوں؟" زویا بلاتکان بولتی وہاں سے رفو چکر ہوگئی تھی۔

"اللہ سمجھے اس لڑکی کو اور اس کی حرکتوں کو' جیسے پہلے تو یہ کوئی دودھ کی نہر نکال رہی تھی' مٹرگشتی کرتے زمانہ ہی خراب کردیا۔" دادی کو اس کی اس جسارت پر غصہ آیا اور اسے برا بھلا کہنے کا وقت شروع ہوگیا تھا' زیبا اب دادی کو بولتے دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔

"آپ کیوں خفا ہو رہی ہیں۔ جانتی تو ہیں وہ لاابالی ہے' وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی احساس ذمہ داری آجائے گا۔" اس نے دادی کو اپنی دانست میں تشفی دی تھی' اسے یہ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ دادی ایک اجنبی کے سامنے زویا کی برائی کریں' زویا جیسی بھی تھی اس قدر ڈانٹ اجنبی کے سامنے اور وہ بھی منہ سیئے بیٹھا تھا' ذرا نہ ہوا کہ زویا کی طرف داری کرلیتا۔

یہ خیال بھی زیبا کے دل میں وقتی طور پر ہی آیا تھا' پھر اس نے اس خیال کو فوراً جھٹک دیا۔ دادی کے سامنے کسی کو برا اور بھلا کہنا دونوں ہی مصیبت کا باعث بن سکتے تھے۔

اچانک دادی نے اسے دیکھا جو بےزار کن کیفیت سے دوچار تھی۔

"ارے تم کیوں کھڑی ہو بچی تھک گئی ہوگی' صبح سے کاموں کا انبار جو تمہارے سر پر تھوپ ڈالا ہے۔ جاؤ باقی سب دیکھ لے گی سلمٰی۔" دادی نے اسے وہاں سے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

پھر وہ دادی جان کے اطمینان بخش انداز پر واپسی کے لیے پلٹ گئی۔ اس کے جاتے ہی جیسے سارے گلشن میں رعنائی باقی نہ رہی تھی اور آرزوؤں نے جیسے ایک دم سے دم توڑ دیا تھا۔ سسکتی ہوئی آرزو اسے ابھی اپنے روبرو دیکھنے کی متمنی تھی مگر وہ جا چکی تھی۔ اس کے دل کے ایوان پر براجمان ہوکر نگاہوں سے اوجھل ہوچکی تھی۔

پھر اس نے بے دلی سے چائے کا کپ لیا' بامشکل

چائے ختم کی پھر رات کے کھانے تک کا دورانیہ بہت طویل معلوم ہونے لگا تھا۔ رات کے کھانے پر سبھی اہل خانہ شامل تھے۔ اس وقت وہ صاف ستھری ونکھری سی بیٹھی تھی کھانا خادم نے ہی ٹیبل پر لگایا تھا اور وہ بالکل چپ چاپ تھی۔ وہ اسے دیکھ کر دل کے تاروں کو جیسے از خود چھیڑ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ محبت کی میٹھی سی کسک دل میں الاؤ دے رہی تھی۔ یہ محبت بھی ناں کیسے ایک دم سے ہی دل میں اپنا ٹھکانہ بنالیتی ہے۔ مگر ایک عجیب سا احساس بھی اس کی ذات پر محیط تھا' وہ اسے یکسر نظر انداز کیے ہوئے تھی۔ اس کے احساسات سے قطعی طور پر نابلد تھی جبکہ وہ اسے اپنی نارسائی گردان رہا تھا اور محبت اپنی اس نارسائی ناقدری پر اپنے بال بکھرائے ماتم کناں تھی۔ کتنی چاہت ہو رہی تھی کہ وہ ایک بار اپنی پلکوں کی چلمن اٹھا کر نظر بھر کر اسے دیکھے' محض ایک بار اس کی نگاہوں میں محبت کے دیپ جلتے ہوئے دیکھے' پھر چاہے تو اگلے ہی لمحہ وہ اپنی پلکوں کی جھالر گرادے' محبت نے کسی آکاس بیل کی مانند اس کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

''کیا بات ہے بیٹے تم کچھ کیوں نہیں کھا رہے؟''

سلمٰی بیگم نے اس کی توجہ کھانے کی جانب مبذول کروائی۔ تب ہی سب نے چونک کر اس کی جانب دیکھا جو واقعی خالی پلیٹ سامنے دھرے نجانے کن خیالات میں مستغرق تھا' سب کے یوں اچانک متوجہ ہونے پر وہ سٹپٹایا' خاص کر زیبا کی نگاہوں کا استعجاب کس قدر دلفریب تھا جیسے پوچھ رہی ہو' کیا ہوا؟'

مگر یہ اس کا خام خیال ہی تھا کیونکہ دوسرے ہی پل وہ بریانی کی پلیٹ کی جانب اپنی توجہ مبذول کر چکی تھی۔ اس کی لانبی پلکیں جھکیں اور وہ اس کے حسن کی کاسنی شعاعوں کی لپیٹ میں خود کو بے جان محسوس کر رہا تھا۔

''اور بیٹا کسی قسم کی بھی کوئی پریشانی ہو تو بلا جھجک کہہ دینا' عابد میرا دیرینہ دوست ہے۔'' بلال صاحب نے اسے مخاطب کیا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔

''ہاں خود کو ہرگز بھی زیربار محسوس نہ کرنا' ایک وقت تھا جب عابد نے میرے کاروباری معاملات میں بے پناہ مدد کی تھی۔ میں اس کا دل سے ممنون ہوں' اور اب اللہ نے مجھے موقع دیا ہے کہ تمہارے توسط سے اس کا شکریہ ادا کردوں' وہ تو اتنا خوددار ہے کہ کبھی اس نے پلٹ کر میرا احسان مند ہونا بھی گوارا نہیں کیا۔'' بلال صاحب مزید گویا ہوئے تو وہ مسکرادیا۔ اسے یہ ساری معلومات ہرگز بھی حاصل نہ تھیں ابا نے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ اس کا اپنا ہی گھر ہوگا' اسے کسی قسم کا مسئلہ نہ ہوگا اور واقعی یہاں اسے گھر جیسا سکون اور ماحول ملا تھا' اور اس نے اگلے دن سے یونیورسٹی جوائن کرلی تھی' اس کا نصب العین اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ محض اپنے باپ کے دم پہ زندگی کے باقی کے دن گزار دے' وہ خود کو منوانا چاہتا تھا' اس نے اس لیے محنت کرنے کی ٹھان لی تھی اور دل لگا کر پڑھ رہا تھا' وہ جانتا تھا کہ اگر وہ گھر میں رہتا تو پھر اس کا یہ خواب تمام عمر تشنہ لب ہی رہتا' کیونکہ آپا ذکیہ کسی کو بھی اب اپنی من مانی کرتے نہ دیکھ سکتی تھیں' اپنے تشنہ خوابوں کا بدلہ وہ اپنے ہی اہل خانہ سے لے رہی تھی۔ اپنی ناآسودگی کا بدلہ وہ یوں لے رہی تھی کہ اہل خانہ کا ہی جینا دوبھر کر رکھا تھا' اب وہ مطمئن تھا کہ زندگی کے اس نئے آغاز کی شروعات سے وہ خوش تھا۔

❖......()......❖

''ارے میری چندا کیسی ہے؟'' دادی کرن کو اپنے پاس بٹھائے اس کی بلائیں لے رہی تھیں' کرن خاموش سی بیٹھی تھی' مگر وہاں موجود سب کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور سرگرمیاں ملاحظہ کر رہی تھی۔

''اور کیا کرتی رہتی ہو سارا دن؟'' کیا نانی کی ذرا بھر بھی یاد نہیں آتی' اب آئی ہو تو کچھ دن یہیں رہ جاؤ۔''

دادی جان نے ہمیشہ کی طرح اس سے لگاوٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ادھر ہی قیام کے لیے اصرار کیا اور وہ آج بھی حسب معمول خاموش تھی۔

''بس اماں اس نے تو قسم کھا رکھی ہے سارا دن کمرے

میں پڑی رہتی ہے نہ کسی سے ملنا نہ جلنا۔" پھوپو دوبارہ شروع ہوچکی تھیں اب زویا کا وہاں بیٹھنا محال تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ہزار مرتبہ کی ساری تکرار دوبارہ کی جائے گی۔

"ہاں بچی کملا کر رہ گئی ہے اے زویا اپنے نئے بوتیک سے لائے کپڑے تو دکھا بہن کو اپنے کمرے میں لے جا۔" دادی نجانے کیوں اسے وہاں سے رفو چکر کرنے کے چکر میں تھیں۔

"آؤ۔" وہ بے زاری سے کرن سے مخاطب ہوئی جس دن سے کرن نے کسی ذہنی دباؤ کے زیر اثر زیبا کو دھکا دے کر زخمی کیا تھا اس دن سے اس کے دل میں کرن کے لیے نامعلوم کیوں اتنی نفرت اور بیزاری در آئی تھی حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس طرح کے نفسیاتی دورے میں اس کا عمل دخل کم ہوتا ہے اور سارا قصور تو اس کے اس چہرے کے زخموں کا تھا جو اب اس کے روح کا ناسور بن گئے تھے۔ یہ زخم اب اس کی روح کو بھی زخمی کر گئے تھے۔

کرن خاموشی سے اس کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔

"کیا پیو گی جوس لاؤں یا چائے؟" نجانے کرن کو خاموش دیکھ کر آج اسے الجھن سا ہو رہا تھا وہ کم ہی خاموش ہوا کرتی تھی۔

"وہ اجنبی کون ہے؟" کرن نے پوچھا۔

"کون اجنبی؟" وہ حیرت سے بولی۔

"وہی جو لاؤنج میں بیٹھا ٹاک شو دیکھ رہا تھا۔" کرن نے دوٹوک انداز میں پوچھا تو اس نے ذہن کے گھوڑے دوڑائے تھے۔

"اوہ...... وہ...... ہاں وہ تو مہمان ہے چند ماہ یہاں رہے گا۔" اس نے ٹالنے والے انداز میں کہا اسے عجیب لگا تھا کہ کرن کسی اجنبی میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہی ہے؟

"ہونہہ...... ٹھیک ہے کیا کرنے آیا ہے یہاں؟" اس نے مزید استفسار کیا۔

"اپنی تعلیم مکمل کرنے آیا ہے۔" وہ اب واقعی اس کے سوالات سے اکتا گئی تھی۔

لمحہ بھر کے لیے دل میں آیا پوچھے کہ تم کیوں اتنے سوالات کر رہی ہو مگر پھر اس کی عادت اور اس کا مسئلہ سمجھ کر چپ ہوگئی۔ پھر اس نے اسے ایک ایک کر کے ساری الماری کھنگال کر دکھائی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ایک بھی شے چھپانے کی سعی کی تو اس کی شکایت دادی کے سامنے پہنچ جائے گی۔

"مجھے یہ فیروزی کام والا سوٹ دے دو۔" اس نے بلا کسی تردد کے کہا وہ حیران رہ گئی اپنی جگہ جزبز بھی ہوئی تھی یہ سوٹ وہ بطور خاص اپنے لیے لائی تھی اس کا ارادہ اپنے کالج کے الوداعی فنکشن میں پہننے کا تھا۔ ابھی وہ سوچ میں گم تھی دوسری طرف کرن نے اس کی خاموشی کو نجانے کیا سمجھا کہ اٹھ کر اس سوٹ کو اپنے ساتھ لگالیا۔

"میں ابھی شاور لے کر آتی ہوں۔" کرن کا انداز دو ٹوک تھا اس لیے اسے کرن کی آمد گراں گزرتی تھی وہ بظاہر نفسیاتی مریضہ بنے ہر کسی کو دکھ دے کر سکون محسوس کرتی تھی جانے انجانے میں اپنے بدصورت چہرے کا بدلہ سب سے لے کر دل کو عجب تقویت پہنچاتی تھی وہ ہونٹ بھینچے اسے واش روم میں سوٹ لیے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

❊......O......❊

"کیا بات ہے اماں آج تو گھر بڑا سجا سنورا لگ رہا ہے؟" جیسے ہی ذکیہ نے گھر کے آنگن میں قدم رکھا اسے گھر میں واضح تبدیلی محسوس ہوئی۔ کیاریوں میں نئے پودے لگے تھے۔ ڈرائنگ روم میں نئے پردے اور گھر کی سجاوٹ پھولوں سے کی گئی تھی اور اسے یہ سب دیکھ کر اچھنبا ہوا تھا۔ اس کے سوال اور اس کی آمد پر اماں بری طرح بوکھلا گئی تھیں اور ہڑبڑا کر اپنے مجازی خدا کو دیکھ رہی تھیں اور پلٹ کر کچن کی طرف بھی۔ فائزہ بیگم کے چہرے کے تاثرات سے جیسے وہ سارا معاملہ اور بات کی تہہ تک منٹوں میں پہنچ چکی تھی۔

"کیا امبر کے رشتے کے لیے کوئی آ رہا ہے؟" اس نے اندازاً کہا تھا اور جس طرح سے فائزہ بیگم کے چہرے

کا رنگ فق ہوا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا اندازے سے لگایا گیا تکا بالکل ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔

"ہاں عابد صاحب کے دور کے رشتہ دار ہیں۔" وہ بات سنبھال گئیں۔

"تو یہ مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی' مجھے تو بلایا ہی نہیں نہ بتایا۔" وہ منہ بسور کر بولی۔ اب فائزہ بیگم اسے کیا بتاتی کہ اس سے ہی تو چھپانا ضروری ہوگیا تھا' اس کا امبر کے ہر رشتہ میں کوئی نہ کوئی مین میخ نکال دینا اب امبر کے لیے مشکل کا باعث بن رہا تھا' اب عابد اور فائزہ بیگم نے طے کرلیا تھا کہ اب کی بار جو بھی رشتہ آئے گا اس میں ذکیہ کو ہرگز ملوث نہیں کیا جائے گا' نہ ہی اسے مدعو کیا جائے گا اس لیے اپنے تئیں تو وہ بالکل خاموشی سے اس معاملے کو حل کررہی تھیں مگر برا ہو کہ ذکیہ بنا اطلاع کے از خود آ گئی اور اس وقت ٹوہ لینے کے انداز میں اطراف کا جائزہ لینے میں منہمک تھی۔ تبھی کچن سے کسی کام کے حوالے سے کوئی بات پوچھنے امبر آئی اور صحن میں ہی ایستادہ ذکیہ آپا کو دیکھ کر بری طرح بوکھلا کر رہ گئی تھی۔ امبر کا سجا سنورا روپ اس وقت جیسے ذکیہ کے دل پر قیامت ڈھا گیا تھا' امبر خوش شکل تو تھی ہی اس وقت سج سنور کر اور بھی خوب صورت لگ رہی تھی اور شاید ہی کسی آنکھ کو وہ ناپسندیدہ لگتی' ذکیہ تو اس کا اس روپ میں سجا سراپا دیکھ کر اپنی جگہ کڑھ کر رہ گئی تھی۔ پھر جب دروازے پر دستک ہوئی تو یقیناً یہ ان خصوصی مہمانوں کی آمد کی دستک تھی۔ دو خواتین تھیں' ایک معمر جو لڑکے کی والدہ جبکہ دوسری نوعمر لڑکی تھی' فائزہ بیگم سلام دعا کے بعد انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئی تھیں۔

وہ چاہ کر بھی ذکیہ سے یہ نہ کہہ پائی تھیں کہ اس دفعہ اپنی زبان پر قفل لگالے جانتی تھیں کہ بی بی بھڑ جائے گی' ان کی اس بات پر وہ واویلا مچائے گی کہ اللہ کی پناہ' شاید جو رشتہ استوار ہونے کی رتی بھر بھی امید ہے وہ بھی جاتی رہے گی' امبر کی تمام حسیات چوکس ہوگئی تھیں' اس کا سارا دھیان ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں پر مرکوز تھا۔

"ماشاء اللہ کافی باذوق ہیں آپ؟" معمر خاتون نے اطراف کا طائرانہ نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"جی بس یہ سب تو میری امبر کے شوق ہیں' نت نئی کارگزاریاں بھی بچے ہوئے کپڑوں سے ایسی آرائشی اشیاء تیار کرتی ہے دل خوش ہوجاتا ہے' حالانکہ اللہ رب العزت کا دیا سب کچھ ہے مگر میری بچی بہت سلیقہ شعور ہے اور اتنی باادب ہے کہ بس......" فائزہ بیگم امبر کی تعریفوں میں رطب اللسان تھیں جو کسی حد تک درست بھی تھیں۔ کیونکہ امبر واقعی بے حد شائستہ مزاج کی مالکہ تھی۔

ڈرائنگ روم واقعی بے حد خوب صورتی سے سجایا گیا تھا پھر ان خاتون نے امبر کو دیکھنے کی فرمائش کی' تب فائزہ بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بالکل چپ بیٹھی ذکیہ سے اشارہ کیا کہ جا کر بہن کو لے آئے۔

ذکیہ مارے باندھے بے زاری و اکتاہٹ سے اٹھ کر گئی اور واپسی پر اس کے ہمراہ امبر تھی جو اس وقت بے حد قرینے سے ٹرالی دھکیلتی ہوئی آرہی تھی۔ ٹرالی چائے کے ہمراہ لوازمات سے بھری ہوئی تھی۔ کریم رول' چکن و یجی ٹیبل رول' ایگ رول' چاکلیٹ کیک' پیٹیز اور انواع اقسام کے بسکٹ سب ہی سلیقے سے رکھے تھے۔ خاتون گہری محویت سے امبر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی' انہیں امبر بے حد پسند آئی تھی' ستائشی نگاہوں میں واضح پسندیدگی اُمڈ آئی تھی۔

"ماشاء اللہ ادھر آ کر بیٹھو۔" خاتون نے امبر کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا تھا۔ پھر اس سے سوالات کرنے لگی تھیں۔ کتنی تعلیم ہے' کیا پسند ہے وغیرہ۔ اچانک کمرے میں ان کے خاموش ہوتے ہی دبیز خاموشی چھا گئی تھی' معمر خاتون نے اپنی بیٹی سے آنکھوں کے اشارے سے پوچھا اور اس نے بھی اثبات میں اپنا عندیہ دے ڈالا' وہ بھی امبر سے مرعوب ہوگئی تھی۔ تبھی اس گمبھیر خاموشی کو ذکیہ کی کرخت آواز نے چیر ڈالا۔

"اور آنٹی آپ کے برخوردار کیا کرتے ہیں؟ امی نے مجھے بتایا نہیں ورنہ ہم پہلے آ کر آپ کا گھربار دیکھ لیتے' پھر اس بات کو آگے بڑھایا جاتا۔" ذکیہ کا انداز بے حد

عجیب تھا' اس سے بھی عجیب اس کی نگاہوں کا رنگ تھا' جس میں اہانت کا احساس نمایاں تھا' لمحہ بھر کے لیے ان معمر خاتون کی نگاہوں میں تعجب در آیا۔

"ارے مسز عابدہ آپ نے اپنی بیٹی کو بتایا نہیں کہ آپ ہمارے اظہر کو نہ صرف دیکھ آئی ہیں بلکہ آپ نے پسند بھی کرلیا ہے۔" ان خاتون کی بات پر ذکیہ کا چہرہ ایک دم جیسے تاریک ہوا تھا۔ موڈ بھی بے حد خراب ہو گیا تھا۔ اس کا مقصد ان خواتین کو بے عزت کرنا تھا' مگر اس وقت وہ خود ہی بے عزتی کی انتہاؤں پر تھی اور بری طرح موڈ خراب ہو چکا تھا۔ تبھی کسی قسم کا لحاظ رکھے بنا بولی۔

"اصل میں میں اس گھر کی بڑی بیٹی ہوں مگر مجھ سے ہی معاملات کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے کہیں میں کوئی اچھی نصیحت نہ کردوں' تف ہے ایسے نام کے رشتوں پر' میں اب ایک منٹ اور یہاں ضائع نہیں کرنا چاہتی۔" وہ مروت بالائے طاق رکھتے نیا ڈرامہ رچاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر دروازے تک اس کی زبان یونہی نان اسٹاپ چلتی رہی تھی۔ فائزہ بیگم شرمندہ ہوئی ان خاتون سے نظریں چرانے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

وہ خاتون بھی ہونق چہرہ لیے کبھی فائزہ بیگم اور کبھی سر جھکائے ندامت سے بیٹھی امبر کو دیکھ رہی تھیں' ابھی کچھ دیر پہلے والا تاثر زائل ہو گیا تھا' وہ تصورات کہ وہ لوگ کس قدر سلیقہ شعار اور خوش گفتار ہیں' ایک ذکیہ کی بدزبانی و بدکلامی کی سبب اس پول کی قلعی کھل گئی تھی اور اس وقت فائزہ بیگم کے پاس اس ساری صورت حال کا کوئی جواب نہ تھا تبھی وہ خاتون از خود رسانیت سے بولیں۔

"بہن میرا خیال ہے ابھی ہمیں چلنا چاہیے پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔" وہ خاتون اٹھ کھڑی ہوئیں تو جیسے فائزہ بیگم گہرے ٹرانس سے باہر آئیں۔

"ارے ایسے کیسے ابھی تو چائے تک نہیں پی آپ نے' بہن میں آپ کے سامنے بے حد شرمندہ ہوں' اس بیٹی کی وجہ سے میں نے اسے ساتھ نہیں لیا تھا' جب آپ نے انوائیٹ کیا تو میرے خاوند کا اور میرا مشورہ یہی تھا کہ جو بیاہی بیٹی ہے اب فقط اپنا گھر بار دیکھے' یہاں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کے لیے میں ابھی زندہ ہوں' اس لیے میں اپنی بیٹی کے مستقبل کا فیصلہ بھی احسن طریقے سے کرسکتی ہوں' کچھ میری بیٹی کی زبان کی کڑواہٹ کی وجہ سے میں آج اسے ساتھ نہیں لائی تھی۔ مگر یقین مانیں امبر ایسی نہیں ہے۔" فائزہ بیگم صفائیاں دے رہی تھیں اپنی دانست میں معاملہ رفع دفع کررہی تھیں مگر ان خاتون کے چہرے پر بکھری استہزائیہ مسکراہٹ ان کے دل کے آر پار ہو رہی تھی۔

◆.....O.....◆

"اماں یہ لڑکا کون ہے؟ یوں دو دو جوان بچیاں گھر میں موجود ہیں اور آپ نے ایک نامحرم کو گھر میں گھسا رکھا ہے یہ کہاں کی دانش مندی ہے۔ مجھے تو اب معلوم ہوا اور میں تو بے حد فکر مند ہوں اس معاملے میں کہ اب نجانے کیا ہوگا؟" آنسہ پھوپو کا خدشات لیے تشویش کا اظہار کرتا انداز دادی کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"لو بھلا مانس بچہ ہے' اپنے کام سے کام رکھتا ہے' صبح جو جاتا ہے تو شام سے ذرا پہلے واپسی ہوتی ہے' سیدھا اپنے کمرے میں جا کر بند ہو جاتا ہے' رات کے کھانے پر ہی ملاقات ہوتی ہے اور سچ پوچھو تو ایسا نیک بچہ میں نے نہیں دیکھا۔ اس لڑکے کے جو گن ہیں وہ نہ تو اپنے ظفری میں ہیں نہ ہی عمر میں اور پھر میرے سامنے بچیاں رہتی ہیں اور میں زمانہ شناس ہوں' جانتی ہوں کہ کون کیسا' کتنے پانی میں ہے۔" انہوں نے دوٹوک انداز میں کہا تو فی الوقت ماں کے سامنے وہ چپ ہو گئیں مگر چہرے پر بکھری واضح ناپسندیدگی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"دیکھ لیں کل کلاں کو کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔" آنسہ بضد ہوئیں۔

"تم ان سب فکروں میں نہ پڑو' یہ سب معاملات میں دیکھ لوں گی' پہلے کیا کرن کے لیے کم فکر مندی ہوا اور شہیر کیسا ہے؟ اسے بھی کہتی ساتھ آ جاتا۔" دادی کی بات پر ماتا کا رنگ آنسہ کے چہرے پر بکھر گیا۔

"شہیر تو اپنے باوا کے ساتھ بزنس کے جھمیلے میں الجھا رہتا ہے اور میں نے تو کہا تھا' کہنے لگا بعد میں آ جاؤں گا' ابھی بہت مصروفیت ہے' کسی نئے پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔ بہت مصروف ہے' اور پھر اس نے ہی تو اپنے بابا کے ساتھ مل کر سارا کام دیکھنا ہے۔" آنسہ نے ہنس کر اپنی ماں کو شہیر کے حوالے سے جواب دیا' آنسہ کے دو بچے تھے' شہیر اور کرن' شہیر میں تو ان کی جان تھی۔ شہیر بہت نخریلا تھا' کم گو بھی اور اس کا اس طرف بہت کم آنا ہوتا تھا۔

"تم اب کرن کے لیے سوچو' کوئی رشتہ دیکھو' یوں کب تک کرن کو بٹھائے رکھو گی' آگے وہ نہیں پڑھ رہی اور پھر اس کے ساتھ جو ذہنی مسئلہ درپیش ہے اس کے لیے ڈاکٹرز نے بھی تجویز کیا تھا کہ اس کی شادی کر دی جائے۔" دادی جان گویا ہوئیں تو ایک پھیکی سی مسکراہٹ نے آنسہ کے لبوں کو چھوا۔

"اماں ظفری کے لیے بات کریں ناں آپ بھابی سے۔" آنسہ کے دل کی بات ان کے لبوں سے پھسلی تھی۔ دادی نے خشمگیں نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا' جس میں بعد ازاں تاسف بھی شامل ہو گیا تھا۔

"یہ بھی خوب رہی تم نے کہا اور بہو میری بات مان گئی۔ ایسا تو نہیں ہوتا ناں' خیر میں بات کروں گی بلال سے۔" دادی کی بات پر آنسہ نے سر جھکا لیا تھا ان کا ارادہ بھی ماں سے یوں کہنے کا نہیں تھا' مگر کیا کرتیں کہ وہ ماں سے ہر غم و خوشی بلا کسی ردوکد کے کہہ دینے کی عادی تھیں۔ ماں بھی ان کے غم و خوشی کو سمجھ جاتی تھیں' اب جبکہ وہ بھی ماں تھیں اور اپنی بیٹی کے سنہرے مستقبل کے حوالے سے چند خواب دیکھ رہی تھیں' اب تو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کرن کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کسی بہت ہی قریبی رشتہ کی ضرورت ہے' کوئی غیر ہرگز بھی ان کے زخموں پر ٹھنڈے پھاہے رکھنے نہیں آئے گا' کوئی اجنبی ان کی بیٹی کو اپنا نام و محبت دے کر ان کے زخموں پر مرہم نہیں رکھے گا' یہ زخم تو اب ناسور بنتا جا رہا تھا' کرن نے یہاں آ کر جس طرح سے زویا کے کپڑوں پر قبضہ جمایا تھا اس سے آنسہ بیگم اپنی جگہ جز بز ہو کر رہ گئی تھیں۔ شرمندہ تھیں' انہوں نے تنہائی میں زویا سے معذرت بھی کی تھی مگر دل میں گہرا ملال بھی تو تھا' یہ سب مقدروں کے کھیل تھے۔

⟡......()......⟡

ریحان تھکا ہارا لوٹا تو سیدھا کمرے کا رخ کیا۔ تب اس کی نگاہ زیبا پر پڑی' جو اس کی آمد سے یکسر انجان اور اس کی الماری میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ وہ دروازے پر ہی ایستادہ ہو کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کا سوچ رہا تھا' جب اندر سے ایک اور آواز پر بری طرح سے چونکا۔

"اب بس بھی کر دو ناں' کتنا پھوہڑ بندہ ہے' سب الابلا الماری میں بند کر رکھا ہے' کپڑے یوں تتر بتر اور کتابیں کس طرح ترتیب سے رکھی ہیں۔ اللہ کی شان ہے اور کیوں اس اجنبی کے لیے ہم خود کو تھکائیں' اسے تو یوں بھی عادت ہو گی اس طرح برے حالوں میں رہنے کی۔" زویا کی آواز پر اس کے بڑھتے قدم رک گئے تھے' زویا بیڈ پر نیم دراز تھی اور اس کا رخ بھی زیبا کی طرف تھا جبکہ زیبا بھی الماری میں سر دیے اس کے کپڑے ترتیب سے تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔

"بری بات ہے زویا' وہ ہمارا مہمان ہے پھر وہ اچھا انسان لگتا ہے دادی جان بھی ہر وقت اس کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں' اور سچ کہوں تو کسی کے کام آ کر میرے دل کو بہت خوشی ہوتی ہے بے چارہ اپنی ماں' اپنی بہنوں اور گھر سے دور ہے۔ نجانے کتنا اداس ہوتا ہوگا کتنا مس کرتا ہوگا۔" وہ جیسے اس اجنبی کی فکر میں گھل ہی گئی تھی۔ اب زیبا کیا کرتی کہ اس کا دل ہی محبت سے لبریز تھا۔ اپنے پرایوں کی محبت' اپنائیت' فکرمندی اور احساس سے لبریز دل۔

"ایک تو میں آپ کی اس لونگ کیئرنگ نیچر سے عاجز آ گئی ہوں' اسے بھی اب سر پر بٹھا لیں۔ سب کی تو عادتیں خراب کر دی ہیں اب اس موصوف کی عادتیں خراب کرنا باقی ہیں چلو بھئی اب بس کرو۔" زویا نے

ناگواری سے کہا۔

"ارے بس یہ آخری شرٹ تہہ لگا کر رکھ دوں پھر چلتی ہوں۔ ویسے بہت اچھا انسان ہے' کبھی بھی اس نے کوئی معیوب حرکت نہیں کی۔" زیبا نے سلجھے ہوئے انداز میں ریحان کی تعریف کی۔ ریحان کے دل میں امید کے شگوفے کھل اٹھے تھے۔ موڈ ایک دم ہی خوشگوار ہو گیا تھا۔ ساری کلفت' ساری تھکان اڑن چھو ہو گئی تھی' پژمردگی خوشی میں ڈھل گئی تھی' وہ اتنے دنوں سے اداس اور ملول تھا گھر سے واقعی اب اسے دوری کا احساس ستا رہا تھا۔ وہ جب واپس لوٹتا تو کمرے میں مقید ہو جاتا تھا' اپنے گھر کی یاد اب اس کے قلب و جان میں بسیرا کرنے لگی تھی اور یہ اچھی لڑکی کس طرح بنا کہے اس کے دل کی ساری بات من و عن جان گئی تھی۔ اس کی محبت بھی کاش جان پاتی' اس کی خلوتوں کو منور کرنے والا چہرہ آج اس کے کمرے میں بھی روشنی کی جلترنگ بکھیرنے چلا آیا تھا۔

"آہم آہم...... کیا آپ کو اس پردیسی سے محبت وحبت تو نہیں ہو گئی؟" زویا نے شرارت بھرے انداز میں کہا' آج پہلی مرتبہ ریحان کو زویا کے بلاتکان بولنے کے فوائد وثمرات کا اندازہ ہوا تھا۔ اس نے آج اس کے دل کی بات براہ راست زیبا سے پوچھ لی تھی۔

"پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم؟" زیبا خفگی بھرے انداز میں پلٹی اور دروازے میں ریحان کو کھڑا دیکھ کر وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی' اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر زویا بھی پلٹی اور پھر دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں واپسی کا اشارہ کیا۔

"ہم آپ کے کمرے کی صفائی کرنے آئے تھے۔ کس قدر گندا کمرہ رکھتے ہیں آپ' ارے دادی جان کو علم ہوا ناں تو آپ کی اچھی خاصی کلاس لے لیں گی۔" زویا نے جلدی سے بات بنائی' کیونکہ اسے زیبا کا نروس ہونا اور ریحان کا دلچسپی سے دونوں کو دیکھنا گراں گزرا تھا اور اسے ریحان کی پراسرار مسکراہٹ سے بھی الجھن ہو رہی تھی۔ کس طرح ٹکر ٹکر وہ زیبا کو تک رہا تھا' مگر اسے کیوں یہ سب اچھا نہیں لگ رہا تھا' اس کا معمہ حل ہونا باقی تھا۔

"چلیں اب آپی۔" اس نے زیبا کا باقاعدہ بازو تھام کر اسے ٹہوکا دیا۔ زیبا بھی جو ریحان کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا کر پگھلی جا رہی تھی' شپٹا کر رہ گئی تھی۔

"ہاں چلو۔" وہ جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ جاتے ہوئے بھی زیبا کو اپنی پشت پر دور تک ان گاڑ لیے گہری نگاہوں کی چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ اور اسے ان نگاہوں سے کوفت نہیں صرف الجھن اور اسرار محسوس ہو رہا تھا۔

نجانے کیوں زیبا کے جاتے ہی وہ کیوں ایک دم خود کو ادھورا سا محسوس کرنے لگا تھا۔ بے دلی سے اس نے اپنا بیگ اور کتابیں سائیڈ ٹیبل پر دھریں اور خود بستر پر ڈھے گیا۔ بار بار نظروں کے سامنے زیبا کا دلکش مسکراتا چہرہ لہرا رہا تھا' بازگشت میں اس کا مترنم لہجہ سما رہا تھا اور دل تھا کہ اس کی حسین موہنی صورت کے نقب زنی لگانے پر بھی اس کا اسیر محبت ہو رہا تھا' وہ جا چکی تھی مگر اس کی خوشبو چہار سو پھیلی ہوئی تھی۔

❖......O......❖
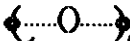
سبک روی سے چلتی ٹھنڈی ہوائیں ماحول کو بے حد خوشگوار بنا رہی تھیں' ہلکا نیلا آسمان سیاہ گھنگھور بادلوں کی لپیٹ میں گھرا آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا' لان میں پھول معطر ہواؤں سے لہرا کر جیسے مدھر سا گیت بکھیر رہے تھے۔ ان کی خوشنمائی دل میں بسیرا کر رہی تھی۔ چڑیاں چہچہاہٹ لیے موسم کا لطف لے رہی تھیں۔ فضا میں عجب نغمگی پھیلی تھی' وہ سب لان میں کین کی کرسیوں پر براجمان اس موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج پہلی مرتبہ یہاں آ کر کرن بوریت کا شکار نہیں ہو رہی تھی۔ اسے نجانے کیوں ریحان کو دیکھ کر دل میں تقویت کا احساس جاگزیں ہوتا تھا' وہ لفظ محبت سے نابلد تھی مگر جب بھی ریحان اس کے سامنے آتا وہ سب بھلا کر اسے ٹکر ٹکر دیکھنے لگتی تھی۔ یہ جانے بنا کہ اس میں اور ریحان میں زمین آسمان کا فرق حائل ہے۔ ریحان بے حد خوب صورت وجیہہ اور خوبرو لڑکا تھا' نہ صرف شکل وصورت میں

www.urdusoftbooks.com

بلکہ عادات واطوار میں بھی مثالی تھا۔ یہی اس کی خوبیاں تھیں کہ دادی جان نے اس کے یہاں رہنے کو کھلے دل سے قبول کیا تھا اور ہر لحظہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی میں جتی رہتی تھیں۔ دادی کو ریحان کو دیکھ کر کہیں یہ آرزو جاگ جاتی تھی کہ وہ ان کی پوتی زیبا کو پسند کرلے لیکن وہ اس حقیقت سے قطعی طور پر بے خبر تھیں کہ ریحان تو پہلی نظر میں ہی زیبا پر فریفتہ اور اس کی زلف کا اسیر ہو چکا تھا' چند ماہ بعد اس کا تعلیمی سلسلہ بھی مکمل ہونے والا تھا' پھر اس کا یہاں قیام کا کوئی جواز باقی نہ رہتا' کبھی کبھار یہی سوچ ریحان کو پریشان اور بے تاب کردیا کرتی تھی۔ کرن کن انکھیوں سے گہری سوچ میں گم ریحان کو دیکھ کر نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ کرن نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ ریحان زیبا میں گہری دلچسپی لیتا ہے اور خود زیبا ریحان کی نگاہوں کی تپش سے جیسے گھبرا سی جاتی ہے۔ یہ محض محبت کا شاخسانہ تھا۔ وہ جو دل کے نہاں خانوں میں ریحان کو چاہنے لگی تھی اب اسے کسی طور بھی کسی دوسرے شخص سے ریحان کی شراکت داری منظور نہ تھی' گھر والے کرن کی اس نئی عادت سے حیران تھے کہ وہ جو کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتی تھی' کتنے ماہ سے ادھر ہی ٹک گئی تھی' بقول کرن۔

”مجھے یہاں کی فضا راس آ گئی ہے۔“ جبکہ اصل معمہ تو کچھ اور ہی تھا' کرن کو اپنی بدصورتی کا مکمل طور پر احساس تھا' اس بدصورتی کا بدلہ وہ دوسرے لوگوں کو زچ کرکے لیتی تھی۔ اس کا نفسیاتی دباؤ جب حد سے سوا ہوجاتا تو وہ دوسروں کی خوشیوں کو چھین کر مسرت حاصل کرتی تھی' جس دن کرن آئی اس نے ریحان کو بار بار زیبا کی جانب کن انکھیوں سے تکتے ہوئے پایا تھا۔ کرن کو پہلے پہل تو یہ اپنا وہم لگا مگر پھر رفتہ رفتہ وہ اس حقیقت کا ادراک ہوجانے پر دل میں ہی سازشی منصوبہ تشکیل دیا۔ ریحان کا ہر وقت زیبا کے سامنے آتے ہی اس کے چہرے پر نگاہیں مرکوز کرنا' زیبا کا بھی غیر محسوس طریقے سے ریحان کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا' اس کے کمرے کی صفائی سے لے کر اس کے تمام کپڑوں کو استری کرکے قرینے سے طے لگا کر رکھنا' ریحان کے من پسند پکوان پکانا' ریحان کو گاہے بگاہے بنا کہے چائے پہنچانا اور سب سے بڑھ کر ریحان کی آمد کے اوقات میں زیبا کا ایک بے چین روح بن کر بھٹکنا' سب کچھ کرن پر آشکار ہو چکا تھا' اگرچہ وہ یہ بخوبی جانتی تھی کہ زیبا پر کسی بھی اہل خانہ کو ذرا سا بھی شک نہیں تھا کہ وہ ریحان کی محبت میں مبتلا ہوسکتی ہے' کیونکہ ریحان کے سامنے وہ نظر اٹھا کر بھی اس کو دیکھنے سے کتراتی تھی۔ نجانے کیوں جس کے خیالات کے تانے بانے وہ دن رات اب بننے لگی تھی اس کے سامنے وہ انجان بن جانے کی اتنی بہترین اداکاری کیونکر کرلیتی تھی' وہ ریحان کی نگاہوں میں جھانکنے سے کتراتی تھی' اسے خوف حائل تھا کہ اگر اس نے ایک بار بھی ریحان کی گہری محبت لٹاتی نگاہوں میں جھانکا تو وہ پتھر کی ہوجائے گی' اسی خوف میں وہ ریحان کو نظر انداز کر جاتی تھی مگر ریحان کو چپکے چپکے سے کسی اوٹ سے دیکھتی رہتی اور دل میں نرم کومل جذبے پروان چڑھتے رہتے تھے۔ ایسے ہی کسی وقت کرن نے زیبا کو کچن کی سے کھڑکی سے باہر لاؤنج میں ریحان کو تکتے ہوئے دیکھ لیا تھا' اگرچہ کرن سے نگاہ ملتے ہی زیبا نے اپنا رخ تبدیل کرلیا تھا مگر کرن نے اس کے چہرے پر بکھرے محبت کے الوہی جذبے ورنگ دیکھ لیے تھے' جو محض محبت کا ہی اعجاز ہوا کرتے ہیں۔ آج بھی دادی جان نے اس حسین موسم میں زیبا کو کہا۔

”زیبا جانی بچی ذرا اس ریحان کو بھی بلالا' سب اہل خانہ یہاں چائے کی چسکیاں لے رہے ہیں' وہاں بچہ بچارا اکیلا کمرے میں پڑا ہے۔“ وہ دادی کی بات پر گھبرا سی گئی تھی۔ یوں تن تنہا ریحان کا سامنا کرنے سے اس کی جان ہی تو جیسے چلی گئی تھی۔ زیبا نے بھی صاف انکار کردیا تھا۔

”چوبیسوں گھنٹے میں اس موصوف کی خدمت گزاری کے لیے وقف ہوکر رہ گئی ہوں' عجیب اکھڑ مزاج بندہ ہے' مجال ہے جو کبھی لفظ شکریہ ہی کہہ دے۔“ وہ پکوڑوں سے انصاف کرتی صاف مکر گئی تھی کہ وہ ریحان کو بلا کر نہیں

لائے گی۔ چاروناچار خود زیبا کو ہی ہمت مجتمع کر کے ریحان کے کمرے کی طرف جانا پڑا تھا' ریحان بیڈ پر نیم دراز کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ اس کی آہٹ پر بری طرح چونکا۔ پھر زیبا پر نگاہ پڑتے ہی ریحان ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کتاب سائیڈ پر رکھ دی' زیبا پر نگاہ پڑتے ہی اس کے اندر محبت کے نرم گرم جذبے پروان چڑھنے لگے تھے۔ زیبا نے اس کی نگاہوں میں جھانکا' جہاں اپنا عکس اس قدر واضح تھا کہ وہ گھبرا سی گئی تھی۔ پلکوں کی چلمن جھکا گئی تھی۔ گال محبت کی تمازت سے سرخ ہو گئے تھے۔ ریحان کی نگاہوں میں محبت کے دیپ جل اٹھے تھے۔ وارفتگی ہی وارفتگی تھی۔ اس کا دل اتھل پتھل ہونے لگا۔ اسے بھول ہی گیا کہ وہ یہاں کیا کہنے آئی تھی۔ ریحان کی نگاہوں نے جیسے اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی تھی' اس سے ہلنا بھی محال ہونے لگا تھا۔

''آئیں بیٹھیں۔'' ریحان کی آواز شدت جذبات سے مغلوب ہو کر بھاری ہو رہی تھی۔

''میں کتنے دنوں سے خود بھی آپ سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر اس لیے خاموش تھا کہ ایک تو میں آپ لوگوں کا احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں رہائش کی اجازت دی' میرا کوئی بھی اٹھایا ہوا قدم کسی کی دل شکنی کا سبب نہ بن جائے آپ میرا جس قدر خیال رکھتی ہیں اس کے لیے دل آپ کے لیے بے حد شکر گزار رہتا ہے' شاید احساس کے جذبے سے گندھے ہوئے رشتے کسی لفظ کے محتاج نہیں ہوتے مگر بسا اوقات یہ لفظ ہی ہوتے ہیں جو ہمارے احساسات و جذبات کو من و عن دوسرے کے دل میں تحلیل کر دیتے ہیں' میں آپ کے خلوص کا قدردان ہوں۔'' زیبا اس کی اتنی لمبی چوڑی گفتگو سے گھبرا کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخانے لگی۔

''دادی باہر آپ کو بلا رہی ہیں' لان میں آئیں چائے پی لیں۔'' وہ بمشکل جملہ ادا کر کے مڑنے کا ارادہ رکھتی تھی جب ریحان کے الفاظ اس کے قدموں کی زنجیر بن گئے۔

''کیا صرف دادی جان ہی مجھے یاد کر رہی تھیں' آپ نے بھی کہہ دیا ہوتا کہ میری یاد ستا رہی ہے۔'' ریحان کے الفاظ پر ایک مدھر شرگیں مسکان لیے وہ تیزی سے باہر بھاگ گئی۔ دل اتھل پتھل ہو رہا تھا۔ جذبات سنبھالنے کے لیے وہ ایک جانب راہداری میں کھڑی دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے میں محو ہو گئی تھی۔ محبت کے جذبے کس قدر خوب صورت ہوتے ہیں اور اگر یہ محبت دوطرفہ ہو تو زندگی اور بھی حسین ہو جاتی ہے' پھر اس خوب صورت شام میں نگاہوں ہی نگاہوں میں ریحان اور زیبا نے ایک دوسرے سے تاعمر ساتھ نبھانے کا عہد کر لیا تھا اور کرن یہ سب دیکھ کر بری طرح تلملا رہی تھی۔ اسے ریحان اچھا لگا تھا مگر اب کسی اور کی محبت بن کر وہ اس کی ضد بن گیا تھا۔ غصے اشتعال کی تیز لہر دباتی وہ وہیں بیٹھی منصوبے بناتی رہی تھی۔

O
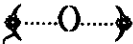
ڈور بیل کی آواز پر وہ بے زاری اور کسل مندی سے دروازے پر آئی۔

''کیا بات ہے گھر کے سب مکین کیا گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہے ہیں؟ کب سے دروازہ پیٹ رہا ہوں۔'' وہ زویا کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر بولا۔

شہیر صاحب کی جب بھی آمد ہوا کرتی تھی ان کی تیوریاں چڑھی ہی رہتی تھیں' اب تو وہ ان کے اس انداز کی عادی ہو چکی تھی۔ پھوپو کا لحاظ مروت نہ ہوتا تو وہ بے بھاؤ کی سناتی کہ کیا یاد کرتے موصوف۔

''ابھی ابھی میں خود کالج سے تھکی ہاری لوٹی ہوں اور باقی سب واقعی سو رہے ہیں۔ ذرا وقت دیکھیں اپنی آمد کا......اب اس وقت کھانے کے بعد آپ کو معلوم ہی ہے کہ دادی جان قیلولہ فرماتی ہیں اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کی آمد ہونے والی ہے' ورنہ ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لے کر قطار میں کھڑے ہوتے۔'' وہ بجائے اس کی اس طنزیہ گفتگو پر غصہ ہونے کے نجانے کیوں مسکرا اٹھا۔

اتنے دنوں بعد وہ دکھائی دی تھی اور آج بھی اس کا انداز وہی تھا جولانی پُر شعلہ بیانی عروج پر تھی۔ شہیر کو

شروع سے ہی دبو قسم کی لڑکی پسند نہ تھی...... وہ چاہتا تھا کہ اس کی شریک سفر بھی ایسی ہی ہو جو زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جی سکے اور اس کے دوبدو قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ دل کے کسی کونے میں اس کی انتخاب نظر اسی پر جا ٹھہری تھی' مگر کم بخت دل تھا کہ اسے دیکھ کر لگامیں چھوڑ کر سرپٹ دوڑنے لگتا تھا۔ وہ شوخ نگاہوں سے اس کا الجھا ہوا انداز اور بکھرا ہوا حلیہ اور کچی نیند سے جاگنے سے آنکھوں میں بسے سرخ ڈورے دیکھ رہا تھا۔ جو سیدھا دل میں اترتی اس کے دل کے تار چھیڑے بالکل بے فکر تھی۔

"اب آ ہی گیا ہوں تو یار اچھی سی اپنے ہاتھوں کی چائے تو پلا دو سیدھا آفس سے ادھر ہی آ رہا ہوں اور ہاں امی کہاں ہیں نہ کرن دکھائی دے رہی ہے' بلاوے پر بلاوے تو خوب آ رہے تھے میرے لیے۔" شہیر نے ماں اور بہن کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔

"آج سب کا شاپنگ کا پروگرام بن گیا تھا' آپی اور کرن سب مل کر پھوپو کے ساتھ گئے ہیں ظفری بھی ساتھ ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا اور سیدھا کچن کا رخ کیا' اس وقت تو اس کی مدد کے لیے زیبا بھی نہ تھی اور اب وہ اتنی بے مروت بھی نہ تھی کہ ایک کپ چائے کا بھی پیش نہ کرتی...... اور پھر اس کے لیے وہ امی یا آنٹی کو بھی ڈسٹرب نہیں کر سکتی تھی۔

وہ کیتلی میں چائے تیار کر رہی تھی' وہ بھی کچن میں اس کے پاس بیٹھا ہوا اس کے کاموں کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کھانا کھائیں گے کیا؟" اس نے مروتاً پوچھا یا شاید اسے پھوپو کی آمد کے بعد تابڑ توڑ سوالات کا اندیشہ لاحق تھا۔

"ہونہہ' نہیں کھانا نہیں کوئی ہلکی پھلکی شے ہو تو دے دو۔" وہ اچانک اس کے سراپے میں الجھا ہوا سیدھا ہوا۔

"میں ردیکھتی ہوں۔" کباب تل کر اس نے سینڈوچ بنایا اور ساتھ میں گرما گرم بھاپ اڑاتا چائے کا کپ بھی اس کے عین سامنے رکھا' وہ مسکرا دیا۔

"ویسے اچھی لگتی ہو کام کرتی' ہر وقت نکموں کی طرح بس کھانے پر ہی تو جہ دیتی ہو آج پوری امور خانہ لگ رہی ہو۔" وہ شہیر سے اس انداز اس بات کی ہرگز توقع نہیں کر رہی تھی' شہیر کا انداز عموماً اس کے ساتھ محتاط ہوا کرتا تھا یا شاید اس وقت وہ تنہائی کے سبب اس سے کھل کر محو گفتگو تھا۔ کیونکہ پھوپو جان کو اپنے اس اکلوتے سپوت پر گہری نگاہ رکھنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کی نگاہوں کے پیچھے بھی وہ چوکسی سے پہرہ دیا کرتی تھیں۔

"کیا کرتی رہتی ہو سارا دن؟" وہ شاید اکیلے بیٹھنا پسند نہ کرتا' اس لیے وہ بھی پاس موڑھا رکھ کر بیٹھ گئی۔

"آخری سمسٹر ہے' اس کے بعد فارغ۔" اس نے مختصراً بات کہہ کر جیسے اپنے ہاتھ جھاڑے۔

"ہونہہ' کچھ سوچا ہے جیون ساتھی' شادی کے بارے میں' آئی مین اس کے بعد تو تم لڑکیاں شادی کو ہی ترجیح دیتی ہو' مزید تعلیم تو حاصل نہیں کرو گی ناں اور پھر ایک دن انجام تو شادی ہوا کرتا ہے۔" وہ نجانے کیا پوچھنا چاہ رہا تھا' اس کی بات کا مقصد صرف وہی جانتا تھا' اس کا دل کرتا تھا کہ وہ کھل کر اظہار کر دے' مگر پھر اسے حوصلہ ہی نہ ہوتا تھا' وہ بھی تو خونخوار کٹ کھنی بلی کی طرح ہر وقت پنجے مارنے کو بے قرار رہتی تھی۔

"شادی کا میرا فی الحال کوئی ارادہ نہیں' مزید تعلیم حاصل کروں گی اور شادی تو میں من پسند کروں گی۔" وہ اپنی ہی رو میں بولتی رہی اور وہ اس کی اس گل فشانی کو خاصی دلچسپی سے سن رہا تھا' سینڈوچ کھا کر وہ اب چائے کے سپ لے رہا تھا اور نظریں اس کے پُر شباب حسن پر آویزاں تھیں' کتنی دلکش لگ رہی تھی اس ملگجے سے حلیے میں بھی...... کسی اپسرا کی مانند تبھی آہٹ پر وہ دونوں چونکے۔

"لگتا ہے سب آ گئے ہیں؟" وہ پُر جوش سی اٹھی اور اس کے عقب میں کپ رکھتے وہ بھی باہر نکل آیا۔

سامنے ہی پھوپو اور کرن کے ہمراہ زیبا شاپرز کا انبار لیے کھڑی تھی۔ پھوپو نے تیز نگاہوں سے شہیر اور اسے

ایک ساتھ کچن سے باہر نکلتے دیکھا تو پُرسوچ نگاہوں میں ٹٹولی۔

"آ گئے تم؟" پھوپو نے پوچھا تو شہیر سے تھا مگر نجانے ان کی نگاہیں زویا کے چہرے پر کیا تلاش کر رہی تھیں۔

"جی اور آپ کیا شاپنگ کرتی رہی ہیں۔ لگتا ہے سارا بازار ہی خرید لائی ہیں۔" شہیر نے ہنس کر کہا تو کرن پُرجوش سی بھائی سے لپٹتی ہوئی اسے اپنی خریدی ہوئی شاپنگ دکھانا شروع کردی اور وہ پھوپو کی تیز نگاہوں سے چھپنے کے لیے سیدھا کمرے میں آ گئی۔

نجانے کچھ نگاہیں کیسی ہوتی ہیں لگتا ہے جسم کے آر پار اتر رہی ہوں' چبھتی ہوئی نگاہیں۔

......()......

کیمپس میں وہ مخصوص نشست پر بیٹھی ہوئی اپنی عزیز ترین دوست ارم کا انتظار کر رہی تھی' جو لائبریری سے بکس ایشو کروانے گئی تھی۔ عموماً وہ بھی اس کے ساتھ ہی جاتی تھی مگر آج اسے نوٹس بنانے تھے اس لیے وہ سر حماد کے تیار کردہ نوٹس کو سیٹ کرنے میں منہمک تھی' جب مردانہ گمبھیر آواز پر وہ چونکی۔

"کیا بات ہے...... مے آئی ہیلپ یو؟" آواز سن کر وہ بری طرح چونکی۔

وہ یونین لیڈر تھا اور نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں اس کا شاندار ریکارڈ تھا۔ زریاب کی دوستانہ مسکراہٹ کے جواب میں وہ بالکل خاموش سی ہوگئی تھی۔ اسے حیرت ہوئی کافی دنوں سے وہ نوٹ تو کر رہی تھی کہ زریاب اس میں دلچسپی لے رہا ہے مگر وہ اسے اپنی خام خیالی سمجھ کر اسے مسلسل نظر انداز کر رہی تھی مگر آج اسے زریاب کی اس ہمت پر خاصی حیرت ہوئی۔ شاید ارم کا ساتھ نہ پا کر اسے شہہ مل گئی تھی وہ ایک سلجھا ہوا انسان تھا' صرف زویا کو اس کے انداز پسند نہ تھے' جو بالخصوص اسی کے لیے تھے۔ ورنہ وہ ایک سنجیدہ مزاج بندہ تھا' ہر کوئی اس کی تعریف میں رطب اللسان رہا کرتا تھا۔ وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور شریف سالڑکا جانا پہچانا جاتا تھا مگر اسے اب زریاب سے شکایت سی ہونے لگی تھی...... اس کے رستے میں ہر وقت نظریں بچھائے رہتا اور جیسے ہی وہ نظر آتی اور نظروں کا تصادم ہوتا تو ایک مسکراہٹ ضرور اس کی جانب اچھال دیا کرتا تھا' وہ اس کی اس مسکراہٹ کے جواب میں جتنی سنجیدگی صورت پر طاری کر سکتی تھی کرلیا کرتی تھی' اس وقت بھی اس کی اس فراخدلانہ آفر کے جواب میں اس نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر بیزاری سے بولی۔

"آپ میرے لیے زحمت نہ کریں' مجھے کوئی مسئلہ درپیش ہوا بھی تو میں اپنے معاملات خود ہی حل کرنے کی عادی ہوں۔ آپ اپنی یہ جانفشانی والی عادت دوسری لڑکیوں کے لیے بچا کر رکھیں۔ انہیں اس طرح کی دلجوئی' دلنوازی کی خاصی ضرورت رہتی ہے۔" وہ نجانے کیوں اتنی تلخ ہو رہی تھی' اسے خود بھی اندازہ نہ تھا' شاید اتنے عرصے سے وہ زریاب کے انداز واطوار سے بری طرح زچ ہوچکی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے زریاب کا چہرہ تاریک ہوا' مرجھائے ہوئے انداز میں وہ واپس پلٹا مگر ارم نے آتے ہوئے زریاب کو اس سے بات کرتے اور جاتے دیکھ لیا تھا۔ تبھی ارم پاس آ کر اس کے کان میں بولی۔

"کیا اظہار محبت کر رہا تھا بیچارہ؟" ارم نے حظ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے میرے ہاتھوں سے مرنا تھا کیا' جو اظہار محبت کرنے کی جرأت کرتا۔" وہ بے دلی سے بولی۔

زویا گھر بھر کی لاڈلی چہیتی اور سر چڑھی تھی' اسے کسی کی بھی ہمدردی محبت' دلنوازی و دلبری کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ وہ نا سمجھ بھی نہ تھی' گھر میں شہیر اور یہاں زریاب...... وہ اب اس طرح کی نظروں کو پرکھنے اور سمجھنے لگی تھی...... شعور کی منزل پر قدم رکھتے ہی ازخود ساری سمجھ آ جایا کرتی ہے۔ مگر اس کا مقصد تو اعلیٰ تعلیم کا حصول تھا' وہ ابھی شادی بیاہ کے جھنجٹ میں پڑنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

کچھ دنوں تک وہ زریاب کے ساتھ ہونے والی تلخ

ورثش گفتگو کو سرے سے بھلا چکی تھی وہ خالی پیریڈ میں ارم کے ساتھ کینٹین میں آئی۔ یہاں کی کینٹین کی بریانی بے حد رغبت سے وہ کھایا کرتی تھی کم عمر ملازم لڑکا اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"باجی بریانی لاؤں؟" وہ اس کے آرڈر دینے سے پہلے ہی جھٹ بولا۔ اب تو اس کی بریانی کی لت کی خبر اس لڑکے کو بھی ہوگئی تھی وہ ہنس دی پھر کچھ توقف کے بعد وہ بریانی پلیٹ میں لے آیا' وہ اور ارم کھانے کی طرف متوجہ ہوگئیں تھیں۔

"دیکھو تو لگتا ہے کوئی جھگڑا ہو رہا ہے۔" وہ ارم کی بات پر چونکی' سامنے ہی زریاب کچھ لڑکوں کے ٹولے کو بری طرح سے مار رہا تھا۔ ساتھ میں مار کھا بھی رہا تھا...... مگر ہمت برقرار تھی۔ شاید اس گروپ کے کسی لڑکے نے کسی لڑکی کو چھیڑتے زبان درازی کی تھی۔

زریاب کی اس عادت کی تو وہ بھی دل سے معترف تھی کہ وہ لڑکیوں کی عزت کرتا تھا اور کروانا بھی جانتا تھا۔ تمام کالج میں اس کا یہی انداز تھا' وہ اس طرح کی پہچان لے کر یہاں زیر تعلیم تھا' اس وقت زریاب کے دوست شاید بروقت موقع پر موجود نہ تھے' تبھی زریاب ان چاروں لڑکوں سے اکیلا ہی لڑ رہا تھا۔ زریاب کا ہونٹ پھٹ گیا اور اب اس سے خون رسنے لگا تھا' وہ نجانے کیوں زریاب کو اس طرح مار کھاتے دیکھ کر بری طرح پریشان ہو رہی تھی بس وہ ایک لمحہ ہی ادراک کا تھا جب اس نے یہ جانا کہ وہ بھی زریاب کے لیے اپنے دل کے کسی حصے میں نرم گوشہ ضرور رکھتی ہے مگر وہ ان احساسات کو کوئی بھی نام دینے سے قاصر تھی۔ تبھی کسی طرح اس کے دوستوں کو دوسرے لڑکوں نے اطلاع دے دی تھی اور یوں ان کے آتے ہی معاملات سلجھ گئے تھے' اب ان چاروں لڑکوں کی پیریڈ کلاس آفس میں ہوئی تھی' اور وہ چاروں سر جھکائے زریاب کے پیچھے چل رہے تھے۔

محبتوں کا انبار ہے
پھر بھی دل اداس کا سا
احساس ہے
ہر آن ہر آہٹ......!
بے کل کیسے دکھتا ہے
کسی ایک کی چاہت کا
تمنائی رہتا ہے......!
وہ جو دل کے بہت خاص ہے
یا دل کا امین ہے
یا کوئی بے نام سا رشتہ ہے
پر پھر بھی اپنے مرنے کا شدت سے
احساس دلاتا ہے
ساون کی بھیگی رت میں
موسلا دھار بارشوں میں
وہ خاص میں ہر وقت
اپنے پاس محسوس کرتی ہوں
یہ کیسا گورکھ دھندا ہے
یا کہیں پر عشق کا پھندا ہے......!!

وہ واقعی عشق کے گورکھ دھندے میں قدم رکھ چکی تھی۔ تبھی تو اب اسے زریاب کے لیے فکرمندی بھی ہو رہی تھی کہ نجانے اسے چوٹیں نہ آئی ہوں' اس کا تفکر زدہ چہرہ ارم نے بے ساختہ گہری نگاہ سے دیکھا۔ اس کا اب بریانی کھانے کا مزید کوئی ارادہ نہ تھا تبھی بے دلی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ارم اس کی کیفیت کا کچھ کچھ اندازہ لگا چکی تھی مگر اس وقت اس نے خاموشی ہی بہتر جانی اور اس کے ہمراہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ یوں بھی نئی کلاس کا وقت بھی ہو چکا تھا' زویا خالی الذہنی کی کیفیت سے دو چار کلاسز لیتی رہی اور ذہن زریاب میں ہی اٹکا رہا تھا۔

◆......()......◆

امبر کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا اور اب اس کے علاوہ دوسرا اہم مسئلہ تھا ذکیہ آپی کی ناراضگی کا۔ اس نے ایک طرح سے اپنی خفگی کا اظہار بھی کیا اور کچھ اس انداز میں کہ امبر کا رشتہ استوار ہونے سے پہلے ہی دم توڑ گیا تھا۔ امبر کی نگاہوں میں سجنے والے خواب دم توڑ گئے تھے۔ وہ اب

بہت مایوس رہنے لگی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد گھر میں رہنا ہی اب اس کا مقدر تھا۔ شادی کا خانہ شاید اس کے مقدر میں رقم نہ تھا' کیونکہ اب وہ اس لفظ سے چڑنے لگی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اب پھر کسی نئے آنے والے رشتے میں پھر کوئی نیا سلسلہ کوئی نیا مسئلہ نکل آئے گا۔ اس میں مزید شوپیس بننے کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ عجیب سی بات تھی ان تمام آنے والے رشتوں میں جو ایک تواتر سے آئے تھے کسی بھی رشتے میں اس پر عیب زنی نہ کی جاسکتی تھی' اور کسی بھی رشتے کے رد ہونے میں اس کا قطعاً کوئی قصور نہ تھا۔ پھر بھی اب وہ اپنے آپ کو اپنے والدین کے لیے بوجھ تصور کرنے لگی تھی۔ اسے اپنی ماں اپنے باپ کی نگاہوں میں جھلکتی فکرمندی دیکھ کر سخت اذیت ہوا کرتی تھی۔ ان کی نگاہوں سے ہویدا ہوتی فکر میں درد و اذیت تھی' مگر ذکیہ آپا ان تمام رشتوں کو دکھ دے کر نجانے کون سی روحانی مسرت حاصل کیا کرتی تھی' اس نے تو جیسے قسم کھالی تھی گھر کے مکینوں کو رسوائی اور دکھ کی اتھاہ میں دھکیلنے کی' امبر نے بھی خود کو اپنے کمرے تک قید کرلیا تھا' گھر گرہستی کے کاموں سے فارغ ہوتے ہی کمرے میں گھس جاتی لگتا تھا جیسے وہ اپنے والدین کی نگاہوں سے ہراساں ہو۔ کچھ دن بعد ذکیہ آپا نے اس کی مسلسل چپ کی وجہ سے اسے گھیر لیا۔

''پگلی تو کیا سمجھتی ہے کہ میں تیری دشمن ہوں' تیرا برا چاہتی ہوں' میں نے جو دکھ جھیلا ہے' وہ تجھے کیا معلوم ایک ناپسندیدہ انسان کے ساتھ جینے اور زندگی گزارنے کے لیے دل گردہ کی ضرورت ہوتی ہے' کسی نہ چاہنے والے انسان کے ساتھ زندگی کا لمحہ لمحہ جاں گسل ہوا کرتا ہے' اپنا من مار کر اپنا آپ اندر دفنا کر زندگی جینی پڑتی ہے' تو نے ابھی زندگی کے نشیب و فراز دیکھے نہیں ہیں اگر میں کسی بھی رشتے کے لیے چھان بین کے لیے اصرار کرتی ہوں تو وہ میری چاہت ہے' بے لوث محبت ہے تمہارے لیے۔''

نجانے ذکیہ کی بات میں کتنی صداقت تھی مگر اب امبر اتنی گستاخ اور بدتمیز بھی نہ تھی کہ منہ بھر کر جواب دیتی' یا اس کے سامنے زبان درازی کرتی' سو بالکل خاموشی سے بہن کی نصیحتوں کو سنتی اور اثبات میں سر ہلاتی رہی' ورنہ دل تو یہ بھی چاہ رہا تھا کہ پوچھے ''آپا یہ کون سی محبت ہے جو اس کی خوشیوں کی راہ میں حائل ہے؟ یہ کیسی بے لوث چاہت ہے جو اپنے ہی والدین کی آنکھوں میں اٹڈتی تفکر کی لکیریں نہیں دیکھ پا رہی ہے' مگر وہ لبوں پر قفل لگائے ذکیہ آپا کی نصیحت پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''تم نے بتایا نہیں کہ ریحان کیسا ہے' تمہیں تو معلوم ہی ہوگا میں کہے دیتی ہوں کہ جوان اکلوتے لڑکے کو اس قدر ڈھیل دینے کی ضرورت نہیں ہوتی کل کلاں وہاں کسی سے محبت کی پینگیں بڑھا لیں اور من پسند لڑکی لے آیا تو پھر کیا ہوگا؟ یہاں تو کوئی میری سنتا ہی نہیں' نہ ہی میری باتوں پر کان دھرتا ہے' کل کلاں ایسا ہوا تو رونے تو میرے کندھے پر آجائیں گے سب۔'' ذکیہ آپا بات تو امبر سے کررہی تھی مگر سنا سامنے تخت پر بیٹھی ماں کو رہی تھی جو اس وقت سبزی کاٹ رہی تھیں۔ جانتی تھیں کہ بیٹی تو گھر سے منہ اندھیرے یہاں چلی آئی ہے پیدہ سحر کے ہوتے ہی اسے یہاں آنے کی جلدی ہوتی ہے' وہ مارے باندھے اپنے میاں عثمان کی نوکری کے جانے تک ہی اپنے آپ پر بندھ باندھ کر رکھتی ہے' جونہی عثمان گھر سے نکلا نہیں کہ وہ بھی سیدھا ادھر کا رخ کرتی اور کسی دن عثمان گھر پر ہو تو وہ ادھر نہیں آیا کرتی تھی' کیونکہ عثمان اس معاملے میں سخت گیر انسان تھا اور وہ تو اسے سمجھایا کرتا تھا۔

''اری نیک بخت تقدیر کا لکھا سمجھ کر اس ساتھ کو قبول کرلے' کیا کوئی شخص اپنی تقدیر سے بھی لڑسکتا ہے؟'' وہ عثمان کی گہری سانولی رنگت' کم تعلیم یافتہ ہونے اور چھوٹا قد ہونے کو بے حد ناگواری سے دیکھا کرتی اور دل ہی دل میں کڑھا کرتی تھی۔

محبت کا پرندہ تو اپنے پر ہی نہ پھیلا سکا تھا' تقدیر کے چابک نے اس کے سارے روپہلی کرنوں والے خوابوں کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی تھیں۔ اس نے عثمان کا ساتھ

مجبوراً طوعاً وکرہاً قبول کیا تھا اور اس کی ماں کو اب برداشت کرنے کا حوصلہ اور سکت اس میں نہ تھی' نہ ہی وہ اتنی باظرف اور ملنسار تھی' دوسرا وہ اس معاملے میں دردانہ کو ہی قصور وار سمجھتی تھی اگر دردانہ اس رشتے کے لیے اس قدر اصرار نہ کرتی اور بھائی کو غیرت نہ دلاتی تو شاید آج وہ بھی اپنی بے پناہ حسن وخوب صورتی کے سبب کسی شہزادے کے ساتھ زندگی بسر کررہی ہوتی' آسودگی اس کا مقدر ٹھہرتی...... نارسائی کے عذاب ناگ بن کر اسے نہ ڈستے......قلب وجان میں اداسی اپنی شدتوں کے ساتھ پنجے نہ گاڑتی......زندگی میں خوشیاں ہلکورے لینے لگتی' مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا' اب اسے عثمان کے جاتے ہی وہ گھر مزید جہنم لگنے لگتا تھا۔

ایک لڑکی کسی بھی گھر کو اس لیے اپنا لیتی ہے اس کی ہر شے کو دل سے لگا لیتی ہے کیونکہ وہ اس گھر کے اصل مکین سے بیاہ کر منسوب ہو کر اس پرائے گھر میں بھی محبت کے انوکھے جذبے تلاش کرلیتی ہے' مگر کبھی اس کا دل کسی طور بھی اس رشتے کی قبولیت میں مانع ہو تو دل ہر شے کو اپنانے سے منع ہی کردیتا ہے' ہر رشتہ تو اس ایک رشتے سے منسلک ہو کر زندگی میں آتا ہے' اگر مجازی خدا کا رشتہ ہی دل کا رشتہ نہ بن سکے تو باقی ماندہ تمام جذبے تمام رشتے بھی محض کاغذ کا پھول ثابت ہوتے ہیں جن کی خوب صورتی بظاہر دل کو موہ لیتی ہے' دیکھنے والی ہر آنکھ اس کاغذی پھول سی دل اور آنکھیں خیرہ کرسکتی ہے مگر یہ کاغذی پھول بنا خوشبو اور چمک کے بالکل بے جان ردی کے ٹکڑے سے زائد اہمیت نہیں رکھا کرتا۔ اس کی ترجیحات میں عثمان اور اس کے اہل خانہ ہرگز شامل نہ تھے۔ اب اس کی ترجیحات اپنی ناآسودگیوں کا بدلہ لے کر اپنی نارسائی اور جگ ہنسائی کا حساب برابر کرنا تھا۔ جو اذیت اس کی آنکھوں میں ریت بن کر روز موجب تکلیف تھی۔

اب وہی درد واذیت وہ اس کے کرنے والے افراد کو ودیعت کرنا چاہتی تھی۔ جب وہ روز دردانہ کو اس بڑھاپے میں گھر کی جھاڑو دیتے تنہا چھوڑ آتی تھی اور کبھی اس نے مڑ کر دیکھا تو دردانہ کی نگاہوں کی پہنچتی ہوئی حسرت اس کے دل پر زرم پاہے رکھتی تھی' ان آنکھوں کی محرومی جو ایک اچھی بہو کو ترس رہی تھیں' اس کے اندر سلگتے ہوئے جوالا مکھی کو ٹھنڈا کردیتی تھیں۔ عثمان کا موڈ بھی خراب ہوتا اور پھر اس سے کئی دن تک کلام بھی نہ کرتا تھا مگر اس سے ذکیہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا' جس کی قرب سے اس کا دم گھٹنے لگتا تھا اس کی خفگی اس کے لیے سکون کا باعث بننے لگتی تھی' وہ تو دل سے دعا کرتی تھی کہ عثمان اس رنجش کو برقرار رکھے اور وہ اس طرح اس سے خفا رہے تاکہ وہ اس وبال جان رشتے کی ڈور میں بندھی اس کے ناگوار قرب کی ذہنی اذیت سے بچ سکے' مگر عثمان بھی نہ جانے کس مٹی سے بنا تھا' اس سے زیادہ دن تک ناراض رہ ہی نہ سکتا تھا' بالآخر روٹھتا بھی وہی تھا اور مناتا بھی وہی تھا اور جب عثمان سیدھا ہوجاتا تو وہ ٹیڑھی ہوجاتی تھی' مگر عثمان واقعی اس کے رعب حسن میں تھا' گوڈے گوڈے محبت میں ڈوبا ہوا اور دردانہ کے دکھ کو چاہ کر بھی عثمان دور نہ کر پاتا تھا' اس کی بوڑھی ماں اکیلے گھر کے سارے کام کرتی تھی اور ایسے میں شرم سے چور بھاوج (ذکیہ کی ماں) بطور معذرت سالن پکا کر ذکیہ کے ہمراہ ہی بھیجا کرتی تھی' کیونکہ وہ جانتی تھی کہ دردانہ اس بڑھاپے میں یہ سب کام نہیں کرسکتی' کپڑے دھونا' گھر کی صفائی ستھرائی' کچن کے بکھیڑے' وہ تو کھانا بھی خود ہی پکانا چاہتی تھی مگر یہاں سے فون کرکے وہ منع کردیتی تھی' سو دردانہ کو اتنا سا ہی آرام ملا کرتا تھا۔ مگر یہ اس مسئلے کا حل تو ہرگز نہیں تھا روز روز کے جھگڑے ناراضگیاں اور اس کے بعد دلوں میں پڑنے والی دراڑ سے گھر کی فضا میں عجیب سا بوجھل پن آگیا تھا۔ گھر کی فضا میں ایک ٹھہراؤ تھا' جس میں ہر رشتہ ایک دوسرے سے اکھڑا ہوا لگتا تھا اور اس سب کی اصل ذمہ دار ذکیہ تھی' مگر وہ ذمہ دار ہو کر بھی خود کو مورد الزام ہرگز نہ ٹھہراتی تھی' اس کے خیال میں اس کے ذمہ دار اصل میں تو اس گھر کے بڑے تھے جنہوں نے اپنے رشتے کو مضبوط گانٹھ میں باندھنے

کے لیے بچوں کی زندگی کی خوشیاں داؤ پر لگادی تھیں' مگر اب وہ اپنی حرکتوں سے اس رشتے کی اصل خوب صورتی کو بھی داؤ پر لگا گئی تھی۔ دردانہ اور عابد میں اب فاصلے پیدا ہوگئے تھے۔ ایک تو دردانہ نے عابد اور فائزہ کی تربیت پر بھی سوال اٹھایا تھا کہ وہ لوگ ایک بیٹی کی اچھی اور صحیح سمت میں تربیت نہ کرسکے تھے۔

فائزہ تو یہ سنتے ہی رونے لگی تھیں' جبکہ عابد کا سر شرم سے جھک گیا تھا' ان کے پاس اس بات کا کوئی جواب بھی تو نہ تھا' عابد صاحب درحقیقت کسی نہ کسی کے سامنے جھکنے والے بندے تھے' جو جس راہ چلاتا چل پڑتے تھے' بہن کا حکم کیسے ٹالتے جبکہ گھر میں تو انہوں نے ذکیہ کو سر چڑھا رکھا تھا' ساری عمر ذکیہ کا ہر ارمان بلا جھجک پورے کرنے والے عابد اس مرتبہ ذکیہ کی ضد اور اس کے انکار کو اہمیت نہ دے سکے تھے۔ اس کے برعکس انہوں نے اپنی بڑی بہن کا حکم مانا تھا اور وہی ایک لمحہ وفا تھا جو ان کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔ ان کے گھر کا سارا سکون درہم برہم ہوکر رہ گیا تھا۔ کوئی ذکیہ سے کیا کہتا وہ تو پہلے ہی غموں کا اشتہار بنی پھرتی تھی' اس پر اس کی اپنی حقیقتوں کا آشکار کرنا مزید وبال جان بن سکتا تھا۔

ذکیہ ماں کو دیکھ کر دھیما سا مسکرائی' ماں کی فکر مندی اور امبر کا مایوس انداز اس کے اندر خوشیوں کے ہلکورے لینے لگا تھا وہ مطمئن سی بھنڈی گوشت کے پکنے کا انتظار کرتی رہی' ساس کے لیے بھی تو لے کر جانا تھا۔ جو منتظر نگاہوں سے بیٹھی ہوگی۔ اچانک دردانہ کا خیال آتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے میٹھے بادام کھاتے ہوئے ایک دم سے منہ میں کڑوا بادام آ گیا ہو۔ اس نے اپنا دھیان بٹانے کے لیے ٹی وی کی آواز بڑھائی اور سامنے صوفے پر نیم دراز ہوکر مگن سی ٹی وی دیکھنے لگی۔ کچن سے ماں نے اس منظر کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

......()......

زریاب کافی دنوں بعد یونیورسٹی آیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر نجانے کیوں کھل سی گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی محبت

نے اسے کشاں کشاں زریاب کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟" فکرمندی سے زریاب سے سوال کیا۔ تفکر زدہ چہرہ اس کی محبت کا ہی مظہر تھا وہ اس وقت اپنی کنول آنکھوں میں گہری تشویش لیے اس کا بازو پٹی میں لپٹا ہوا دیکھ رہی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے تو زریاب کو اپنی خوش بختی پر یقین بھی نہیں آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ محبت ایک سراب ہوتی ہے اگر یک طرفہ ہو تو انسان اس میں خوار ہو جاتا ہے اور اگر یہی محبت دو طرفہ ہو تو دو دلوں میں محبت کے پھول کھلا کر ایک نئی داستان رقم ہوا کرتی ہے اگرچہ محبت کے الوہی جذبے کسی بھی کاوش کے مرہون منت ہرگز نہیں ہوا کرتے اس میں بے لوث' بے غرض جذبے ہوتے ہیں' محبت کا بیج دل کی زمین میں نمو پا کر دل میں ہی کھلتا ہوا گلاب کھلا دیتا ہے' انسان خودنمائی کے خول سے نکل کر خود ستائشی سے میرا محبوب کی ستائش وخوبیوں میں کھو جاتا ہے' اس وقت اپنے محبوب کو درد کی وسعتوں میں گھرا دیکھ کر وہ بے حد فکرمندی لیے کھڑی دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

"میں اب قدرے بہتر ہوں میں گاؤں چلا گیا تھا' میں نے کبھی آپ کو بتایا نہیں میں یہاں ہاسٹل میں رہتا ہوں اور اصل آبائی گھر تو میرا گاؤں میں ہے۔ وہیں تھا اماں کے پاس اپنی رانو کے پاس۔" وہ خوش گفتاری سے گویا ہوا۔

"یہ رانو کون ہوگی؟" وہ دل ہی دل میں کلس کر رہ گئی۔ وہ بنا کوئی بات پوچھے اس سے توقعات کا بندھن باندھ بیٹھی تھی' ایک امیدوں کا دھاگہ اس سے بندھ گیا تھا۔ اس نے تو دل کے تار اس سے جوڑ لیے تھے یہ بھی نہ سوچا کہیں وہ پہلے سے کسی سے منسوب نہ ہو گر اس محبت کا ہی تو سارا کیا دھرا تھا جو انسان کو گھیر کر کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس کے چہرے کے پھیکے سے رنگ دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا پھر کچھ سمجھ کر بے ساختہ ہنس دیا۔

"رانو میری چھوٹی بہن ہے جا کا نام رانیہ ہیں' میں اسے پیار سے رانو کہتا ہوں۔" زریاب کا لہجہ کتنا تفاخر لیے ہوئے تھا۔ جو محبتوں کی معراج تھا۔

ان دونوں کا رشتہ وہی تھا' جو پھول کا خوشبو سے' بادل کا بارش سے' سُر کا تال سے' چاند کا رات سے' سوچ کا سماں سے اور دل کا دھڑکن سے ہوا کرتا ہے۔ محبت میں بنا پنکھ کے ہی محو پرواز ہو کر انسان دور تلک خوابوں کے جزیرے کا سفر طے کرتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس میں کسی کھاد یا پانی سے پروان چڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی' محض توجہ' محبت' اپنائیت سے یہ رشتہ ہر گزرتے دن کے ساتھ پھلنے پھولنے لگتا ہے۔

زویا نازک اندام' خوش گفتار' بے حد دلکش سراپے کے ساتھ سرخ سفید چہرے پر تیکھے نین نقش سید ھا دل میں جاں گزیں ہوتے تھے' وہ اپنی قسمت پہ نازاں تھا کہ محبت پر لبیک کہہ کر زویا نے اس کے جذبوں کو دوام بخش دیا تھا۔ زویا کے سرخ گال مانند گلاب' مشام جاں کو معطر کرتے تھے۔ وہ بڑی غزالی آنکھیں اس کا اپنا ہی عکس اسے دکھلا کر اس کے چمن دل میں پھول کھلا رہی تھیں۔ پھر ان میں کوئی جھجک مانع نہ رہی' ہر فنکشن میں ہر جگہ یونیورسٹی میں وہ ساتھ ساتھ دکھائی دینے لگے تھے۔ زریاب کی متلاشی نگاہیں زویا کو دیکھتی تو دل بھی سیراب ہو جاتا تھا' محبت کے انوکھے اڑن کھٹولے میں وہ دونوں محو پرواز تھے اور محبت کے دھنک رنگ زویا کے چہرے پر ثبت ہو کر رہ گئے تھے۔ محبت کی معراج تھی کہ وہ ہر طلوع ہونے والے دن میں پہلے سے زیادہ حسین ہونے لگی تھی' بات بے بات کھلتے لب اس کی محبت کا معراج تھے۔

◆......O......◆

"ارے یہ فرنی کس کے لیے پکائی ہے تم نے؟" سلمٰی بیگم نے متعجب ہو کر زیبا سے پوچھا تو وہ لمحہ بھر کے لیے تو ٹپٹا کر رہ گئی کہ کیا جواب دے پھر جھٹ بولی۔

"میں نے زویا کے لیے پکائی ہے وہ فرمائش کر رہی تھی۔" جلدی جلدی میں کوئی اور جواز نہ مل پایا تھا' کیسے کہہ دیتی کہ اسے جب سے معلوم ہوا ہے کہ ریحان کو فرنی بے حد پسند ہے تب سے وہ یہ پکانے لگی ہے پھر فرنی پر ہی

کیا منحصر وہ تو اب ریحان کی ہر پسند ناپسند کا خاص خیال رکھنے لگی تھی۔ یہ بھی محبت کا غماز تھا کہ وہ بنا کہے ہی اس کی ساری فرمائشوں کو پل بھر میں جاننے لگی تھی۔ ریحان واپس لوٹتا تو کمرہ نکھرا ہوا ملتا۔ اس کی تمام کتب قرینے سے میز پر سجی ہوئی تھیں۔ کسی کے لمس کی خوشبو اس کے قلب وجاں کو معطر کر جاتی تھی' اس کے کپڑے الماری میں صاف ستھرے دھلے ہوتے تھے' میلے کپڑے نجانے کون لے جاتا تھا' وہ دیکھتا تھا کہ اس کی فرمائش کے کھانے پکنے لگے تھے اور میٹھے میں ضرور اس کی من پسند کوئی ڈش ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ زویا پوچھ کر گئی تھی کہ آپ کیا کچھ شوق سے کھاتے ہیں اور اب اس کی ہر پسند کھانے کی میز پر موجود ہوا کرتی تھی۔

زیبا کے خدوخال' رنگ وروپ' نشیب وفراز' لب ورخسار' قدوقامت سب اس کے دل میں مقید ہو کر راتوں کو منور کرنے لگے تھے۔ اسے بند آنکھوں سے اس کی مدھر شرمیلی سی مسکان خوشی سے دوچار کر جایا کرتی تھی۔ محبت کے اپنے طلسماتی رنگ ہوا کرتے ہیں' جو انسان کو خرد کی دنیا سے بے گانہ کر دیتے ہیں۔ وہ بھی ان رنگوں کے جال میں مقید ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک دن اس کی طبیعت ناساز تھی' وہ کالج نہ جاسکا تھا' خرابی طبیعت کے باعث ناشتے کے لیے بھی حاضر نہ ہوسکا۔ گھنٹہ بھر بعد سرخ انگارہ آنکھیں لیے' متوحش چہرہ لیے زیبا دروازے میں ایستادہ تھی' گھبرائی ہوئی ہراساں سی' اس کے پاس آتے ہوئے جھجک بھی مانع تھی' مگر اس کی تشویش بھی دل کو بے چین کر رہی تھی۔ وہ اس کے پاس دبے قدموں آئی' اس کے جلتے ہوئے ماتھے پر اس نے اپنے شبنمی لمس کا مرہم رکھا' اس کے ہاتھوں کی نرماہٹ سے ریحان نے اپنی آنکھیں وا کی تھیں۔ لمحہ بھر کے لیے امید کے جگنو' محبت کے بے شمار دیپ اس کی نگاہوں میں جگمگا سے گئے تھے۔ وہ اسے دیکھ کر جوش سے اٹھنے کی کوشش میں کراہ کر رہ گیا تھا۔ اس کی طبیعت واقعی بے حد ناساز تھی۔ جلتی سرخ انگارہ آنکھیں زیبا پر مرکوز تھیں۔

"آپ نے بتایا کیوں نہیں' اس قدر تیز بخار ہے' میں ابھی ڈاکٹر صاحب کو بلواتی ہوں۔" وہ آنکھوں میں نمی لیے بس رو دینے کو بے قرار تھی' وہ اس کے سرہانے بیٹھی اور وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کی اس کرم فرمائی کی آمد پر یقین کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ کب آتی تھی' اس کے خیالات ہی اس کے دل و ذہن میں یلغار کیے رکھتے تھے۔

"آپ کیوں تکلیف اٹھاتی ہیں ناحق میں خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔" وہ بولا۔

"محبت میں مروت کہاں ہوتی ہے' صرف حق بتایا جاتا ہے۔" نجانے کیسے اس کے لبوں سے پھسلا تھا پھر اپنے ہی کہے سے گھبرا کر باہر کی جانب لپکی' قدرے توقف سے ڈاکٹر صاحب آئے تھے۔ ساتھ سلمٰی بیگم کے عقب میں وہ بھی تھی۔ سلمٰی بیگم بھی اس کی ایسی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئی تھیں۔

"جاؤ زیبا سوپ لے آؤ اور ابھی فوری طور پر دوا کھلانے سے پہلے دودھ لا دو۔" سلمٰی بیگم نے کہا تو وہ حرکت میں آئی۔

اس کی یہ فکرمندی اسے کیف وانبساط سے دوچار کر رہی تھی۔ اس حالت میں بھی محبت کی کونپل اس کے دل میں سر اٹھا رہی تھی۔ دل کے دریچے سے باد محبت کی گھٹائیں محو پرواز تھیں۔ ڈاکٹر نے مکمل معائنے کے بعد تشخیص کی تھی کہ وہ کسی گہری پریشانی سے دوچار ہے' اس انکشاف کے بعد تو سلمٰی بیگم ٹک ٹک اس کا چہرہ دیکھنے لگی

(ان شاءاللہ باقی آئندہ شمارے میں)

رشک حبیبہ

"مجھے نہیں جانا کہیں، میں اپنی اماں، اپنا گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی کہیں بھی اور کبھی بھی مجھے نہیں کرنی شادی وادی۔" وہ اپنی ماں کے آنچل میں منہ چھپائے سسک رہی تھی اور آبدیدہ ہونے کے باوجود اس کی ماں کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"جھلی ہوئی ہے کیا؟" اس نے پیار سے ایک چپت رسید کی۔ "یہ تیرا گھر نہیں ہے پاگل' تیرا گھر تو وہ ہے جہاں تیرے سر کا سائیں ہے۔ یہی دستور ہے اور یہی ریت' چل اٹھ اب بس کر رونا دھونا وداعی کا وقت آ گیا اللہ تجھے سکھی سہاگن رکھے۔" اماں نے پیشانی پر بوسہ دیا اور وہ ڈولی میں بیٹھ کر پیا سنگ رخصت ہوگئی' اس گمان کے ساتھ کہ اس کا اصل گھر اس کا منتظر ہے۔

لیکن گمان پھر گمان ہے ضروری تو نہیں صحیح ثابت ہو اور بدقسمتی سے اس کی زندگی میں کبھی بھی اور کچھ بھی صحیح نہیں ہوا تھا۔

شوہر کی آوارہ فطرت اور سرشت بے وفائی کا ادراک اسے بہت جلد ہوگیا تھا۔ غصہ' پیار' ناراضگی' ضد' جھگڑے...... اس نے ہر طرح کوشش کر دیکھی' اسے نہ سدھرنا تھا وہ نہ سدھرا۔ گھر...... گھر کم قمار خانہ، مے خانہ زیادہ معلوم ہونے لگا تھا اس کی برداشت جواب دے گئی۔ لمحوں کی خطا تھی' بھرپائی کا بوجھ اس کی ناتواں ہستی پر آن واحد میں آ گرا۔

"نکل میرے گھر سے دفع ہو طلاق دی میں نے تجھے طلاق طلاق......" اور وہ بند دروازے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتی ایوان خرد میں ہوتی بازگشت پر دم بخود کھڑی رہ گئی۔

باپ تو بچپن میں داغ یتیمی دے کر چل بسا تھا' ازدواجی زندگی کے ڈیڑھ سالوں میں ماں بھی دنیا سے ناطہ توڑ کر راہی عدم ہوگئی۔ چھوٹے بھائی بھاوج کا گھر آخری جائے پناہ تھا سو ننھے عامر کو گود میں چھپائے ادھر کی راہ لی۔ بھائی نے سرپرست شفقت رکھتے کشادہ دل کا مظاہرہ کیا۔

"آپ کا اپنا گھر ہے آپا...... آپ بڑی ہیں اب سب کچھ آپ کے حوالے مجھے فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں' ہے ناں۔" بھاوج نے گھر کی تمام ذمہ داریاں سونپ دیں۔

فراغت اور تکلیف دہ سوچوں سے بچنے کی خاطر اس نے تمام کام کاج سنبھال لیے شریا لکھا ہی سہی' بیٹے کی کفالت کے عوض اتنا تو ہاتھ بٹا ہی سکتی تھی وہ۔

وقت یوں ہی گزرتا گیا۔ عامر (اس کا بیٹا) فارحہ (بھائی کی بیٹی) بالترتیب انیس اور سولہ برس کی بہاریں گزار چکے تھے۔ گزرے وقت کی دھوپ اس کے بالوں میں چاندی بن کر اتر آئی تھی اور پھر اس دن اس پر اس گھر میں اپنی اصل حیثیت کا انکشاف ہوا۔

"آپ بلاوجہ فارحہ کو روک ٹوک نہ کیا کریں آپا۔" حماد اس کا ماں جایا' اس کے سامنے غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔

"میں نے تو بس اس کے چست لباس کو دیکھ کر سمجھانے کی کوشش کی تھی' بچی ہی ہے اگلے گھر جائے گی تو......" وہ منمنائی۔ دبے لفظوں میں بھائی کو کچھ باور کرانے کی کوشش کی۔

"اس کے علاوہ بھی فارحہ کو آپ سے بہت شکایتیں ہیں' اللہ کے لیے آپا' ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہوں بس کردیں میرے گھر کے معاملات میں دخل اندازی مت کیا کریں۔" وہ تو بھڑاس نکال کر چلا گیا مگر اس کا آخری جملہ اس عورت کے اعصاب پر چابک کی طرح برستا رہا اور پھر اس نے ہونٹوں پر قفل ڈال لیا اور وہ قفل اس روز ٹوٹا جب...... اونچا لمبا' بھرپور مردانہ وجاہت کا حامل اس کا لخت جگر امید نو کا مژدہ جاں فزا سنا رہا تھا۔

"آپ کی دعاؤں سے مجھے نوکری میں ترقی مل گئی ہے

اماں! انہوں نے رہنے کے لیے گھر بھی دیا ہے اب اپنے گھر چلنے کی تیاری کریں۔" اس پر تو گویا شادیٔ مرگ طاری ہوگیا ہو' اس کی دعائیں مستجاب ٹھہری تھیں' اس کے بخت کا ستارہ چمک اٹھا۔ جوان بیٹے کی ماں ہونے کا زعم اس کی گردن میں کلف بن کر سما گیا اور پھر بہت جلد وہ دونوں اپنے گھر منتقل ہوگئے۔

اس کی تشنہ لبی کو قرار آنے لگا بڑے ارمان بہت چاؤ سے اس نے عامر کی دلہن اپنی اکلوتی چاند سی بہو اپنے آنگن میں اتاری اور اس کی زندگی میں گویا ڈھیر ساری رونقیں لوٹ آئیں۔ مسرتیں در آئیں جیسے سب صحیح ہوگیا ہو مگر...... شاید اس کی زندگی میں صحیح لفظ کا فقدان ہمیشہ رہتا تھا تبھی تو اس رات بخار میں جلتے تپتے وجود کے ساتھ وہ صحن میں رکھی چارپائی پر پڑی تھی جب...... اس کا بیٹا عامر اور ناز و نخوت سے چور امبرین اس کی بہو نصف شب کو گھر لوٹے تھے۔ الٹی سیدھی روٹی ڈال کر اس نے پیٹ کی آگ بجھالی تھی مگر بخار کی دوا ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ اسے کیا خبر تھی کہ امبرین سے بخار کی دوا مانگنا عذاب ہوجائے گا۔

"سنبھالیں اپنی ماں کو' میری خوشیوں سے دشمنی ہے ان کی۔ ذرا جو میں کہیں گھوم پھر آؤں گھر میں ڈرامے تیار رکھتی ہیں' عذاب بن گئی ہیں یہ میرے لیے۔" وہ زہر میں بجھے تیر پھینکتی کمرے میں گم ہوگئی اور ادھر عامر اس کے سامنے تن کر کھڑا ہوگیا۔

"آپ آخر چاہتی کیا ہیں' کیوں تنگ کرتی ہیں اسے؟" اس کے بوڑھے لبوں پر لرزش اتر آئی' کمزوری اور نقاہت کے سبب وہ کچھ کہنے سے قاصر تھی اور اس کی خاموشی پر وہ جھنجلا اٹھا۔

"اماں آپ سمجھتی کیوں نہیں' میرا تو کچھ خیال کریں آپ کی وجہ سے میرا گھر خراب ہوجائے گا ایک دن۔" اس نے طیش بھرے انداز میں ماں کو تنبیہہ کی اور پلٹ کر دیکھے بغیر چلا گیا۔ دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا اور چارپائی پر پڑی عورت بری طرح سسک اٹھی۔

اس کے کانپتے کمزور وجود پر اپنے ہی بیٹے کا آخری جملہ کسی تازیانے کی طرح لگا اور اس کی کمزور ہستی کی بوسیدہ عمارت صدمے کے اس شدید وار کو برداشت کرنے کی متحمل نہیں تھی۔

سورج کی نویلی کرنوں نے دھرتی کی پیشانی کو تابناکی بخشی تو وہ بھی ایک نئے گھر کی طرف عازم سفر ہوئی اور غالباً وہ دو گز زمین کا ٹکڑا ہی اس کا اصل گھر تھا' جہاں کی وہ بلا شرکت غیرے مالک و مختار تھی۔

شعری کلاسز

نائمہ غزل

"آپ کے شعر ٹھیک نہیں ہیں۔" یہ تھی پہلی بات اس تصویر میں دکھتے دھان پان سے لڑکے کی جس پر میرا دماغ بھک سے اڑ گیا' میں جو فیس بک کی دنیا میں تقریباً ڈیڑھ دو سال سے روز اپنی ٹائم لائن پر اپنے اشعار چسپاں کر کے داد سمیٹنے کی عادی تھی اس کے کمنٹ پہ غصہ میں آنا یقینی بات تھی۔

"کیوں کیا خرابی ہے اس میں۔" میں نے ابرو اچکاتے ہوئے ریپلائے میں کمنٹ ٹائپ کیا گو کہ فیس ایکسپریشن فیس بک پہ نظر نہیں آتے مگر عادت تو پھر عادت ہوتی ہے دوسرے اب ایسا کچھ ناممکن بھی نہیں کیونکہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی حل موجود ہے اسی طرح فیس ایکسپریشن شو کروانے کے لیے اب ایموٹنگ آپشن موجود ہوتا ہے' جس سے ہر طرح کی فیلنگز کا شو کروانا آسان ہو گیا ہے' مسکراہٹوں کے تبادلوں سے لے کر تھپڑ مکے تک برسانا عام بات ہے' ہوتا تو اس سے کچھ نہیں لیکن اگلا بندہ اپنی خاصی عزت افزائی محسوس کر کے تہذیب کے جامے میں آ جاتا ہے ورنہ بلاک کا آپشن تو موجود ہی ہوتا ہے اور خیر ہی ہے جو یہ سب کچھ حقیقی نہیں ہوتا ورنہ اموشن کے آپشن میں موجود بموں کے ذریعے نجانے کتنے ہی خودکش حملے فیس بک پر ہو چکے ہوتے' تو خیر میں بات کر رہی تھی اپنے شعر کی درگت بننے کی۔

"محترمہ اس کا وزن ٹھیک نہیں۔" اس کے کہنے پہ میں سوچ میں پڑ گئی کہ یہ لڑکا شاید کچھ کھسکا ہوا ہے جب ہی ایسی اونگی بونگی باتیں کر رہا ہے' بھلا اس طرح لکھے ہوئے شعر کا کوئی وزن کر سکتا ہے مگر ایک خیال یہ بھی آیا کہ شاید اس نے پہلے کسی کاغذ پہ شعر لکھ کر وزن کر لیا ہو اور کتنا پاگل ہے یہ لڑکا بھلا وزن رہا بھی کتنا ہو گا' اب اگر میں نے شعر میں پیڑ کا ذکر کیا ہے تو اسے چاہیے تھا کہ کسی درخت کے تنے یا پھر کسی ڈالی پر لکھ کر ہی اس کا وزن کر لیتا چلو یہ نہ سہی کسی پتے پہ لکھ کر ہی وزن کر لیتا تب تو شاید اس کا کوئی وزن ہوتا بھی۔

"محترم آپ نے ٹھیک سے وزن نہیں کیا ہو گا۔" میں نے گلا کھنکھارتے ہوئے کمنٹ ٹائپ کیا' خیر یہ ایکسپریشن بھی اسے نظر نہیں آیا ہو گا مگر میری یہ عادت ہو چکی ہے کہ جس طرح بولنا ہے اسی طرح کا ایکسپریشن شو کروانا ہے۔

"میں نے بالکل ٹھیک وزن کیا ہے' آپ کے دونوں مصرعوں کی بحر الگ ہے۔" اس نے پھر ایک نئی بات کی' مجھے اب واقعی اس کی دماغی حالت پہ شک ہو رہا تھا بھلا شعر کے وزن کا بحر سے کیا تعلق میں نے کوئی مچھلی یا آبی جانور کی تصویر تو اپنی وال پہ شیئر نہیں کی تھی' جسے پکڑنے کے لیے میں بحر اوقیانوس یا اسی جیسی کسی اور بحر کا رخ کرتی۔

"لڑکے تم چلتے پھرتے نظر آؤ میرا دماغ مت کھاؤ' لیکن کھاؤ ضرور' کیونکہ تمہیں اس کی سخت ضرورت ہے۔" میں نے اس کے دھان پان سے وجود پہ چوٹ کرتے ہوئے کہا۔ غصہ تو مجھے بہت آ رہا تھا مگر ساتھ ہی ساتھ اس سے ہمدردی بھی محسوس ہو رہی تھی وہ بمشکل سترہ اٹھارہ برس کا ہی ہو گا۔

"اچھا آپ عروض سے واقف ہیں۔" اس نے پھر پوچھا۔

"عروض نہیں عروس نام ہے اس کا لیکن تم یہ بتاؤ تم عروس سے کیسے واقف ہو۔" میں نے پھر سے ابرو اچکاتے ہوئے اس کی تصحیح کرنے کے ساتھ ساتھ پوچھا' عروس میری کزن کا نام تھا اور مجھے حیرت اس بات پہ تھی کہ وہ عروس سے کیسے واقف تھا وہ تو فیس بک یوز بھی نہیں کرتی کیونکہ اس کے گھر میں ایسی چیزوں کو فضولیات میں شمار کیا جاتا ہے' لیکن وہ لڑکا ایسے دھڑلے سے اس کا نام لے رہا تھا جیسے اس کا پرانا واقف کار ہو۔

"دیکھو...... تم اس سے دور ہی رہنا ورنہ تم میرے انکل

کو جانتے نہیں ہو ان کے جیسا خوف ناک انسان اس دنیا میں کوئی نہیں۔" میں نے اسے ڈرانے کے ساتھ تصور میں اس کے وجود کو کسی رسی سے الٹا لٹکا دیکھ کر جھرجھری لی میری بات پہ پتہ نہیں کیوں اس لڑکے نے قہقہہ لگانے والا اموشن سینڈ کیا مجھے یقین ہو گیا وہ یقیناً کوئی پاگل ہی ہے۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو؟" میں نے تیوریاں چڑھاتے ہوئے غصے کا اموشن سینڈ کیا۔

"میں آپ کی کزن عروس کی نہیں علم عروض کی بات کر رہا ہوں جو شاعری کے اصولوں پہ لاگو ہوتا ہے۔" اس نے مزید ہنسنے والے اموشنز سینڈ کیے۔

"فیض آپ کہاں دماغ کھپا رہے ہیں، یہ علم عروض سے بالکل بھی واقف نہیں ہیں، ہم بھی بس ان کے حوصلے میں تھوڑا بہت واہ واہ آخر میں کر دیتے ہیں کہ بچی خوش ہو جائے گی، آج کل کہاں وہ ادب والے رہے ہیں۔"

ایک دوسرے صاحب جو روزانہ میری شاعری پہ تعریفوں کے ڈونگرے برسایا کرتے تھے کہنے لگے جبکہ میں حیرت سے اب ان کے ٹائپ کیے گئے کمنٹ کو دیکھ رہی تھی اور اب مجھے واقعی ہی کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا میں نے فیس بک لاگ آؤٹ کر کے گوگل سے سرچ کے آپشن میں علم عروض لکھ کر ٹائپ کیا اور پھر جو صفحہ کھلا اسے دیکھ کر میرے چودہ طبق روشن ہو گئے، سامنے کھلے صفحے پر موجود بحروں کو دیکھ کر میرا دل چاہنے لگا کہ کاش میں بحر مردار میں ہی چھلانگ لگا لوں، شرمندگی کے مارے کاٹو تو جسم میں لہو نہیں والی کیفیت تھی اب میں کیا منہ لے کر فیس بک پہ جاتی اور اب اس قہقہہ لگاتے لڑکے کی شکل بار بار ذہن میں آ کر میرا مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، میں جو اسے پاگل سمجھ رہی تھی اس کا بھی میرے بارے میں یہی خیال رہا ہو گا، میرا خیال تو بدل چکا تھا لیکن میرے بارے میں اس کا خیال بھی بدلنے والا نہیں تھا، اب وہ لڑکا بار بار آ کر میرے خیالوں میں قہقہے لگا رہا تھا اور بھی بہت سے لوگوں کے چہرے میرے دھیان کے پردوں پہ دستک دے رہے تھے جو روز آ کر میری شاعری پر واہ واہ کرتے تعریف کے ڈونگرے برسایا کرتے تھے، مجھے وہ سب چہرے بھی اب ایک ایک کر کے ہنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، اس وقت مجھے اپنا آپ کافی چغد محسوس ہو رہا تھا، یہ فیس بک کی جھوٹی دنیا میں اب اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے فیس بک کی شان میں جملے کس رہی تھی، ہائے کاش وہ لڑکا مجھے ملتا ہی نہ کم از کم میری جھوٹی شان تو برقرار رہتی۔

یمنیٰ نور

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب' گفتگو کرتے

باریک اور خوب صورت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں نے چونک کر اپنے ارد گرد دیکھا۔ لان میں لگے انار کے پودے کی اوٹ میں موٹے سیاہ فریم والا چشمہ لگائے وہی جھیل جیسی گہری آنکھیں نظر آئیں۔ کچھ پل کے لیے محو ہو کر میں اس جانب دیکھنے لگا۔ فضا میں رقص کرتے بلبل کی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی تو میری محویت ٹوٹی۔ وہ مجھے کیوں یاد آئی؟ آخر اتنے سالوں بعد مجھے اس کا خیال کیوں آیا؟ میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے خود سے سوال کیا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ ماضی کے وہ دن میرے ذہن کی اسکرین پہ ابھرنے لگے اور میں ماضی میں کھو گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ ابا کے دور پرے کے رشتے دار اور چچی کے اکلوتے بھائی کی سب سے بڑی صاحبزادی تھی۔ رفیق ماموں ریلوے میں اچھے عہدے پر فائز تھے اور ان دنوں ملتان میں رہائش پذیر تھے۔ چونکہ وہ چچا کے بچوں کے ماموں تھے لہٰذا ان کی دیکھا دیکھی ہم بھی انہیں رفیق ماموں کے نام سے پکارنے لگے تھے۔ ہر سال موسم بہار کے آغاز میں سالانہ امتحانات کے بعد اور خاص کر گرمیوں کی چھٹیوں میں رفیق ماموں بمہ اہل و عیال وارد ہو جاتے۔ ہمارے برابر میں ہی ان کا ایک دس مرلے کا شاندار بنگلہ تھا۔ تمام چھٹیاں وہ وہیں گزارتے۔ گندمی رنگت کی مالک' سیاہ موٹے فریم والا چشمہ لگائے' سر پر دوپٹہ لیے وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگتی۔ ہماری نظر میں اگر اس لڑکی میں کوئی خوب صورت چیز تھی تو وہ تھیں اس کی آنکھیں۔ جھیل جیسی گہری خوب صورت آنکھیں۔ مگر افسوس انہیں بھی وہ چشمے کے پیچھے چھپائے رکھتی۔ اس کی دنیا صرف کتابوں تک محدود تھی۔ صبح' دوپہر' شام اپنے چشمے سے وہ ہر وقت کتابوں کے مطالعے میں مگن رہتی۔ کبھی بالکونی پہ تو کبھی گھر کے پچھلے صحن میں آم کے درخت کے نیچے جھولا جھولتے ہوئے وہ کتابوں کی دنیا کی ایسی مخلوق لگتی جو غلطی سے زمین پہ رہ گئی ہو۔ اس کے بہن بھائیوں سمیت ہم سب نے اس کا نام بانو قدسیہ رکھ دیا تھا۔ ہماری دیکھا دیکھی دیگر بچے بھی اسے بانو باجی کے نام سے پکارنے لگے۔ کچھ ہی عرصے بعد مستقل طور پر اسے اس لقب سے نواز دیا گیا۔ جب بھی وہ کسی کتاب کے مطالعے میں مگن ہوتی تو ہم بچوں کو اشارہ کرتے' بچے بھاگتے ہوئے اس کے قریب جاتے اور ''بانو باجی' بانو باجی'' کا نعرہ لگاتے ہوئے وہاں سے غائب ہو جاتے۔ وہ کچھ پل کے لیے کتاب سے سر اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے چشمے کو تھوڑا اوپر اٹھاتی گھورتی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد پھر سے ویسے ہی کتابوں میں مگن ہو جاتی۔

ایک دن رفیق ماموں اور ابا نے ہم سب کے ساتھ دریائے راوی کی سیر کا پروگرام بنایا۔ اتوار کی صبح ہم سب تیار ہوکر رفیق ماموں کے ہاں جمع ہوگئے۔ یہاں سے ہمیں ایک ساتھ نکلنا تھا۔ عائشہ عرف بانو باجی نے پیلا سوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پہ دوپٹا لپیٹا ہوا تھا۔ اسے پہلی دفعہ دیکھنے پر سورج مکھی کے پھول کا سا گمان ہوتا۔ مجھے یونہی بیٹھے بیٹھائے جانے کیا سوجھی' میں نے اپنی جیب سے پرانے وقتوں کا پڑا کاغذ نکالا۔ اس پر" آپ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ" لکھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور چچا کے چھوٹے بیٹے سے کہا کہ جاؤ یہ بانو باجی کو دے آؤ۔ منے نے فوراً حکم کی تکمیل کی اور کاغذ لیے جا کر اسے تھما دیا۔ وہ جو شاید (صرف میرے خیال میں) اپنی کسی کتاب کے کسی مضمون کو سوچنے میں مصروف تھی' چونک کر ادرگرد دیکھنے لگی اور پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے کاغذ پہ لکھی تحریر کو پڑھ کر اپنے پرس سے پین نکال کر اسی کاغذ پہ کچھ لکھ دیا۔ منا کاغذ دوبارہ میرے پاس لے آیا۔ میں نے کاغذ کھولا تو اوپر لکھا تھا کیا؟

میں نے مسکراہٹ دباتے ہوئے لکھ دیا جیسے سورج مکھی کے پھول نے چشمہ لگایا ہو۔ منے نے ایک دفعہ پھر نہایت فرماں برداری سے کاغذ کا ٹکڑا اس تک پہنچا دیا۔ میری نگاہوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے اس نے ایک نظر مسکرا کر میری طرف دیکھا اور کاغذ کھولنے لگی۔ کاغذ کھولتے ہی اس کی مسکراہٹ یوں غائب ہوئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ جبکہ میرے لیے مسکراہٹ چھپانا مشکل ہوگیا۔ اس نے دکھ بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں نے شانے اچکا دیئے۔ اس کے بعد تمام راستہ اور سیر کے دوران تمام وقت وہ خاموش اور اداس رہی۔ ہم سب لڑکوں نے رفیق ماموں اور ابا کے ساتھ مل کر دریائے راوی سے مچھلیاں پکڑیں اور خوب مستی کی۔ مجھے اپنی حرکت پر افسوس ہوا۔ سوچا گھر جا کر معافی مانگ لوں گا۔ مگر گھر آتے ہی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اگلے روز میرے ذہن سے سب کچھ نکل چکا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ مارچ کے آخر کی غالباً ہفتے کی سہ پہر تھی۔ ابا نے مجھے اپنے کسی کام سے رفیق ماموں کے ہاں

بھیجا۔ میں گیٹ کراس کر کے جیسے ہی لان کے قریب پہنچا وہ کسی کتاب کے مطالعے میں گم بیٹھی مجھے نظر آئی۔ مجھے اپنی اس دن کی حرکت یاد آگئی۔اس سے اچھا موقع کیا ہوسکتا ہے معذرت کے لیے یہی سوچ کر میں اس کی طرف چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی اور کتاب بند کر کے میز پہ رکھ دی۔شرمندگی کا احساس مجھ پر غالب آنے لگا تھا۔

''وہ میں رفیق ماموں سے ملنے آیا تھا' ابا نے کسی کام کے لیے بھیجا ہے۔'' خفت سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

''بیٹھو۔ابا ذرا کام سے نکلے ہیں' کچھ دیر تک آتے ہوں گے۔'' مجھے کنفوز ہوتا دیکھ کر وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔ میں اس کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''کیا پڑھ رہی ہیں؟'' میں نے خود کو نارمل کرنے کے لیے یونہی پوچھ لیا۔

''کچھ خاص نہیں بس حیدر علی آتش کی غزلوں کا مجموعہ۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ میری شرمندگی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ میں نے تیزی سے پہلو بدلا اور سرو کے پودے پر بیٹھے بلبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''انٹر کی اردو کی کتاب میں حیدر کی ایک غزل تھی جس میں بلبل کا بھی ذکر ہے۔ کیا تھی وہ۔'' میں یاد کرنے کے انداز میں پیشانی مسلنے لگا۔ وہ اب بھی میری طرف اسی انداز میں دیکھ رہی تھی۔ میری بات پر فوراً سرو کے پودے پہ بیٹھی بلبل کی طرف دیکھا اور اپنی خوب صورت آواز میں حیدر علی آتش کا شعر پڑھ ڈالا۔

یہ آرزو تھی تجھے گل کے روبرو کرتے
ہم اور بلبل بے تاب' گفتگو کرتے

''آئی ایم سوری۔'' میں نے موقع غنیمت جانا اور فوراً معذرت کرلی۔

''کس لیے؟'' وہ ہتھیلی پہ ٹھوڑی ٹکا کر پھر سے مجھے دیکھنے لگی۔

''وہ سورج مکھی کے پھول والی بات کے لیے۔'' میں نے معصوم سا منہ بنا کر کہا تو وہ ہنس دی مگر اس ہنسی اور اس ہنسی میں بہت فرق تھا۔اس کے چشمے کے پیچھے خوب صورت آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو میں نے واضح دیکھا تھا۔اس نے چہرے کا رخ موڑ لیا اور کوئی بات نہیں کہہ کر خاموش ہوگئی۔

''میرا مقصد آپ کا مذاق اڑانا نہیں......'' میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

''کوئی بات نہیں جہاں اتنے لوگ مذاق اڑاتے ہیں وہاں ایک تم بھی سہی۔'' وہ بنا میری طرف دیکھے بولی۔اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

رفیق ماموں آگئے تو مجھے اٹھنا پڑا۔ گھر آکر دیر تک اس کا چہرہ اور باتیں میرے ذہن میں گردش کرتی رہیں۔ چھٹیاں ختم ہوئیں اور رفیق ماموں کی فیملی واپس جانے لگی تو میرے قدم خود بخود بالکونی کی طرف اٹھ گئے۔ وہ سب گاڑی کے قریب کھڑے ابا سے مل رہے تھے۔ چونکہ میں صبح ہی مل آیا تھا سو میں نے اب جانا مناسب نہ سمجھا۔وہ سب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

صرف عائشہ باہر کھڑی تھی۔ امی سے گلے ملتے ہوئے اس نے بالکونی کی جانب دیکھا۔ شاید وہ جان گئی تھی کہ میں وہاں کھڑا ہوں۔ میں فوراً پیچھے ہو کر اس جگہ آگیا جہاں سے میں اسے دیکھ سکتا تھا مگر وہ مجھے نہیں۔ اس کی نگاہیں ابھی بھی اسی جانب تھیں۔ میں نے واضح دیکھا کہ وہ رو رہی تھی۔ کچھ دن عائشہ کے بارے میں سوچتے ہوئے بے چین رہا۔ مگر پھر میرا گریجویشن کا رزلٹ آگیا۔ ابا نے مجھے ماسٹرز کے لیے ہوسٹل بھیج دیا۔ زندگی تیز سے تیز تر ہوتی گئی یا پھر شاید میں زیادہ مصروف ہوگیا تھا۔ دوبارہ میری رفیق ماموں یا ان کے گھر کے کسی فرد سے کوئی ملاقات نہ ہوئی۔ تعلیم مکمل ہوئی تو کراچی میں جاب مل گئی۔ آج پانچ سال بعد نہ جانے کیوں مجھے اس کا خیال آیا تھا۔ مجھے خود پر حیرت ہوئی مگر پھر یہ سوچ کر کہ زندگی میں ہزاروں موڑ آتے ہیں جہاں ہمیں ہزاروں لوگ ملتے ہیں۔ کچھ سے ہماری ملاقات وقتی ہوتی ہے۔ اگر ہم ہر کسی کی یاد کو خود پر سوار کرلیں تو زندگی کا سفر مشکل ہوجائے‘ میں نے اس کے خیال کو یادوں کے اسٹور روم میں پھینکا اور زندگی کے حقیقی حسن یعنی اپنی کل کی میٹنگ کے بارے میں پلاننگ کرنے لگا۔

قلمی نام

فائقہ

ہم پڑھنے لکھنے کے شوقین تو بچپن سے ہی ہیں بلکہ اگر یوں کہے کہ پڑھ پڑھ کر لکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تو غلط نہیں ہوگا۔ یوں تو لکھنے والوں سے ہم متاثر ہیں لیکن زیادہ متاثر تب ہوتے ہیں جب کسی نامور تخلیق کار کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ اس کا اپنا نام "یہ" ہے۔ لیکن لوگ انہیں ان کے فرضی یا قلمی نام سے جانتے ہیں۔ ویسے متاثر تو ہم ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں سے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ عوام کی خدمت کرنے والے ڈاکٹر ہوں یا پھر ملک کی تعمیر وترقی کے لیے دن رات کوشاں رہنے والے انجینئر ہوں۔ خاکی وردی میں ملبوس عوام کی جان ومال کی حفاظت کرنے والے فوجی ہو یا پھر علامہ اقبال کے نظریۂ شاہین کی عملی تصویر پاک فضائیہ کے ہوا باز ہوں۔ یہ الگ بات کے کسی زمانے میں پاک فضائیہ میں شمولیت ہمارا خواب اور ہوا باز بننا شوق تھا۔ لیکن وقت کے ساتھ جہاں اور بہت کچھ بدلتا ہے وہاں ترجیحات بھی بدل جاتی ہیں۔ ناصر علی سید کہتے ہیں۔

کھیل بچپن کے لڑکپن کے بہت دلکش تھے
اس زمانے میں کہاں بار دگر جائیں گے

اور ہم ناصر علی سید صاحب سے معذرت کے ساتھ ذرا سی ترمیم کر کے کہیں گے کہ

شوق بچپن کے لڑکپن کے بہت دلکش تھے
اس زمانے میں کہاں بار دگر جائیں گے

بات متاثر ہونے کی تھی تو مختصراً یہ کہ جتنے بھی معزز پیشے ہیں سب اچھے لگتے ہیں سوائے ایک دو کے۔ نام لکھنے کی جسارت اس لیے نہیں کرتے کہ اس شعبہ سے وابستہ افراد کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتے۔

باقی تمام شعبوں اور اس سے وابستہ افراد کو ایک طرف رکھ کر آتے ہیں اصل بات کی طرف یعنی لکھنے کا شوق اور قلمی نام تو جناب جتنے بھی بڑے شاعر اور ادیب ہیں تقریباً سب اپنے نام کی بجائے قلمی نام سے جانے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اگر ذکر کریں اردو غزل کے بے تاج بادشاہ اسد اللہ خان کا تو ہم انہیں غالب کے نام سے جانتے ہیں جو کہ ان کا تخلص ہے۔ اسی طرح رئیس المتغزلین حسرت موہانی کا اصل نام سید فضل الحسن تھا لیکن مشہور حسرت موہانی کے نام سے ہوئے۔ مرزا عبدالطیف مزاحیہ شاعر جس کو ہم مرزا محمود سرحدی کے نام سے جانتے ہیں۔ مغربی تعلیم کی مخالفت کرنے والے شاعر اکبر الہ آبادی کا اپنا اصل نام اکبر حسین ہے اسی طرح عوامی شاعر کا خطاب پانے والے نظیر اکبر آبادی کا نام ولی محمد تھا جبکہ شاعر شباب اور شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی بھی اپنے قلمی نام سے جانے جاتے ہیں ان کا اپنا نام شبیر حسن خان تھا۔ اسی طرح میرا جی کا نام ثناء اللہ ڈار تھا۔ اداس شاعر ناصر کاظمی کا اپنا نام سید ناصر رضا' اپنی شاعری میں محبوبہ کا نام لے کر محبوبہ کو مخاطب کرنے والے شاعر اختر شیرانی کا اپنا اصل نام محمد داؤد خان تھا۔ احمد فراز کا نام سید احمد شاہ' فراق گورکھپوری کا نام رگھو پتی سہائے' ن م راشد کا اپنا نام نذر محمد راشد' مزاحیہ شاعر ضمیر جعفری کا نام سید ضمیر حسین شاہ' قتیل شفائی کا اورنگزیب خان اور خاطر غزنوی کا اپنا نام محمد ابراہیم بیگ تھا۔ مشہور مزاح نگار پطرس بخاری کا نام احمد شاہ بخاری تھا۔ جب کہ ابن بطوطہ کے تعاقب میں جانے والے شاعر اور مزاح نگار ابن انشا کا نام شیر محمد تھا۔ اپنے تاریخی ناولوں کے ذریعے اپنے مداحوں کے دلوں پر راج کرنے والے نسیم حجازی کا اپنا نام محمد شریف تھا۔ افسانہ نگار اور ناول نگار منشی پریم چند کا اپنا نام دھنپت رائے تھا۔

یہ تو تھے چند مشہور شاعر اور ادیبوں کے قلمی نام جنہوں نے اردو ادب کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کر کے اپنے مداحوں کے دلوں پر راج کیا اور کرتے رہیں گے۔ قلمی نام اختیار کرنے والوں کی مظہر الاسلام نے مختلف قسمیں بتائی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ''فرضی ناموں کی پہلی اور سب سے اہم قسم وہ ہے جس کے تحت اکثر نوجوان چھپنے چھاپنے کے لیے زنانہ نام رکھ لیتے ہیں اور جب ایسے فرضی ناموں کو بہت جلد ہی مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے تو اچانک انکشاف ہوتا ہے کہ یہ زنانہ نام تو فلاں صاحب کا ہے اور اس طرح وہ ادبی حلقوں میں مقبول ہو جاتے ہیں لیکن بعض اوقات ساری زندگی ہی فرضی نام کے ساتھ بسر کرنی پڑتی ہے اور نوجوانی کی اس غلطی پر عمر بھر پچھتانا پڑتا ہے۔ فرضی ناموں کی ایک اور قسم وہ ہے جس کا مقصد اپنی شخصیت کو پس پردہ رکھنا ہوتا ہے۔ ایسے فرضی نام عام طور پر دوسروں کے خلاف لکھنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ کچھ فرضی نام ایسے بھی ہیں۔ جو لکھنے والے کی پہچان کراتے ہیں اور لوگ انہیں ان کے اصل نام کی بجائے ان کے فرضی نام سے ہی پکارنے لگتے ہیں۔''

(میں اور آپ)

جب ہم نے اپنا شوق پورا کرنے کے لیے کاغذ قلم اٹھا کر لکھنا شروع کیا تو لکھنے سے پہلے ہی قلمی نام بھی منتخب کر لیا تھا اور جب قلمی نام سے مضمون لکھ کر مشہور اخبار کو بھیجا تو اس کو سندِ قبولیت بخشتے ہوئے ایڈیٹر نے اپنے اخبار میں جگہ دی اور یوں جب ہم نے قلمی نام کے ساتھ اپنی تخلیق کو اخبار میں چھپا ہوا دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑے اس وقت خود سے بھی متاثر ہونے لگے خود پر فخر کرتے گنگنانے لگے بقول شاعر۔

یہ سارے ادب آداب ہنر یونہی تو نہیں آ جاتے ہیں

عمریں تج دینی پڑتی ہیں ایک حرف رقم کرنے کے

لیے لیکن ہمارا اچھلنا خیال ماموں دیکھ چکے تھے اس لیے اپنے مخصوص انداز میں عینک کے اوپر سے دیکھتے ہوئے بلکہ گھورتے ہوئے پوچھا۔ کوئی خاص بات ہے؟ بات تو تھی ہی خاص آخر ہم بھی لکھاری بن چکے تھے اس لیے اخبار کا وہ صفحہ جس پر ہمارا مضمون شائع ہوا تھا خیال ماموں کے سامنے کیا تو وہ حیران ہوتے اخبار کے صفحے کو دیکھنے لگے اور پھر پوچھا کہ اخبار کا صفحہ ہی تو ہے اس میں ایسی کیا خاص بات ہے؟ تو ہم نے باقاعدہ اپنے مضمون پر ہاتھ رکھ کر خیال ماموں کو بتایا کہ ہمارا مضمون قلمی نام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہماری اس کامیابی پر خیال ماموں خوش ہو کر مبارک باد دیتے کہنے لگے اگر خود ہی لکھا ہے تو اپنے نام سے کیوں نہیں لکھا؟ ہم نے کہا آپ کو تو پتہ ہی ہے کہ ہم لکھنے والوں سے اور پھر قلمی نام سے لکھنے والوں سے کتنے متاثر ہیں۔ اس لیے ان کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے بھی قلمی نام اختیار کیا۔ دوسرا یہ کہ ہم تو صرف اپنا شوق پورا کرنے کے لیے لکھ رہے ہیں نام کمانے کے لیے نہیں اس لیے اپنی شخصیت کو پس پردہ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ خیال ماموں ہماری دلیل کے قائل ہوئے یا نہیں ہوئے لیکن چپ ضرور ہو گئے اور پھر جب کہنے لگے تو وہی بات کی جس کو ہم پہلے ہی سے پڑھ کر کشمکش میں مبتلا ہو چکے تھے بات وہی مظہر الاسلام صاحب کی تھی۔

کہ۔

''بی بی آپ چاہے فرضی نام سے ہی لکھتی رہیں، لیکن اتنی بات یاد رکھیں نام اور مکان بڑی مشکل سے بنتے ہیں۔''

وجودِ زن

اقراء حفیظ

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

کیا خوب کہا اقبال نے کیونکہ اقبال جیسے عظیم اور مردِ مومن ہی عورت کی تخلیق کے مقصد کو سمجھ سکتے ہیں اور یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس کائنات میں رنگ' عورت کے دم قدم سے ہی ہے اسی لیے تو مالک کل کائنات اللہ تعالیٰ نے عورت کے وجود کو رحمت قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تنہائی دور کرنے کے لیے اماں حوا کو تخلیق کیا حضرت یوسفؑ کی آزمائش کے لیے زلیخا کو پیدا فرمایا'' نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی ذہنی، جسمانی اور روحانی تسکین کے لیے حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت عائشہؓ جیسی عظیم ہستیوں کو پیدا فرمایا۔ بیٹی سے محبت کے بے مثال مظاہرے کے لیے حضرت فاطمہؓ کو پیدا فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں جب بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں گاڑھ دیا جاتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا جس کی پرورش پر جنت واجب کردی لیکن اگر دیکھا جائے تو عورت آج بھی زندہ دفن کی جاتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جسم بھی دفن ہوجاتا تھا مگر آج جسم تو چلتا پھرتا نظر آتا ہے دل اور روح کسی قبرستان کی تنہائی میں سسکتے رہتے ہیں کیونکہ کہیں تو اس کی شادی قرآن پاک جیسی مقدس کتاب سے کردی جاتی ہے تو کہیں باپ یا بھائی کو بچانے کے لیے ونی کردی جاتی ہے کہیں نام نہاد غیرت کے نام پر زندہ جلا دیا جاتا ہے تو کہیں تیزاب سے چہرہ جھلسا دیا جاتا ہے تو کہیں عزت کی روٹی کمانے کے لیے گھر سے نکلی ہوئی عورت کو دن دیہاڑے سرِعام تماشہ بنادیا جاتا ہے تو کہیں روپے پیسے کے لالچ میں دوگنی عمر کے مرد سے بیاہ دیا جاتا ہے، کیونکہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جہاں مرد اور عورت شانہ بشانہ کام کرتے ہیں جہاں ملکی ترقی کے لیے ہر شعبہ میں خواتین کی شمولیت لازمی سمجھی جاتی ہے پھر بھی آج کی عورت وہاں پر ہی کھڑی ہے جہاں آج سے کئی سال پہلے کی عورت کھڑی تھی۔ عورت کی اپنی ذات تو کہیں دور رہ جاتی ہے کبھی وہ ایک بیٹی کبھی بہن' کبھی بیوی' کبھی بہو اور کبھی ماں بن کر جیتی ہے مگر اس سب کے باوجود عورت کو اپنے گھر کا فخر کبھی میسر نہیں آتا کیونکہ ماں باپ کے گھر پیدائش سے جوانی تک عارضی قیام شوہر کے گھر یعنی سسرال میں ساری عمر بیتانے کے باوجود اک ذرا سی غلطی کی سزا گھر سے بے دخل کرکے دی جاتی ہے۔

کیا عورت کی ساری زندگی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پستے دانے کی طرح گزرے گی، کیا اسے کبھی وہ عزت، وہ مان نصیب نہیں ہوگا جو دین اسلام نے دیا ہے دین اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے عورت کو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے عزت دی۔

جہاں ایک روپ یہ ہے کہ عورت مظلوم و بے بس ہے وہیں ہمارے معاشرے میں عورت کا ایک دوسرا روپ بھی ہے جسے آزادی کے نام پر عورت

کے استحصال کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

''آزادی'' بڑا مضحکہ خیز لفظ لگتا ہے جب عورت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے عورت کو آزادی تو آج سے چودہ سو سال پہلے اس وقت دی گئی جب بیٹی (رحمت خداوندی) کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا جب عورت کو کمزور مخلوق سمجھ کر پاؤں تلے روندا جاتا تھا اس وقت عورت کو اس کے جائز حقوق کی پہچان کروائی گئی اسے زحمت کی بجائے رحمت قرار دیا گیا اسے آزادی دی گئی کھانے کی آزادی، پینے، پہننے، اوڑھنے کی آزادی، جائیداد میں وراثت کے حق کی آزادی، جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے عورت کو جائز مقام یعنی آزادی دے دی تو آج کی عورت کو کیسی آزادی چاہیے جو اسے در بدر بھٹکنے پر مجبور کر رہی ہے عورت کو آزادی تو اس وقت بھی تھی جب عرب کے جاہل معاشرے میں سب سے مال دار خاتون خدیجہ تجارت کے پیشے سے منسلک تھیں لیکن آج ہر طرف عورت کی آزادی کے نعرے لگائے جارہے ہیں آج کے اس ماڈرن دور میں عورت کو آزادی کے نام پر شوپیس بنا دیا گیا ہے جہاں فیشن کے نام پر عریانیت عام ہوگئی ہے۔ آج کی عورت زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں نظر آتی ہے چاہیے وہ طب جیسا مقدس پیشہ ہو یا تجارت و قانونی ادارے ہوں یا کوئی اور پیشہ سوائے اس کے جہاں اسے ہونا چاہیے یعنی کہ اس کے گھر میں جو اس کی سلطنت ہے جس کی وہ ملکہ ہے جہاں پر اس کا ہونا بہت معنی رکھتا ہے کیونکہ گھر گرہستی ہی اس کی اصل پہچان ہے جہاں اس کی موجودگی آنے والی نسلوں کی بہتر تیاری اور غیر موجودگی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ غلط نہیں کہ عورت کو اس کا جائز مقام ملنا چاہیے مگر صرف ایسی آزادی جو اسے عورت کے مقدس مقام سے نہ گرائے بلکہ اس کے کردار اور مرتبے میں اضافے کا سبب بنے۔ عورتوں کی تعلیم اور آزادی کا مقصد انہیں چراغ خانہ بنانا ہے نہ کہ شمع محفل، عورتوں کو مغرب کی کھوکھلی آزاد منش تہذیب کی پیروی کرنے کی بجائے اسلامی معاشرے کی اس تہذیب کی پیروی کرنی چاہیے جو اسے ہر لحاظ سے مکمل اور جامع نظام زندگی فراہم کرتا ہے۔

کیونکہ وہ تعلیم جو عورت کو آزادی اس کے اصل مقام سے ہٹا دے وہ تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ ایک عورت کی تعلیم پوری نسل کی تعلیم و تربیت ہے۔

تو میری بہنوں آؤ آج سے یہ عہد کریں کہ اپنی عصمت عزت، وقار و آبرو کی حفاظت ہر وقت کریں اور اپنی جان سے بڑھ کر ان چیزوں کو عزیز رکھیں اور دوسروں کو بھی تلقین کریں۔

بقول اقبال

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازنین
اس علم کو کہتے ہیں ارباب نظر موت

اقرا حفیظ......راولپنڈی

❁

رفاقت جاوید

پروین سب کی تعریف سن کر مسرت وفخر سے پھولی نہ سماتی تھی پروین رات بھر مرثیے اور نوحے پڑھنے کی مشق کرتی رہتی' ماں نے بچپن میں ہی یہ ادراک سونپا تھا کہ خود اعتمادی اور محنت ہی میں کامیابی کا راز پوشیدہ ہے وہ اپنی ماں کی اس کروڑوں کی بات پر مرتے دم تک قائم رہی' نسرین بچپن سے ہی کمزور اور بیمار بچی تھی آئے دن کی علالت اس کی تعلیم میں رکاوٹ بن جایا کرتی تھی اس لیے نسرین نے ہومیو پیتھک کی ڈگری حاصل کرلی' دونوں بہنیں ماں کے لیے سورج اور چاند تھیں پروین کی ذہانت پر انہیں بہت فخر تھا اور نسرین کی خدمت گزاری پر بہت مان تھا دونوں بہنیں ایک ہی ماں کی آغوش میں پل رہی تھیں ایک ہی آنگن میں کھیل کر جوان ہوئی تھیں لیکن دونوں کے مزاج اور پسند میں زمین آسمان کا فرق تھا دونوں کی دلچسپیوں اور مشاغل میں مطابقت نہ تھی۔ نسرین بڑی بہن ہونے کے ناتے ہمیشہ اس کے مزاج کو دھیما رکھنے کی کوشش کرتی اسے گھرداری کا سلیقہ وقرینہ سکھانے میں کوشاں رہتی مگر پروین مان کے نہ دیتی۔

پروین یہ بھی جانتی تھی کہ اگر وہ ماں کے زیر سایہ نہ ہوتی تو نسرین اتنی مستقل مزاج لڑکی تھی کہ اسے اپنے مطابق ڈھال کر دم لیتی لیکن وہ والدین کے لاڈ و پیار کی وجہ سے مجبوراً چپ رہ جاتی اور اسے گلے لگالیتی۔ پروین کی زندگی میں گرج چمک اور آندھی طوفان کی بہتات رہی ماں ہمیشہ اس کی ڈھال بن جایا کرتی تھی پروین بھی ماں کو کبھی ناراض نہ کرتی تھی ماں کی خوشیوں کا خیال رکھنا اس کے فرائض کی حدود میں آتا تھا جس سے وہ بخوبی واقف تھی دوری کے باوجود وہ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا کرتی تھی۔ ہر شام ماں اور بہن کو فون کرکے خیریت معلوم کرنا روز کا معمول تھا جب پروین امریکا ایم اے کے لیے گئی ہوئی تھی تو والد صاحب کی اچانک موت کی خبر اور وہاں کے درد اور بے بسی کے احساس نے اس کی حالت بگاڑ دی تھی وہ فوراً اپنی ماں کے پاس پہنچ جانا چاہتی تھی اور ماں کے دکھوں کو کم کرنا چاہتی تھی مگر اپنی علالت کے وجہ سے وہ پاکستان نہ پہنچ سکی' پروین بلاناغہ ماں کو فون کرکے تسلی وتشفی دیتی رہی اُسے ماں سے اتنی عقیدت تھی کہ ماں کی کسی بات کا برانہ منانی تھی نہ ہی قیل وقال سے اپنی بات منوانے کی گستاخی کرتی تھی' ماں کو حج کرانے کی سعادت اسے ہی نصیب ہوئی تھی' نسرین کو زیارتوں پر بھیجنے پر وہ خوشی سے نہال ہوگئی تھی۔

پروین ہر رشتے میں بے مثال تھی اس لیے جس رشتے کو نبھا نہ سکی تھی اس کے کرب کی شدت میں ہر لمحے اضافے کا سبب اس کا مثبت وہ رویہ ہی تھا جو اس رشتے کے سامنے ناکام ہوا ثابت ہوا تھا اس کی تفصیل آپ سب کی نظروں سے گزر چکی ہے۔

جب پروین جی 10/2 میں سرکاری گھر میں شفٹ ہوئی تو اس نے سب سے پہلے خوشی خوشی ماں کے لیے نیچے کا کمرہ سیٹ کیا تھا تاکہ انہیں سیڑھیاں چڑھنے کی دقت پیش نہ آئے ماں کو ویسے بھی اوپر رہنا پسند نہیں تھا انہی کی پسند کا احترام مقصود تھا وہ جب بھی اس کے پاس قیام کرنے آتیں تو نسرین ان کے ہمراہ ہوتی تھی کیونکہ وہ ماں کی بہت فرمانبردار اور خدمت گار بچی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے پیار و انس کی عاشق تھی کہ ماں ہی ایسی بے لوث اور نرم مزاج تھی کہ اولاد ان کی ہر بات اور ہر حرکت پر سر تسلیم خم کرلیتی تھی اور پروین ایسی ہی نیک طینت ماں کی بیٹی اور خوش سیرت بہن کی بہن ہوتے ہوئے افواہوں اور اسکینڈلز کے مطابق کیسے ہوسکتی تھی اس کی ذات سے شاعری کے انداز کو ہٹا کر تجزیہ کریں تو اس کے ظاہری اور باطنی کردار میں رتی بھر فرق محسوس نہ ہوگا یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے اور پروین کی روح کو حقیقی سکون بخشنا ہم سب مداحوں کے فرائض کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اسے نازیبا افواہیں ہر وقت مضطرب رکھا کرتی تھیں۔ پروین جیسی بے باک' معاشرے کی خامیوں' ان گنت برائیوں' زیادتیوں اور بے انصافیوں پر انگلی اٹھانے والی معاشرتی اقدار و روایات کے شکنجے میں جکڑی ہوئی عورت کی حوصلہ افزائی کے لیے قلم میں روح پھونکنے والی اور خود ساختہ ان ناسوروں کے خلاف جنہیں صرف عورت کے نصیب میں لکھ دیا گیا ہے آواز بلند کرنے والی بیٹی والدین کے لیے مسرت وفخر کا باعث بنی لیکن بہت جلد اس کی شاعری اور معاشرے کے اعتراضات کی وجہ سے وہ والدین کے لیے باعث ندامت بن گئی والد صاحب اور شوہر کی ناراضی حد درجے کی تختی اور لعن طعن کے باوجود ماں پروین کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن گئی تھی ماں کے کردار میں بے لوث اور اپنی جان نثار کردینے والی بیٹی کی ہر

بات پر بلا تامل یقین کر لینے والی اور اندھا اعتماد ایسا کہ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے پروین ریاکار اور دھوکے باز نہیں ہو سکتی اس میں سچائی تھی یہ ماں کا دل ہی نہیں ذہن بھی گواہی دے رہا تھا ماں کا اعتماد اور پیار اگر ایسا خالص نہ ہو تو تمام ہیروز سے خالی ہوتی لیکن اسی ماں نے اپنی بیٹی پر بھرپور بھروسہ بھی کیا اور اسے اپنے اعتماد میں لے کر اس کے کردار کا باریک بینی سے ایک مشرقی عورت کے ناطے تجزیہ بھی کیا تو اسے ایک عورت نے معصوم اور پاکباز قرار دے دیا یہ فیصلہ ماں کا نہیں تھا میرے اور آپ جیسی عورت کا اٹل اور مستحکم فیصلہ تھا۔

وہ خاموش طبع ماں بیٹی کے جانے پر تڑپ رہی تھی مگر کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا تھا کہ اس کی منی سی کانچ کی گڑیا کو سب نے کس گناہ کی پاداش میں توڑنے کی کوشش کی تھی اس ماں کے چہرے پر بے شمار سوالات رقصاں تھے ان کی زبان سے درد و رنج سے بھرپور ایک فقرہ میری سماعتوں میں آج بھی محفوظ ہے "دنیا میری بچی کو توڑنے چھوڑنے میں کامیاب ہو گئی بیٹا" ان کے آنسو خشک ہو چکے تھے میرا ہاتھ پکڑ کر وہ نظریں جھکائے کہیں ماضی میں کھو گئی تھیں آج ان کے ذہن کے پروجیکٹر پر پروین کا پیدائش سے موت تک کا ہر لمحہ فلم کی مانند چل رہا تھا جس لڑکی نے زندگی میں کبھی ہار نہ مانی تھی آج اپنے رب العزت کے سامنے وہ سر تسلیم خم کیے فتح یابی کی سند حاصل کر چکی تھی۔

پروین کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اپنی ماں کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیتی انہوں نے بھی کئی بار اس کی خواہش کے بارے میں سنجیدگی سے سوچا تھا لیکن ہر بار مجبوری آڑے آ جاتی نسرین سے انہیں والہانہ پیار تھا اور وہ بہت بڑی ٹریجڈی کا شکار بھی ہو چکی تھی شوہر سے علیحدگی کے بعد انہی کی ہو کر رہ گئی تھی اب وہ ہر وقت علیل رہنے لگی تھی ماں اسے تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھی پھر والد صاحب پر بھی بڑھاپا طاری ہو چکا تھا ان کے پاس ان کے ساتھی کا ہونا بہت ضروری تھا اس لیے ماں ہمیشہ کے لیے تو نہیں وقتاً فوقتاً اس کے پاس آتی رہیں ان دنوں پروین اپنے دوستوں سے ملنا چھوڑ کر زیادہ تر وقت اپنی ماں کے ساتھ گزارا کرتی تھی۔

ایک شاعرہ کے لیے

بھیڑیے اور ہرنی کی دوستی کبھی نہیں ممکن ہے
ذرا سی چھاؤں کی آس میں تو نے
کیسے گھر کو چھوڑا
مانا کہ دیواریں تھی کچی
اور ٹپکتی رہتی تھی چھت
خواب گاہ میں شام شام تک دھوپ بھری رہتی تھی
لیکن وہ مٹی جس پر یہ گھر استادہ تھا
جس پر تیرے پاؤں جمے تھے
وہ تو تیری اپنی تھی
سدا محبت کرنے والی
ماں کی طرح ترے سب تیکھے لہجوں کو
ہنس ہنس کے سہہ جاتی تھی
تیرا آنچل
جب بھی کسی کانٹے سے الجھا
یا تری بے خبری میں سر سے ڈھلکا
کون تھا جس نے تیری ردائے عفت ڈھونڈی
آندھی اور سیلاب کے بڑھتے ریلے میں
تیرے وجود کے ننھے سے پتے کو کس نے تھاما تھا
شہر کا شہر جب تجھ پہ باتیں کرتا تھا
کس نے تیرے سر پہ ہاتھ رکھا تھا
جب بھی بارش تیز ہوئی تو تیری خاطر
کس کے بازو پھیلے تھے
جب بھی زور ہوا نے باندھا
تیرے گھر کے سارے دیوں کو کس نے جلائے رکھا تھا
تیرے اک اک شعر کو کس نے سرمہ چشم بنایا تھا
آج وطن پر وقت پڑا تو
تجھ کو اپنا مستقبل تاریک دکھائی دینے لگا
ماں کی خدمت
پھولوں اور تحفوں سے کب ہو سکتی ہے
اسے تو تیرے لمس کی حدت ہے درکار
تجھے نئی دنیا کی مبارکباد
مگر یہ بات گرہ میں باندھ کے رکھ لے
جس جنگل کو تو نے اپنا گھر سمجھا ہے
بھیڑیوں اور ریچھوں سے بھرا پڑا ہوا ہے

(خود کلامی)

بزمِ سخن

سمیہ عثمان

فاطمہ خان......گجرات

اب کے بارش میں تو یہ کارزیاں ہونا ہی تھا
اپنی کچی بستیوں کو بے نشاں ہونا ہی تھا

خدیجہ نعمان......کہروڑپکا

مرا راز دل آشکارا نہیں
وہ دریا ہوں جس کا کنارا نہیں

شہناز نور......اسلام آباد

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

شبانہ اسلام......راولپنڈی

دل سے خیال دوست بھلایا نہ جائے گا
سینے میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائے گا

رضیہ احمد......کراچی

اس آخری نظر میں عجب درد تھا منیر
اس کے جانے کا رنج مجھے عمر بھر رہا

صائمہ الیاس......کوٹ ادو

یہ تیری توجہ کا ہے اعجاز کہ مجھ سے
ہر شخص تیرے شہر کا برہم ہے میری جاں

ناہید خان......کوئٹہ

اپنے دشمن کو شکست سے کرنے کو ہم کنار
ہمیں روزانہ صبح اٹھ کر مسواک کرنا ہوگا

ثمرینہ رباب......پنڈدادن خان

سارے الزام ہمارے نام کر کے ساون
بچھڑنے کا بہانہ کر نکالتے ہیں وہ

مہک نور......لاہور

وقت جدائی مر جاؤں گا کہا اس نے چلو دیکھیں گے
خاک اڑا کے دی مثال انہیں کہا اس نے چلو دیکھیں گے

اقرا افضل......کراچی

کہنے کو تو میرا دل ایک ہے لیکن
جس کو دیا ہے وہ لاکھوں میں ایک ہے

سحر علی......کنری

جانے کس کس کا جڑا ہے حوصلہ مجھ سے
کیسے کہہ دوں کہ تھک گیا ہوں میں

زرینہ تبسم......جھڈو

پہلے سے ہی آندھی کا پتا کیوں نہیں دیتے
خوابیدہ پرندوں کو جگا کیوں نہیں دیتے

فہمیدہ ارشد......ٹنڈوالہ یار

کس قدر سخت خشک سالی ہے
آنسوؤں سے بھی آنکھ خالی ہے

نورین آفتاب......ملتان

اک شمع عقیدت کی جلا کیوں نہیں دیتے
آتی ہوں یہاں روز دعا کیوں نہیں دیتے

وانیہ علی......کراچی

یہ کانچ سر پر تیرے نہ ٹوٹ جائے حاتم
تو خواب گھر میں رہتا ہے ان دنوں مری جاں

ماہ رخ......کہروڑپکا

میرے جذبات سے واقف ہے میرا قلم
میں لکھوں عشق کشمیر لکھا جاتا ہے

کرن شیرازی......میرپورخاص

نجانے کس سمت نکل پڑی ہے نفس زندگی
کہیں دل جل رہا کہیں جگر جل رہا ہے

مہوش خان......ڈسکہ

دور رہ کر بھی ترے دل کا پتا لیتی ہوں
تیری تصویر نگاہوں میں بسا لیتی ہوں

مہرین......خانپور

بنیادی سبب تعصب تھا ملک کے لوٹنے کا
دوسری بار راضی نہ ہوں گے ہم اپنی ہار پر

انعم فرقان......سانگھڑ

انجان رستوں پہ چل رہے ہو تھک چکو تو لوٹ آنا

یہ بے وفائی جو کررہے ہو احساس ہو تو لوٹ آنا
علیزے کاشف..... کراچی

گر خاک ہوں تو پھر میں بکھر کیوں نہیں جاتا
اور پھول ہوں تو پھر میں نکھر کیوں نہیں جاتا
کومل ضیاء..... ڈھرکی

ہر روز اک امید لگائے جاتی ہوں اس گلی میں
اے کاش کہ وہ گزرتا نہ اس گلی سے ایک بار
عشرت..... گھوٹکی

تیری خاطر انا کو اپنی میں موڑ گیا میرے کوزہ گر
تیری خاطر حدوں کو اپنی توڑ گیا میرے کوزہ گر
شمیم عمران..... دھابیجی

اے دشمن وطن ذرا آنکھ دیکھی رکھ
چشم نوچ لیتے ہیں خود کو حساب میں رکھ
منیزہ عمیر..... ملتان

بحر احساس مرے جسم میں بہتا کیوں ہے
اور تھپڑوں کو بدن شان سے سہتا کیوں ہے
عروسہ مہتاب..... کراچی

بادلوں کا گلدستہ ہر صبح سجاتا ہے
کون آسمانوں پر جشن گل مناتا ہے
امبر سلمان..... لاہور

تو ہر قدم پہ سب کو نصیحت ابھی نہ کر
کہتی رہی میں اس سے بغاوت ابھی نہ کر
نازش کنول..... کوٹ ادو

ہم زندگی کی کھوج میں اس زندگی کے پاس
بیٹھے ہوئے ہیں رات سے ہی شاعری کے پاس
شمزا خان..... شہداد کوٹ

مغموم ہو رہے ہو دکھا کر جفا کے ہاتھ
ہوتے ہیں کب نصیب میں سب کے وفا کے ہاتھ
ثناء فاروق..... سکھر

حال کیسے بدلے گا ذرا سوچو تو
حال چھوڑ کر ماضی مستقبل کا سوچتے ہو
سلمیٰ قریشی..... نواب شاہ

دیکھا جو خون میں لت پت تڑپتا اک نوجوان سڑک پہ
نجانے کیوں رک گیا بڑھا جب اٹھانے کو اسے
تہمینہ راشد..... لاہور

گاؤں کی آزاد فضاؤں میں پلنے والوں سے پوچھو ذرا
سنگ مرمر کے محلوں میں وہ سکوں ملے تو میرا گاؤں مٹا دو
حمیرا جاوید..... ملتان

ضمیر آدمیت کیا لہو کے دھار بکتے ہیں
فروغ جسم نمائش میں کئی کردار بکتے ہیں
سعدیہ خان..... کوئٹہ

کسی کے زخم کا مرہم کسی کے غم کا علاج
لوگوں نے بانٹ رکھا ہے مجھے دوا کی طرح
ام ہانی..... کراچی

کتنے مجبور ہیں ہم پیار کے ہاتھوں
نہ تجھے پانے کی اوقات نہ تجھے بھول جانے کا حوصلہ
مریم احسان..... پنڈی

اچھے لگے جو تم سو ہم نے بتا دیا
نقصان یہ ہوا کہ تم مغرور ہو گئے
خالدہ..... شہداد پور

مغرور تو ہونا تھا ان کو ہماری محبت کی شدت دیکھ کر
مگر وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت بھول گیا
سمیرا رضا..... حیدر آباد

میری منزل میری حد بس تم سے تم تک
خوشی یہ کہ تم میرے ہو فکر یہ کہ نہ جانے کب تک
صبا فرحان..... کراچی

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا ہے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

bazsuk@aanchal.com.pk

کچن کارنر

زہرہ جبین

دم کا گوشت

اجزاء:

گوشت	آدھا کلو
کچا پپیتا (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لیموں کا رس	دو کھانے کے چمچ
کھوپرا (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
جائفل (پسی ہوئی)	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
بادام (پسے ہوئے)	چھ عدد
خشخاش	ایک چائے کا چمچ
تل (پسے ہوئے)	ایک چائے کا چمچ
پیاز (تلی ہوئی)	آدھا کپ
تیل	آدھا کپ
دہی	ایک کپ
ہرا دھنیا، پودینہ، ہری پیاز	کٹا ہوا تھوڑا سا

ترکیب:

گوشت کو دہی، پپیتا، گرم مصالحے، پسا دھنیا، پسی لال مرچ، ادرک لہسن کا پیسٹ، ہلدی، نمک، لیموں کا رس، کھوپرا، پسی جائفل، زیرہ، بادام، خشخاش اور تل سے میری نیٹ کریں اور دو گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ اب آدھا کپ تیل گرم کرکے اس میں تلی پیاز اور میری نیٹ کیا ہوا گوشت ڈال کر پکائیں، یہاں تک کہ گوشت نرم ہو جائے۔ جب تیل اوپر آجائے تو اسے کوئلے کا دم دیں۔ پھر اسے پودینے کے پتے، ہرا دھنیا اور ہری پیاز سے گارنش کرکے روٹی کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

شبنم عظیم......مانسہرہ

مغز کڑاہی

اجزاء:

گائے کا مغز	ایک عدد
تیل	حسب ضرورت
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	چار عدد
دہی	آدھی پیالی
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
لیموں	دو عدد
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	ایک گٹھی
ہری مرچ (لمبی باریک کٹی ہوئی)	چار عدد
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ

مغز ابالنے کے لیے:

لہسن کے جوئے	چھ عدد
کالی مرچ	چھ عدد

ترکیب:

پہلے گائے کے مغز کو پانی کے ساتھ ایک دیگچی میں ڈالیں۔ ساتھ ہی اس میں لہسن کے جوئے اور کالی مرچ ڈال کر ابال لیں۔ پھر نکال کر اس کی رگیں صاف کریں اور جھلی اتار کر چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ اب کڑاہی میں تیل گرم کرکے پیاز گولڈن براؤن کریں اور آدھی نکال لیں۔ اس کے بعد آدھی پیاز میں دہی، ادرک لہسن کا پیسٹ، گرم مصالحہ، نمک، لال مرچ اور پسا دھنیا ڈال کر اچھی طرح بھونیں اور مغز شامل کردیں۔ ساتھ میں لیموں کا رس ڈال دیں اور چمچ نہیں چلائیں۔ کڑاہی کو ہلاتے رہیں، یہاں تک کہ تیل اوپر آجائے۔ آخر میں اس میں ہرا دھنیا، ہری مرچ اور ادرک ڈال دیں۔ اس کے بعد باقی بچی پیاز ڈال کر سرو کریں۔

کرن شہزادی......فیصل آباد

کلیجی مصالحہ

اجزاء:

بکرے کی کلیجی	آدھا کلو

www.urdusoftbooks.com

ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (پسی اور تلی ہوئی)	آدھا کپ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر (کٹے ہوئے)	تین عدد
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
دہی	آدھا کپ
گرم مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (کٹا ہوا)	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

پہلے تیل گرم کرکے اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، پیاز، پسی لال مرچ، ہلدی، نمک، پسا دھنیا اور ایک چوتھائی کپ پانی شامل کرکے اچھی طرح فرائی کرلیں۔ اب اس میں ٹماٹر شامل کرکے اچھی طرح بھون لیں۔ پھر اس میں سفید زیرہ، بکرے کی کلیجی اور دہی ڈال کر ڈھک کر دس منٹ پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے اور تیل اوپر آجائے تو اس میں گرم مصالحہ، قصوری میتھی اور ہرا دھنیا شامل کردیں۔

ماہم نور انصاری..... حیدرآباد

قیمے کی برنی

اجزاء:۔

مرغی کا قیمہ	آدھا کلو
انڈے	تین عدد
پیاز باریک کٹی ہوئی	دو عدد
پسی ہوئی ہلدی	ایک چائے کا چمچ
پسی ہوئی لال مرچ	دو چائے کے چمچ
پسا ہوا لہسن ادرک	ایک چائے کا چمچ
براؤن چینی	ایک چائے کا چمچ
لیموں کا رس	دو چائے کے چمچ
ہری مرچیں	دس عدد
ہرا دھنیا	چوتھائی گڈی
دہی	آدھی پیالی
نمک	حسب ذائقہ
تیل	چار کھانے کے چمچ
چاندی کا ورق، چار مغز	سجانے کے لئے

ترکیب:۔

انڈوں کو اُبال کر موٹا کوٹ لیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کرکے لہسن ادرک اور قیمہ ڈال کر بھونیں۔ اس میں ہلدی، لال مرچ، دہی، لیموں کا رس، براؤن چینی اور نمک ڈال کر اچھی طرح سے بھونیں اور پانی خشک کرکے چولہا بند کردیں۔ اس میں ہرا دھنیا، پیاز اور ہری مرچیں ملا کر چوپر میں یکجان کرلیں۔ پائریکس کی ڈش کو چکنا کریں اور چوتھائی قیمے کی تہہ لگادیں، اس کے اوپر انڈے کی تہہ لگا کر باقی قیمے کی تہہ لگادیں۔ ڈش کو پہلے سے گرم اوون میں ۱۸۰ ڈگری سینٹی گریڈ پر ۱۵ منٹ پکا کر نکال لیں۔ برفی کے ٹکڑے کاٹ کر ڈش میں رکھیں۔ اس کو چاندی کے ورق اور چاروں مغز سے سجادیں۔ باقی انڈے اس کے اطراف میں ڈال کر پیش کریں۔

ماریہ طفیل..... حافظ آباد

مٹر تہاری

اجزاء:۔

مٹر	آدھا کلو
چاول	ڈھائی کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
آلو	تین سے چار عدد
پیاز	دو عدد درمیانی
ٹماٹر	دو عدد درمیانے
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا	دھنیا ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

مٹر کے دانوں کو دھو کر چھلنی میں رکھ لیں، پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں آلوؤں کو چھیل کر دو ٹکڑے کرلیں چاولوں کو دھو کر بیس منٹ کے لئے بھگو کر رکھ دیں۔ پین میں تیل ڈال کر پیاز کو سنہری فرائی کرلیں پھر اس میں ادرک لہسن ڈال کر فرائی کریں۔ لال مرچ، دھنیا، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اتنی دیر فرائی

کریں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں آلو ڈال کر ہلکا سا بھونیں اور آدھی پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر گلنے رکھ دیں۔ آلو گل جائیں تو مٹر اور چاول ڈال کر بھونیں، پھر تین پیالی گرم پانی میں چکن پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور اسے چاولوں پر ڈال دیں۔ ڈھک کر درمیانی آنچ پر پکائیں اور جب پانی خشک ہونے پر آ جائے تو چاولوں کو الٹ پلٹ کر کے ہلکی آنچ پر دم رکھ دیں۔ گرم گرم تہاری کو ڈش میں نکال کر دوپہر کے کھانے پر اچار اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

ماورا طلحہ..... گجرات

قیمہ گھوٹالا

اجزاء:

گائے کا قیمہ	آدھا کلو
دہی (پھینٹی ہوئی)	آدھا پاؤ
پسا ہوا کچا پپیتا	دو کھانے کے چمچ
دہی کی بالائی	دو کھانے کے چمچ
پسی ہوئی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا لہسن	ادرک ایک کھانے کا چمچ
پیکٹ والا تندوری مصالحہ	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	باریک کٹی ہوئی دو عدد
لیموں	چار عدد
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا)	ایک گڈی
نمک	حسب ذائقہ
تیل	آدھی پیالی
ہرا دھنیا، لیموں کی قاش	سجانے کے لئے

ترکیب:

قیمے میں دو کھانے کے چمچ تیل اور باقی اجزاء ملا کر آدھے گھنٹے کے لئے رکھ دیں۔ دیگچی میں تیل گرم کریں، اس میں قیمہ ڈال کر خوب بھونیں اور ڈش میں نکال لیں۔ مزیدار قیمہ ہرے دھنیے اور لیموں سے سجا کر پیش کریں۔

طیبہ جاوید..... گجرانوالہ

سی فوڈ بریانی

اجزاء:

مچھلی	آدھا کلو
جھینگے	آدھا کلو
چاول	تین پیالی
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن	دو کھانے کے چمچ
پیاز	دو عدد درمیانی
ٹماٹر	تین عدد درمیانے
پسی ہوئی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
میتھی دانہ	چند دانے
ثابت رائی	آدھا چائے کا چمچ
کڑی پتہ	چند پتے
ہری مرچیں	تین سے چار عدد
آئل	آدھی پیالی

ترکیب:

مچھلی کو چوکور بوٹیوں میں کاٹ لیں اور جھینگوں کو صاف کر کے دھو لیں۔ پین میں آئل دو سے تین منٹ ہلکا گرم کریں اس میں میتھی دانہ، رائی کڑی پتہ اور ہری مرچیں ڈال کر کڑکڑائیں پھر پیاز ڈال کر سنہرا ہونے تک فرائی کریں۔ لہسن ادرک اور ٹماٹر ڈال کر اتنی دیر پکائیں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں اور تیل علیحدہ ہو جائے۔ نمک، لال مرچ، ہلدی اور دھنیا ڈال کر ہلکا سا پانی کا چھینٹا ڈال کر بھونیں مچھلی کی بوٹیاں اور جھینگے ڈال دیں۔ تین سے چار منٹ پکا کر احتیاط سے مچھلی کو علیحدہ نکال لیں اور اس مصالحے میں چاول ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ تین سے چار پیالی پانی ڈال کر پکنے رکھ دیں۔ ڈھک کر درمیانی آنچ پر پانی خشک ہونے تک پکائیں اوپر سے مچھلی اور جھینگے رکھ کر ہلکی آنچ پر پانچ سے سات منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔

صبا ایشل..... بھاگووال

حدیقہ احمد

میک اپ بگڑنے سے بچائیں تا دیر چہرے پر قائم رکھیں

میک اپ کی شوقین خواتین کا میک اپ اکثر چند گھنٹوں بعد ہی جواب دے جاتا ہے۔ آنکھوں کا جل گالوں پر آجاتا ہے۔ لپ اسٹک غائب ہو جاتی ہے اور مسکارا پلکیں چپکا دیتا ہے۔ دراصل میک اپ کرتے ہوئے ہم بعض غلطیاں کرتے ہیں وقت کم ہو تو پوری توجہ سے میک اپ کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ چھوٹی موٹی غلطیاں تو سب سے ہی ہوتی ہیں لیکن انہیں دہرانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ہم آپ کو بتائیں گے کہ میک اپ کی غلطیاں کیا ہیں اور کس طرح تادیر تک میک اپ چہرے پر موجود رکھا جاسکتا ہے۔ اگر آپ نے چہرے پر بلشر ضرورت سے زیادہ لگالیا ہے تو ایسا کریں کہ کنسیلر یا فاؤنڈیشن رخساروں پر لگا کر ہاتھوں سے پھیلالیں آپ شفاف پاؤڈر بھی استعمال کرسکتی ہیں جو بلشر یا برونزر کی زیادتی کو چھپادے گا اور چہرے پر میٹ فلش لک آجائے گی۔ ہونٹوں کے اوپری حصے سے باہر نکلتی ہوئی لپ اسٹک بہت بری لگتی ہے۔ آپ کنسیلر یا فاؤنڈیشن ہونٹوں کے کناروں پر لا کر اچھی طرح پھیلائیں پھر اپنی پسند کا رنگ لگائیں۔ لپ اسٹک کو چند منٹ تک سیٹ ہونے دیں تاکہ اضافی تیل جذب ہوسکے پھر اضافی پاؤڈر برش کے ذریعے جھاڑ دیں۔ اس طرح آپ کی لپ اسٹک کئی گھنٹوں تک جمی رہے گی۔ چہرے پر پاؤڈر زیادہ لگ جائے تو چہرہ عجیب سا اور بدرونق لگنے لگتا ہے۔ خواتین میک اپ کرتے ہوئے ٹی زون کو ہی چمک سے محفوظ رکھنا پسند کرتی ہیں زیادہ پاؤڈر چہرے کو سفید کردیتا ہے۔ اس مسئلے کا حل فیشل میٹ اسپرے میں ہے۔ جو پاؤڈر کو سیٹ کردیتا ہے۔ جلد کو چمکدار بناتا ہے اور ایک بہترین نرمی عطا کرتا ہے اکثر خواتین یہ شکایت کرتی نظر آتی ہیں کہ اسموکی آئی میک اپ کرنے کے بعد آنکھوں کے کناروں سے آئی شیڈو جھڑنے لگتا ہے۔ اس مسئلے سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ میک اپ کی شروعات میں ہی آنکھوں کا میک اپ کرلیں۔ اس کے بعد فاؤنڈیشن لگائیں۔ اس کے علاوہ آپ آئی شیڈ کا اضافی پاؤڈر فیس برش کی مدد سے ہٹا کر ذرا سا شفاف پاؤڈر چھڑک کر معاملہ سنبھال سکتی ہیں۔ میک اپ کے تھوڑی دیر بعد خواتین کا سنگھار بگڑنے لگتا ہے اور چند گھنٹوں بعد وہ اس طرح گھر واپس لوٹتی ہیں کہ فاؤنڈیشن میں لکیریں پڑی ہوتی ہیں۔ ہونٹ پھٹ رہے ہوتے ہیں اور مسکارا بری طرح پھیل چکا ہوتا ہے اگر آپ کے ساتھ بھی یہ سب ہو رہا ہے تو فکر نہ کریں ہم آپ کو ایسے طریقے بتائیں گے جن پر عمل کرنے سے آپ کا میک اپ گھنٹوں چہرے پر موجود رہے گا۔ میک اپ سے قبل آپ کا چہرہ اچھی طرح دھلا ہونا چاہیے۔ چکنائی کی ذرا سی مقدار میک اپ کو پگھلا سکتی ہیں۔ میک اپ سے قبل ٹونز اور موئسچرائزر ٹھیک رہے گا۔ روغنی فارمولے پر مبنی موئسچرائزر سے دور رہنا ضروری ہے۔ فاؤنڈیشن لگانے سے قبل پرائمر لگانا مت بھولیے گا۔ پرائمر آپ کے میک اپ کے بہت سے مسائل کا حل ہے۔ یہ مساموں کو بند کرتا ہے۔ میک اپ کو ہموار کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ میک اپ کو تادیر چہرے سے ہٹنے نہیں دیتا۔ آپ اپنی پسند اور جلد کی ساخت کے مطابق پرائمر خریدیں۔

ناخنوں کی مضبوطی اور خوب صورتی

گھروں میں کام کرنے کے دوران خواتین کو اکثر اس بات پر شکایت ہوتی ہے کہ ان کے ناخن ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ناخن کھانے کی عادت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ناخن نہیں بڑھتے اور ان کی نشوونما بھی متاثر ہوتی ہے ناخن کو مضبوط کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب ناخن لمبے ہونے لگیں تو انہیں لیموں

کے رس میں ڈبو دیں اس طرح ناخن مضبوط ہو جائیں گے اور ٹوٹیں گے بھی نہیں۔

مصنوعی ناخن کیسے اتاریں

مصنوعی ناخنوں کو اتارنے میں کافی مشکل ہوتی ہے اس کے لیے ایک انتہائی سادہ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو الٹا کر کے مصنوعی اور قدرتی ناخنوں کے درمیان سپرٹ یا پٹرولیم کا ایک قطرہ ڈال کر مصنوعی ناخن کا کنارہ پکڑ کر آہستہ سے اتار لیں۔

ناخن اکھڑنے یا پھٹنے لگیں تو پانچ تولے شیترج کا جوشاندہ تیار کر کے اس میں سرکہ اور شہد بالترتیب پانچ تولے اور دو تولے ملا کر پکانے اور شیشی میں ڈال کر ناخنوں پر لگانے سے مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ شیترج عام پنساری کی دوکان سے مل جاتی ہے اپنے سخت ناخنوں کو جیلاٹین (چیپ دار ماہ) میں روزانہ پندرہ منٹ تک بھگو کر رکھیں تو ناخن مضبوط ہو جائیں گے۔

ناخنوں کی خراب رنگت کے لیے

اگر آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ ناخنوں کی رنگت خراب ہو رہی ہے تو آپ کو چاہیے کہ ایک چمچہ لیموں کا عرق ایک گرم پیالہ پانی یا بھینس کے گرم دودھ کو ملا کر اس میں ناخن دھوئیں اس سے ناخنوں کی رنگت خوب صورت اور داغ ختم ہو جائیں گے۔ صبح اٹھ کر لیموں یا نارنگی کا رس پینے سے ناخن دلکش ہو جاتے ہیں ناخنوں کو چمکدار بنانے کے لیے ان پر لہسن چھیل کر یا لیموں کا رس لگانا چاہیے اس سے ناخنوں پر مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

ہاتھوں کی خوب صورتی کے لیے

جس طرح حسن میں بالوں، آنکھوں، ہونٹوں، دانتوں اور جسم کے دوسرے اعضا کو اہمیت حاصل ہے بالکل اسی طرح ہاتھ بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ جس عورت کے ہاتھ خوب صورت ہوں وہ خود بھی خوب صورت ہوتی ہے خواتین عموماً اپنے ہاتھوں کی آرائش و زیبائش میں خاص دلچسپی لیتی ہیں۔ موسم کا تغیر و تبدیل سب سے پہلے جلد پر اثر انداز ہوتا ہے اور چونکہ ہاتھوں میں کسی خاص قسم کا لباس نہیں ہوتا اور ان سے ہر وقت کام لیا جاتا ہے اس لیے موسم کا سب سے زیادہ اثر ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ اس سے ہاتھوں کی جلد متاثر ہوتی ہے اور نتیجے کے طور پر ہاتھ بدوضع اور کھردرے ہو جاتے ہیں، بعض خواتین جو موسم کی تبدیلی کے ساتھ ہاتھوں پر توجہ نہیں دیتیں ان کی جلد عموماً جگہ جگہ سے سکڑ جاتی ہے اور پھر یہی کٹی پھٹی جلد بعض اوقات ہاتھوں کی کسی بیماری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس سائنسی دور میں ہاتھوں کو نرم و نازک اور خوب صورت رکھنے کے یوں تو کئی طریقے دریافت کیے جا چکے ہیں لیکن ان میں سے آسان ترین طریقہ ہینڈ کریم کا استعمال ہے، عموماً ایسی کریمیں اور لوشن وغیرہ کاسمیٹکس بیچنے والوں سے مل جاتے ہیں جن کے استعمال سے نہ صرف ہاتھوں کی زیب و زینت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ کئی قسم کی بیماریوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں اور ان کی غذائی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔ ہاتھوں پر استعمال کی جانے والی کریمیں عموماً رات کو سوتے وقت استعمال کی جاتی ہیں، کیونکہ اس وقت ہاتھوں کو عموماً آرام میسر ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی بھی ہینڈ کریم استعمال کی جائے، مساج کے ذریعے ہاتھوں کی جلد میں جذب کر دی جاتی ہے جب کہ مساج کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی پشت پر کریم، لوشن یا ویزلین لگا کر ہاتھ کی ہتھیلی سے اسے آہستہ آہستہ گولائی میں رگڑ لیں۔

یہ عمل اس وقت تک جاری رہنا چاہیے، جب تک کہ جو کچھ ہاتھ پر لگایا ہے، جلد میں جذب نہ ہو جائے، اس کے بعد ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں کا مساج کریں، اس کے لیے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی پوروں سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے گرد مساج کیا جا سکتا ہے۔ اور جب ایک ہاتھ کی انگلیوں کا مساج مکمل ہو جائے تو پھر دوسرے ہاتھ کا مساج کریں۔

عالم میں انتخاب

نزہت جبین ضیاء

نظم

ایگریسیو ہو تم تو
ایگریسیو ہوں میں بھی
آؤٹ اسپوکن ہو تم تو
آؤٹ اسپوکن ہوں میں بھی
لائر ہو تم تو
لائر ہوں میں بھی
مگر حقیقت یہ بھی ہے جاناں
خالص ہو تم تو
خالص ہوں میں بھی
محبت ہو تم تو
محبت ہوں میں بھی

شاعرہ: ریحانہ آفتاب
انتخاب: ماہم نور انصاری

غزل

ہر گھر میں ایک ایسا کونا ہوتا ہے
جہاں ہر کسی کو چھپ کر رونا ہوتا ہے
خویش، قبیلہ، عزت، حرمت، نام، نسب
اس اک عشق میں کیا کیا کھونا ہوتا ہے
اس کی شب بیداری گریہ و زاری کیا
جن غافل کو دن بھر سونا ہوتا ہے
رات کسی صحرا میں ہو تو اچھا ہے
خنک ہوا اور نرم بچھونا ہوتا ہے
موسم اور تقدیر سے ڈرتے ہیں لیکن
بیج ہمیں ہر حال میں بونا ہوتا ہے
اجرت کے لالچ میں ہم مزدوری کو
چوروں کا اسباب بھی ڈھونڈنا ہوتا ہے

شاعر: انجم شیالی

انتخاب: مشی خان سواتی..... بھیر کنڈ

یار کو ہم نے

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں ممکن ہوا کہیں واجب
کہیں فانی کہیں بقا دیکھا
کہیں وہ بادشاہ تخت نشیں
کہیں کاسا لیے گدا دیکھا
کر کے دعویٰ اناالحق کا
برسر دار وہ کھنچا دیکھا
کہیں وہ در لباس معشوقہ
بر ناز و ادا دیکھا
صورت گل میں کھلکھلا کے ہنسا
شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں عاشق نیاز کی صورت
سینہ بریان و دل جلا دیکھا

شاعر: حضرت شاہ نیاز

انتخاب: ہالہ و عائشہ سلیم..... کراچی

تیرا نام

نہ تھی روشنی کسی آنکھ میں
کسی خواب کی
یہ عجیب شامِ فراق تھی
لبِ بے نوا کے حصار میں
کہیں ایک حرفِ دعا نہ تھا
وہ فشار تھا میری روح میں
کہیں جیسے کوئی خدا نہ تھا
فقط اک چشمِ جمال نے
میرے کاخ و کو کو بدل دیا
رہِ بے چراغ اُجال دی
میرے چار سو کو بدل دیا

شاعر: امجد اسلام امجد

انتخاب: ارم صابرہ۔۔۔۔تلہ گنگ

غزل

حضور آپ اور نصف شب مرے مکان پر
حضور کی تمام تر بلائیں میری جان پر
حضور خیریت تو ہے حضور کیوں خموش ہیں
حضور بولیے کہ وسوسے وبالِ ہوش ہیں
حضور، ہونٹ اس طرح کپکپا رہے ہیں کیوں
حضور آپ ہر قدم پہ لڑکھڑا رہے ہیں کیوں
حضور آپ کی نظر میں نیند کا خمار ہے
حضور شاید آج دشمنوں کو کچھ بخار ہے
حضور مسکرا رہے ہیں میری بات بات پر
حضور کو نہ جانے کیا گماں ہے میری ذات پر
حضور منہ سے بہہ رہی ہے پیک صاف کیجیے
حضور آپ تو نشے میں ہیں معاف کیجیے
حضور کیا کہا، مَیں آپ کو بہت عزیز ہوں
حضور کا کرم ہے ورنہ مَیں بھی کوئی چیز ہوں
حضور چھوڑیے ہمیں ہزار اور روگ ہیں
حضور جائیے کہ ہم بہت غریب لوگ ہیں

شاعر: احمد فراز

انتخاب: اریبہ منہاج۔۔۔۔کراچی

غزل

چراغ سامنے والے مکان میں بھی نہ تھا
یہ سانحہ مرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا
جو پہلے روز سے دو آنگنوں میں تھا حائل
وہ فاصلہ تو زمین آسمان میں بھی نہ تھا
یہ غم نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک ہو نہ سکے
یہ رنج ہے کہ کوئی درمیان میں بھی نہ تھا
ہوا نہ جانے کہاں لے گئی وہ تیر کہ جو
نشانے پر بھی نہ تھا اور کمان میں بھی نہ تھا
جمالؔ پہلی شناسائی کا وہ اک لمحہ
اسے بھی یاد نہ تھا میرے دھیان میں بھی نہ تھا

شاعر: جمال احسانی

انتخاب: سدرہ شاہین۔۔۔۔پیرودال

معصوم سوال

جینے کے لیے سوچا ہی نہیں
درد سنبھالنے ہوں گے
مسکرائیں تو، مسکرانے کے
قرض اتارنے ہوں گے
مسکراؤں کبھی تو لگتا ہے
جیسے ہونٹوں پہ قرض رکھا ہے
تجھ سے ناراض نہیں زندگی
حیران ہوں میں
تیرے معصوم سوالوں سے
پریشاں ہوں میں

شاعر: گلزار

انتخاب: حنا اشرف۔۔۔۔کوٹ ادو

محبت

محبت ایسا نغمہ ہے
ذرا بھی جھول ہے لَے میں
تو سُر قائم نہیں رہتا
محبت ایسا شعلہ ہے
ہوا جیسی بھی چلتی ہو
کبھی مدھم نہیں ہوتا
محبت ایسا رشتہ ہے
کہ جس میں بندھنے والوں کے
دلوں میں غم نہیں ہوتا
محبت ایسا پودا ہے
جو تب بھی سبز رہتا ہے
کہ جب موسم نہیں ہوتا
محبت ایسا رستہ ہے
اگر پیروں میں لرزش ہو
تو یہ محرم نہیں ہوتا
محبت ایسا دریا ہے
کہ بارش روٹھ بھی جائے
تو پانی کم نہیں ہوتا

شاعر: امجد اسلام امجد

انتخاب: راؤ رفاقت علی.....دنیاپور

غزل

مجھے اپنے ضبط پہ ناز تھا، سرِ بزم رات یہ کیا ہوا
مری آنکھ کیسے چھلک گئی، مجھے رنج ہے یہ برا ہوا
مری زندگی کے چراغ کا یہ مزاج کوئی نیا نہیں
ابھی روشنی ابھی تیرگی، نہ جلا ہوا نہ بجھا ہوا
مجھے جو بھی دشمنِ جاں ملا وہی پختہ کارِ جفا ملا
نہ کسی کی ضرب غلط پڑی، نہ کسی کا تیر خطا ہوا
مجھے آپ کیوں نہ سمجھ سکے یہ خود اپنے دل ہی سے پوچھیے
مری داستانِ حیات کا تو ورق ورق ہے کھلا ہوا
جو نظر بچا کے گزر گئے مرے سامنے سے ابھی ابھی
یہ مرے ہی شہر کے لوگ تھے مرے گھر سے گھر ہے ملا ہوا
ہمیں اس کا کوئی بھی حق نہیں کہ شریکِ بزمِ خلوص ہوں
نہ ہمارے پاس نقاب ہے نہ کچھ آستیں میں چھپا ہوا
مرے ایک گوشۂ فکر میں، میری زندگی سے عزیز تر
مرا ایک ایسا بھی دوست ہے جو کبھی ملا نہ جدا ہوا
مجھے ایک گلی میں پڑا ہوا کسی بدنصیب کا خط ملا
کہیں خونِ دل سے لکھا ہوا، کہیں آنسوؤں سے مٹا ہوا
مجھے ہم سفر بھی ملا کوئی تو شکستہ حال مری طرح
کئی منزلوں کا تھکا ہوا، کہیں راستے میں لٹا ہوا
ہمیں اپنے گھر سے چلے ہوئے سرِ راہ عمر گزر گئی
کوئی جستجو کا صلہ ملا، نہ سفر کا حق ہی ادا ہوا

شاعر: اقبال عظیم

انتخاب: ماہ نور.....حیدرآباد

غزل

جن کے ہونٹوں پہ ہنسی پاؤں میں چھالے ہوں گے
ہاں وہی لوگ تمہیں ڈھونڈنے والے ہوں گے
مے برستی ہے فضاؤں پہ نشہ طاری ہے
میرے ساقی نے کہیں جام اچھالے ہوں گے
شمع وہ لائے ہیں ہم جلوہ گہِ جاناں سے
اب دو عالم میں اجالے ہی اجالے ہوں گے
جن کے دل پاتے ہیں آسائشِ ساحل سے سکوں
اِک نہ اک روز طلاطم کے حوالے ہوں گے

ہم بڑے ناز سے آئے تھے تری محفل میں
کیا خبر تھی لبِ اظہار پہ تالے ہوں گے
اُن سے مفہومِ غمِ زیست ادا ہو شاید
اشک جو دامنِ مژگاں نے سنبھالے ہوں گے

شاعر: پرواز جالندھری

انتخاب: شہزادی فرخندہ.....خانیوال

غزل

جو بات شرطِ وصال ٹھہری وہی ہے اب وجہ بدگمانی
ادھر ہے اس بات پر خموشی ادھر ہے پہلی سے بے زبانی
کسی ستارے سے کیا شکایت کہ رات سب کچھ بجھا ہوا تھا
فسردگی لکھ رہی تھی دل پر شکستگی کی نئی کہانی
عجیب آشوبِ وضع داری ہمارے اعصاب پر ہے طاری
لبوں پہ ترتیبِ خوش کلامی دلوں میں تنظیمِ نوحہ خوانی
ہمارے لہجے میں یہ توازن بڑی صعوبت کے بعد آیا
کئی مزاجوں کے دشت دیکھے کئی رویوں کی خاک چھانی

شاعر: عزم بہزاد

انتخاب: ماورا طلحہ

غزل

گلاب، خواب، دوا، زہر، جام، کیا کیا ہے
میں آ گیا ہوں، بتا انتظام کیا کیا ہے
فقیر، شاہ، قلندر، امام، کیا کیا ہے
تجھے پتہ نہیں تیرا غلام کیا کیا ہے
امیرِ شہر کے کچھ کاروبار یاد آئے
میں رات سوچ رہا تھا حرام کیا کیا ہے
میں تم کو دیکھ کر ہر بات بھول بیٹھا ہوں
تم ہی بتاؤ مجھے تم سے کام کیا کیا ہے
زمیں پر سات سمندر، سَروں پر سات آکاش
میں کچھ نہیں ہوں مگر اہتمام کیا کیا ہے

شاعر: ڈاکٹر راحت اندوری

انتخاب: ضوباریہ ساحر.....مظفرگڑھ

غزل

عشق میں غیرتِ جذبات نے رونے نہ دیا
ورنہ کیا بات تھی کس بات نے رونے نہ دیا

تجھ سے مل کر ہمیں رونا تھا، بہت رونا تھا
تنگیِ وقتِ ملاقات نے رونے نہ دیا
رونے والوں سے کہو ان کا بھی رونا رو لیں
جن کو مجبوریِ حالات نے رونے نہ دیا
آپ کہتے تھے کہ رونے سے نہ بدلیں گے نصیب
عمر بھر آپ کی اس بات نے رونے نہ دیا
ایک دو روز کا صدمہ ہو تو رو لیں فاکر
ہم کو ہر روز کے صدمات نے رونے نہ دیا

شاعر: سدرشن فاکر
انتخاب: ہما...... جہلم

غزل

مرے خدا مجھے وہ تاب نے نوائی دے
مَیں چپ رہوں بھی تو نغمہ مرا سنائی دے
گدائے کوئے سخن اور تجھ سے کیا مانگے
یہی کہ مملکتِ شعر کی خدائی دے
نگاہِ دہر میں اہلِ کمال ہم بھی ہوں
جو لکھ رہے ہیں وہ دنیا اگر دکھائی دے
چھلک نہ جاؤں کہیں میں وجود سے اپنے
ہنر دیا ہے تو پھر ظرفِ کبریائی دے
مجھے کمالِ سخن سے نوازنے والے
سماعتوں کو بھی اب ذوقِ آشنائی دے
نمو پذیر ہے یہ شعلۂ نوا تو اسے
ہر آنے والے زمانے کی پیشوائی دے
کوئی کرے تو کہاں تک کرے مسیحائی
کہ ایک زخم بھرے دوسرا دہائی دے
میں ایک سے کسی موسم میں رہ نہیں سکتا
کبھی وصال کبھی ہجر سے رہائی دے
جو ایک خواب کا نشہ ہو کم تو آنکھوں کو
ہزار خواب دے اور جراتِ رسائی دے

شاعر: عبیداللہ علیم
انتخاب: رخسانہ اقبال...... قائد آباد

غزل

بھولا نہیں دل عتاب اس کے
احسان ہیں بے حساب اس کے
آنکھوں کی ہے ایک ہی تمنا
دیکھا کریں روز خواب اس کے
ایسا کوئی شعر کب کہا ہے
جو ہو سکے انتساب اس کے
اپنے لیے مانگ لوں خدا سے
حصے میں جو ہیں عذاب اس کے
ویسے تو وہ شوخ ہے بلا کا
اندر ہیں بہت حجاب اس کے

شاعرہ: پروین شاکر
انتخاب: صبا ایشل...... بھاگووال

غزل

تن پہ اوڑھے ہوئے صدیوں کا دھواں شامِ فراق
دل میں اتری ہے عجب سوختہ جاں، شامِ فراق
خواب کی راکھ سمیٹے گی، بکھر جائے گی
صورتِ شعلہ خورشید رُخاں شامِ فراق
باعثِ رونقِ اربابِ جنوں ویرانی
حاصلِ وحشتِ آشفتہ سراں شامِ فراق
تیرے میرے بھی اقرار وہیں بکھرے تھے
سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہے جہاں شامِ فراق
اپنے ماتھے پہ سجا لے ترے رُخسار کا چاند
اتنی خوش بخت و فلک ناز کہاں شامِ فراق
ڈھلتے ڈھلتے بھی ستاروں کا لہو مانگتی ہے
میری بجھتی ہوئی آنکھوں میں رواں شامِ فراق
اب تو ملبوس بدل، کاکلِ بے ربط سنوار
بجھ گئی شہر کی سب روشنیاں شامِ فراق
کتنی صدیوں کی تھکن اس نے سمیٹی محسن
یہ الگ بات کہ پھر بھی ہے جواں شامِ فراق

شاعر: محسن نقوی
انتخاب: طیبہ ارشاد...... منڈی بہاؤالدین

alam@aanchal.com.pk

خوشبوئے تحریر

ہما ذوالفقار

فرمان مصطفیٰ ﷺ

- مسلمان کو سامنے دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے۔
- جو جس سے محبت رکھے گا اس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا۔
- اچھا ساتھی وہ ہے کہ جس کے دیکھنے سے تمہیں خداعزوجل یاد آئے اور اس کی گفتگو سے تمہارے عمل میں اضافہ ہو اور اس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے؟

فیفہ مائرہ جٹ...... 132 جنوبی سرگودھا

لڑکیوں کے ٹاپ لیول کے جھوٹ

- مجھے تمہاری بہت فکر ہے۔(جھوٹ)
- تم میری زندگی کی پہلی اور آخری محبت ہو۔(استغفراللہ)
- جان سوری میرا سیل سائلنٹ پر تھا۔(لڑکی کا سیل اور سائلنٹ پر)
- ہماری شادی ضرور ہوگی۔(خوابوں میں)
- تمہارے والدین میرے والدین ہیں۔(شادی سے پہلے تک)
- میں تمہارے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی۔(ہاں ایک ہفتے تک)
- میں تمہارے بعد مرجاؤں گی(کسی اور پر)
- تم نہ ملے تو زہر کھالوں گی۔(خیالوں میں)
- ہاہاہاہاہاہا ہم لڑکیاں بھی ناں اور یہ لڑکے بھی الو بن جاتے ہیں۔

عائشہ رحمان بھٹی......ریالی مری

محبت

"محبت" اس چار حرفی لفظ کو سن کر دل عجیب سے احساس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو دل سے روح تک طوفان برپا کردیتا ہے ایک ایسا مرض جو لگ جائے تو لاعلاج ہے ایک ایسی حقیقت جو ازل سے ہے ابد تک رہے گی کسی کی تو جھولی خوشیوں سے بھروسے کہ دامن کم پڑ جائے اور کہیں دل کو اجاڑ کر روح کو بنجر کر ڈالے جو خالق سے ہو تو جنت کا سفر آسان ہو جائے لیکن اگر مخلوق سے ہو جائے تو زندگی پل صراط بن جائے بظاہر اس سادہ سے چار حرفی لفظ نے ایک عالم کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے م سے مجبور کر ڈالتی ہے ح سے حسرت بنا دیتی ہے ب سے محبوب کا بت تراش لیتی ہے اور ت سے تلوار کی دھار ہے یہ سب کی جھولی میں پھول بن کر نہیں گرتی کسی کسی کو یہ آزمائش بن کر بھی ملتی ہے جہاں وقت و حالات جذبوں کی سچائی کا فیصلہ لکھتے ہیں کہ کہیں یہ نخلستان فریب نظر تو نہیں جو صحرا کی ریت پانیوں کا سراب لگ رہی ہے ہم دونوں بھی تعلق کی اس ڈور میں الجھے ہوئے ہیں۔

بہت گہرے خیالوں میں محبت کے حوالوں میں
تمہارا نام آجانا مجھے اچھا سا لگتا ہے

اقتباس: ڈھل گیا ہجر کا دن از نادیہ احمد
انتخاب: طاہرہ منور علی بھٹی

محبت اور جنگ

ایک دفعہ ایک سپاہی نے ٹیپو سلطان سے کہا کیا محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے؟

ٹیپو سلطان نے تاریخ ساز جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ انگریزوں کا قول ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں جو کچھ ہو وہ جائز ہو۔"

وقاص عمر......حافظ آباد

کرایہ

ایک شخص اپنے محلے کی نہایت معمولی شکل وصورت کی لڑکی کو بھگا کر لے جا رہا تھا دونوں چھپتے چھپاتے گلی سے نکلے اور کونے پر کھڑی ہوئی ٹیکسی میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے اسٹیشن پہنچ کر دونوں ٹیکسی سے اترے اس شخص نے خوف زدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ کر ٹیکسی

ڈرائیور سے دریافت کیا۔ "ہاں بھائی کتنا کرایہ دوں۔" ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔ "اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے صاحب اس لڑکی کے ابا جان نے کرایہ مجھے پہلے ہی دے دیا تھا۔"

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

خیال میرا خوشبو سا

✿ جب دعا اور کوشش سے بات نہ بنے تو معاملہ اللہ پر چھوڑ دو وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

✿ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب کسی نہ کسی دن بخش دیا جائے گا اس لیے ابھی بخشش کردو تاکہ کل بخشش کا موسم تمہارا ہو نہ کہ تمہارے وارثوں کا۔

✿ جو لوگ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں ان کے بارے میں پریشان نہ ہوں پریشان تو ان لوگوں کے بارے میں ہو جو آپ سے اختلاف تو رکھتے ہیں لیکن بتانے کی جرأت نہیں کرتے۔

✿ اے ابن آدم جب تو دیکھے کہ تیرا پروردگار تجھے پے در پے نعمتیں عطا کیے جا رہا ہے حالانکہ تو اس کی نافرمانی کررہا ہے تو ہوشیار ہوجا۔

✿ اپنے بیٹے کو اپنی تعلیم نہ دلاؤ کہ وہ تمہارے دور کے لیے پیدا نہیں ہوا۔

✿ سب ہی دوست سچے ہوتے ہیں بس خدا برا وقت نہ لائے۔

✿ پڑھنے والوں کی قلت ہے ورنہ گرتے ہوئے آنسو بھی کتاب ہوتے ہیں۔

✿ آنسو ان ہی لفظوں کے بنتے ہیں جو زبان سے ادا نہیں ہوتے۔

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

شکست

جس لمحے آپ نے سوچا کہ ہار کی صورت میں کیا کریں اس لمحے آپ شکست کھا گئے۔

بے وقوف

بے وقوف سے بحث کرنا دراصل یہ ظاہر کرتا ہے کہ دراصل بے وقوف ایک نہیں دو ہیں۔

ہلر

جب رشتوں میں ضد اور مقابلہ آجائے تو یہ دونوں جیت جاتے ہیں اور رشتے ہار جاتے ہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

اچھی بات

کسی کی ذات اور کردار پر بات نہ کرو یہ نہ ہو کل کوئی تمہاری ذات اور کردار پر بات کرے اور تمہیں ناگوار گزرے۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ

افسانچہ

میں تم سے سخت ناراض ہوں پہلے تو تم جلدی آجاتے تھے مگر اب تمہارا انتظار کرتے رہو لیکن تم اپنے وقت پر ہی آتے ہو 24 کے بجائے 28 کو ملتے ہو پھر جب تمہاری سرگوشیاں سنتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تمہاری آنکھوں میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش بجسس ہمیں بے اختیار تمہاری نظروں میں دیکھنے پر آمادہ کرتا ہے مگر دیکھتے ہی افسردہ ہوجاتے ہیں جتنے زیادہ ہمیں دیر سے ملتے ہو اتنے ہی اجنبی بھی اب تو ہمارا نام تک نہیں لیتے۔ بہت ڈھونڈنے سے بھی ہمارا نام تک نہیں ہوتا مگر دوستوں کا نام دیکھ کر دل کڑا کر کے تمہیں گلے سے لگا لیتے ہیں اس امید پر کہ آئندہ جب آؤ گے ہمارے لیے خوشیاں لاؤ گے تمہارا دوست پھر بھی اچھا ہے جو ہمیں ڈس ہارٹ نہیں ہونے دیتا ٹائم پر آتا ہے ہماری ادٹ پٹانگ حرکتیں برداشت کرتا ہے بہت مزے مزے کی اسٹوریز سناتا ہے لیکن پھر بھی تم دونوں ہمارے لیے بہت اچھے ہو پیارے ہو خوب صورت ڈیشنگ ہو سب سے الگ منفرد سب کے پیار کے قابل اس لیے تو تم لاکھ ہمیں اگنور کرو ہم تمہیں اگنور نہیں کرسکتے تم لاکھ دیر سے آؤ مگر آنا ضرور کیونکہ تمہارے بغیر یہ زندگی مکمل نہیں میرے پیارے آنچل جب تم نہ آؤ تو اپنے ساتھی حجاب کو بھیجنا اچھا۔

مشی خان سواتی...... بھیر کنڈ مانسہرہ

اقوال دانائے اہل فرنگ

☐ جو شخص کسی دوسرے شخص سے فائدہ اٹھاتے وقت اس کا شکریہ ادا کر دیتا ہے وہ قرضے کی پہلی قسط ادا کر دیتا ہے (عیسکا)

☐ محبت کا ایک گھنٹہ سو برس کی محنت سے بہتر ہے۔ (شیلے)

☐ خاموشی گفتگو کا بڑا فن ہے۔ (ہیزلٹ)

☐ گفتگو ختم کرنے کا وہ وقت ہوتا ہے جب دوسرا کچھ کہے بغیر اثبات میں سر ہلا دے۔

☐ کوئی شک نہیں کہ میرے کپڑے پھٹے پرانے ہیں لیکن میرے اپنے ہیں (مارشل)

☐ شادی سے پہلے بچوں کی تربیت و پرورش کے متعلق میرے چھ نظریے تھے اب میرے چھ بچے ہیں اور نظریہ ایک بھی نہیں (لارڈ راچسڈ)

☐ پہلے اپنے بچوں کو بولنا سکھاتے ہیں پھر انہیں خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہیں (جیوبرٹ)

☐ بعض لوگ بالکل انڈوں کی طرح ہوتے ہیں ان میں اپنے علاوہ کسی اور کی گنجائش ہی نہیں ہوتی (میکلن)

کرن شہزادی...... مانسہرہ

محبت

جا کے سمندر کے کنارے
تم اپنے ہاتھوں میں پانی اٹھا لینا
جتنا تم اٹھا لو وہ تمہاری محبت
اور جو نہ اٹھا سکو وہ میری محبت

صبا زرگر...... ذکاء زرگر جوڑہ

پاکستانی خواتین کے چند طنز و طنزیے

❖ آپ کے سارے بھائی اتنے چالاک ہیں آپ کیوں اتنے بے وقوف ہیں؟

❖ آپ کے گھر والوں نے کبھی مجھے بہو تسلیم نہیں کیا۔

❖ آپ کبھی میری بات نہیں مانتے۔

❖ میں کبھی آگے سے نہیں بولتی ہوں۔

❖ آپ نے کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

❖ میری طبیعت اتنی خراب ہے لیکن آپ کو تو پروا ہی نہیں۔

❖ مجھے لگتا ہے میں کوئی فالتو چیز ہوں۔

❖ اپنی دفعہ آپ کو بڑا غصہ آتا ہے۔

❖ آپ کے بھائی ہر بات میں بیویوں سے مشورہ کرتے ہیں اور ایک آپ ہیں کہ......

علیشبہ نور...... بھیر کنڈ

سنہری باتیں

⌘ جو تمہاری قدر نہیں کرتا تم اس کی اور بھی زیادہ قدر کرو کیونکہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر اسے تمہاری قدر کا احساس ضرور ہوگا۔

⌘ جو وضاحت نہیں چاہتے ان کو دینی بھی نہیں چاہیے اور جو دوری چاہ رہے ہوں ان سے دور ہو جانا چاہیے۔

⌘ خود غرض لوگ رشتوں کو نبھاتے کم اور آزماتے زیادہ ہیں جب کوئی گلہ یا شکایت کرنا چھوڑ دے تو سمجھ لیں کہ وہ آپ سے بہت دور جا چکا ہے۔

⌘ کچھ زخم انسان کے کبھی بھی نہیں بھرتے بس انسان ان کو چھپانے کا سلیقہ سیکھ جاتا ہے۔

⌘ وہ لوگ اکثر بدل جاتے ہیں جنہیں حد سے زیادہ وقت اور عزت دی جاتی ہے۔

⌘ اگر تم اس وقت مسکرا سکتے ہو جب تم پوری طرح ٹوٹ چکے ہو تو یقین جانو کہ دنیا میں تمہیں کبھی کوئی نہیں توڑ سکتا۔

⌘ سوچ سمجھ کر بولا کرو الفاظ نسلوں کا تعارف کروا دیتے ہیں۔

ارم ریاض...... برنالی

میرا چاند

جب اپنے چاند پر اور اپنی دعا کی قبولیت پر اس درجہ یقین رکھتے ہو تو یہ یقین بھی کر لو اب تم بھی میرا وہ چاند ہو

جسے میں نے اپنی ہر رات میں اپنی زندگی کے ہر سویرے کے لیے دعاؤں میں بڑی شدت سے مانگا ہے۔

شازیہ اختر شازی..... نور پور

تین چیزیں

❖ تین چیزیں پاک رکھو، جسم، لباس، خیالات۔
❖ تین چیزیں قابو میں رکھو۔ زبان، نفس، غصہ۔
❖ تین چیزیں یاد رکھو۔ موت، احسان، نصیحت۔
❖ تین چیزیں برداشت نہ کرو۔ ظلم، جھوٹ، فحاشی۔
❖ تین چیزیں باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ نماز، قرآن، درود۔
❖ تین چیزیں دھیان سے اٹھاؤ۔ قلم، قدم، قسم۔
❖ تین چیزیں چھوٹی نہ سمجھو۔ قرض، فرض، مرض۔
❖ تین چیزیں ایک بار ملتی ہیں۔ والدین، وقت، زندگی۔
❖ تین چیزیں حاصل کرو۔ علم، دعا، اعتماد۔
❖ تین چیزیں کبھی نہ توڑو۔ دل، عہد، قانون۔
❖ تین چیزیں ذلیل کرتی ہیں۔ چوری، چغلی، چاپلوسی۔

راؤ رفاقت علی..... دنیا پور

زندگی کے سچ

جو نصیب میں ہے وہ چل کر آئے گا
جو نہیں ہے وہ آ کر بھی جائے گا
زندگی کو اتنا سیریس لینے کی ضرورت نہیں
یہاں سے زندہ بچ کر کوئی بھی نہیں جائے گا
ایک سچ یہ ہے کہ اگر زندگی اتنی اچھی ہوتی
تو ہم اس دنیا میں روتے ہوئے نہ آتے
لیکن ایک سچ یہ بھی ہے کہ اگر یہ زندگی اتنی بری ہوتی
تو جاتے جاتے لوگوں کو نہ رلاتے۔

زعیمہ آرزو روشن..... آزاد کشمیر

سرگوشی

دل میں پھیلے
گہرے سناٹے ہیں
تیری مدھم سی
پیار بھری سرگوشی
نوید زندگی ہے

فصیحہ آصف خان..... ملتان

آزمایا جاتا ہے

☆ بہادر مقابلے کے وقت۔
☆ مستقل مزاج مصیبت کے وقت۔
☆ امانت دار مفلسی کے وقت۔
☆ عورت کی محبت کو فاقہ کے وقت۔
☆ دوست ضرورت کے وقت۔
☆ بردبار غصہ کے وقت۔
☆ شریف معاملہ ٹوٹنے کے وقت۔

عائشہ رحمٰن ہنی..... مری، بیروٹ خورد

لطیفہ

گاہک بیکری والے سے۔ "آپ کی مٹھائیوں کی دکان ہے آپ کا دل چاہتا ہوگا کہ میں کھاؤں۔"
بیکری والا۔ "اوئے نہیں یار میرا ابا رس گلے گن کر جاتا ہے اسی لیے میں صرف چوس کر رکھ دیتا ہوں۔"

سمیرا سواتی..... بھیر کنڈ

shukhi@aanchal.com.pk

جوہی احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اللہ رب العزت کے پاک نام سے ابتدا ہے جو خالق دو جہاں ارض وسماں کا مالک ہے آپ قاری بہنوں سے گزارش ہے کہ ہر ماہ بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوا کریں تاکہ آپ کی موجودگی سے بزم کو سجایا جاسکے اپنی ڈاک ہر ماہ کی بیس یا پچیس تاریخ تک ارسال کردیا کریں زیادہ سے زیادہ مصنفین کی تحریروں پر بات کریں اور بے جا اشعار لکھنے سے گریز کیا کریں امید ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ محفل میں شامل ہوکر محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیں گی اب بڑھتے ہیں حسن خیال کی جانب جہاں آپ کے تبصرے مصنفین کی تحریروں کو حسن بخش رہے ہیں۔

طیبہ عنصر مغل...... اسلام آباد۔ السلام علیکم! میں نے سوچا میں بھی اپنی ناقص رائے حجاب کے لیے دے ہی دوں سب سے پہلے تو مدیرہ سے گپ شپ ہوئی یوں کریں یہی لگا کہ پیاوی قیصر آرا ڈائریکٹ مجھ سے مخاطب ہیں بہت کارآمد باتیں‘ بے شک یہ ہم پر ہی منحصر ہے کہ ہم کس طرح کے لوگ حکمرانی کے لیے منتخب کرتے ہیں دوسری بات کہ آنچل اور حجاب دونوں ہی ہمیں پیارے ہیں جی بالکل دونوں آنکھوں کی طرح اور تیسری بات یہ دل باغ باغ ہوگیا جب فہرست میں اپنا نام پہلے نمبر پہ دیکھا ویسے یہ آخری بھی ہوتا تو بھی اتنی ہی خوشی ہوتی حمد۔ باری تعالیٰ اور نعت سے مستفید ہوتے جب ذکر پری وش کا آیا تو پڑھے بغیر آگے بڑھ جانا بالکل بھی اچھا نہ لگا اور سب پریوں کی کھٹی میٹھی باتوں کو انجوائے کیا۔ رخ سخن میں جو خاتون تھیں کچھ جانی پہچانی سی لگیں لیکن دوستو! پہچان نہیں پائے کیا خیال ہے آپ ان کو جانتے ہیں‘ چلیں جانے دیں ایڈمن پینل میں شبینہ گل پیاری کی بہت زیادہ پیاری باتوں سے محروم کیوں رہیں واہ شبینہ بہت یادگار ملاقات اور کتنے زبردست جوابات ہماری بھی بولتی بند کردی سلامت رہو پیاری‘ میرے خواب زندہ ہیں چونکہ پہلی اقساط نہیں پڑھ پائی اس پہ تبصرہ ساری اقساط پڑھ کر کروں گی لیکن کہانی دھانسو ہی لگ رہی ہے حورین‘ باسل کیا مزیدار نام ہیں اب تاج محل آگیا بھئی اپنی ہی کہانی کے واری صدقے گئے اور خوب دیر تک نہال ہوتے رہے لیکن صبا ایشل کا زمین زاد اس وقت کی ضرورت‘ کیا خوب تحریر ماشاء اللہ‘ نمیرون کی لاپروائی اور حورم کے متعلق نایاب کا محتاط ہونا بچت کروا گیا ہر گھر میں اس طرح کی پھوپو تو ہونی ہی چاہیے بھئی صبا ایشل مبارک باد اتنا اچھا لکھنے پہ واہ کیا بات ہے ریحانہ آفتاب جی‘ بہت خوب صورتی سے ناول کو ترتیب دے رہی ہیں دلچسپی بڑھ رہی ہے اور کیا 'ش' سے شروع ہوتے الفاظ کا استعمال‘ واللہ پسند آیا شنائیہ تو بہت ہی اچھا لگا رُت گلاب کی آئی حمیرا علی نے واقعی تحریر کے عنوان کا حق ادا کردیا عیشا اور برہان کے نہ مل پانے کا ملال جاتا رہا۔ انجام بخیر اب چلتے ہیں ہماری شہزادی کی شاندار و جاندار سن کی دنیا میں جی ہاں ہی ماورا طلحہ کی ہی بات کررہی ہوں بہت ہی بہترین الفاظ کا تانا بانا بُن کر ایک معاشرتی مسئلے سے آگاہی دے گئی ہیں غربت میں دو تنہا خواتین کن مشکلات سے گزرتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کیسے ان کے لیے بہتری کا سامان کردیتے ہیں بہت اچھا بیانیہ ماشاء اللہ۔ نیا سال اور فٹ پاتھ ایک درد بھری داستان واقعی‘ ہمیں ایسے لوگوں کا بھی خیال کرنا چاہیے جو اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے کام کرتے ہیں بھیک نہیں مانگتے واہ بھئی پیاری شبینہ گل آپ کی سینڈریلا تو ایک دم منفرد تحریر رہی بہت مبارک باد‘ ڈھل گیا ہجر کا دن کے کامیاب اختتام پر نادیہ احمد کو مبارکاں مونا شاہ قریشی نے لکھنے کا حق ادا کردیا تبصرہ بہت لمبا ہوگیا ہے المختصر حجاب واقعی بہت اچھی تحاریر سے مزین ہے اور کسی بھی جگہ بوریت کا احساس نہیں ہوا‘ سب مصنفین نے قلم کا حق ادا کیا ماشاء اللہ‘ سلامت رہیں مدیران بہت محنت کی جو نظر آئی ہے شکریہ۔

ماورا طلحہ...... گجرات۔ السلام علیکم‘ امید ہے حجاب پڑھنے والے‘ لکھنے والے اور انتظامیہ بخیر وعافیت ہوں

گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔ ٹائٹل ٹھیک ہی تھا مگر فہرست میں نظر آنے والے سب نام کمال تھے۔ حجاب میں شامل سب دوستوں کو ایک دفعہ پھر سے مبارک ہو۔ قیصر آرا آپا کی پُرفکر باتوں سے حجاب کا آغاز کیا' حمد اور نعت سے دل کو منور کرتے آگے بڑھے۔ ''ذکر اس پری وش کا'' میں پیاری بہنوں کے بارے میں پڑھ کے اچھا لگا۔ طیبہ عنصر مغل کو رخ سخن میں دیکھ کے خوشی ہوئی' کچھ معلومات تو تھیں جو نہیں تھیں وہ بھی رخ سخن کے توسط سے مل گئیں۔ ''ملاقات'' میں شبینہ گل جلوے بکھیر رہی تھیں' شبینہ آپی بہت بااخلاق مصنفہ ہیں اور جس خندہ پیشانی سے انہوں نے سوالوں کے جواب دیئے وہ قابل تعریف ہے۔ سب سے پہلے اپنی کہانی کے صفحے کھولے اور ڈرتے ڈرتے افسانہ پڑھا' سال پہلے لکھی تحریر سے کوئی خاص امید نہیں تھی مگر پڑھ کے اطمینان ہوا اور اب افسانہ آپ سب کی عدالت میں پیش ہے۔ ''تاج محل'' طیبہ عنصر آپی کا افسانہ اچھا لگا۔ پری اور شاہ کی جوڑی اچھی لگی مگر جوں جوں آگے بڑھتے گئے دل دکھی ہو گیا مگر صد شکر کے انجام اچھا ہوا' پری اور قیس نے مل کے افسانے کا حسن دوبالا کر دیا۔ ''زمین زاد'' صبا آپی نے حساس موضوع پہ لکھا اور کہانی حقیقت سے قریب تر تھی۔ یہ تلخ حقیقت ہمارے معاشرے کا ناسور ہے' طفیل جیسے انسان کے ساتھ اس سے بھی برا ہونا چاہیے تھا۔ نہ جانے یہ سب کرتے وقت وہ خدا کی بے آواز لاٹھی کیوں بھول جاتے ہیں۔ ''رت گلاب کی آئی'' بہت اچھا لکھا حمیرا نے' انداز تحریر پختہ تھا اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں حمیرا کو حجاب میں ہی پڑھ چکی ہوں۔ عیشا اور ماریہ دونوں ناول کے مضبوط کردار تھے برہان کی دانش مندی بھی اچھی لگی۔ اللہ تعالیٰ قلم میں روانی عطا کریں۔ سلمیٰ فہیم گل نے بہت اچھا اور سبق آموز افسانہ لکھا۔ ہر فرد اگر اپنی ذمہ داری کو سمجھے تو ماحول خوشگوار ہو جائے۔ ''سنڈریلا'' نام کے برعکس افسانہ بہت گہرائی لیے ہوئے تھا۔ شبینہ آپی افسانے کے لیے ڈھیروں داد رشتوں کا اپنا حسن ہوتا ہے مگر ہم لوگ سگے سوتیلے کے چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔ افسانہ کو جس مثبت رخ پہ آپ نے رکھا وہ دل کو خوش کر گیا' یقین کیجیے آخری پیراگراف دو دفعہ پڑھا اور چہرہ کے بعد آپ کی یہ کہانی بھی یاد رہنے والی ہے۔ مونا تمہارا اسٹائل بہت الگ ہے اور مجھے امید ہے کچھ سالوں میں تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو گی جن کی تحریر پڑھ کر نام کا اندازہ لگا لیا جائے گا' بہت سبق آموز افسانہ تھا۔ سراب راستے بھی اچھا افسانہ تھا' ارے یہ جیسے دوست نعمت ہوتے ہیں۔ افسانے کا حسن افسانے کے اختتام میں ثانیہ اور اس کی والدہ کے مکالمے میں تھا۔ بشریٰ تمہارا ناٹائٹل لگاتے مجھے قطعاً امید نہیں تھی کہ افسانہ اتنا اچھا ہو گا لیکن پھر بھی میں یہ کہوں گی اگر تم چاہتی تو ناولٹ بن سکتا تھا اور کہانی کا مزا دوبالا ہو جاتا' ہریرہ کی انٹری مزے کی لگی اور ساتھ میں تم نے ویلنٹائن ڈے بھی نبٹا دیا۔ باقی کا سارا ڈائجسٹ ہی زبردست تھا خاص طور پہ گل مینا اور حسینہ کا ناسمرہ سے تبصرہ پڑھ کے تو میں بے ساختہ ہنستی چلی گئی' بھائی کو بھی بتایا کہ بچیاں میری انگلیاں چومنا چاہتی ہیں تو ان کا جواب ملاحظہ ہو...... ''ابھی انہوں نے تمہاری انگلیاں نہیں دیکھیں ورنہ واقعی چوم لیں اور منہ دیکھ کے ڈر جائیں'' ہاہاہا۔ یہ تبصرہ بہت مشکل سے لکھا اس لیے جیسا بھی ہے قبول کریں زندگی رہی تو پھر حاضر ہوں گے۔ ہمیشہ خوش رہیں' ہنستے مسکراتے رہیں۔ اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر ۔ پیاری باجی جویریہ احمد صاحبہ السلام علیکم اس بار حجاب 12 فروری کو ملا حمد و نعت پڑھ کر ایمان کو تازگی بخشی بات چیت میں آپی قیصر آرا فرما رہی تھیں کہ سیاستدان میدان میں اتر رہے ہیں آپ کو چاہیے کہ آزمائے ہوؤں کو نہ آزمائیں آپی آپ بے فکر رہیں ہم خواتین ان شاء اللہ ووٹ کا درست استعمال کرتے ہوئے آزمائے ہوئے سیاستدانوں کو مسترد کرتے نئے اور سلجھے ہوئے لوگوں کو کامیاب کرائیں گے ہم آپ سے کوئی شکوہ نہیں کریں گے آپ اپنی مرضی سے ہماری نگارشات جہاں جی چاہے حجاب یا آنچل میں لگائیں کیونکہ ہمیں تو دونوں سے پیار ہے ذکر اس پری وش کا میں ثانیہ خادم حسین نے ہمیں مخاطب کیا اور کہا ہے کہ آپ کو اپنے ہزبینڈ سے بہت پیار ہے' جی ہاں یہ حقیقت ہے ایک روز میں کراچی سے بہاولنگر ٹرین میں آ رہی تھی کہ اپنی سیٹ کے ساتھ والی کھڑکی کھول کر اپنا ہاتھ کھڑکی کے نیچے والی جگہ پر رکھ کر باہر کے نظارے کر رہی تھی کہ اچانک کھڑکی سے میری شہادت کی انگلی زخمی ہو گئی میں نے محکمہ ریلوے پر کیس کر دیا کہ میری انگلی زخمی کرنے پر دس لاکھ روپے کا ہرجانہ دیا جائے جج صاحب نے پوچھا آپ انگلی زخمی ہونے پر دس لاکھ روپے کا مطالبہ کیوں کر رہی ہیں میں نے جواب دیا جج صاحب یہ وہی انگلی ہے جس پر میں اپنے میاں کو نچاتی ہوں' رخ

سخن میں طیبہ عنصر مغل سے ملاقات خوب رہی۔ ملاقات میں بہنوں نے خوب مزے مزے کے جواب دیے بزم سخن میں شہلا تبسم' صدف افضل' زرین کامران کے اشعار اچھے تھے عالم میں انتخاب میں مدیحہ نورین' نجم انجم اعوان' صباء ایشل کا انتخاب پسند آیا شوخی تحریر میں زہرہ ناز' وقاص عمر' نورین مسکان سرور' تہمینہ فیاض کا انتخاب خوب تھا حسن خیال میں گل مینا نے مجھے گدگدی کیے بغیر ہنسا دیا کوثر خالد آپی ہز تسنیم کا انتظار رہے گا' آپ کی اکلوتی بیٹی شمع خالد کی منگنی مبارک ہو ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ بیٹی کے نصیب اچھے کرے اور وہ اپنے سسرال میں جائے تو اس کے قدم مبارک ثابت ہوں آمین۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری نند فریدہ جاوید فری کو مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین خدا حافظ۔

شازیہ ہاشم میواتی...... کھٹیاں قصور۔ یا عزیزہ مدیرہ اسٹاف آف حجاب اینڈ سوہنے سوہنے ریڈرز' السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ' ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد پکڑا قلم کو اور ذہن کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے ذہن کو حاضر رہنے کی تنبیہہ کی اور دماغ کو حاضر رکھتے ہوئے قلم کو ایسا سنبھالا کہ چھوڑنے کو دل نہ چاہا اور دل کے پچھی اور سیڈ گارڈن میں سے غم و خوشی کے جذبات و احساسات سے بھرپور خیالات کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنا پڑا آج کل ذہن میں عجیب سی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ سوسائٹی میں پنپنے والی برائیوں نے ذہن و دماغ کو مفلوج سا کر دیا ہے' آنکھیں بے بسی سے نسوانیت پر ہونے والے ظلم و ستم کو دیکھ کر نوحہ کناں ہیں دل پارہ پارہ سا ہو جاتا ہے معصوم کلیوں کو کھلنے سے پہلے ہی مسل دیا جاتا ہے سوچیں انگشت بدنداں ہو جاتی ہیں انسانیت کے اتنے سفاک اور کریہہ روپ کو دیکھ کر سچ کہا کسی شاعر نے

بند کر دیا سپیروں نے سانپوں کو یہ کہہ کر
انسان ہی کافی ہے انسان کو ڈسنے کے لیے

اب آتی ہوں حجاب کی طرف اس دفعہ توقع کے برعکس رسالہ 8 تاریخ کو ملا مگر مدرسہ و اسکول میں پیپرز کی مصروفیات کی وجہ سے ڈائجسٹ دیر سے کھولنے کا موقع ملا حسب معمول ماڈل کو اگنور کرتے ہوئے پہنچی "بات چیت" کی طرف تو ڈیئر آپا آپ نے بالکل بجا کہا ایک الیکشن سے پھر دوبارہ عوام بے وقوف بن جائے گی اور پھر انہی نااہل حکمرانوں کے ہاتھوں غربت و افلاس' بے انصافی و ظلم' خالی خولی نعروں کی زنجیر میں جکڑی نظر آئے گی یا اللہ میرے وطن کو نااہل اور بے دین حکمرانوں سے بچا گفتگو مدیرہ سے فراغت پا کر دل کو سکون اور تسکین پہنچانے کے لیے حمد باری تعالیٰ کی طرف گئی اور الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کا خوب صورت فرمان خداوندی کو دل و دماغ میں بساتے ہوئے حمد کو دور محبت اور عقیدہ وحدانیت پر پختہ یقین رکھتے ہوئے پڑھنا شروع کیا دل میں عجب سی سکینت والی فضا چھا گئی اور کیفیت عجیب سی ہو گئی۔ اللہ حفاظت فرمائے امید ہے کہ آئندہ بھی ماجد علی اپنی حمد سے دوبارہ سیراب کریں گے بصد اصرار دل سے زبان جذبات کو ڈپٹتے ہوئے۔

بلاآخر قلم کی صدا بھی سنی پڑے
اللہ بادشاہ اللہ بادشاہ
زمیں زماں زمن زمن
کلی کلی چمن چمن
زباں زباں سخن سخن
سب کی یہ صدا
اللہ بادشاہ اللہ بادشاہ
وہ ابتدا ہی ابتدا
وہ انتہا ہی انتہا
فنا نہیں فقط بقا
وہ ہے میرا خدا
اللہ بادشاہ اللہ بادشاہ

کبھی کبھی نہاں نہاں
کہیں کہیں عیاں عیاں
یہاں یہاں وہاں وہاں
تیسرا سلسلہ

اللہ بادشاہ اللہ بادشاہ
کاسۂ عشق کو عقیدت مصطفیٰ ﷺ اور الفت محمد عربی ﷺ سے قلب معمور کے ساتھ نعت پڑھنی شروع کی تو اللہ پاک کا فرمان دل کی تختی پر وارد ہوا کہ (ہم آپ کے درد میں شریک ہیں) اور بلا ساختہ یہ اشعار نوک قلم سے صفحہ قرطاس سے بکھیرنے پڑے۔

نہ آیا ہے کوئی نہ آئے گا کوئی
کہ جس شان و شوکت سے آئے محمد ﷺ
محمد ﷺ کا فرمان ہے فرمان خدا
یہ فرما رہا ہے خدائے محمد ﷺ
صدائے محمد ﷺ پہ لبیک کہہ دو
صدائے خدا ہے صدائے محمد ﷺ

''ذکر اس پری وش کا'' ڈیئر خاتون محترمہ اچھا لگا آپ کا انٹرویو بٹ موسیقیت کی دنیا سے اجتناب کرو اور ملنے کی خواہش ان سے کی جائے جن سے ملنا باعث گناہ نہ ہو اگر برا لگے تو سوری سسٹر یہ زبان ہے ناحق بات کہنے سے چوکتی نہیں ہے اللہ آپ کو اور مجھے بھی ہدایت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ پیاری بہنا اپنا موڈ ٹھیک کرو اور اپنے چہرے پر پیاری سی اسمائل لے کر آؤ ورنہ آپ کو گدگدی کروں گی پھر آپ کے ہنسی کے کے فوارے چھوٹیں گے اور گھر والے کہیں گے کہیں لڑکی پاگل تو نہیں ہوگئی کیوں ثمینہ صحیح کہہ رہی ہوں ناں' لیلیٰ رب نواز ہائے ڈیئر تیرا نام دیکھ کے مجنوں دی لیلیٰ یاد آ رہی اے کہ کر یہ تیرا ناں ای اے جے وااے لیلیٰ اگر آپ کے اندر لکھنے والی صلاحیت اللہ رب العزت نے رکھی ہے تو اسے استعمال کرو ڈیئر سسٹر گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اجتناب کرنا ارے تانیہ لگتا ہے آپ کو مجھ پر بہت پیار آ رہا ہے اسی لیے تو شہلا آ گئیں لگا ہوں سے میرا دیدار خاص کیا جا رہا ہے۔ ڈیئر فرمان مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرو غصے میں مرنے اور مارنے کی سوچ کی بجائے وضو کر کے دو نوافل ادا کرو تاکہ غصہ رفع دفع ہو جائے پتا نہیں تانی ڈیئر آج کی ینگ جنریشن کو گانوں سے کیا لذت ملتی ہے یہی وجہ ہے آج ہمارے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں میں تلوار نہیں گٹار اور بانسری ہے دل میں جذبہ دین نہیں موسیقی سے معمور ہے پاؤں طبلے کی تھاپ پر تو تھر کتے ہیں مگر جہاد میں میدان عمل میں حرکت کو تیار نہیں افسوس آج مسلم قوم اس لیے زوال کی طرف گامزن ہے ویسے بھی پیارے نبی ﷺ کی قیامت کی بتائی ہوئی نشانیاں ظاہر ہو رہی ہیں ڈیئر آپی جوہی مجھے کوئی خبر نہیں میں کیا لکھ رہی ہوں میرا زخمی دل اور نم آنکھیں درد سے معمور ہے۔ ارے فاخرہ اب میں آپ کی طرف آ رہی ہوں اچھا لگا آپ کا بھی انٹرویو اس کے بعد اپنا روئے سخن پیاری سی گل آپی کی طرف کرنا پڑا جو ہر ماہ ایک شخصیت سے متعارف کرواتی ہیں اور طیبہ عنصر مغل کے بارے میں حیرت ہوئی اتنا کچھ بیک وقت مگر ایک جواب سن کر چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی وزیراعظم والی اور آخر میں موجود نظم نے دل موہ لیا اللہ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے' ڈیئر آنٹی طیبہ ''ملاقات'' شبینہ گل کے بارے میں جان کر اچھا لگا اس کے فوراً بعد چھلانگ لگائی ''ڈھل گیا ہجر کا دن'' ڈیئر رائٹر نادیہ بہت زبردست اینڈ ہوا اگر معاشرے میں ڈاکٹر زبیر انصاری جیسے لوگ ہو جو عورت کی عصمت سے واقف ہو' محبت کی پاکیزگی کے قائل ہوں' تو تقدس نسوانیت پر کوئی میلی نگاہ ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتا' واقعی ہی آپ نے معاشرے کی جیتی جاگتی کیفیت کی ایک کریہہ صورت حال سے آگاہی دی' معاشرے میں کتنی ہی سفینا ئیں ہوں گی مگر نہایت دکھ کے ساتھ میری تایازاد کزن پر اس کا شوہر بہت ظلم کرتا ہے مگر وہ اپنے بچوں کی وجہ سے بے بس ہیں ہمارے خاندان کی سب سے اٹریکٹیو لڑکی تھی مگر اب اسے دیکھ کر رونا آتا ہے بہت

مبارک باد پیاری نادی آپی آپ کے لیے کچھ اشعار جن کو آپ میری محبت کا ادنیٰ سا تحفہ سمجھ لینا۔

وادی تصور میں جو دیکھا آپ کا چہرہ
خوب صورت مسکراہٹ سے مزین نظر آیا
گلوں جیسے الفاظ سے گل پاشی کی آپ پر
خوشیوں سے معمور چہرہ گلنار نظر آیا
جذبہ حسرت کے پیچھے چھپا اداسی کا موسم
وقار نسوانیت کو کچلتا دیکھ کر پر ملول نظر آیا
جگمگاتے ذہانت سے بھرپور نین ہیں تیرے
تیرے جذبات احمریں کا عکس تیرے چہرے پر نظر آیا
گردش دوراں میں تو بڑی انمول ہے پیاری
تو رہے سدا خوش یہی لبوں پر آیا
تیرا قلم رہے یونہی بہار بہار
چھلکائے حسیں سیاہی ہمیں لفظوں کا انبار نظر آیا
لکھا ہے تو نے اس تحریر کو خلوص دل سے
تیرا خلوص و وفا تیرے الفاظ میں نظر آیا
میں تو کیا ہوں ادنیٰ سی بندی خدا ہوں شاز

آئی ہوپ کہ آپ جلد ہی اپنی کوئی اور تحریر کے ساتھ حجاب کے صفحات پر جلوہ افروز ہوں گی آئی ول ویٹ یو ڈیئر رائٹر نادیہ احمد پھر دوڑی ''میرے خواب زندہ ہیں'' کی طرف ارے پیاری رائٹر یہ کیا بٹو جیسا مخلص انسان لالہ رخ سے دور چلا گیا نجانے معاشرے میں ایسے کتنے ہی بٹو ہیں جن کو امیر لوگ اپنے زعم و تکبر میں ماردیتے ہیں گھروں کے چشم و چراغ کو بجھا دیتے ہیں لگتا ہے باسل تاشو سے محبت کرنے لگا ہے مجھے فراز اور اس کے بابا بہت اچھے لگتے ہیں اور فراز کا وہاں یعنی لالہ رخ کے ہاں فوراً پہنچا اور ان کو حوصلہ دینا بے حد بھایا اور آخر میں یہ کیا کیا مہرو مرگئی ہے پلیز رائٹر آپ نے مہرو کو زندہ رکھنا ہے چلو خیر آگے آپ کی مرضی پھر بڑھی ''عشق دی بازی'' ریحانہ آفتاب عیشال چودھری اخروٹ کی طرح نظر آتی ہے جوا سنے اوپر سخت کا خول چڑھائے نظر آتی ہے مگر اندر وہی لرزتا کانپتا دل ہے شکر ہے کوئی تو ہے جو عیشال کو سمجھتا ہے اور مجھے کچھ یوں لگتا ہے جیسے منزہ کا جہانگیر سے تعلق نکل ہی آئے گا ملک خرم پر معمولی سی بات پر تشدد دیکھ کر موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی تو معاشرے میں مجھے ہر محکمے کے اندر ایسی کالی بھیڑیں نظر آئیں جو ظالم کو چھوڑ کر مظلوم کو مجرم قرار دے کر پیسوں پر بک جاتے ہیں افسوس صد افسوس'' ''تاج محل'' پڑھا محبتوں اور الفتوں کی ردا میں لپٹی ہوئی تحریر کے الفاظ محبت جیسے چاشنی والے الفاظ سے آشنا کرا گئے اور شاہ جہاں کا پری کے لیے تاج محل لانا اور پری کا شاہ کے لیے گھڑی لانا عجب جذباتی سا سین تھا اور پھر شاہ کی وفات کے بعد قیس یزدانی کا پری کی دنیا میں آنا شاہ کے خواب کی تعبیر کا قیس کے ہاتھوں پورا ہونا بے حد بھایا'' زمین زاد'' صبا ایشل آپ نے میری دکھتی رگ کو چھیڑ دیا آج سوسائٹی میں موجود نوے فیصد مائیں اپنے بچوں کی طرف سے چشم پوشی کرلی ہیں اور بچے جو کچھ کیبل ٹی وی پر دیکھتے ہیں وہی عملی طور پر کرنے کی سعی کرتے ہیں اور نایاب کا کردار بہت زبردست تھا اور ویسے بھی اس تحریر کی جان نایاب ہی تھی ویسے بھی ملک میں نسوانیت کو تار تار ہوتے دیکھ کر دل خون کے آنسو بہاتا ہے کیونکہ معاشرہ ایسے گدھ نما انسان کو دیکھ چکا ہے جو زینب جیسی معصوم بچیوں سے زیادتی کرکے قتل کردیتا ہے میں تو زینب کی پکار ہی سنانا چاہوں گی۔

آہ و بکا میں کرتی رہی بابا
چیختی رہی چلاتی رہی بابا

صدائیں لگائیں میں نے
اپنی ماں کو پیارے بابا
بے بس پھر پھڑا کر رہ گئی
قیدی پرندے کی طرح ہوس کے ہاتھوں
یاد آیا بابا تیرا بوسہ لینا
معلوم نہ تھا مجھے یہ بابا
یہ آخری دیدار ہوگا بابا
آہ دیکھ بابا میں لٹ گئی
دنیا چھوڑ چلی بابا
میرا لاشہ پڑا رہا
کوڑے کے ڈھیر پر چار دن بابا
آ جاتا بابا پیارے بابا
اب تو میں جا رہی ہوں دنیا سے
دیکھ لے اپنی لخت جگر کو
پھر نہ دیکھ پاؤ گے بابا
مجھے انصاف ضرور دلوانا بابا
نہ ہو کسی اور کی بیٹی کے ساتھ ایسا
میرے بابا پیارے بابا
تیری ان صداؤں پر
تڑپ اٹھی روح شاز
اے ننھی پری اے ننھی پری

حمیرا علی "رت گلاب کی آئی" عیشا پر ہونے والے ظلم کو دیکھ کر آنکھیں بھر آئیں نجانے کتنے ہی ایسی بہنیں ہیں جو باپ جیسے گھنے اور شفیق سائے کے بعد در بدر کے دھکے کھانے پر مجبور ہو جاتی ہیں بعض کو تو منزل سکون مل جاتا ہے جیسے عیشا کو اس کے ہمدرد کزن کی وجہ سے بعد میں اچھا رشتہ مل گیا۔ "طمن کی دنیا" ڈیئر آپی ماورا طلحہ بہت اچھا افسانہ لکھا آج ہر گلی کے نکڑ پر بھیڑیے انسانیت کا لبادہ اوڑھے بیٹھے ہیں اپنی بچیوں کی حفاظت کریں اور رب تعالٰی سے اپنی بہنوں بیٹیوں کے لیے عزت کی دعائیں مانگیں۔ "لال رنگ" ڈیئر مونا شاہ بہت ہی اہم نکتے پر روشنی ڈالی نجانے اس فضول اور بے ہودہ تہوار کو منا کر کیا ملتا ہے اور نجانے بجیلا کی طرح کتنی ہی بیٹیوں کو بے مول کیا جاتا ہوگا اللہ رب العزت سے دعا ہے اللہ ہمیں مغرب کی اندھی تقلید سے بچائے "سراب راستے" واقعی ہی آج رشتوں کو دولت کے میزان میں تولا جانے لگا ہے جس کی بنا پر انسانیت کا فقدان ہو چکا ہے اور اسٹیس بہت امپورٹنٹ ہو چکا ہے۔ ثانیہ کی امی کی خوب صورت سی شخصیت اپنے پورے وقار کے ساتھ دل میں گھر بنا گئی' دنیا کے بارے میں بتانا کہ یہ تو فانی ہے بقول شاعر۔

میں نکلا شام سحر کو دل میں کچھ ارماں تھے
اک طرف سبز جھاڑیاں اک طرف ٹوٹے قبرستان تھے
پاؤں تلے اک ہڈی پڑی جس کے یہ بیان تھے
سنبھل کر چل اے چلنے والے کبھی ہم بھی انسان تھے

بشریٰ ماہا "محبتوں کے پھول" شانزے کے کردار کی پختگی اور ابو ہریرہ کا صراط مستقیم کی طرف گامزن ہونا تحریر کی دلکشی

میں اضافہ کر گیا۔ ویسے بھی یہ ویلنٹائن جیسے فرسودہ تہوار کی تو میں سراسر مخالف ہوں، یہی او چھے ہتھکنڈے رہ گئے جن کے ذریعے ینگ مسلم جنریشن کو تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اللہ ہمیں مغرب کی اندھی تقلید سے بچائے کیونکہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ ہو مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

ریمل آرزو" کوئی ہمدم ہو" اچھا موضوع تھا ہلکی پھلکی تحریر تھی، ویلڈن ڈیئر اقرا لیاقت سلام تیرے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کو سلام تیری سوچ کو اور افکار کو واہ میری بہنا کتنا خوب صورت آرٹیکل لکھا ہے" ورفعنا لک ذکرک" ہر مسلمان محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان بیان کرتا نظر آ رہا ہے ویسے بھی بقول شاعر۔

اس ملک میں تم دیکھنا اسلام غالب آئے گا

اس ملک کے آفاق پر رحمت کا بادل چھائے گا

اور پاک سے پاکیزہ تر اپنا وطن ہو جائے گا

پھر کفر کا الحاد کا سکہ نہ چلنے پائے گا

اللہ کے شیروں سے جو الجھے گا منہ کی کھائے گا

پھر پیغمبر ﷺ اسلام کا پرچم لہرائے گا

اب زور چل سکتا نہیں ہرگز یہاں شیطان کا

یہ ملک ہے اسلام کا یہ دیس ہے ایمان کا

یہ مستقل اور دائمی قانون ہے قرآن کا

یہ دائمی قانون ہے اعزاز پاکستان کا

یہ اعزاز اپنے دیس کا ہرگز نہ مٹنے پائے گا

بدر و احد بھی ہیں ہماری راہ میں خیبر بھی ہے

صدیق بھی فاروق بھی عثمان بھی حیدر بھی ہیں

ہم سرفروش اسلام کے اپنے لہو میں شر بھی ہیں

اے قوم وعدہ ہے تم سے ہمارا

ہر جو نوان ٹکرائے گا اسلام غالب آئے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ان الدین عند اللہ اسلام اور ورفعنا لک ذکرک امید ہے اقرا آئندہ بھی ایسا اسلامی آرٹیکل لکھو گی ان شاء اللہ" اکیسویں صدی اور مشرقی استاد" واہ ماشاء اللہ زبردست لکھا اللہ آپ کو مزید نکھار قلم عطا فرمائے جیسا میں نے دیکھا بس ایک لفظ پر اٹک گئی جو نظم کا پہلا لفظ ہے اور دماغ میں خلجان سا پیدا ہو گیا مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے "بزم سخن" سب کے اشعار اچھے تھے مگر سمیرا فرید، صبا شوکت اور کرن خان کے اشعار دل میں اترتے چلے گئے" کچن کارنر" آنٹی پروین افضل میں آ رہی ہوں جلدی سے یونگ اسٹو تیار کریں" آرائش حسن" میں میری اسٹوڈنٹ نے کچھ ٹوٹکے لیے عالم انتخاب میں سباس گل اور ماورا طلحہ کا انتخاب دل کو بھا گیا شوخی تحریر ہمیشہ کی طرح بے مثال اور لاجواب تھیں۔ حسن خیال "کل مینا اینڈ حسینہ" مبارک ہو بہت پیارا تبصرہ لکھا خاص طور پر الفاظ کی بنت مدیحہ آپ کو بھی مبارک ہو شکر ہے آنٹی کوثر آپ نے بھی حاضری دی معذرت کے ساتھ پیاری آنٹی مجھے جہاں سے بھی ملے میں لکھ لیتی ہوں کتابوں سے نہیں لکھتی، میں کمپیئرنگ کرتی ہوں اشعار چاہے اخبار سے ملے یا رسالوں سے یا کتابوں سے بس لکھ لیتی ہوں اس کے علاوہ میں خود بھی ٹوٹی پھوٹی شاعری کر لیتی ہوں میں آپ کی جگہ نہیں آ سکتی آپ کہاں اور میں کہاں بس میرے لیے دعا کرتی رہیے گا کہ اللہ رب العزت مجھ سے ہمیشہ دین کا کام لیتا رہے کیا میں آپ کا نمبر ادارے سے لے سکتی ہوں پلیز ضرور بتانا اور آنٹی پروین افضل، نجم انجم، ماورا طلحہ اور آنٹی ارم کمال اگر آپ لوگوں کی پرمیشن ہو تو میں ادارے سے آپ کا نمبر لے لوں، اقرا جٹ خیر

مبارک لگتا ہے آپ بھی میری طرح تمام رسالے لیتی ہیں دوست کا پیغام آئے میں نہیں بولتی سب سے کسی نے میرے نام پیغام ہی نہیں لکھا (ہاہاہاہا) آپی جو ہی آپ تنگ آ گئی ہوں گی میرے طویل تبصرے سے آج تو مجھے پتا نہیں میں نے کیا کیا لکھا دعاؤں میں یاد رکھیے گا آخر میں ایک شعر کے ساتھ اجازت

نہ روک قلم آج مجھے درد لکھنے دے شاز
آج درد روئے گا یا پھر درد دینے والے

فائزہ بھٹی' حافظہ ریحانہ' چندا' میزاب' مسکان' عائشہ ہنی' اقراجٹ اور باقی سب خوش رہو' خوشیاں بانٹو۔

☆ ڈیئر شازیہ! اچھا کیا آپ نے قلم کی روانی اور تسلسل کو منقطع نہیں ہونے دیا۔ ہمیں آپ کا برجستہ انداز' دعائیہ لب و لہجہ بمعہ اشعار بہت پسند آیا ہے۔ تبصرے کے ساتھ اب کہانیوں پر بھی توجہ دو اور ایسے ہی درد دل سے بھرپور اصلاحی موضوع پر قلم اٹھاؤ۔ تبصرہ پسند آنے پر آپ کو ادارہ کی جانب سے انعامی پرچہ ارسال کیا جارہا ہے۔

اقرا جٹ...... منچن آباد۔ ڈیئر سٹ اینڈ کیوٹیسٹ قارئین' رائٹرز اینڈ آنچل وحجاب اسٹاف سب کو چاہتوں' الفتوں بھرا اسلام قبول ہو' امید ہے سب خیریت سے ہوں گے اور الحمدللہ ہم بھی فٹ فاٹ ہیں موسم کی کھلکھلاہٹیں عروج پر ہیں مست ہوائیں درختوں کو نشیلا بنارہی ہیں اور ہم...... ہم لے کر بیٹھے ہیں پیارے حجاب کو چار سو اذانوں کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں ایک ربط' ایک سحر سا ہے ٹائٹل اچھا تھا" بات چیت" سنی آپی قیصر آرا کی مدہم مدہم سی سافٹ سی دسپرنگ حمد ونعت قلب وروح کا سکون" ذکر اس پری وش کا" ثمینہ رباب بہت اچھا لگا تعارف' ہمت ہارنا ہی نہیں چاہیے (دیکھو لگ ہی گیا پھر تعارف)" لیلیٰ رب نواز" بہت اچھا لگا آپ کا تعارف' تعارف کے ذریعے ہی سب کو جاننے کا موقع ملتا ہے تانیہ خادم حسین کچھ کچھ ہماری شرارتیں ملتی ہیں ہاہاہا ویلڈن فاخرہ صغیر (پری) چلیں معاف کیا آپ کو ہاہاہا (کیونکہ اس پریشان کی پری نے اس سنگدل دنیا میں اپنا تعارف دیا یہ غلطی کی آپ نے ہی ہی ہی ہی) ڈونٹ مائنڈ مجھے بھی بریسلٹ اور کانچ کی چوڑیاں پسند ہیں آپ کی پیاری سی بات دل میں اتر گئی۔ زبردست تعارف رخ سخن واہ بی بی آپی طیبہ عنصر مغل بہت اچھا رہا تعارف شاعری کا انتخاب زبردست ملاقات شبینہ گل لاجواب آپ کے آنے سے محفل میں رنگ بکھر گئے۔ ناولٹ کوئی نہیں یہ کیا؟" میرے خواب زندہ ہیں" آپی نادیہ مہر وکومت مرنے دیجیے گا سونیا سیلفش ہے بدتمیز۔ آئی لائک فراز پرسنلٹی ابرام بھی اسلام قبول کرے گا شاید باسل اور تاشوں کا کپل اچھا لگے گا فراز اور لالہ کا۔" عشق دی بازی" ویلڈن ریحانہ آفتاب جی زرشمعون اور سمہان ویری اسٹرانگ کریکٹر بہت اسٹرانگ کریکٹر ہیں اور کہانی بھی زبردست۔" شب آرزو تیری چاہ میں" نائلہ طارق جی پلیز زنائشہ کو عقل دلادیں عرش کو سختی نہیں کرنی چاہئے اور دراج کیسے بھڑکا رہی ہے روکنے کے باوجود بھی عرش از نائس پرسن زرق اچھا نہیں کررہا عرش کے ساتھ بس زنائشہ اور عرش کو مزید آزمائش کے بغیر ایک کردیں۔" ڈھل گیا ہجر کا دن" نادیہ احمد بہت بہت مبارک ناول کے اختتام پر بہت اچھا رہا ناول' اچھی اسٹوری تھی۔" رت گلاب کی آئی" حمیرا علی عیشا کے ساتھ زیادتی پر دل دھواں دھواں ہوگیا بے ہاں بہت اچھا لکلا اور ماریہ بھی۔ مکافات عمل ضرور ہوتا ہے سائنس بھی کہتی ہے ہر ایکشن کا ری ایکشن ہوتا ہے اس طرح ہم آج جو بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں۔ افسانے" تاج محل" طیبہ عنصر مغل بہت اچھا افسانہ تھا۔" زمین زاد" صبا ایشل زینب والے واقعہ کو بیان کرکے رلادیا بہت اچھا سبق تھا ان تحریروں کے ذریعے ہی لاابالی لڑکیوں کو جلدی شعور آجاتا ہے۔ ویلڈن چمکتا آفتاب یک دم سے بادلوں کی اوٹ میں ہوگیا' ہم سے آنکھ مچولی کھیلنے لگا فصلیں بھی ہوا میں سرد ہونے لگیں' خوشی کے گیت گانے لگیں سرسوں کے پھول ٹکرانے لگے۔ خوشبو دور دور تک جا پہنچی بھنورے اردگرد منڈلانے لگے۔" من کی دنیا" ماورا طلحہ بہت اچھا وہ پاک ذات جس کا دم ہر چرند پرند بھرتا ہے وہ کسی کو اکیلا نہیں چھوڑتا" نیا سال اور فٹ پاتھ" سلمیٰ فہیم گل تعلیم کی اہمیت اور دوسروں کی مدد کا بہت اچھا سبق سپر رہا۔" سنڈریلا 2018ء" شبینہ گل زبردست بچی عمر کے بچے بچیاں جو پڑھتے دیکھتے ہیں وہی عمر کے ساتھ ذہن میں پختہ ہوجاتا ہے اللہ پاک نے ایک ہی انسان کی پانچ انگلیاں برابر نہیں رکھیں تو پھر ہر انسان کی سیرت ٹیلنگو' نیچر کیسے ایک جیسے ہوسکتی ہے سمجھنے کی بات ہے۔" لال رنگ" مونا شاہ قریشی ونڈرفل سراب راستے عاصمہ عزیز سبق آموز تحریر۔ آج کل کے لڑکے لڑکیاں'

انف' بس اللہ توبہ کی ضرورت ہے محبتوں کے پھول بشریٰ باجاز بردست محبتوں کے پھول کھل ہی اٹھتے ہیں۔ آرٹیکل کوئی ہمدم ہو رمیل آرزو زبردست۔ اقرا لیاقت اسلام اور آج کی سائنس بالکل درست لکھا۔ عائشہ تنویر اکیسویں صدی اور مشرقی استاد ونڈرفل جیسا میں نے دیکھا زبردست سلسلہ بزم سخن ایسے اشعار ہوتے ہیں جو دل میں اتر جاتے ہیں یسریٰ ملیحہ' سعیدہ' اقرا' نازیہ' سمیرا' کرن' نائمہ طارق' صبا' میمونہ روبین' ایمان' نزہت' حنا' شہلا منیزہ' نازش' امبرین' انعم اور مہک جاوید بہت اچھے لگے اشعار آپ کے جویریہ ماہ رخ (زبردست نیم) شبینہ' زارا' حمیرا آفتاب' اقرا' عابدہ' یمنیٰ' صدف افضل' شبنم' افشاں' شرمین' شاہدہ' صوفیہ' کرن خان (زبردست) انا زاہد زرین کامرانی' نائمہ رحمان' جویریہ خان (یہ شعر میری فرینڈ کو بہت پسند ہے) سب کے اشعار ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ کچن کارنر سرسوں کا ساگ تو میری مما بناتی ہیں ایک دفعہ کھالو ساری عمر انگلیاں چاٹو ہائے فش مجھے بہت پسند ہے بس کھانے کی حد تک' آرائش حسن سلسلہ بہت اچھا ہے مگر میں پڑھتی کبھی کبھار ہی ہوں عالم میں انتخاب مدیحہ نورین' مشی خان' گل مینا اینڈ حسینہ (سوکیوٹ کپل) کرن شہزادی' نجم انجم اعوان' ماورا طلحہ' صبا ایشل' عائشہ سلیم' سباس گل (ونڈرفل) سدرہ شاہین' ارم صابرہ' صائمہ مشتاق' عروسہ پرویز (زبردست) حنا اشرف سب کے انتخاب زبردست رہے۔ شوخی تحریر نام ہی دلچسپ ہے زہرہ ناز' جمیل الرحمان عباسی' گل مینا اینڈ حسینہ' تانیہ جہاں' علشبہ' انیقہ احمد' مدیحہ' وقاص عمر (لاجواب)' نجم انجم اعوان' پروین افضل شاہین (ملک میڈم اور پرنس میڈم دونوں کیسی ہو جی؟) شبنم' تانیہ' نادیہ عباس' سباس گل' راشد جمیل' مسکان اینڈ ایمان' نورین مسکان' ثنا نور' تہمینہ فیاض زبردست حسن خیال' گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس اور مدیحہ نورین مہک مبارک ہو انعام کی ویسے کیا ملا؟ پروین افضل شاہین تھینکس پسند فرمانے کے لیے آپ کا چھوٹا سا تبصرہ جان سے بھرپور تھا نگہت غفار' کوثر خالد (مٹھائی کب کھلا رہی ہو آنی پھر میں تب تک روزہ رکھ لیتی ہوں ہاہاہا جلدی بھجوایئے گا اور نئی کتاب کی مبارک باد چاہیں تو گفٹ کر سکتی ہیں ہاہاہا بیٹی کی منگنی کی بہت بہت مبارک باد آنی ڈیئر ڈھیر ساری دعائیں آپ کا تبصرہ کمال تھا) اینڈ اقرا اجٹ سمیت سب کے تبصرے۔ ہومیو کارنر اچھا سلسلہ دوست کا پیغام آئے آپی پروین افضل الحمدللہ ہم ٹھیک ہیں تھینکس دعاؤں میں یاد رکھنے کے لیے ٹوٹکے زبردست آنچل وحجاب کی ترقی کے لیے ڈھیر ساری دعائیں اور پاک وطن کے لیے اسی کے ساتھ اس انوسینٹ سی کڑی کو دیں اجازت اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر اقرا تبصرے میں زیادہ تبصرہ نگاری پر دھیان دیں نہ کہ منظر نگاری پر فوکس کریں۔

سائرہ راؤ...... حنیاپور ضلع لودھراں۔ پیارے رائٹرز ریڈرز اور اسٹاف کو میرا محبتوں بھرا اسلام قبول ہو جو ہی آپی کیسی ہیں؟ کئی ماہ بعد آپ کی محفل میں شرکت کی ہے ہمارا کیجیے امید ہیں سب خیر خیریت سے اور خوش باش ہوں گے اور ہمارا حجاب بھی مہکتا چہکتا ہوگا۔ اس بار حجاب دیر سے ملا جس کی وجہ سے اداس رہے لیکن حجاب کی من موہنی صورت دیکھ کر ساری اداسی اڑن چھو ہوگئی ماڈل بلیک سوٹ پہنے زندہ دلی سے مسکرا رہی تھی ٹائٹل بہت زبردست لگا۔ اس کے بعد قیصر آپا سے بات چیت کی ٹھیک کہا آپی نے نئے افق آنچل وحجاب ہمارا ہی ہے اور ہم اسے خوب سے خوب تر دیکھنا چاہتے ہیں اب آگے چلتے ہیں حمد ونعت پڑھی خداوند کریم اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی جتنی بھی تعریف بیان کی جائے کم ہے ذکر اس پری وش کا پڑھا لیلیٰ رب نواز کا تعارف پسند آیا۔ رخ سخن میں سباس آپی طیبہ عنصر مغل کو گھیرے بیٹھی ملیں انٹرویو میں طیبہ کا بہت اچھا لگا اور سادہ دل شخصیت پایا۔ اب باری آجائے سلسلے وار ناولوں کی تو سب سے پہلے صدف آصف آپی کی کہانی "دل کے دریچے" جو ختم ہو چکی ہے صدف آصف آپی آپ نے بہت اچھا لکھا بہت زبردست طریقے سے کہانی کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہر کردار کے ساتھ انصاف کیا آفاق کا کردار سب سے زیادہ اچھا لگا کہانی کا ہیپی اینڈ ہو گیا بہت بہت مبارک ہو صدف آصف آپی اس کے بعد "سب کچھ چھوڑ کے آنا" تو ہم بھی سب کچھ چھوڑ کے ریحانہ آفتاب آپی کے ناول "عشق دی بازی" کی طرف بھاگے کیونکہ ہمیں جاگیرداروں پر لکھی گئی اسٹوری بہت بہت پسند ہے ریحانہ آپی اتنا زبردست اور پیارا اسٹائل ہے آپ کے لکھنے کا دل چاہتا ہے پڑھتی رہوں کہانی ختم نہ ہو لیکن آخر میں لکھا باقی آئندہ ماہ ہمارا منہ چڑا رہا ہوتا ہے سب ہی کردار زبردست ہیں پوری کہانی ٹاپ پر ہے۔ "ڈھل گیا ہجر کا دن" واقعی نادیہ احمد آپی ہجر کے دن ختم ہوئے اتنا شاندار اینڈ ہماری طرف سے آپ کو سیلوٹ اور ڈھیروں مبارک باد۔ "محبت جیت جاتی ہے" کی طرح یہ ناول بھی ہمیشہ

یاد رہے گا اور جلد ہی نئے ناول کے ساتھ تشریف لائیں ورنہ ہمارا حجاب سونا رہے گا۔ "شب آرزو تیری چاہ میں" نائلہ طارق آپی زناشہ اور زرکاش کو مزید مت تڑپائیں ان کی غلط فہمیاں دور کر کے انہیں جلدی سے ملا دیں اور باقی کردار بھی ٹھکانے لگا دیں۔ "میرے خواب زندہ ہیں" نادیہ فاطمہ رضوی سب سے پہلے تو اس سونیا کو کسی کھائی میں دھکا دے دیں۔ فراز کے ساتھ ماریہ کو ہی ملا نا اور بابل پر بھی رحم کریں۔ زرینہ بی بی تم بھی احمر پر رحم کرو مہرو کہاں گم ہو گئی اللہ کرے کامیش کو مل جائے اس کے بعد حمیرا علی "رت گلاب کی آئی" حمیرا علی نے آدھے سے زیادہ حقیقت پر مبنی لکھا جب سر پر شوہر یا باپ جیسا سایہ نہ رہے تو ساری دنیا تپتی دھوپ بن جاتی ہے ہر کوئی زخب کی طرح اپنی اصلیت دکھانا شروع کر دیتا ہے برہان اور عیشا پر بہت ترس آیا کہانی زبردست اور سبق آموز تھی ویلڈن حمیرا جی۔ "تاج محل" طیبہ عنصر مغل نے بھی خوب لکھا محبت جیسے جذبوں سے گوندھی کہانی بہت اچھی لگی شاہ جہاں کا اس دنیا سے جانا غمزدہ کر گیا اور ڈاکٹر قیس یزدانی کا آنا بہت اچھا لگا طیبہ آپی کے لیے بھی ویلڈن۔ "زمین زاد" صباء ایشل نے اچھا موضوع اٹھایا آج کے انسان اعتبار کے لائق نہیں صباء ایشل شکریہ ایک نئی سوچ دینے کے لیے بہت زبردست صباء ایشل۔ "من کی دنیا" ماورا طلحہ آپ نے بھی کچھ کم نہیں لکھا۔ واقعی غریب لوگوں کو کوئی نہیں جینے دیتا لیکن رب کی ذات اپنے بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتی۔ "لال رنگ" مونا شاہ قریشی نے بھی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے بے شک آج بھی ایسی لڑکیاں موجود ہیں جو کسی کے دو پیار بھرے بول سن کر ماں باپ کا مان فخر عزت مٹی میں ملا کر خود بھی اپنی عزت و نسوانیت مٹی میں ملا دیتی ہیں اللہ پاک ہدایت دے ایسی لڑکیوں کو جو ماں باپ کی عزت کا خیال نہیں کرتیں۔ باقی افسانے بھی زبردست تھے۔ "عالم میں انتخاب" میں گل مینا خان اینڈ حسینہ ایس ایچ اور ارم صابرہ کا انتخاب پسند آیا۔ "حسن خیال" میں گل مینا خان اینڈ حسینہ ایس ایچ کا خیال حسین اچھا لگا بھئی گل مینا تم اپنا نام چھوٹا کر لو تھوڑا سا لکھتے وقت اور پڑھتے وقت اتنی دیر لگتی ہے (ہاہا)۔ کیم اپریل کو میری کزنز سدرہ رشید اور عروج کی شادی ہے سدرہ عروج تم دونوں کو میری طرف سے ایڈوانس شادی مبارک ہو اللہ پاک تم دونوں کا نصیب خوب اچھا کرے اور تمہاری ہر آرزو پوری کرے آمین دو دن میں ہم نے حجاب پورا پڑھ ڈالا اور پڑھتے پڑھتے ڈانٹ بھی خوب کھائی کام نہ کرنے کی وجہ سے آنچل و حجاب کا انتظار بے صبری سے رہتا ہے کبھی کبھی تو بھیا میرا جنون دیکھ کر لا کر ہی نہیں دیتے مگر ہم بھی ڈھیٹ ہیں بھلا کہاں رہ سکتے ہیں اب آنچل و حجاب کے بغیر رو دھو کے اور آنسوؤں سے کام کرا لیتے ہیں اور پھر ٹھیک دو گھنٹے بعد آنچل و حجاب اور ماہ بدولت مسکرا رہے ہوتے ہیں۔ چلو جی چلتے ہیں تبصرہ کافی لمبا ہو گیا اس شعر کے ساتھ ہی اجازت دیجیے۔ اللہ حافظ

سب لوگ اپنا اپنا خیال رکھنا
تو نے نہ دل کسی کا بس ذرا دھیان رکھنا

اب اس دعا کے ساتھ اجازت اللہ پاک ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری پریشانیوں کو دور فرمائے وطن عزیز کو رہتی دنیا تک قائم رکھے اور دشمن کی بد نظروں سے محفوظ فرمائے آمین۔

قابل اشاعت:۔

خیال و خواب تیرے، اسرا نیا، فراق یوں ٹھوکر گئی، خاموشی میں سکون، اسرار

ناقابل اشاعت:۔

تبدیلی، تم ایسی محبت مت کرنا، نین تارا، پرنیہ اور حبیبہ۔

husan@aanchal.com.pk

طلعت نظامی

پیٹ کے کیڑے (Intestinal Worm)

انسان کے جسم میں کئی قسم کے کیڑے پائے جاتے ہیں جن میں سے سات قسم کے آنتوں میں ہوتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند قسموں کا ذکر کیا جائے گا جو عام طور پر آنتوں میں پائے جاتے ہیں۔

چنے' چھوٹے یا سوتی کیڑے (Thread Worms)
کیچوے (Round Worm)
کدو دانے (Tape Worm)

چنے یا سوتی کیڑے (Thread Worms)

یہ کیڑا 1/12 سے ایک انچ تک لمبا ہوتا ہے یہ سب سے چھوٹا کرم (کیڑا) ہے جو انسان کی انتڑیوں میں پایا جاتا ہے اس کے سر میں تین لبوں والا منہ ہوتا ہے یہ کرم نہایت چھوٹے چھوٹے اور دونوں سروں پر گاؤدم ہوتے ہیں یہ عموماً اندھی آنت میں رہا کرتے ہیں لیکن کبھی دوسری آنتوں' مقعد یا اندام نہانی یا معدے میں بھی چلے جاتے ہیں ان کی مقدار ہزاروں تک ہوتی ہے یہ سفید باریک دھاگوں کی مانند ہوتے ہیں اور بہت جلد اِدھر اُدھر حرکت کرتے پھرتے ہیں کبھی یہ مقعد سے مقام سیون کے راستے چھوٹی لڑیوں کے اندام نہانی میں بھی چلے جاتے ہیں جب بچوں کو بازاری دودھ یا میٹھی چیزیں یا دیگر غذائیں دی جائیں تب یہ پیدا ہو جاتے ہیں بڑے بچوں اور نوجوانوں میں بھی پائے جاتے ہیں یہ کرم مندرجہ ذیل علامات پیدا کرتے ہیں مقعد کے آس پاس خارش یا جلن خصوصاً شام کو زیادہ بھوک کا شدید لگنا یا کبھی کمی اشتہا بدبو اور سنسنی ناک کو کریدنا' دانت پیسنا' رفع حاجت کے وقت بہت زور لگنا بے خوابی بے چینی یہ علامات چنوں کے رفع ہو جانے کے بعد بھی عرصہ تک جاری رہتی ہیں۔

کیچوے (Round Worms)

ہر ایک کرم 5 انچ تک موٹا ہوتا ہے اس کے منہ کے اندر چھوٹے چھوٹے دانت بھی ہوتے ہیں اور اس کے گرد تین ابھار بھی دکھائی دیتے ہیں یہ کرم بھی عموماً انسان کی چھوٹی آنتوں میں رہتے ہیں لیکن کبھی آنتوں سے معدے یا اطراف مقعد میں داخل ہو جاتے ہیں اکثر دو تین لیکن کبھی سیکڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں جب یہ کیڑا معدہ میں پہنچتا ہے تو بذریعہ قے خارج ہو جاتا ہے پتہ میں بھی پایا جاتا ہے نیز بذریعہ خوراک کی نالی یا حلق میں بھی پہنچ جاتا ہے اور کبھی خوراک کی نالی کے راستے ہوا کی نالی میں بھی پہنچ جاتا ہے جہاں کہ دم گھٹنے سے ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

یہ کرم مندرجہ ذیل موٹی موٹی علامات مریض میں پیدا کرتا ہے مثلاً شکم میں درد اور سوجن بھوک کی کمی بدبودار سانس لیسدار پاخانے' کو تھنا (زور لگانا) خارش مقعد بعض اوقات اسہال جو کہ رات کو زیادہ آتے ہیں بدبودار اور تھوڑی مقدار میں آتے ہیں نیز عصبی علامات مندرجہ ذیل پائے جاتے ہیں چہرے کا رنگ زرد' آنکھوں کی پتلیاں پھیلی ہوئی' سر میں چکر' نیند میں بے آرامی اور دانتوں کو پیسنا' تشنج اور رعشہ۔

کدو دانے (Tape Worm)

سر کی بناوٹ کے لحاظ سے یہ کرم تین قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جس کے سر میں چار منہ اور ایک تھوتھنی ہوتی ہے اور تھوتھنی کے گرد نیشوں (Stings) کی دو قطاریں ہوتی ہیں دوسرے وہ جس کا سر تو پہلے کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں نیشوں کی دو قطاریں نہیں ہوتی تیسرے وہ جس کا سر گول ہوتا ہے اور اس پر نیش نہیں ہوتے یہ کرم (کدو دانہ) الگ الگ چورس ٹکڑوں کے باہم ملنے سے بنتا ہے اسے کدو دانہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا جو ٹکڑا مریض کے پاخانہ کے ہمراہ ٹوٹ کر خارج ہوتا ہے کدو کے بیج کے مشابہ ہوتا ہے اس قسم کے پورے کرم کی لمبائی ایک سے پچاس گز تک ہوتی ہے لیکن اوسطاً یہ 5 سے 20 گز کا ہوتا ہے یہ کرم انسان کی چھوٹی آنت میں رہتا ہے مگر شاذ و نادر معدے سے آنتوں میں بھی آ جاتا ہے اس کرم کا ایک ٹکڑا جو پاخانے میں خارج ہوتا ہے وہ بذات خود ایک کرم ہوتا ہے کیونکہ اس میں نر و مادہ کے خاص اعضا یکجا ہوتے ہیں اس لیے اس ٹکڑے سے انڈے پیدا ہو جاتے ہیں اور بذریعہ پانی یا میوے وغیرہ کے انسان یا کسی حیوان کے پیٹ میں جا کر اور پھٹ کر باعث تولید کرم ہوتے ہیں جب تک اس کرم کا سر نہ نکل جائے یہ بڑھتا رہتا ہے۔

اسباب مرض (Causes)

سبزی ترکاری' ساگ پات' میوہ جات اور گندے پانی کے ذریعے کرموں کے انڈے انسان کے پیٹ میں پہنچ کر کرم بن جاتے ہیں گندے گوشت کے کھانے سے کدو دانہ پیدا ہوتا ہے غذا کے اچھی طرح ہضم نہ ہونے اور نہ ہی تحلیل ہونے کے باعث آنتوں میں آنوں بہت پیدا ہوتی رہتی ہے اور وہاں ہی سڑنے لگتی ہے اور کرموں کے پیدا کرنے کا موجب ہوا کرتی

ہے نیز ایک مریض سے دوسرے مریض میں کرم چلے جاتے ہیں خصوصاً جب ایک ہی بستر میں بیمار بچہ کے ساتھ دوسرے بچے سوتے ہیں گندی جگہ پر ننگے پاؤں پھرنے سے بھی پیٹ میں کیڑے ہوجاتے ہیں۔

علامات مرض

مندرجہ ذیل علامات میں سے مختلف مریضوں میں مختلف علامات پائی جاتی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر کوئی علامت بھی موجود نہیں ہوتی جب آنتوں میں کرم ہوتے ہیں تو پیٹ عموماً پھیلا رہتا ہے اور اس میں قولنج کی مانند درد ہونے لگتا ہے مریض اگر بچہ ہو تو اپنی ناک نوچتا رہتا ہے سیون اور مقعد میں خارش ہوتی ہے مریض کے منہ سے بدبو آتی ہے بھوک ٹھیک نہیں لگتی اور اجابت بھی بے قاعدہ ہوتی ہے سر میں درد چہرہ زرد مریض خواب میں دانت پیستا ہے اور منہ سے رال بہتی ہے جب کدودانہ پیٹ میں ہو تو چندیا میں درد ہوا کرتا ہے جب کرم آنتوں میں بہت خراش کرتے ہوں تو بچوں اور نازک مزاج عورتوں میں خصوصاً بعض عصبی علامات پیدا ہوجاتی ہیں مثلاً سر چکرانا' کانوں میں سیٹیاں بجنا' بھی رعشہ' گری ہوجاتی ہے بعض اوقات مریض دیوانہ ہوجاتا ہے مریض کی رال ٹپکتی ہے گہری آہیں بھرتا ہے ہچکی لیتا ہے۔

ضروری ہدایات

مریض کو روزانہ مقعد کے اندر سرسوں کا تیل لگانا چاہیے اس سے خارش بھی کم ہوجاتی ہے اور کرموں کے انڈے بھی نشوونما نہیں پاسکتے مٹھائی چینی وغیرہ نیز مکھن وغیرہ سے پرہیز لازم ہے کھانے میں نمک زیادہ استعمال کرنا چاہیے تیز خراب پانی اور خراب میوہ جات و خراب گوشت اور ان دھوئی سبزی ترکاری وغیرہ سے پرہیز لازم ہے۔

علاج

کرموں کا جسم سے خارج کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ہاضمہ کا درست کرنا بھی ضروری ہے تاکہ کرموں کو نشوونما پانے کا موقع ہی مل نہ سکے۔

دوائی' سائنا

مریض بچہ بیزار' چڑچڑا زرد رنگت' آنکھوں کے گرد حلقے ہوں اور رات کو دانت پیستا ہو' بھوک بہت لگتی ہو یا برعکس اس کے لگتی ہی نہ ہو' ناک کو نوچتا ہو اور سوتے سوتے چیخ اٹھتا ہو ہاتھ اور پاؤں جھٹکتے ہوں پیشاب دودھیا ہو' بعض بچوں کو ابکائیاں اور قے آتی ہے شکم میں درد ہوتا ہو۔

سپائی جیلیئے

بھینگا پن' ہاتھ پاؤں کا جھٹکنا' چہرہ کا زرد ہونا' آنکھوں کے گرد نیلگوں حلقے کا ہونا' غشی' جی کا متلانا' ناف کے ارد گرد درد ہونا یہ سب اس کی علامات ہیں اس دوائی کے مدر ٹنکچر کے چند قطرے رومال پر ڈال کر سونگھنے سے اکثر تشنج رک جاتے ہیں جو کہ کرموں کی وجہ سے ہوں۔

سینٹونا مین

تمام کرموں کے لیے یہ دوائی بہت مفید مانی جاتی ہے۔

سٹینم (Stanum)

ڈاکٹر ہنی مین کے مطابق یہ دوائی کرموں کو ایسا بے حس و حرکت کردیتی ہے کہ وہ باآسانی خارج ہوجاتے ہیں اس کی موٹی موٹی علامات یہ ہیں زرد اور اندر کو دبا ہوا چہرہ' طبیعت سست و کاہل' سانس بدبودار' تھوڑا تھوڑا بخار' مریض معدے کے بل لیٹنا پسند کرے۔

کلاڈیم

جب کرم مقام سیون سے ہوتے ہوئے چھوٹی لڑکیوں کی اندام نہانی میں پہنچ کر خارش کریں تو یہ دوائی نافع ہوتی ہے۔

ٹیوکریم

چنوں کی اعلیٰ دوائی جب کہ وہ مقعد میں بہت خراش پیدا کرتے ہوں۔

فائی لکس ماس

کدودانہ کو رفع کرنے کی یہ خاص دوائی ہے اس کو حسب ذیل طریقے سے استعمال کرنا چاہیے اول مریض بارہ گھنٹے تک فاقہ کرے اس کے بعد اس دوائی کے سات قطرے ایک اونس پانی میں ڈال کر پی جائے اس کے دو گھنٹے بعد مریض ایک اونس کیسٹر آئل پی لے کدودانہ رفع ہوجائے گا اور پاخانہ میں بغور دیکھے کہ کدودانہ کا سر خارج ہوگیا ہے کہ نہیں اگر خارج نہ ہوا ہو تو بہتر ہے کہ فائی لکس ماس مدر ٹنکچر کے پانچ قطرے ہر آٹھ گھنٹے کے وقفے سے مریض دو یا تین ماہ تک لگاتار استعمال کرے۔

ارٹیکا یوریز

جبکہ چنوں کے باعث مقعد میں بوقت شب سخت خارش ہو۔

سلفر

جب کرم رفع ہوجائیں تو طبیعت کو بحال کرنے کے لیے اس دوائی کی چند خوراکیں مریض کو دینی چاہیں۔

ملیحہ احمد

کیوٹ سی بھانجی بختاور اور دوستوں کے نام

السلام علیکم آپی کیسی ہیں اور سب آنچل وحجاب اسٹاف کیسے ہیں حجاب ریڈرز فرینڈز اور رائٹرز کیسے ہیں امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گے دعا ہے کہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک اور شاد وآباد رہیں آمین۔ دوستوں کے نام کی فہرست بہت لمبی ہے اگر کوئی رہ جائے تو پلیز ڈونٹ مائنڈ" نجم انجم آپی آپ نے یاد کیا تھینک یو' پروین افضل کیسی ہیں اور پرنس افضل کیسے ہیں ہمیشہ کی طرح یہی دعا ہے کہ اللہ آپ کو صاحب اولاد کرے آمین' میری پیاری اور کیوٹ سی بھانجی بختاور عادل کی 27 مارچ کو برتھ ڈے ہے منی منی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ماشاء اللہ 7 سال کی ہوجاؤ گی اور جن جن فرینڈز کی مارچ میں سالگرہ ہے سب کو بہت بہت مبارک باد۔ کرن شہزادی' سمیہ کنول' سمیرا سوالی' طیبہ خاور' کوثر خالد آنٹی' ارم کمال آنٹی' مدیحہ نورین' شاہی رحمان' فائزہ بھٹی' مونا شاہ قریشی' نازی آپی' سمیرا آپی' اقرا صغیر احمد آنٹی اور جن لوگوں کے نام رہ گئے ان سب کے لیے ڈھیروں دعائیں بہار کے آنے سے چہروں پر جو رونق آتی ہے اللہ کرے وہ ہمیشہ آپ سب کے چہروں پر رہے آمین اور یہ پرنسز اناثیہ کون ہو بھئی دوستی قبول ہے جلدی سے اپنا انٹروڈیوس دو۔

موسم' خوشبو' باد صبا' چاند' شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے

سلمٰی خان سوالی...... کبیر کنڈ' مانسہرہ

کچھ کھوئی ہوئی فرینڈز کے نام

سلام ڈیئر فرینڈز کیسی ہو آپ سب کہاں کھوئی ہوئی ہو میں آپ کی اپنی دوست ہوں طاہرہ زیب قریشی' کتاب گروپ والی' میری فرینڈز خورشید ناز (خوشی) ارم دلبر' عائشہ قریشی' بشریٰ خالد' مہوش رفیق (ہنی) اور سمیرا خواجہ آل آف مانسہرہ اگر آپ میں سے کوئی آنچل پڑھتا ہو تو مجھ سے کونٹیکٹ کرو آئی مس یو لاٹ جانی نویں کلاس سے بی ایس سی تک گزرا ہوا ٹائم بہت یاد آتا ہے میرا میسج پڑھتے ہی آنچل میں یا حجاب جواب دینا میں پھر اپنا نمبر بھی دوں گی اینڈ ایک راز کی بات بتاؤں میں آپ کی چھوٹی سی فرینڈ دو بچوں عبدالاحد (ہادی) اور جنت کی ماما ہوں تم سب بہت یاد آتی ہو اور ایک اور بات میں پرنسز اناثیہ مانسہرہ اور گل مینا مانسہرہ سے فرینڈ شپ کرنا چاہتی ہوں جواب دینا اور یہ بھی کہ مانسہرہ میں کہاں رہتی ہو؟

جیا بنت تحریب...... مانسہرہ

بہنوں کے نام

میری پیاری آپی فریدہ جاوید فری ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت دے اور میں اپنی باقی بہنوں سے بھی اپیل کروں گی کہ وہ بھی میری نند فریدہ جاوید فری کے لیے ان کی صحت کے لیے دعا کریں طیبہ رانا اور اقرا امتیاز میری نگارشات پسند فرمانے پر شکریہ سمیہ کنول آپ کو بھی ویلنٹائن ڈے مبارک' اقرا امتیاز میرے لیے اولاد کی دعا کرنے کا شکریہ' لیلیٰ رب نواز میری والدہ کی وفات پر تعزیت کرنے کا شکریہ۔ صائمہ مشتاق میں نے تبصرہ لکھا تھا مگر شائع نہیں ہوسکا جیا بنت زیب' پہلی انٹری پر ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں پرنسز اناثیہ اور حافظہ اقرا جاوید بشریٰ جاوید مجھے آپ کی دوستی قبول ہے حجاب وآنچل کی باقی بہنوں کو بھی پرخلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

کیوٹ بھانجے کے نام

مائی سویٹ عبدالہادی کیسے ہو تم یقیناً ٹھیک ہی ہوں گے اب تم چلنا سیکھ گئے ہو تو اب خوب ماما کو تنگ کرتے رہوں گے تم ایک سال کے ہوگئے ہو تمہاری برتھ ڈے کو ہم نے بہت یادگار بنایا سارے رملیٹیو کو انوائٹ کیا خوب ہلہ گلہ کیا اب میں اسے اور بھی یادگار بنانا چاہتی ہوں حجاب میں لکھ کر بہت خواہش تھی کہ تمہاری برتھ ڈے کا سارا احوال حجاب میں لکھوں اب دعا کروں گی کہ میرا یہ پیغام حجاب میں شائع ہوجائے جب تم بڑے ہو گے تو میں تمہیں یہ پیغام پڑھ کر سناؤں گی یقیناً تم بہت خوش ہوں گے جلدی آؤ آنٹی سے ملنے کے لیے باجی مغنی تمہیں بھی سلام عبدالہادی اگر تنگ کرے تو اسے مارنا نہیں اوکے۔

زہرہ فاطمہ...... ملتان

ثمینہ نیر راؤ کلیم اختر کے نام

اس خوب صورت کپل کو میری طرف سے شادی کی سالگرہ جو کہ 26 مارچ کو ہے بہت بہت مبارک ہو رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پیاری جوڑی کو سدا سلامت رکھنا ان کی زندگی کو اور زیادہ خوشیوں سے ہمکنار کرنا اس گلشن کو ان پھولوں کے ساتھ

ہمیشہ شاد و آباد رکھنا راؤ وقاص کلیم اقصیٰ نیر علیزہ و نیر آمی ناز اور
سیٹھ انس کے سروں پر ہمیشہ ان کی محبت کا سایہ رکھنا اور ان
پیارے پیارے بچوں کی خوشیاں دیکھنا میری ڈھیروں دعائیں
چاہتیں محبتیں آپ سب کے لیے خدا خوش و خرم رکھے ہمیشہ
سے ہمیشہ تک ان دعاؤں کے ساتھ اجازت سے پہلے راؤ معاذ
علی بریرہ اسماعیل کی طرف سے بھی آنٹی جانوں کو سلام عرض کرتی
چلوں والسلام آپ کی دوست کم بہن زیادہ۔
تسنیم سحر راؤ.....اسلام آباد

سب پڑھنے والوں کے نام

السلام علیکم کیسے ہیں سب یقیناً ٹھیک ہوں گے اور ہاں جی
میری پیاری بھابی شہرین احسن آپ کو نیا گھر مبارک ہو اللہ آپ
کو اور آپ کی شادی شدہ زندگی کو ہمیشہ خوش حال رکھے آمین
جویریہ تمہیں سالگرہ مبارک ہو اور زرقا تمہیں بھی سالگرہ مبارک
ہو اور پیاری اقرا ندیم تمہیں بھی سالگرہ مبارک ہو روا بیٹے کی
پیدائش پر بہت مبارک اللہ تم دونوں کو صحت و تندرستی دے آمین۔
سمیہ کنول محبت کا بہت شکریہ آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں
پیاری اور سالگرہ کی مبارک دینے کا بہت شکریہ خوش رہو سدا۔ اقرا
ممتاز آپ کا پیار سنبھال کر رکھ دیا ہے شکریہ پرنسز انائیہ آپ کی
دوستی قبول ہے ہمیں اب خوش ہو حافظہ اقرا الوحی ہو گئی دوستی خوش
رہو اپنا خیال رکھنا۔ نجم انجم کے لیے دعا کے لیے بہت شکریہ آپ
بھی ہمیشہ خوش رہیں پیاری ارم کمال فریدہ فری پروین افضل کوثر
خالد طیبہ نذیر اور تمام پڑھنے والوں کو بہت بہت پیار اور ڈھیروں
دعائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے سب کی
عزت محفوظ رہے ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
مدیحہ نورین مہک.....گجرات

نورین مسکان سرور وقاص عمر کے نام

السلام علیکم میری تمام حجاب کی مہکتی کلیوں پریوں اور
شہزادیوں کو حنا ارشد کی طرف سے پیار بھرا اسلام امید ہے سب
خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے تو یہ کہ میں اپنے امی ابو
بہن بھائیوں سے بہت پیار کرتی ہوں اللہ نے مجھے بھتیجے اور
بھانجے کی نعمت سے نوازا ہے میرا بھتیجا عباد حسن اور میرا بھانجا
جہان احمد آپ دونوں میرے چمن کے پھول ہو پیارے بھائی
فہیم ارشد آپ کو گریڈ 17 کی جاب ملنے پر بہت بہت مبارک ہو
خواب سے خواب تک میں نے اپنی کتاب کا نام کیوں رکھا یہ
سوال اکثر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں میرے نزدیک خواب سے
خواب تک کا سفر کبھی رکنا نہیں چاہیے وہ اس لیے کہ کوئی بھی
خواب تب پورا ہوتا ہے جب ہم خواب دیکھیں گے میرے بہت
سے خوابوں کی تعبیر مجھے مل چکی ہے جن میں سے ایک خواب
میری کتاب کی پبلشنگ تھا جو کہ میرے والدین کی دعاؤں سے
پورا ہوا اور پھر میرے بھائی فہیم ارشد جنھوں نے کتاب کی پبلشنگ
میں مجھے ناصرف فنانشلی سپورٹ کیا بلکہ میرا حوصلہ بھی بڑھایا اور
آج مجھے حافظ آباد کے علاقہ بنگر نو سے وقاص عمر جیسے انتہائی منفرد
قابل حساس اور باوقار شاعر افسانہ نگار کالم نویس اور سماجی
شخصیت ایک سوشل ورکر کا ساتھ ملا ہے جو میرے لیے کسی
اثاثے سے کم نہیں سر اسلام بھائی نے کتاب کی پبلشنگ تک
میرا ہر ممکن ساتھ دیا تو وقاص عمر صاحب کتاب کی پبلشنگ کے
بعد کتاب کی پروموشن اور سیل میں میری قدم قدم پر رہنمائی فرما
رہے ہیں میں ان دونوں احباب کی تہہ دل سے مشکور ہوں وقاص
عمر آپ نے پی ٹی وی پروگرام جی آیا نوں میں شرکت کی اور
کراچی میں ایک ادبی کنونشن میں حصہ لیا اور مئی میں آپ کے
ایگزامز ہونے جا رہے ہیں دعا ہے آپ آسمان کی بلندیوں کو
چھوؤ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں آمین ناول نگار نورین
مسکان سرور آپ کا ناول آخری گناہ پڑھا تو میرا یقین اور بھی پختہ
ہو گیا کہ پاکستان میں اچھا لکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں آپ کی
شاعری بھی اچھی ہوتی ہے ہمیں آپ کے ناولز اور آپ کی شاعری
کے ساتھ ساتھ آپ بھی بہت اچھی لگتی ہیں آنٹی کوثر خالد آپ
کیسی ہیں وقاص عمر اکثر آپ کا ذکر کرتے ہیں آپ کو اچھی اچھی
باتوں کے لیے یاد کرتے ہیں۔ شبنم کنول کوثر خالد آنٹی انیلا
طالب لیلیٰ رب نواز صائمہ مشتاق ثانیہ انصاری ملالہ اسلم ماہ رخ
سیال جادیہ عباسی فائزہ بھٹی نوشین اقبال نوشی میزاب ماہم نور
انصاری آپ سب بہت اچھا لکھتی ہیں سب سے دوستی کی خواہاں
ہوں آپ سب میرے نمبر 0341-1401028 پر رابطہ کر کے
میرا شعری مجموعہ خواب سے خواب تک ضرور خریدیں عنزہ یونس
اقرا لیاقت نادیہ نواز شازیہ اختر شازی آپ سب بھی اور فیس
بک پر آپ سب کس نام سے ہیں سب قارئین کے لیے بہت
سی دعائیں اور سلام اللہ حافظ۔

حنا ارشد.....لاہور

خدیجہ احمد

سبزیوں کی حفاظت

سبزیاں ہمارے جسم کو تروتازہ رکھنے کے ساتھ ساتھ تیزابیت سے محفوظ رکھتی ہیں۔ سبزیاں موسم میں ہی خرید کر محفوظ کرلی جائیں تو آپ کے گھر میں ہر موسم کی سبزیاں موجود ہوں گی اس طرح پیسوں کی بچت بھی ہوگی اور آپ ہر موسم میں غیر موسمی سبزیاں استعمال کرسکیں گے۔

ٹماٹر: ٹماٹروں کو محفوظ کرنے کے لیے پہلے انہیں دھو کر پانی میں اُبال لیں اور پھر مسل مسل کر چھان لیں اب اس گودے میں نمک ڈال کر اتنا پکائیں کہ گودا گاڑھا ہوجائے تو ابلتے ہوئے پانی سے دھلی ہوئی بوتلوں میں گردن سے نیچے تک بھرلیں پھر ان کے اوپر کوئی سا پکانے والا تیل اتنی مقدار میں بھرلیں کہ گودے سے ایک انگل اوپر رہے بوتلیں جب گرم ہی ہوں تو مضبوطی سے ڈھکنا بند کردیں تاکہ ہوا اندر داخل نہ ہوسکے اس طریقے سے محفوظ کیے ہوئے ٹماٹر دو تین ماہ تک محفوظ رہ سکتے ہیں اگر انہیں چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں محفوظ کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ کھانے کے بعد انہیں فوراً استعمال کرنا ہوتا ہے یاد رہے کہ ٹماٹر ابالنے کے بعد اگر بلینڈر میں پیس لیا جائے تو بعد میں چھاننے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔

مٹر: فریج کے اندر مٹر کے دانے بھی آسانی سے محفوظ کیے جاسکتے ہیں کسی لفافے میں بھر کر برف کے خانوں میں رکھ دیں یہ جم کر کنکر کی طرح سخت ہوجائیں گے اور آپس میں جڑتے نہیں۔ ثابت لیموں بھی اسی طرح سے محفوظ رکھے جاسکتے ہیں اگر فریج نہیں ہے تو مٹر کے دانوں کو صرف دو تین منٹ کے لیے ابلتے ہوئے پانی میں ڈال کر نکال لیں اور دھوپ میں پھیلا کر خشک کریں ان کے اوپر کوئی کپڑا ضرور ڈال دیں ورنہ پرندے ان کو اپنی خوراک بنالیں گے۔

سبزیاں خشک کرنا: تمام پتوں والی سبزیاں دھو کر کاٹ لیں یعنی پالک میتھی ساگ اور بند گوبھی وغیرہ کو اگر پسند کریں تو ثابت ہی رہنے دیں اور پھول گوبھی وغیرہ بھی دھو کر چھیل لیں اور درمیانے سائز کے ٹکڑے کاٹ لیں ایسا کرنے سے ان کا پانی نکل جائے گا جب وہ نرم ہوکر خشک ہونے لگیں تو ان کے ٹکڑوں کو ایک کپڑے میں پوٹلی کی صورت میں باندھ لیں اور انہیں ابلتے ہوئے پانی میں رکھیں۔ ابلتے ہوئے پانی میں سے سبزی کی پوٹلی نکال کر اسے ٹھنڈے پانی کے ایسے محلول میں بیس سے تیس منٹ تک رکھیں جس میں پوٹاشیم میٹا بائی سلفیٹ ملا ہوا ہو مقدار کا اندازہ یہ ہے کہ پچیس کلو پانی میں ایک چھٹانک یہ دوا ڈالی جائے بیس تیس منٹ کے بعد پوٹلی باہر نکالیں اور کچھ دیر کے لیے لٹکادیں تاکہ فالتو پانی نچڑ جائے پھر صاف کپڑے پر اکہری تہہ لگا کر سبزیاں سکھائیں اور سوکھ جانے پر ڈبوں میں بند کرکے رکھ لیں استعمال کرنے سے پہلے خشک سبزی کو گرم پانی میں بھگوئیں اس کے بعد پکائیں یاد رہے صرف مٹر کو دوا ملے پانی میں نہ بھگوئیں اسے صرف گرم پانی سے نکال کر خشک کرلیں۔

کنستر ڈبے اور بوتلیں

کچن میں استعمال ہونے والی اشیا اجناس مرچ مسالے نمک چینی وغیرہ کو محفوظ رکھنے کے لیے کنستر ڈبوں اور بوتلوں کے سائز مختلف ہونے چاہیں اس کے علاوہ شیشے اور پلاسٹک کی بوتلیں بھی استعمال کی جاتی ہے کنستر ڈبے اور بوتل کا سائز استعمال شدہ اشیا کی مقدار کے مطابق ہو تو چیزوں کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدا نہیں ہوتا ماہرین نے بتایا ہے کہ کنستر ڈبے اور بوتل کو چیزوں سے پورا نہیں بھرنا چاہیے ذرا منہ

سے نیچے تک ہوتو چیزوں کی تازگی اور ذائقہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ڈبوں کنستروں اور بوتلوں کے ڈھکنے ٹھیک ہونے چاہئیں تاکہ وہ اچھی طرح بند ہوسکیں اگر ان چیزوں کے ڈھکنے پوری طرح بند نہیں ہوں گے تو ہوا داخل ہونے سے ان چیزوں کی ڈلیاں اور گٹھلیاں وغیرہ بن جائیں گی لہٰذا کسی کنستر بوتل یا ڈبے کو استعمال کرنے کے بعد اس کا ڈھکن مضبوطی سے بند کرنا نہ بھولیں کچن میں استعمال ہونے والے ڈبے کنستر اور بوتلیں ہلکی بھاری ہوتی ہے ہمیشہ بھاری ڈبوں کو نچلے خانوں میں رکھیں اور ہلکے ڈبوں کو اوپر کے خانے میں رکھیں تاکہ انہیں نکالنے اور رکھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے اور وہ گرنے سے محفوظ رہیں ویسے بھی اوپر والے خانے سے ہلکا ڈبہ اتارنا آسان ہوتا ہے۔ چینی چاول اور دوسری دانے دار چیزوں کو مرتبان میں رکھیں جس کا ڈھکنا آسانی سے صرف اٹھا کر کھولا جاسکے اس طرح ان چیزوں کے ڈھکن کھولتے وقت دانوں کے بکھرنے کا خطرہ نہیں رہتا ورنہ جھٹکے سے کھلنے والے ڈھکن اتارتے وقت دانے دار چیزیں اُچھل کر باہر جاگرتی ہیں۔ چکنائی والے ہاتھوں سے کنستروں ڈبوں اور بوتلوں کو نہ کھولا جائے اس طرح ان کو چکنائی لگ جاتی ہے ان کو آسانی سے استعمال نہیں کیا جاسکتا اور ہاتھ سے ان کے پھسل کر گرجانے کا خطرہ ہوتا ہے لہٰذا کچن میں کام کرتے وقت اگر کسی کنستر ڈبے یا بوتل کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو پلاسٹک کے بنے ہوئے انگلیوں والے دستانے ہاتھوں پر چڑھالیں اگر دستانے موجود نہ ہوں تو ڈبے یا بوتل کو استعمال کرنے سے پہلے اپنے چکنائی والے ہاتھ گیلے کپڑے سے رگڑ کر پونچھ لیں۔ آٹے کے کنستر کا سائز درمیانہ ہونا چاہیے اور کنستر کو صاف ستھرا ہونا چاہیے یہ بات ہمیشہ دھیان میں رکھیں کہ آٹے کو استعمال کرنے کے بعد ایک دو مرتبہ آٹے کو الٹ پلٹ دیں کنستر کا ڈھکنا مضبوطی سے بند کریں اور دوسری چیزوں کے ڈبوں اور بوتلوں کو بھی کبھی کبھی جھٹکے دے کر ہلا دینا چاہیے تاکہ ان میں بند چیزوں کو پھپھوندی نہ لگ جائے۔ بعض اوقات کچن ڈبوں اور بوتلوں میں پڑی ہوئی چیزوں کو استعمال کیے ہوئے عرصہ گزر جاتا ہے اور وہ چیزیں اپنی تازگی ذائقہ اور خوشبو کھودیتی ہے اور ان کے استعمال سے پکایا گیا کھانا ضائع کرنا پڑتا ہے چنانچہ اس بات کی ضرورت ہے کہ کچن میں استعمال ہونے والی اشیا جب خریدی جائیں تو ان کو ڈبوں اور بوتلوں میں بند کرکے رکھتے وقت ان پر خریدی گئی چیزوں کی تاریخ ضرور لکھیں تاکہ آپ کو اس چیز کی تازگی کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت آسانی ہو اگر کسی چیز کو کچن میں آئے ہوئے چار سے چھ ماہ ہوچکے ہوں تو انہیں پہلے چکھ کر اور سونگھ کر اندازہ لگالیں کہ اس کی تازگی باقی ہے یا نہیں' کچن کی الماری یا اسٹینڈ ان گنت چیزیں رکھنے کے کام آتی ہے لہٰذا اس کے خانوں کی تقسیم اور ان میں مختلف چیزوں کے ڈبے رکھنے کی ترتیب چیزوں کے مطابق ہونی چاہیے اسٹینڈ یا الماری میں ڈبوں اور بوتلوں کو اس طرح ترتیب سے رکھیں کہ وہ کم سے کم جگہ پر آجائیں اور چیزوں کے ڈبوں اور الماری میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر نہیں رکھنا چاہیے اس طرح کسی چیز کا ڈبہ یا بوتل نکالتے وقت آپ کو کوئی الجھن نہ ہوگی اور آپ فوری طور پر جان لیں گی کہ کون سی چیز کون سے ڈبے میں ہے ڈبوں کو اوپر نیچے رکھتے ہوئے ہر ڈبے کے اوپر دوسرا ڈبہ رکھنے سے پہلے ایک پلاسٹک کا کاغذ ضرور رکھیں۔